فہرس موضوعات

مقدمہ

موضوع کا تعارف:

الحمد للہ و کفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی:اما بعد

اسلام ایک جامع ,آفاقی اور عالمگیر دین ہےاور ایک ایسا ضابطہ حیات ہےجس میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق مکمل احکام اور مسائل کا حل موجود ہے۔ دین اسلام صرف عبادات پر مشتمل احکام کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس میں انسان کی انفرادی، اجتماعی، سیاسی اور معاشرتی زندگی کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی تعلقات کے استوار کرنے کے بارے میں بھی رہنما اصول وضوابط موجود ہیں ۔اسی اہمیت کے پیش نظر اسلامی تاریخ کے تقریباہر دور میں ان اصولوں کے ماہرین یعنی فقہاء ، محدثین اور مفسرین کا وقت کے خلفاء اور حکمرانوں کے ساتھ گہرا تعلق رہاہےاور انہوں نے ہمیشہ فرض منصبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لحہ بہ لحہ درپیش مسائل میں شریعت کے قوانین کے مطابق راہنمائی کی ہے نیز نئے اور پیش آمدہ مسائل کی تعبیر وتشریح کاکام وقت کے تقاضوں کے مطابق ہمیشہ نصوص شرعیہ کی روشنی میں جاری رکھاہے۔

بالخصوص فقہاء کرام آزادانہ طور پر جس طرح استنباط اور استخراج احکام کے لئے مساعی جمیلہ سرانجام دیتے چلے آئے ہیں اسی طرح اس سلسلے میں بعض خلفاء اور سربراہوں کی ذاتی دلچسپی اور فقہی ذوق کی وجہ سے ان کی زیر سرپرستی بھی فقہاء کرام نے مسائل کے استنباط اور استخراج کاکام کیا ہے۔چنانچہ "مجلۃ الاحکام العدلیہ "سلطنت عثمانیہ اور "فتاوی ہندیہ المعروف بہ فتاوی عالمگیریہ" مغلیہ دور میں اس قسم کی تقنینی کاوشوں کے بہترین مظاہر ہیں۔جو ریاستی امور چلانے کے لئے فقہی اور قانونی دستاویزات کی شکل میں مرتب کی گئیں ہیں ان دونوں فقہی ذخائر کی زبان چونکہ عربی ہے اسی لئے افادہ عام کیلئے ان کے اردو تراجم بھی چھپ کر منصہ شہود پر آچکے ہیں۔

اس مقالے کے موضوع (فتاوی ودودیہ کا اردو ترجمہ اور تحقیق) کا تعلق بھی ایک ایسی کتاب سے ہے جس کی جلد ثانی ریاست سوات کے سربراہ کی دلی خواہش وتمنا پر ریاستی سطح کے قانون سازی کی ضروریات پوری کرنے کیے لئے مرتب کی گئ اور اس کی جلد اوّل ریاست کے باشندوں کی دینی تربیت اور انہیں فقہی مسائل سے روشناس کرانے کے لئے فقہی طرز پر تحریر وترتیب دی گئ ہے جس کی تدوین وتالیف اگرچہ مولانا محمد ابراہیم صاحب نے کی ہے تاہم اس وقت کے جید علماء کرام کی سرپرستی ونگرانی اور بادشاہ صاحب کی طرف سے ضروری وسائل کی فراہمی اور مثالی حوصلہ افزائی ان کو حاصل رہی ہے۔اس کتاب کی دونوں جلدیں پشتو زبان میں ہیں اور اسکی وجہ ظاہر ہے کہ ریاست سوات کے اکثر باشندے پشتون ہیں اس لئے اس کی افادیت عام کرنے کی غرض سے اسی زبان کا انتخاب کیاگیا۔اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں فقہ حنفی کی معتبر اور مستند کتب سے استفادہ کرکے متداول کتب میں ایک ہی موضوع سے متعلق بکھرے ہوئے مسائل کو عام فہم انداز میں قاری کی سہولت کیلئے یکجا جمع کیا گیا ہے نیز ان مسائل میں عرف ورواج کو بھی اس انداز سے مد نظر رکھا گیا ہے کہ یہ خطہ ہر قسم کی فرقہ واریت سے محفوظ رہ سکے۔

اسی اہتمام کے پیش نظر سربراہ ریاست سوات ،مفتیان کرام اور علماء کرام کے ہاں درپیش مسائل کو حل کرنے میں فتاوٰی ودودیہ کو اوّلیت اور فوقیت حاصل تھی اور سربراہ ریاست نے ریاست کے تمام قضاۃ ، علماء اور مفتیان کرام کو اس بات کا پابند بنایا تھا کہ وہ فتاوی ودودیہ کو اپنے زیر مطالعہ رکھے۔ جبکہ ریاست کے ہر خواندہ کو اس کا نسخہ شاہی فرمان کے مطابق بطور ہدیہ ملتا تھا۔

اس دستاویز کی اہمیت کے پیش نظر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی کلیۃ عربی اور علوم اسلامیہ کے اساتذہ کرام نے ایم فل کی سطح پر "فتاوی ودودیہ کا ترجمہ اور تحقیقی مطالعہ "پراجیکٹ کا اہتمام کیا ہے جس کے تحت اس کے مختلف ابواب طلبہ میں تقسیم کئے گئے ہیں تاکہ وہ اپنے اپنے مخصوص حصوں پر طے شدہ منصوبے کے مطابق کام کرے۔

اہمیت موضوع اور اسباب اختیار :

مقالہ زیر بحث کے موضوع کا تعلق دینی مسائل عبادات ، معاملات اور قضاء پر مشتمل دستاویز کے ساتھ ہیں جس کا نام فتاوی ودودیہ ہے۔جو ریاستی سرپرستی میں سپرد قرطاس کئے گئے۔اور اس کے مؤلفین اپنے دور کے نابغہ روزگار شخصیات تھیں جن کا تعلق درس وتدریس اور عملی طور پر قضاء کے ساتھ تھا جس کی وجہ سے اس دستاویز کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اور اس بات کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس اہم فقہی ذخیرہ کے افادہ عام بنانے کے واسطے اسے اردو زبان میں منتقل کیا جائے اور جدید تحقیقی خطوط پر اس کی تخریج کی جائے تاکہ پشتو زبان کے علاوہ دوسری زبانوں کے علماء ، طلباء اور عوام بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکیں۔اس لئے اس موضوع کے اختیار کرنے کے اسباب درج ذیل ہیں۔

1: چونکہ یہ ایک تقنینی کاوش تھی اس لئے مقالہ نگار کی ذاتی رغبت ہے کہ اسے اردو زبان میں منتقل کیا جائے تاکہ اس سے مملکت پاکستان کے تمام باشندے استفادہ کر سکیں۔

2: اس وقت مارکیٹ میں فتاوی ودودیہ کے کئی نسخے دستیاب ہیں لیکن اصل نسخہ اس وقت کے علماء کرام کے گھروں میں پایا جاتا ہے اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ اصل نسخوں کو سامنے رکھ کر اس کا ترجمہ کیا جائے۔

3: فتاوی ودودیہ میں مسائل ذکر کرتے ہوئے مآخذ کی نشاندہی پر اکتفا کیا گیا ہیں اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ان مآخذ کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ جدید طریقہ تخریج کے مطابق احادیث مبارکہ ، تفسیری اور فقہی اقوال کی تخریج کی جائے۔

4: چونکہ فتاوی ودودیہ حنفی فقہ پر مشتمل زمانہ قریب کے علماء کی عمدہ کاوش ہے اس لئے اس پراجیکٹ کا مقصد فقہ حنفی کی حفاظت اور تدوین جدید ہے۔

5: فقہائے احناف کی علمی اور فقہی کاوشوں اور خدمات کو منظر عام پر لانے کی ذاتی رغبت اور شوق ہے۔

6: فتاوی ودودیہ کو مرتب کرتے وقت بہت سارے ایسے مصادر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جو اس وقت مارکیٹ میں ناپید ہیں لیکن وہ بعض لائبریریوں میں پائی جاتی ہیں اس تحقیق کے نتیجے میں قاری ان مصادر سے روشناس ہو جائے گا۔

بنیادی سوال :

اس مقالے کا بنیادی سوال فتاوی ودودیہ کی دوسری جلد میں دوسری کتاب "ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات " کا اردو ترجمہ ، تفسیری اقوال ، احادیث مبارکہ ، اور فقہی اقوال کی تحقیق اور تخریج ہے۔

اہداف تحقیق:

اس مقالے کے اہداف درج ذیل ہیں۔

1: فتاوی ودودیہ کا اردو ترجمہ کرنا ہے۔

2: فتاوی وددودیہ میں موجود فقہی اقوال کی تخریج و تحقیق کرنی ہے۔

3: فتاوی ودودیہ کو جدید تحقیقی خطوط کے مطابق استوار کرنا ہے۔

4: اس اہم دستاویز کا افادہ عام بنانا ہے۔ تاکہ دوسری زبانوں کے لوگ بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔

منہج تحقیق:

1: اس مقالے پر کام کرنے کے دوران مقالہ نگار کا منہج بیانیہ ہے۔
2: اس مقالہ میں مذکور فقہی اقوال کی تخریج اصل ماخذ سے کی گئ ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

فتاوی ودودیہ کی تخریج و تحقیق پر جدید طرز تحقیق کے مطابق کام مقالہ نگار کے علم کے مطابق اس سے پہلے کسی بھی یونیورسٹی میں نہیں ہوا البتہ اس کے پشتو نسخے میں فقہی اقوال پر مبنی تخریج مفتی عبد الوہاب منگلوری نے کی ہے لیکن موصوف نے فتاوی کے مصادر و مراجع کے بجائے چند متداول فقہی کتب ، جیسے فتاوی شامی وغیرہ کو اپنی تخریج کا مرکز و محور بنایا ہے جب کہ اس مقالے کا مقصد فتاوی میں مذکور مصادر کی بنیاد پر تخریج ہے۔ تاکہ اصل مصادر تک رسائی کے علاوہ علماء اور طلبہ ان مصادر سے بھی واقفیت حاصل کر سکے جو اس وقت کمیاب ہیں۔ کیونکہ اب تک تفحص اور تتبع کے نتیجے میں مقالہ نگار کتاب زیر تحقیق کے چوراسی مصادر و مراجع پر مطلع ہو سکا ہے۔ جن کی تفصیل فہرست مصادر و مراجع میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

جہاں تک اس کے اردو ترجمے کا تعلق ہے تو بعض حضرات کے بقول اس کا اردو ترجمہ ساٹھ کی دہائی سے پہلے ہو چکا تھا لیکن نہ مترجم کے بارے میں کوئی جانتا ہے اور نہ ہی مارکیٹ میں وہ ترجمہ کہیں دستیاب ہے۔ باوجود تلاش بسیار اور تحقیق کے کسی لائبریری یا کتب خانے میں اس کا سراغ نہیں لگا اس لئے اس پر کام کرنے کی تشنگی اپنی جگہ باقی ہے۔

باب اول

نکاح، طلاق، نفقہ، رضاعت اور عتق کے مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاک ہے وہ ذات جس کے کلام کے علاوہ اور کوئی حجت نہیں ہے (یعنی ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کے مبارک کلام سے زیادہ قوی ہو)۔اس کے احکامات میں اس کا کوئی معارض نہیں ہے (اور وہ اللہ تعالیٰ ہے)۔درود اور سلام اس ہستی پر ہو جس ہستی کا اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی علامتوں یعنی معجزات کے ساتھ تائید اور نُصرت کی ہے (یعنی حضرت محمد ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم پر)۔

اس کے بعد عاجز بندہ "کہ اپنے غنی ذات اللہ تعالیٰ کو محتاج ہے یعنی ابو محمد غانم بن محمد بغدادیؒ[1]" کہتا ہے کہ یہ رسالہ میں نے بعض قاضیوں کے لئے پہلے جمع اور تیار کیا تھا کیونکہ انہوں نے اشاروں اشاروں میں مجھ سے اس کا طلب کیا تھا۔ہر بات خواہ وہ نقل کی ہو یا عقل کی ہو اس میں غلطیوں سے بچانے والا اللہ رب العزت ہے۔اس کے بعد میں نے اس رسالے کے بارے میں سوچ اور فکر کی تو مجھے معلوم ہوا کہ مجھ سے کافی سارے مسائل رہ گئے ہیں کیونکہ اس وقت جن کتابوں کا مطالعہ کرنا ضروری تھا مشغولیت کی وجہ سے اُن کتب کا مطالعہ نہیں کیا۔اس لئے میں نے اپنی توجہ کتابوں کے مطالعے کی طرف مبذول کرائی۔پس جو مسائل پہلے مجھ سے رہ گئے تھے وہ مسائل مجھے مل گئے اور اسی کے ساتھ پیوست کر دیے۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ رسالہ اس قسم کے مسائل کے لئے کامل اور مکمل ہے۔دوسرے رسالوں سے بے پروائی لانے والا ہے۔میں نے اس کا نام (ملجاء القُضاۃ عند تعارض البینات) رکھا۔

ھدایت دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔شروع اور آخر میں وہی مدد دینے والا ہے۔

---

[1] ابو محمد ،غانم بن محمد البغدادی ہے۔بغداد میں پیدا ہوئے اور بغداد ہی میں بڑے ہوئے۔" مجمع الضمانات "، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات ،وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔۱۰۳۰ھ کو بغداد میں شہید کر دیے گئے۔الزرکلی ، خیر الدین بن محمود بن محمد بن علی بن فارس، الدمشقی۔ الأعلام۔ دار العلم للملایین۔ الطبعۃ: الخامسۃ عشر-إیار/مایو 2002۔ج۵ ص ۱۱۶۔

نکاح کے مسائل

مسئلہ 1 :اگر دو بہنوں نے ایک مرد کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا (یعنی ایک نے کہا کہ اس مرد نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے اور اس کی بہن نے کہا کہ اس نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے) جبکہ دونوں نے اپنے اپنے نکاح کے پہلے منعقد ہونے پر گواہ بھی پیش کیئےاور خاوند کو معلوم نہیں تھا (کہ کس کے ساتھ نکاح پہلے ہوا ہے اور کس کے ساتھ بعد میں) تو پھر قاضی ان دونوں بہنوں کو ان کے شوہر سے علیحدہ کرے گا کیونکہ ان دونوں بہنوں میں سے کسی ایک بہن کا نکاح تو یقینی طور باطل اور ناجائز ہے۔ (اس وجہ سے کہ دو بہنوں کا ایک مرد کے نکاح میں آنا شرعا ناجائز ہے[1]۔ چنانچہ جس بہن کا نکاح بعد میں ہوا ہے اس کا نکاح باطل اور ناجائز ہے۔) اب جبکہ یہ بات معلوم نہیں کہ کس کے ساتھ نکاح بعد میں ہوا ہے۔ (اس وجہ سے دونوں شوہر سے جدا کردی جائیں گی لیکن مہر دونوں کو آدھا ملے گا۔

المبسوط کی روایت کے مطابق ہمارے ائمہ احناف کا اس بات پر اتفاق ہیں کہ آدھا مہر دراصل صرف اس کا حق تھا جس کے ساتھ نکاح پہلے ہوا تھا لیکن بنابر جہالت دونوں کو آدھے مہر کا استحقاق حاصل ہوگا۔ نصف مہر کے لازم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جدائی دخول سے پہلے واقع ہوئی ہے جن کی سبب عورت نہیں بنی (یہ قاعدہ ہے کہ ایسی صورتحال میں نصف مہر لازم ہوتا ہے۔) نصف مہر کی ادائیگی کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ کہ مہر دونوں بہنوں کا برابر ہو۔

دوسری صورت یہ کہ نکاح کے وقت مہر مقرر بھی ہوا ہو۔

تیسری یہ کہ خاوند نے ابھی دخول (وطی) نہ کی ہو اور جدائی واقع ہو جائے۔

اگر مہر دونوں کا مختلف ہو تو پھر قاضی ہر ایک کیلئے اس کے مہر کے چوتھائی حصہ ادا کرنے کا حکم کرے گا۔

اور اگر نکاح کے وقت مہر غیر متعین ہو تو نصف کی بجائے متعہ لازم ہوگا۔ (یعنی قمیص، شلوار اور چادر) اور ایک ایسی چادر جو کہ پورے بدن کو ڈھانپ سکیں۔ ہمبستری کے بعد اگر جدائی کا وقوع ہوا ہو تو پھر دونوں کو پورا مہر ادا کیا جائے گا کیونکہ خاوند کے ہمبستری کی وجہ سے ہر ایک مہر کا مستحق ہو چکی ہے۔ اس لئے اب ان میں سے کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ خاوند کو معلوم نہ ہو کہ کس کے ساتھ نکاح پہلے ہوا ہے یہ اس لئے کہ اگر خاوند نے کسی ایک کو خاص کیا (جس کا نکاح پہلے ہوا ہے) تو پھر قاضی اسی کو بطور بیوی برقرار رکھے گا کیونکہ خاوند اور بیوی نے ایک دوسرے کی تصدیق کر لی جبکہ دوسری عورت اور شوہر کے درمیان جدائی لائی جائیگی۔ یہ مسئلہ دررالبحار کی شرح میں صحیح تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اس اختلاف سمیت جو کہ اس میں موجود ہے۔

---

[1] اگر اس کی ایک بیوی مر گئی یا اس نے طلاق دیدیا اور اس کی عدت گزر گئی تو پھر اس عورت کی بہن کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ مترجم محمد ابراہیم بونیری۔

مسئلہ 1: اذا ادعت أُختان نکاح رجل و اقام کل واحد منہما البینۃ علی سبق نکاحہا والزوج لا یدری فُرّق بینہما وبین الزوج لان نکاح احداھما باطل بیقین ولا طریق الی التعیین ولھما نصف المہر اتفاقاًفی روایۃ المبسوط[1] لانہ وجب للاولیٰ منہما فقط ولم یدرِ مَن ھی فنصّفَ بینہما۔وانّما وجب النصف لوقوع الفرقۃ قبل الوطی لا مِن قِبَلِہا و ھذا اذا کان مہرھما متساویین وھو مسمّیٰ فی العقد وکانت الفرقۃُ قبل الدخول ۔واِن کان مختلفین یقضی لکل واحد منہما بربعِ مہرھما۔واِن لم یکن مسمّیٰ فی العقد یجب متعتواحدۃ لھما بَدَلَ نصف المہر۔واِن کانت الفرقۃ بعد الدخول یجب لکل واحدۃ منہما المہر کاملاً لانہ استقرّ بالدخول فلا یسقط منہ شیئ[2]،وانما قُلنا والزوج لا یدری بہ لانَّ الزوج لو عین احدھما قضی بنکاحہا لتصادقہما و فرق بینہ و بین الأُخری۔

ترجمہ :جب دو بہنوں نے ایک مرد کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیااور دونوں نے اپنے نکاح کے اولیت پر گواہ بھی پیش کئے لیکن خاوند کو معلوم نہ ہو توان دونوں اور ان کے شوہر کے درمیان جدائی لائی جائیگی کیونکہ ان میں سے کسی ایک کا نکاح تو یقینی طورپر باطل ہے جبکہ تعیین کی طرف کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔مبسوط کی روایت کے مطابق بالاتفاق ان دونوں کیلئے نصف مہر ہوگا۔کیونکہ مہران میں سے صرف پہلے والے کیلئے واجب ہوا تھالیکن وہ معلوم نہیں ہےاس لئے ان کے درمیان نصف کردیا۔یہ نصف مہراس لئے لازم ہوا ہے کیونکہ جدائی ہمبستری سے پہلے واقع ہوئی ہےاور وہ بھی عورت کی طرف سے نہیں۔یہ بات اس وقت ہے جب ان دونوں کا مہر برابر ہو اور نکاح کے وقت مقرر ہوا ہو اور جدائی ہمبستری سے پہلے واقع ہوئی ہو۔اگران کا مہر مختلف ہو توان دونوں میں سے ہر ایک کیلئے مہر کا چوتھائی مقرر کریگا۔اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہ ہواہو تو دونوں کیلئے ایک متعہ لازم ہوگا۔اگر جدائی ہمبستری کے بعد ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کیلئے پوراپورا مہرلازم ہوگا کیونکہ ہمبستری کی وجہ سے مہر پکا ہوگیااس لئے اب اس میں سے کوئی چیز کم نہیں کی جائیگی۔ہم نے یہ بات کی کہ خاوند کو معلوم نہ ہو یہ اس لئے کہ اگر خاوند نے کسی ایک کی تعیین کردی تواس کے نکاح کا حکم دیا جائیگا کیونکہ ان دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کردی اوراس مرد اور دوسری عورت کے درمیان جدائی لائی جائیگی۔

مسئلہ 02:زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا دعوی کیااور اس نے انکار کیا۔پھر زید نے گواہ پیش کئے کہ اس کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے۔اوراس عورت نے دعویٰ کیا کہ زید میرے ساتھ نکاح کا جو تاریخ بتارہا ہےاس سے پہلے والے تاریخ کو زید نے میری ماں،بیٹی یا بہن کے ساتھ نکاح کیا ہے اور اس عورت نے گواہ بھی پیش کئے۔صورتحال یہ ہو کہ زید اس دوسرے نکاح کا منکر ہو۔تواس صورت میں ہمارے علماء احناف کااس بات پر اتفاق ہیں کہ جو غائب عورت ہے(یعنی اس حاضر عورت کی ماں،بیٹی یا بہن جس کے بارے میں یہ کہاکہ زید نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے) قاضی اس کے نکاح کا حکم نہیں کرے گا۔لیکن اس حاضر عورت کے نکاح کے بارے میں اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اس عورت کے نکاح کا حکم کردیا جائیگا۔جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ قاضی اس عورت کے بھی نکاح کا حکم نہیں کرے گا بلکہ اس غائب عورت کے

---

[1] السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل (المتوفی: 483ھ)۔المبسوط۔بیروت: دار المعرفۃ،ت۔ن۔ج5ص155

[2] الزیلعی ، فخر الدین عثمان بن علی بن محجن البارعی (المتوفی: 743 ھ)۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۔ بولاق:المطبعۃ الأمیریۃ - الطبعۃ: الأولی، 1313ھ۔ج2ص105۔

حاضر ہونے تک صبر کرے گا۔ پس اگر وہ آئی اور اس نے اس دعوے کے اوپر گواہ پیش کئے جو دعویٰ اس حاضر عورت نے اس کیلئے کیا تھا تو پھر قاضی حکم کرے گا کہ وہ عورت (جو غائب تھی اور ابھی حاضر ہوئی ہے) زید کی بیوی ہے اور اس حاضر عورت کو زید سے علیحدٰہ کردیگا۔ اور اگر اس عورت نے جو غائب تھی اور ابھی حاضر ہوئی ہے نکاح کا انکار کیا کہ زید کا میرے ساتھ نکاح نہیں ہوا ہے تو پھر قاضی اس حاضر عورت کے نکاح کا حکم کرے گا اور اس کے گواہوں کا اعتبار نہیں کرے گا۔

اسی طرح حکم ہے اگر اس حاضر عورت نے گواہ پیش کئے کہ زید نے اس غائب عورت کے ساتھ نکاح کا اقرار کیا ہے۔ (یعنی زید نے یہ کہا ہے کہ اس کے ساتھ میں نے نکاح کیا ہے) تو پھر اس غائب عورت کے ساتھ نکاح کا حکم نہیں کیا جائیگا بلکہ اس حاضر عورت کے ساتھ نکاح کا حکم کیا جائیگا۔ اور اگر اس حاضر عورت نے گواہ پیش کئے کہ زید نے میری ماں کے ساتھ نکاح کیا ہے اور اس کے ساتھ ہمبستری بھی کی ہے، یا اس کو بوسہ دیا ہے، یا اس کو شہوت کے ساتھ مس کیا ہے۔ تو اس صورت میں قاضی اس حاضر عورت اور زید کے درمیان جدائی لائیگا جبکہ یہ حکم نہیں کرے گا کہ اس حاضر عورت کی ماں زید کی منکوحہ ہے۔

مسئلہ 02:اذا ادعى نكاح امرأة فأنكرت فأقام البيّنة أنها امرأته وادعت هى أنه كان تزوج أختهااو أُمّهااو بنتها قبل الوقت الذي ادعى فيه نكاحها، وأنها اليوم امرأته واقامت البينة والزوج ينكر،لايقضي بنكاح الغائبة بالاجماع، و اماالحاضرة فعند ابى حنيفة رحمه الله يقضي بنكاحها، و عندهما لا يقضي بنكاحها ايضاً بل يوقف الأمر إلى أن تحضر الغائبة، فإن حضرت وأقامت البينة على ما ادعت لها الحاضرة يقضى بأنها امرأته ويفرق بين الزوج وبين الحاضرة، وإن أنكرت ذلك يقضى بنكاح الحاضرة ببينة الزوج ولا يلتفت إلى بيّنة الحاضرة[1]۔وَكَذَا اذا أَقَامَتْ الحاضرة بَيِّنَةَ عَلى إقْرَارِ الْمُدَّعِي بِنِكاحِ الْغَائِبَةِ لا يَقْضِي بِنِكاحِ الْغَائِبَةِ ويَقْضِي بِنِكاحِ الحاضرة۔وَلَوْ أَقَامَتْ الشَّاهِدَةُ بَيِّنَةً أَنَّهُ تَزَوَّجَ بِأُمِّهَا وَدَخَلَ بها أَوْ قَبَّلَهَا أَوْ مَسَّهَا بِشَهْوَةٍفرّقَ الْقَاضِي بَيْن الحاضرة وَبَيْن الْمُدَّعِي وَلا يَقْضِي بِنِكاحِ الْغَائِبَةِ [2] ۔

ترجمہ: جب کسی نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا پس عورت نے انکار کیا۔ اس نے گواہ پیش کئے کہ وہ میری بیوی ہے جب کہ عورت نے دعویٰ کیا کہ اس نے میری بہن یا ماں یا بیٹی کے ساتھ اس وقت سے پہلے نکاح کیا ہے جس وقت میں اس نے میرے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا ہے اور وہ آج اس کی بیوی ہے۔ اس بات کے اوپر عورت نے گواہ بھی پیش کئے جب کہ خاوند اس بات سے منکر ہے۔ تو بالاجماع غائب عورت کے نکاح کا حکم نہیں کیا جائیگا۔

جہاں تک موجود عورت کی بات ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کے نکاح کا حکم کردیا جائیگا جب کہ صاحبینؒ کے نزدیک اُس کے نکاح کا حکم بھی نہیں کیا جائیگا بلکہ معاملے کو اس طرح موقوف رکھا جائیگا یہاں تک کہ وہ غائب عورت حاضر ہو

---

[1] غانم بن محمد۔ ملجأالقضاۃ عند تعارض البینات۔ ریاض: دار الأداوۃ، 1437ھ۔2016م۔ ص38۔ الحقائق۔ یہ ایک مخطوطہ ہے۔ کسی جگہ سے بھی نہیں ملی۔

[2] محولہ بالا۔

جائے۔پس اگر وہ حاضر ہو گئی اور اُس نے بھی اس بات کے اوپر گواہ پیش کئے جس کا موجود عورت نے دعویٰ کیا ہے تو یہ حکم کیا جائیگا کہ وہ اس کی بیوی ہے۔خاوند اور حاضر عورت کے درمیان جدائی لائی جائیگی۔لیکن اگر اُس نے انکار کیا تو مرد کے گواہوں کا اعتبار کرکے حاضر عورت کے نکاح کا حکم کر دیا جائیگا اور حاضر عورت کے گواہوں کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جائیگی۔

اسی طرح اگر حاضر عورت نے مدعی کے غائب عورت کے ساتھ نکاح کے اقرار پر گواہ پیش کئے تو غائب عورت کے نکاح کا حکم نہیں کیا جائیگا بلکہ حاضر عورت کے نکاح کا حکم کر دیا جائیگا۔اگر حاضر عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس نے میری ماں کے ساتھ نکاح کیا ہے اور اس کے ساتھ ہمبستری بھی کی ہے یا اس کو بوسہ دیا ہے یا اس کو شہوت کے ساتھ چھوا ہے تو قاضی اس حاضر عورت اور مدعی کے درمیان جدائی لائیگا۔غائب عورت کے نکاح کا حکم نہیں کریگا۔

مسئلہ 03: اگر شوہر اور بیوی کے درمیان مقرر شدہ مہر کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے ہزار روپے کے عوض اس کے ساتھ نکاح کیا ہے جبکہ بیوی نے دعویٰ کیا کہ دو ہزار کے عوض نکاح ہوا ہے۔دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ کے اوپر گواہ بھی پیش کئے۔تو اس صورت میں عورت کے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا کیونکہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں۔(اور گواہ زیادتی کو ثابت کرنے کیلئے ہوتے ہیں۔)اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہیں تھے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ کے اوپر قسم لی جائیگی۔شوہر قسم کھائیگا کہ نکاح دو ہزار مہر کے عوض نہیں ہوا تھا جبکہ بیوی قسم کھائیگی کہ نکاح ایک ہزار کے عوض نہیں ہوا تھا۔لیکن نکاح نہیں ٹوٹے گا۔پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو دونوں مقداروں میں سے کوئی ایک بھی لازم نہیں ہوگا بلکہ مہر مثل واجب ہو جائیگا۔امام ابو یوسفؒ فرماتے ہے کہ شوہر کی بات مع الیمین معتبر ہے۔لیکن اگر خاوند نے کوئی خلاف شریعت بات کی یعنی اس نے شرعی مقدار دس درہم سے کم کا دعویٰ کیا یا اس نے کہا کہ میں نے مہر میں شراب یا خنزیر مقرر کیا تھا تو پھر اس کی بات معتبر نہیں ہو گی۔

مسئلہ 03: اذا اختلف الزوجان فی قدر المسمّی فادعی الزوج انہ تزوجہا بالف وادعت المرأۃ انہٗ بالفین واقاما البینۃ علی ما ادعیاہ قُضی ببینۃ المرأۃ لانّہا اثبتت الزیادۃُوان لم یکن لھا بینۃ فعند ابی حنیفۃ و محمد رحمہا اللہ یحلف کل واحد منہا علی دعویٰ صاحبہ من غیر فسخ النکاح فاذا حلفا لم یثبت واحد من التسمیتین فیجب مہر المثل[1]۔و عند ابی یوسف رحمہ اللہ القول قول الزوج مع یمین الا ان یأتی بشئ مستنکر شرعاً وھو ان یدعی ما دُونَ عشرۃ دراھم او یدعی تروّجَہا علی خمر او خنزیر[2]۔

ترجمہ: اگر شوہر اور بیوی کے درمیان مقرر شدہ مہر کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے ہزار درہم کے عوض اس کے ساتھ نکاح کیا ہے جبکہ بیوی نے دعویٰ کیا کہ دو ہزار کے عوض نکاح ہوا ہے۔دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ کے اوپر گواہ بھی پیش کئے۔تو اس صورت میں عورت کے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا کیونکہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہیں تھے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ کے اوپر

---

[1] اس عورت کے خاندان میں اس جیسی عورتوں کا جتنا مہر ہو گا وہ مہر مثل ہوتا ہے۔

[2] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص 39۔

قسم لی جائیگی لیکن نکاح نہیں ٹوٹے گا۔پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو دونوں مقداروں میں سے کوئی ایک بھی لازم نہیں ہوگا بلکہ مہر مثل واجب ہو جائیگا۔امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہے کہ شوہر کی بات مع الیمین معتبر ہے۔لیکن اگر خاوند نے کوئی خلاف شریعت بات کی یعنی اس نے شرعی مقدار دس درہم سے کم کا دعویٰ کیا یا اس نے کہا کہ میں نے مہر میں شراب یا خنزیر مقرر کیا تھا تو پھر اس کی بات معتبر نہیں ہوگی۔

مسئلہ 04:اگر ایک عورت نے ایک مرد کے خلاف گواہ پیش کئے کہ اس کے فوت شدہ باپ نے عید الاضحیٰ کے دن مکہ شریف میں میرے ساتھ نکاح کیا تھا اور میں اس کی بیوی ہو۔لہٰذا میں میراث میں اپنا حصہ مانگتی ہو(قاضی نے اس کیلئے میراث میں سے حصہ بھی مقرر کرلیا)اس کے بعد ایک اور عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس مرد نے اس دن میرے ساتھ خراسان میں نکاح کیا تھا۔تو اس عورت کے گواہوں کا اعتبار نہیں کیا جائیگا۔

مسئلہ 04:ولو أقامت امرأة البينة أن الميت تزوجها يوم النحر بمكة وقضى القاضي لها ثم أقامت امرأة أخرى البينة أنه تزوجها في ذلك اليوم بخراسان لم تقبل بينتها[1]۔

ترجمہ:اگر ایک عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس فوت شدہ آدمی نے عید الاضحیٰ کے دن مکہ میں اس کے ساتھ نکاح کیا ہے اور قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا اس کے بعد ایک اور عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس آدمی نے اس دن خراسان میں اس کے ساتھ نکاح کیا تھا تو اس عورت کے گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔

مسئلہ 05:اگر دو مردوں نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا۔ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ "یہ میری بیوی ہے"صورتحال یہ ہو کہ عورت ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں بھی نہ ہو۔تو چونکہ دونوں کے دعویٰ کے اوپر عمل کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ ایک عورت بیک وقت دو مردوں کی بیوی نہیں ہو سکتی لہٰذا عورت کے تصدیق کو دیکھا جائیگا عورت نے جس مرد کی تصدیق کرلی تو اسی کی بیوی ہو جائیگی۔لیکن یہ حکم اسی وقت ہوگا جب دونوں کے گواہوں نے نکاح کی تاریخ ذکر نہ کی ہو۔اور اگر گواہوں نے تاریخ ذکر کی ہو تو جس کی تاریخ مقدم ہو اسی کو ترجیح دی جائیگی۔اور اگر گواہ پیش کرنے سے پہلے عورت نے کسی ایک کیلئے اقرار کرلی تو پھر اسی کی بیوی ہوگی کیونکہ عورت اور مدعی نے ایک دوسرے کی تصدیق کرلی۔اس کے بعد اگر دوسرے مرد نے گواہ پیش کئے تو پھر اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ شہادت اقرار سے قوی ہے(اس وجہ سے کہ شہادت کا اثر دوسرے کے اوپر ہوتا ہے جبکہ اقرار کا اثر صرف اقرار کرنے والے کے اوپر۔)اور اگر پہلے صرف ایک مرد نے دعویٰ کرکے عورت نے انکار کیا۔مرد نے گواہ پیش کرکے قاضی نے اس شہادت کی وجہ سے فیصلہ بھی سنادیا(کہ آپ کی بیوی ہے)۔اس کے بعد ایک اور مرد نے اس طرح کے گواہ پیش کئے تو قاضی اس دوسرے مدعی کے گواہوں کی بناء پر کوئی حکم نہیں کرے گا۔کیونکہ قاضی کا پہلا حکم/فیصلہ صحیح ہو چکا ہے۔پس قاضی کا حکم پہلی والی شہادت کی مثل کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ دوسری شہادۃ پہلی والی شہادۃ سے بھی ادنیٰ ہے۔وجہ یہ ہے کہ پہلی شہادۃ کی بناء پر قاضی نے فیصلہ سنایا ہے۔لیکن اگر دوسرے مدعی کے گواہوں نے ایسی تاریخ بتائی کہ جو پہلے مدعی کی تاریخ سے

---

[1] قاضی خان،حسن بن منصور بن محمود اوزجندی۔فتاوی قاضی خان۔کوئٹہ:بلوچستان بک ڈپو،ت۔ن۔ج ۳ ص ۱۳۸

مقدم تھی تو اس دوسرے مدعی کے گواہوں کو قبول کر لیا جائیگا۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ قاضی کا پہلا حکم/فیصلہ غلط تھا۔

اسی طرح حکم ہے اگر بیوی شوہر کے قبضے میں ہو اور ان کے نکاح کے بارے میں لوگوں کو معلوم ہو۔ اس کے بعد ایک مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے۔ گواہ بھی پیش کئے۔ تو ان گواہوں کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی۔ لیکن اگر گواہوں نے اس بات کے اوپر گواہی دی کہ اس مدعی کا نکاح قابض سے پہلے ہوا تھا تو پھر ان کی گواہی قبول کر لی جائیگی۔

مسئلہ 05: فإن ادعى كل واحد منهما نكاح امرأة وأقاما بينة لم يقض بواحدة من البينتين" لتعذر العمل بهما؛ لأن المحل لا يقبل الاشتراك.قال: "ويرجع إلى تصديق المرأة لأحدهما" لأن النكاح مما يحكم به بتصادق الزوجين، وهذا إذا لم تؤقت البينتان، فأما إذا وقتا فصاحب الوقت الأول أولى " وإن أقرت لأحدهما قبل إقامة البينة فهي امرأته" لتصادقهما "وإن أقام الآخر البينة قضي بها" لأن البينة أقوى من الإقرار "ولو تفرد أحدهما بالدعوى والمرأة تجحد فأقام البينة وقضى بها القاضي له ثم ادعى الآخر وأقام البينة على مثل ذلك لا يحكم بها" لأن القضاء الأول قد صح فلا ينقض بما هو مثله بل هو دونه "إلا أن يؤقت شهود الثاني سابقا" لأنه ظهر الخطأ في الأول بيقين. وكذا إذا كانت المرأة في يد الزوج ونكاحه ظاهر لا تقبل بينة الخارج إلا على وجه السبق[1]۔

ترجمہ: اگر دو مردوں نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا۔ ہر ایک نے گواہ پیش کئے تو دونوں کے گواہوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے بھی فیصلہ نہیں کیا جائیگا وجہ یہ ہے کہ دونوں کے دعویٰ کے اوپر عمل کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ محل اشتراک کو قبول نہیں کرتا۔ فرماتے ہے کہ عورت کے تصدیق کو دیکھا جائیگا کیونکہ نکاح ان معاملات میں سے ہے جس میں زوجین کی تصدیق کی بناء پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہ حکم اسی وقت ہوگا جب دونوں کے گواہوں نے نکاح کی تاریخ ذکر نہ کی ہو۔ اور اگر گواہوں نے تاریخ ذکر کی ہو تو جس کی تاریخ مقدم ہو اسی کو ترجیح دی جائیگی۔ اور اگر گواہ پیش کرنے سے پہلے عورت نے کسی ایک کیلئے اقرار کر لی تو پھر اسی کی بیوی ہوگی ان دونوں کے ایک دوسرے کی تصدیق کی وجہ سے۔ اس کے بعد اگر دوسرے مرد نے گواہ پیش کئے تو پھر اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ شہادت اقرار سے قوی ہے اور اگر پہلے صرف ایک مرد نے دعویٰ کرکے عورت نے انکار کیا۔ مرد نے گواہ پیش کرکے قاضی نے اس شہادت کی وجہ سے فیصلہ بھی سنادیا (کہ آپ کی بیوی ہے)۔ اس کے بعد ایک اور مرد نے اس طرح کے گواہ پیش کئے تو قاضی اس دوسرے مدعی کے گواہوں کی بناء پر کوئی حکم نہیں کرے گا۔ کیونکہ قاضی کا پہلا حکم/فیصلہ صحیح ہو چکا ہے۔ پس قاضی کا حکم پہلی والی شہادۃ کی مثل کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ دوسری شہادۃ پہلی والی شہادۃ سے بھی ادنی ہے۔۔ لیکن اگر دوسرے مدعی کے گواہوں نے ایسی تاریخ بتائی کہ جو پہلے مدعی کی تاریخ سے مقدم تھی تو اس دوسرے مدعی کے گواہوں کو قبول کر لیا جائیگا۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ قاضی کا پہلا حکم/فیصلہ غلط تھا۔

---

[1] المرغینانی، ابو الحسن برہان الدین علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی۔ الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ بیروت۔ دار احیاء التراث العربی ت۔ن۔ ج3ص176

اسی طرح حکم ہے اگر بیوی شوہر کے قبضے میں ہو اور ان کے نکاح کے بارے میں لوگوں کو معلوم ہو۔ تو مدعی غیر قابض کے گواہوں کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی۔ لیکن اگر گواہوں نے اس بات کے اوپر گواہی دی کہ اس مدعی کا نکاح قابض سے پہلے ہوا تھا تو پھر ان کی گواہی قبول کر لی جائیگی۔

مسئلہ 06: جامع الفصولین کے آٹھویں فصل میں مذکور ہے کہ اگر دو مردوں نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا۔ دونوں نے نکاح کی تاریخ ذکر کئے بغیر گواہ پیش کئے۔ جبکہ عورت ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں تھی۔ پس جو قابض ہے اسی کے گواہ معتبر ہونگے۔ اور اگر غیر قابض کیلئے اس کی شہادۃ کی بناء پر اس کے حق میں فیصلہ کیا گیا۔ اس کے بعد قابض نے اپنے دعوے کے اوپر گواہ پیش کئے۔ تو کیا یہ شہادۃ قبول ہے یا نہیں؟

اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہیں۔

اسی طرح کا واقعہ اگر نکاح کے علاوہ **مطلق ملکیت** میں ہو (یعنی غیر قابض مدعی کسی چیز کی ملکیت کے اوپر گواہ پیش کریں کہ یہ چیز میری ہے اور قاضی اس کے حق میں فیصلہ دیں۔ اس کے بعد قابض گواہ پیش کریں) تو اس صورت میں قابض کے گواہ قبول نہیں کئے جائینگے بعد اس کے کہ اس کے خلاف فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ مسئلہ اتفاقی ہے۔

مسئلہ 06: ولو برهن الخارج وذو اليد على النكاح مطلقاً بلا تاريخ يقضي ببينة ذي اليد فلو قضى للخارج في النكاح ببينة ثم برهن ذو اليد هل يقضي ببينته؟ اختلف فيه المشايخ رحمهم الله وفي مطلق الملك فيما سوى النكاح لا تقبل بينة ذي اليد على الملك بعدما قضى عليه وفاقاً[1]۔

ترجمہ: اگر مدعی غیر قابض اور قابض نے تاریخ ذکر کئے بغیر نکاح کے اوپر مطلّقاً گواہ پیش کئے تو قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔ اگر مدعی غیر قابض کے حق میں گواہوں کی بناء پر فیصلہ ہوا اس کے بعد قابض نے گواہ پیش کئے تو کیا اس کے گواہ قبول کئے جائینگے؟ اس میں مشائخ رحمهم اللہ کا اختلاف ہیں۔ نکاح کے علاوہ **مطلق ملکیت** میں قابض کے گواہ قبول نہیں کئے جائینگے بعد اس کے کہ اس کے خلاف فیصلہ ہو چکا ہو۔ یہ مسئلہ اتفاقی ہے۔

مسئلہ 07: اگر دو مردوں نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا۔ ان دونوں میں سے کسی ایک نے اس عورت کے ساتھ نکاح اور ہمبستری کے اوپر گواہ پیش کئے۔ (یعنی اس نے کہا کہ اس عورت کے ساتھ میں نے نکاح بھی کیا ہے اور ہمبستری بھی کی ہے۔) اس کے گواہوں نے بھی نکاح اور ہمبستری دونوں کے اوپر گواہی دی۔ تو قاضی اسی کے حق میں فیصلہ دیگا۔ اور اگر دونوں نے نکاح اور ہمبستری کے اوپر گواہ پیش کئے تو قاضی کسی ایک کیلئے بھی حکم نہیں کرے گا۔

مسئلہ 07: لو اقاما البينة وادعى أحدهما الدخول و شهد شهوده بالنكاح والدخول يقضى له وإن أقام كل واحد منهما البينة على النكاح والدخول، لا يقضى لأحدهما[2]۔

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، بدرالدین محمود بن اسرائیل۔ جامع الفصولین۔ کراچی۔ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن ۱۴۰۲ھ۔ ج ا ص ۱۰۵۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج ا ص ۱۸۵۔

ترجمہ: اگر دو مردوں نے گواہ پیش کئے اور ان دونوں میں سے ایک نے ہمبستری کا دعویٰ بھی کیا۔ اُس کے گواہوں نے نکاح اور ہمبستری کے اوپر گواہی دی تو اُس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے نکاح اور ہمبستری کے اوپر گواہ پیش کئے تو کسی ایک کے حق میں بھی فیصلہ نہیں کیا جائیگا۔

مسئلہ 08: اگر دو مردوں نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا۔ ان میں سے ایک نے نکاح کی تاریخ بھی ذکر کی، اور اس کے گواہوں نے نکاح اور اس تاریخ دونوں کے اوپر گواہی دی تو اسی مرد کو ترجیح دی جائیگی۔ اور اگر ایک نے نکاح کی تاریخ ذکر کی لیکن عورت دوسرے مرد کے قبضے میں تھی جس نے نکاح کی تاریخ ذکر نہیں کی ہے۔ تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر ایک مرد نے نکاح کی تاریخ ذکر کی دوسرے نے نہیں لیکن جس نے تاریخ ذکر نہیں کی ہے اس نے اس بات کے اوپر گواہ پیش کئے کہ میں نے اس عورت کے ساتھ نکاح بھی کیا ہے اور ہمبستری بھی۔ تو اس صورت میں اس مرد کا اعتبار کیا جائیگا جس نے نکاح اور ہمبستری دونوں کے اوپر گواہ پیش کئے۔ (یعنی اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔)

مسئلہ 08: وإن ادعيا النكاح ووقت أحدهما وشهد شهوده على النكاح والوقت فهو أولىٰ وإن وقت أحدهما ولم يؤقت الآخر غلا أن المرأة في يد الذي لم يؤقت يقضى لذي اليد وكذا لو وقت أحدهما ولم يؤقت الآخر إلا أن الذي لم يؤقت أقام البينة على النكاح والدخول كان هو أولى[1]۔

ترجمہ: اگر دو مردوں نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا۔ ان میں سے ایک نے نکاح کی تاریخ بھی ذکر کی، اور اس کے گواہوں نے نکاح اور اس تاریخ دونوں پر گواہی دی تو اسی مرد کو ترجیح دی جائیگی۔ اور اگر ایک نے نکاح کی تاریخ ذکر کی لیکن عورت دوسرے مرد کے قبضے میں تھی جس نے نکاح کی تاریخ ذکر نہیں کی ہے۔ تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر ایک مرد نے نکاح کی تاریخ ذکر کی دوسرے نے نہیں لیکن جس نے تاریخ ذکر نہیں کی ہے اس نے نکاح اور ہمبستری کے اوپر گواہ پیش کئے تو اس صورت میں بھی وہ اولیٰ ہے۔

مسئلہ 09: دو مرد ایک عورت کے ساتھ نکاح کے دعویدار تھے۔ عورت ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں تھی۔ اس کے گواہ اس بات پر گواہی دے رہے تھے کہ یہ عورت اس کی بیوی ہے یا اس کی منکوحہ ہے اور اس کیلئے حلال ہے۔ جبکہ غیر قابض مرد کے گواہ اس بات پر گواہی دے رہے تھے کہ مدعی نے اس عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ تو اس مسئلے کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ قابض کے گواہ معتبر نہیں ہیں کیونکہ قابض کے گواہوں کو غیر قابض کے گواہوں پر اس وقت ترجیح دی جائیگی جب قابض کے گواہ کسی سبب کے اوپر گواہی دیں۔ (مثلاً زید کے قبضے میں ایک چیز کے اوپر بکر نے دعویٰ کر کے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میری ہے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے خالد سے خریدی ہے۔ تو اس صورت میں زید کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ ملکیت کی ایک سبب یعنی بیع کے اوپر گواہی دے رہے ہیں۔ اسی طرح نکاح کرنا) اور

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج ا ص ۱۸۵۔

ہمارے اس مسئلے میں قابض کے گواہ توایسی گواہی دے رہے ہیں گویا کہ مطلق ملکیت کے اوپر۔(مطلق ملکیت وہ ہے کہ جس میں ملکیت کی سبب ذکر نہ ہو۔مثلاً زید کے قبضے میں ایک چیز کے اوپر بکر نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ "یہ چیز میری ہے" جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ "یہ چیز میری ہے" تو اس صورت میں بکر کے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا۔)لہٰذا قابض کے گواہوں کو قبول نہیں کیا جائیگا۔

اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ قابض کے گواہوں کو قبول کیا جائیگا کیونکہ گواہوں کا اس بات کے اوپر گواہی دینا کہ یہ اس کی بیوی یا منکوحہ ہے اور اس کیلئے حلال ہے یہ گویا کسی سبب کے اوپر گواہی دینا ہے۔کیونکہ عورت جب کسی کی بیوی یا منکوحہ بنتی ہے اور اس کیلئے حلال ہو جاتی ہے یہ ایک خاص سبب یعنی نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے۔

یہ قاعدہ ہے کہ اگر حکم کیلئے سبب ایک ہو تو اس جگہ حکم کو ذکر کرنا اس طرح ہے گویا کہ سبب کو ذکر کرنا بر خلاف ملکیت کے۔کیونکہ ملکیت کیلئے تو کئی سارے اسباب ہیں۔مثلاً بیع، صدقہ، میراث وغیرہ۔اور یہ اسباب بعض بعض سے معتبر نہیں ہیں۔لہٰذا جب تک کسی خاص سبب کو ذکر نہیں کیا ہو اسی وقت تک کوئی ایک سبب متعین نہیں ہو سکتا۔(اور ہمارے اس مسئلے میں بیوی بننے کیلئے تو ایک خاص سبب ہے جو کہ نکاح ہے۔لہٰذا اس مسئلے میں قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 09:ولو كانت المرأة في يد أحدهما فشهد شهوده أنها امرأته أو شهدوا أنها منكوحته وحلاله وشهود الآخر شهدوا أنه تزوجها اختلفوا فيه قال بعضهم لا تقبل بينة ذي اليد لأن بينة ذي اليد إنما تترجح على بينة الخارج إذا شهدوا على السبب أما إذا شهدوا على هذا الوجه كان هذا بمنزلة مطلق الشهادة على مطلق الملك فلا تقبل بينة ذي اليد وقال بعضهم تقبل لأن شهادة الشهود إنها امرأته أو منكوحته وحلاله بمنزلة الشهادة على السبب لأن المرأة لا تصير منكوحته وحلاله إلا بسبب معين وهو النكاح والحكم إذا تعلق بسبب معين كان ذكر الحكم وذكر السبب سواء بخلاف الملك لأن الملك يثبت بأسباب كثيرة وليس بعضها بأولى من البعض فلا يتعين السبب[1]۔

ترجمہ:اگر عورت کسی ایک کے قبضے میں تھی پس اس کے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اس کی بیوی ہے یا گواہی دی کہ یہ اُس کی منکوحہ ہے اور اس کے لئے حلال ہے جب کہ دوسرے مرد کے گواہوں نے گواہی دی کہ اِس مرد نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے تو اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ قابض کے گواہوں کو قبول نہیں کیا جائیگا کیونکہ قابض کے گواہوں کو غیر قابض کے گواہوں کے اوپر اس وقت ترجیح دی جاتی ہے جب وہ کسی سبب کے اوپر گواہی دے رہے ہو۔جہاں تک اس طریقے کے اوپر گواہی ہے تو یہ مطلق ملکیت کے اوپر مطلق گواہی کی طرح ہے اس لئے قابض کے گواہوں کو قبول نہیں کیا جائیگا۔بعض فرماتے ہیں کہ قبول کئے جائینگے کیونکہ گواہوں کی اس بات کے اوپر گواہی دینا کہ یہ اس کی بیوی یا منکوحہ ہے اور اس کے لئے حلال ہے یہ کسی سبب کے اوپر گواہی دینے کے مُترادف ہے اس لئے کہ عورت کسی کی منکوحہ ہونا ایک سبب معین یعنی نکاح کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔حکم جب ایک سبب کے ساتھ متعلق ہو تو اس وقت

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج ا ص ۱۸۵

حکم اور سبب کو ذکر کرنا برابر ہے۔بخلاف ملکیت کے کیونکہ ملکیت کئی سارے اسباب سے ثابت ہو سکتی ہے اور اُن میں سے بعض بعض سے اولیٰ نہیں ہے پس سبب متعین نہیں ہوا۔

مسئلہ 10: اگر کسی نے ایک باکرہ کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا۔لڑکی نے کہا کہ جس وقت میرا ولی آپ کے ساتھ میرا نکاح کرارہا تھا اسی وقت میں نے اس نکاح کو رد کیا تھا۔یعنی میں نے کہا تھا کہ یہ نکاح مجھے قبول نہیں ہے جبکہ مرد نے کہا کہ نہیں، آپ نے اس وقت اس طرح کچھ بھی نہیں کہا تھا بلکہ آپ نے سکوت اختیار کیا تھا۔تو اس مسئلے میں احناف کے ہاں لڑکی کی بات معتبر ہوگی کیونکہ وہ نکاح کے لازم ہونے کا انکار کر رہی ہے۔امام زفر فرماتے ہے کہ خاوند کی بات معتبر ہوگی کیونکہ خاوند ایک اصل یعنی سکوت کو پیش کر رہا ہے۔ گواہوں کے پیش کرنے پر عورت کے گواہ معتبر ہونگے ۔کیونکہ عورت رد کو ثابت کر رہی ہے جبکہ خاوند رد کے عدم یعنی سکوت کو۔(اور گواہ کسی چیز کے ثبوت کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ عدم کیلئے۔)اگر مرد نے گواہ پیش کئے کہ جس وقت اس کو نکاح کا علم ہو چکا تو اس نے اجازت دی یا راضی ہو گئی جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ نہیں، میں نے اس وقت نکاح کو رد کیا تھا۔تو اس صورت میں خاوند کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ خاوند کے گواہوں کی شہادۃ نکاح کے لازم ہونے کو ثابت کر رہی ہے۔

مسئلہ10:اذا قالت البکر رددت عند تزویج ولي منك وقال الزوج بل سكتِّ فالقول قولها عندنا لانكارها لزوم العقد وقال زفررحمه الله القول له لتمسكه بالاصل ـولو اقاما البينة فبينتها اولى لانها تثبت الرد والزوج يثبت عدمه وهو السكوت ـولو اقام الزوج بينة على انها اجازت أو رضيت حين علمت و اقامت هى بينة على الرد رجحت بينة الزوج لاثباتها اللزوم [1]ـ

ترجمہ:جب کسی باکرہ نے کہا کہ جس وقت میرا ولی اپ کے ساتھ میرا نکاح کرارہا تھا اسی وقت میں نے اس نکاح کو رد کیا تھا جب کہ خاوند نے کہا کہ آپ اس وقت خاموش ہو گئی تھی تو ہمارے نزدیک عورت کے قول کا اعتبار کیا جائیگا کیونکہ وہ نکاح کے لازم ہونے کا انکار کر رہی ہے۔ امام زفرؒ فرماتے ہے کہ خاوند کی بات معتبر ہوگی کیونکہ خاوند ایک اصل یعنی سکوت کو پیش کر رہا ہے۔

اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عورت کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ عورت رد کو ثابت کر رہی ہے جبکہ خاوند رد کے عدم یعنی سکوت کو۔ اگر مرد نے گواہ پیش کئے کہ جس وقت اس کو نکاح کا علم ہو چکا تو اس نے اجازت دی یا راضی ہو گئی تھی جبکہ عورت نے رد کے اوپر گواہ پیش کئے تو اس وقت خاوند کے گواہوں کو ترجیح دی جائیگی کیونکہ وہ نکاح کے لازم ہونے کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 11: اگر ایک عورت نے کہا کہ اس مرد کے ساتھ گذشتہ کل کو میں نے نکاح کیا ہے ۔پھر اس نے کہا کہ اس دوسرے مرد کے ساتھ میں نے ایک سال پہلے نکاح کیا ہے۔تو یہ عورت اس مرد کی بیوی ہوگی جس کیلئے اس نے یہ اقرار کیا ہے کہ کل اس کے ساتھ نکاح ہوا ہے۔اگر دو بندوں نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا۔دونوں کے گواہوں

---

[1] غانم بغدادی۔ملجأالقضاۃ عند تعارض البینات۔ ص۴۲ وعنایۃ شرح ھدایہ للبابرتی ج۳ص۲۷۲۔

نے اس بات پر گواہی دی کہ اس عورت نے اس مرد کے ساتھ نکاح کااقرار کیا ہے جبکہ صورتحال یہ ہو کہ عورت منکر ہو تو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہے کہ قاضی کو اختیار ہے جس کسی کے بھی گواہوں کو پہلے لے لیں اسی کے حق میں فیصلہ کریں۔

مسئلہ 11 :لو قالت امرأة تزوجت هذا الرجل أمس ثم قالت تزوجت هذا الرجل الآخر منذ سنة فهي للذي أقرت بنكاحه أمس ولو شهد الشهود على إقرارها لهما جميعاً وهي تجحد قال أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى أسأل الشهود بأيهما بدأت أقضي به[1]۔

ترجمہ : اگر ایک عورت نے کہا کہ اس مرد کے ساتھ گذشتہ کل کو میں نے نکاح کیا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اس دوسرے مرد کے ساتھ میں نے ایک سال پہلے نکاح کیا ہے۔ تو یہ عورت اس مرد کی بیوی ہوگی جس کیلئے اس نے یہ اقرار کیا ہے کہ کل اس کے ساتھ نکاح ہوا ہے۔ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے دونوں مردوں کے ساتھ نکاح کا اقرار کیا ہے جبکہ صورتحال یہ ہو کہ عورت منکر ہو۔ تو امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہے کہ میں گواہوں سے پوچھوں گا جس کے گواہوں کو میں نے پہلے لے لیا اس کے حق میں فیصلہ کرونگا۔

مسئلہ 12 : اگر کسی فوت شدہ عورت کے ساتھ دو مردوں نے نکاح کا دعویٰ کیا۔ دونوں نے اس کے ساتھ نکاح کے اوپر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں قاضی دونوں کیلئے میراث میں سے اتنا حصہ مقرر کریگا جتنا ایک خاوند کو ملتا ہے۔ (یعنی یہ دونوں ایک خاوند جیسے ہو جائینگے۔) کیونکہ مرنے کے بعد نکاح کا حکم میراث کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور میراث میں شرکت ہو سکتی ہے۔

مسئلہ 12 :ولو أن رجلين أقاما جميعاً البينة على نكاح امرأة بعد موتها يقضى لهما بميراث زوج واحد لأن حكم النكاح بعد الموت الميراث وهو يحتمل الشركة[2]۔

ترجمہ : اگر دو بندوں نے ایک عورت کے مرنے کے بعد اس کے ساتھ نکاح کے اوپر گواہ پیش کئے تو اُن دونوں کے لئے ایک خاوند جتنا میراث کا فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ مرنے کے بعد نکاح کا حکم میراث کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور میراث میں شرکت ہو سکتی ہے۔

مسئلہ 13 : اگر ایک مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے جبکہ عورت نے کسی دوسرے مرد کی بیوی ہونے کا دعویٰ کیا۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے کے اوپر گواہ بھی پیش کئے۔ صورتحال یہ ہے کہ وہ دوسرا مرد اس عورت کے بیوی ہونے کا منکر ہے۔ تو امام محمدؒ فرماتے ہے کہ مدعی خاوند کے گواہ معتبر ہیں۔ ہاں اگر عورت کے گواہ پیش کرتے وقت دوسرے مرد نے بھی دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے تو پھر عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 13 :رجل ادعى على امرأة أنها امرأته وأقام البينة على ذلك وادعت المرأة أنها امرأة هذا الرجل الآخر وذلك الرجل يجحد وأقامت البينة على ذلك قال محمَّد رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى تقبل بينة الزوج المدعي ولو كانت المرأة حين أقامت البينة على رجل أنها امرأته ادعاها ذلك الرجل كانت البينة بينة المرأة[1]۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج ا ص ۱۸۶۔

[2] محولہ بالا۔

ترجمہ :ایک مرد نے ایک عورت پر بیوی ہونے کا دعویٰ کیا۔ مرد نے اس بات کے اوپر گواہ بھی پیش کئے۔ عورت نے کسی دوسرے مرد کے بیوی ہونے کا دعویٰ کیا حال یہ ہے کہ وہ مرد اس بات سے مُنکر ہے۔ عورت نے اس بات پر گواہ بھی پیش کئے ۔تو امام محمد صاحب فرماتے ہے کہ مدعی مرد کے گواہ قبول کئے جائینگے۔ ہاں اگر عورت کے گواہ پیش کرتے وقت دوسرے مرد نے بھی دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے تو پھر عورت کے گواہ معتبر ہو نگے۔

مسئلہ 14 :ایک مسلمان اور ایک نصرانی دونوں نے ایک نصرانی عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر نصرانی گواہ پیش کئے ۔تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ہاں فیصلہ مسلمان کے حق میں کیا جائیگا۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ کے ہاں نصرانی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 14:لو اقام کل واحد من المسلم والکافر بینۃً نصرانیۃً علیٰ نکاح امرأۃ نصرانیۃ قُضی للمسلم عندھماوعند ابی یوسف یقضی للنصرانی ۔[2]

ترجمہ :اگر مسلمان اور نصرانی میں سے ہر ایک نے ایک نصرانی عورت کے ساتھ نکاح پر نصرانی گواہ پیش کئے۔تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ہاں فیصلہ مسلمان کے حق میں کیا جائیگا۔ جبکہ امام ابو یوسف صاحب کے ہاں نصرانی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 15 :اگر کسی نے دوسرے کے قبضے میں ایک عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے بھی اس مدعی غیر قابض کیلئے اقرار کیا۔اس کے بعد قابض اور غیر قابض دونوں نے اس عورت کے ساتھ نکاح پر گواہ بھی پیش کئے۔ لیکن دونوں کے گواہوں نے نکاح کی تاریخ ذکر نہیں کی۔تو ایسی صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ کیونکہ عورت نے بھی اس کے حق میں اقرار کیا ہے۔اگر مدعی غیر قابض نے نکاح پر گواہ پیش کئے۔اور گواہوں نے نکاح کی تاریخ بھی ذکر کی۔اسی کے ساتھ مدعی غیر قابض نے قابض کے اس اقرار پر گواہ پیش کئے "کہ اس عورت کے ساتھ میرا نکاح فلاں تاریخ کو ہوا تھا۔اور تاریخ ایسی بتادی جو کہ مدعی غیر قابض کے تاریخ سے بعد والی تھی ۔تو ایسی صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔اسی کے ساتھ قابض کے گواہ رد ہو جائینگے۔ لیکن اگر قابض نے کہا کہ اس عورت کے ساتھ میں نے نکاح مدعی غیر قابض کے تاریخ سے پہلے کیا تھا بعد میں میں نے صرف اس نکاح کو تازہ کیا تو پھر قابض کے گواہوں کو رد نہیں کیا جائیگا۔

مسئلہ 15 : اذا ادعی نکاح امرأة وهي في يد آخر وأقرّت المرأة للمدعي ثم أقاما البينة بدون التاريخ يُقضى للخارج بحكم الإقرار ولو أقام الخارج بينة على النكاح وأرّخ شهوده وقد أقام بينة على ان إقرار ذي اليد كان في وقت كذا، وذكر وقتا بعد تاريخ بينة الخارج كانت بينة الخارج أولى، فتندفع بينة ذي اليد بها إلا

---

[1] فتاوی قاضی خان۔ ج ۱ ص ۱۸۶۔

[2] غانم بغدادی۔ ملجأالقضاۃ عند تعارض البینات۔ ص ۴۴۔ فتاوی وددودیہ والے نے الوجیز کا حوالہ دیا ہے لیکن کافی سعی اور کوشش کے باوجود یہ کتاب نہیں ملی اس لئے دوسری کتاب سے حوالہ دیناپڑا۔

إذا وقت ذو اليد فقال تزوجتها قبل ان تزوجها الخارج ثم جددت العقد بعد ذلك العقد، فحينئذ لا تندفع بيّنة ذي اليد[1].

ترجمہ: اگر کسی نے دوسرے کے قبضے میں ایک عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے بھی اس کیلئے اقرار کیا۔اس کے بعد دونوں نے تاریخ ذکر کئے بغیر گواہ پیش کئے۔ تو اقرار کی وجہ سے مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ اگر مدعی غیر قابض نے نکاح پر گواہ پیش کئے۔اور گواہوں نے نکاح کی تاریخ بھی ذکر کی۔اسی کے ساتھ مدعی غیر قابض نے قابض کے اس اقرار پر گواہ پیش کئے "کہ اس عورت کے ساتھ میرا نکاح فلاں تاریخ کو ہوا تھا۔اور تاریخ ایسی بتادی جو کہ مدعی غیر قابض کے تاریخ سے بعد والی تھی۔ تو ایسی صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔اسی کے ساتھ قابض کے گواہ رد ہو جائینگے۔ لیکن اگر قابض نے تاریخ ذکر کرکے کہا کہ اس عورت کے ساتھ میں نے نکاح مدعی غیر قابض کے تاریخ سے پہلے کیا تھا بعد میں میں نے صرف اس نکاح کو تازہ کیا تو پھر قابض کے گواہوں کو رد نہیں کیا جائیگا۔

مسئلہ 16: اگر دو مردوں کا ایک عورت کے نکاح کے سلسلے میں جھگڑا ہو گیا۔دونوں نے دعویٰ کیا کہ اس عورت کے ساتھ میرا نکاح پہلے ہوا ہے۔اور صورتحال یہ ہو کہ عورت کسی ایک کے گھر میں ہو۔ تو اس صورت میں قابض کے بات کا اعتبار کیا جائیگا۔ کیونکہ یہ ایسا ہے گویا کہ عورت اس کے قبضے میں ہو۔اگر ان میں سے کسی ایک نے اس کے ساتھ ہمبستری کی ہو تو پھر بھی اسی طرح کا حکم ہے۔ لیکن اگر دوسرے مدعی نے اپنے نکاح کے پہلے منعقد ہونے پر گواہ پیش کئے تو پھر قاضی اسی کے حق میں فیصلہ کریگا کیونکہ یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ یہ عورت اس کی بیوی ہے لیکن دوسرے نے غصب کی ہے۔

مسئلہ 16: اذا تنازع اثنان فی امرأة کل واحد منهما یدعی انہ تزوجهااوّلاً وهی فی بیت احدهماکان الاولیٰ بهاکما لو کانت فی یده و کذا لو کان لاحدهما دخول علیها لانها تکون فی قبضہ فان اقام الاخر بینۃ انہ تزوجها قبل هذا فان القاضی یقضی بها للذی اقام البینۃ لانہ تبین ان الاخر غصبها۔[2]

ترجمہ: اگر دو بندوں کا ایک عورت کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ہر ایک یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ اس کے ساتھ میرا نکاح پہلے ہوا ہے حال یہ ہو کہ عورت کسی ایک کے گھر میں ہو تو وہ بندہ اس کا زیادہ حقدار ہے جس طرح کہ وہ اس کے قبضے میں ہو اسی طرح اگر اس کے ساتھ ان میں سے کسی ایک نے دخول کیا ہو کیونکہ وہ پھر اسی کے قبضہ میں ہے۔اگر دوسرے نے نکاح کے پہلے منعقد ہونے پر گواہ پیش کئے تو پھر اس کے حق میں فیصلہ کریگا جس نے گواہ پیش کئے ہیں۔ کیونکہ یہ بات واضح ہو جائیگی کہ دوسرے نے غصب کی ہے۔

---

[1] غانم بغدادی۔ ملجأالقضاۃ عند تعارض البینات۔ ص ۴۴۔

[2] محولہ بالا۔

مسئلہ 17: اگر دو مردوں کاایک عورت کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ دونوں نے اس کی اپنی بیوی ہونے کا دعویٰ کیا۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کیۓ۔ تو اس مسئلے کی کئی صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: دونوں نے تاریخ کا ذکر کیا ہوگا اور دونوں کی تاریخ بھی ایک ہو گی۔ جبکہ عورت کسی ایک کے قبضے میں بھی نہیں ہو گی۔

دوسری صورت: دونوں نے تاریخ کا ذکر کیا ہوگا جبکہ عورت دونوں کے قبضے میں ہو گی۔

تیسری صورت: دونوں میں سے کسی ایک نے بھی تاریخ ذکر نہیں کی ہو گی۔ برابر ہے کہ عورت دونوں کے قبضے میں ہو یا نہ ہو۔ اب ان تینوں صورتوں میں قاضی کسی ایک کیلئے بھی حکم نہیں کریگا۔ کیونکہ دونوں کے دلائل برابر ہونے کی وجہ سے استحقاق میں بھی برابر ہو گئے۔ اب چونکہ ایک عورت دونوں کی مشترک بیوی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا قاضی کسی ایک کے حق میں بھی فیصلہ نہیں دیگا۔ لیکن اگر عورت نے کسی ایک کی تصدیق کر لی یا وہ کسی ایک کے گھر میں رہائش پذیر تھی۔ تو پھر اسی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

اگر اوپر مذکورہ دلائل میں دونوں برابر نہ ہو مثلا:

(1) دونوں نے تاریخ تو ذکر کی لیکن عورت کسی ایک کے قبضے میں تھی۔ تو پھر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ کیونکہ قبضے کے اوپر گواہی کی وجہ سے اس کی دلیل قوی ہو گئی۔

(2) اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں۔ تو تاریخ والے کو ترجیح دی جائیگی۔

(3) اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے کے قبضے میں عورت تھی۔ تو قبضے کی وجہ سے قابض کو ترجیح دی جائیگی۔ کیونکہ دونوں ایک ہی جہت یعنی نکاح سے ملکیت حاصل کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ تو اب جو بندہ قابض ہے اس کا قبضہ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس کی ملکیت (شوہر ہونا) دوسرے سے قبل ہے۔

(4) اگر ایک کیلئے عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرا خاوند ہے۔ جبکہ دوسرے نے تاریخ ذکر کی۔ تو جس کیلئے عورت نے اقرار کیا ہے اسی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ کیونکہ عورت کا اس کیلئے اقرار کرنا بمنزلہ اس کے قبضے کے ہے۔
لیکن اگر عورت ایک کے قبضے میں ہے اور دوسرے کیلئے اقرار کر رہی ہے تو یہ اقرار فضول ہے۔

مسئلہ 17: اذا تنازع اثنا ن فی امر أة كل واحد منهما يدعى انها امرأته و اقام البينة علىٰ ذالک فهذا علىٰ وجوه۔ ان أرّخا و تاريخهما سواء او أرّخا على السواء ولكل واحد منهما يد او لم يورخا ففى هذه الفصول الثلاثة لا يقضى بالمرأة لاحدهما لانهما استويا فى الحجة فيستويان فى الاستحقاقِ۔ وإن ارَّخا علي السواء الا ان لاحدِهما يدًا يقضيٍ له لانَّ حجته ترجّحت باليد۔ وان ارَّخ احدهما ولم يُورِّخ الآخر فصاحب التاريخ اولىٰ۔ وان كان لاحدهما يدٌ وللآخر تاريخ فصاحب اليد اولى لانَّ يده مرجحة لان كل واحدٍ منهما تلقي الملك من جهة واحدةٍ فيد احدهما تدل على ان ملكه اسبق فكان اولى۔ وان أقرَّتْ لاحدهما وللآخر تاريخ يقضى

للذی اقرت له لان الاقرار بمنزلة الید[1]۔

ترجمہ: دو مردوں کاایک عورت کے بارے میں جھگڑا ہوگیا۔دونوں میں سے ہر ایک اس کی اپنی بیوی ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔تواس مسئلے کی کئی صورتیں ہیں۔اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور ان کی تاریخ ایک ہو یا دونوں نے ایک ہی تاریخ ذکر کی اور عورت دونوں کی قبضے میں تھی یا دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی تو ان تینوں صورتوں میں کسی ایک کے حق میں بھی فیصلہ نہیں کیا جائیگا کیونکہ وہ دونوں دلائل میں برابر ہونے کی وجہ سے استحقاق میں بھی برابر ہوگئے۔اگر دونوں نے ایک ہی تاریخ ذکر کی لیکن ان میں سے ایک قابض تھا تو اسی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ اس کی دلیل کو قبضے کی وجہ سے ترجیح حاصل ہوگئی۔

اگر ان میں سے ایک نے تاریخ ذکر کی جب کہ دوسرے نے نہیں تو تاریخ والے کو ترجیح دی جائیگی۔اگر ان میں سے ایک قابض تھا جب کہ دوسرے نے تاریخ ذکر کی تو قابض کو ترجیح دی جائیگی کیونکہ اس کا قبضہ مُرجحہ ہے یہ اس لئے کہ وہ دونوں کسی ایک جہت سے ملکیت کا دعویٰ کر رہے ہیں تو کسی ایک کا قبضہ اس کے ملکیت کے اولیت کو ظاہر کر رہا ہے پس وہ اولیٰ ہے۔اگر عورت نے ان میں سے کسی ایک کے لئے اقرار کر لی جب کہ دوسرے نے تاریخ ذکر کی تو اقرار والے کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ اقرار قبضے کی طرح ہے۔

مسئلہ 18: کسی عورت کے مرنے کے بعد دو مردوں نے اس کے نکاح کا دعویٰ کیا۔تواوپر والے مسئلے کی طرح اس مسئلے کی بھی کئی صورتیں ہیں۔لیکن ادھر اقرار اور قبضے کا کوئی اعتبار نہیں۔

پہلی صورت: اگر ایک کی تاریخ دوسرے سے مقدم ہو۔تو جس کی تاریخ مقدم ہو اسی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔میراث میں وہی حقدار ہوگا۔خزانۃ میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس مرد کے اوپر اس عورت کا پورا مہر بھی لازم ہو جائیگا۔

دوسری صورت: دونوں نے تاریخ ذکر ہی نہیں کی۔یا تاریخ ایک بتائی۔تو اب دونوں کیلئے مشترک طور کے پر فیصلہ کیا جائیگا اور دونوں بمنزلہ ایک خاوند کے ہو جائینگے۔لہٰذا دونوں کے اوپر عورت کا مہر لازم ہو جائیگا۔اور دونوں عورت کے میراث میں بمنزلہ ایک خاوند ہو کے مشترک حصہ لے لینگے۔

مسئلہ 18 :وان تنازعا بعد موتها فهذا ايضا على وجوهٍ ولا يُعتبر فيه الاقرار واليد فان سبق تاريخ احدهما قُضى له بالميراث۔قال فی الخزانةِ ويجب عليه تمام المهر۔وان لم يورِّخا أَو أَرَّخا على السواء فانه يقضي بالنكاح بينهماويجب على كل واحد من الزوجين نصف المهر ويرثان منها ميراث زوجٍ واحدٍ[2]۔

---

[1] غانم بغدادی۔ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ص 45۔

[2] محولہ بالا۔

ترجمہ: اگر عورت کے مرنے کے بعد دو مردوں کا اس کے ساتھ نکاح میں جھگڑا ہوا تو اس مسئلے کی بھی کئی صورتیں ہیں لیکن ادھر اقرار اور قبضے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر ان دونوں میں سے ایک کی تاریخ مقدم ہو تو اسی کے حق میں میراث کا فیصلہ کیا جائیگا۔ خزانہ میں مذکور ہے کہ اس پر پورا مہر لازم ہو جائیگا۔ اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر ہی نہیں کی یا دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی تو دونوں کے لئے نکاح کا فیصلہ کیا جائیگا۔ دونوں میں سے ہر ایک پر نصف مہر لازم ہو جائیگا۔ اور میراث میں دونوں بمنزلہ ایک خاوند کے وارث بن جائینگے۔

مسئلہ 19: زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح پر گواہ پیش کئے جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ بکر میرا خاوند ہے اور حال یہ ہو کہ بکر منکر ہو کہ میں اس کا خاوند نہیں ہو۔ تو اس صورت میں زید کے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا۔

مسئلہ 19: رجل أقام بيّنة على امرأة أنها امرأته، وأقامت المرأة بينة على رجل آخر أنها امرأته وهو يجحد فالبيّنة بيّنة الزوج1۔

ترجمہ: ایک آدمی نے ایک عورت کے خلاف گواہ پیش کئے کہ یہ میری بیوی ہے جب کہ عورت نے کسی دوسرے مرد کے اوپر گواہ پیش کئے کہ میں اس کی بیوی ہوں حال یہ ہو کہ وہ دوسرا مرد انکاری ہے تو اس صورت میں شوہر کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 20: ایک مرد نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ یہ عورت چار سالوں سے میرے نکاح میں ہو کر میری بیوی ہے۔ اس کے ساتھ میں نے ہمبستری بھی کی ہے۔ مرد نے اپنے دعوے کے اوپر گواہ پیش کئے۔

اس کے ساتھ ایک دوسرے مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ عورت پانچ سالوں سے میری بیوی ہے۔ میں نے اس کے ساتھ ہمبستری بھی کی ہے۔ اس نے میری بیوی ہونے کا اقرار بھی کیا ہے۔ اور میرے قبضے میں بھی ہے۔ اس مرد نے بھی اپنے دعوے کے اوپر گواہ پیش کئے۔ تو اس صورت میں اس دوسرے مرد کے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا۔ کیونکہ اس کے پاس ترجیح کے کئی سارے وجوہات ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) یہ اپنے نکاح کے اولیت کو ثابت کر رہا ہے۔ (2) عورت اس کے قبضے میں ہے۔ (3) عورت نے بھی اقرار کیا ہے۔ اور یہ سارے ترجیح کے اسباب ہیں۔

مسئلہ 20: ادعي انها امرأته و مدخوله بنكاحٍ صحيحٍ منذ اربع سنين واقام البينةوادعى الاخر انها امرأته و مدخوله منذ خمس سنين وانها اقرَّت له و انها في يديه واقام البينة فبينة الثانى اولى لانه اثبت سبق نكاحه و يثبت كونها فى يديه و يثبت اقرارها له والكل موجب للترجيح2۔

ترجمہ: ایک مرد نے ایک عورت کے اوپر دعویٰ کیا کہ یہ عورت چار سالوں سے میرے نکاح میں ہو کر میری بیوی ہے۔ اس کے ساتھ میں نے ہمبستری بھی کی ہے۔ مرد نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔

---

1 المرغینانی، ابو المعالی برہان الدین محمود بن احمد بن عبد العزیز البخاری الحنفی۔ المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولی، 1424ھ--2004م۔ ج ۳ ص ۱۵۴۔

2 غانم بغدادی۔ ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص 46۔

اس کے ساتھ ایک دوسرے مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ عورت پانچ سالوں سے میری بیوی ہے۔میں نے اس کے ساتھ ہمبستری بھی کی ہے۔اس نے میری بیوی ہونے کااقرار بھی کیا ہے۔اور میرے قبضے میں بھی ہے۔اس مرد نے بھی اپنے دعوے پر گواہ پیش کیئے۔تو اس صورت میں اس دوسرے مرد کے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا۔کیونکہ یہ اپنے نکاح کے اولیت کو ثابت کر رہا ہے۔عورت کے اوپر قبضہ ثابت کر رہا ہے۔اور عورت کا اقرار اپنے لئے ثابت کر رہا ہے اور یہ سارے ترجیح کے اسباب ہیں۔

مسئلہ 21:ایک لڑکی کو بلوغت سے پہلے باپ ،داداکے علاوہ کسی اور ولی نے کسی کے نکاح میں دیدیا۔بالغ ہونے کے بعد اگر لڑکی نے گواہ پیش کیئے کہ جس وقت میرا نکاح ہو رہا تھا میں نے اسی وقت رد کرکے کہا تھا کہ یہ نکاح مجھے منظور نہیں ہے جبکہ اس کے خاوند نے گواہ پیش کیئے کہ آپ اس وقت خاموش ہو گئی تھی۔

تو اب اس صورت میں عورت کے گواہوں کو قبول کیا جائیگا کیونکہ وہ ایک فعل کو ثابت کر رہے ہیں۔اور گواہ ثبوت کیلئے ہوتے ہیں۔

مسئلہ 21:الْبَالِغَةُ إذَا أَقَامَتْ الْبَيِّنَةَ عَلَى رَدِّ النِّكَاحِ بَعْدَ الْبُلُوغِ وَالزَّوْجُ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ أَنها سَكَتَتْ بَعْدَ بُلُوغِهَا تُقْبَلُ بَيِّنَتها[1]۔

ترجمہ:ایک بالغ لڑکی نے بلوغت کے بعد اگر نکاح کے رد پر گواہ پیش کیئے جب کہ خاوند نے اس کے سکوت پر تو عورت کے گواہوں کو قبول کیا جائیگا۔

مسئلہ 22: میاں بیوی کے درمیان بچے کے پیدا ہونے کے بعد نکاح کے فاسد یا صحیح ہونے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔خاوند نے دعویٰ کیا کہ یہ نکاح کسی وجہ سے فاسد ہوا ہے جبکہ بیوی نے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کیئے۔تو اس صورت میں جس نے فاسد ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس کے گواہوں کو قبول کیا جائیگا۔اور بچے کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا۔

مسئلہ 22:إذَا تَنَازَعَ الزَّوْجَانِ بَعْدَ الْوِلَادَةِ فِي صِحَةِ النِّكَاحِ وَفَسَادِهِ فَادَّعَى الزَّوْجُ الْفَسَادَ وَادَّعَتْ الْمَرْأَةُ الصِّحَّةَ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ تُقْبَلُ بَيِّنَةُ مَنْ يَدَّعِي الْفَسَادَ وَنَسَبُ الْوَلَدِ ثَابِتٌ.[2]

ترجمہ: میاں بیوی کے درمیان بچے کے پیدا ہونے کے بعد نکاح کے فاسد یا صحیح ہونے میں اختلاف پیدا ہوگیا۔خاوند نے فساد کا دعویٰ کیا جبکہ بیوی نے صحۃ کا۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے کے اوپر گواہ بھی پیش کیئے۔تو اس صورت میں جس نے فاسد ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس کے گواہوں کو قبول کیا جائیگا۔اور بچے کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا۔

---

[1] نظام الدين البلخي، وجماعة من العلماء۔ الفتاوى الهندية، بيروت : دار الفكر، الطبعة: الثانية، 1310ھ ج4 ص80۔

[2] محولہ بالا۔

مسئلہ 23: میاں بیوی کے درمیان مہر کے مقدار میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ شوہر نے کم جبکہ بیوی نے زیادہ کا دعویٰ کیا۔ اب ان دونوں میں سے جس نے بھی گواہ پیش کئے اسی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ لیکن اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو اس کی کئی صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: عورت کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا بشرطیکہ مہر مثل خاوند کیلئے شاہد ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مقدار کا خاوند نے دعویٰ کیا ہے مہر مثل اس مقدار کے مثل ہو یا اس سے کم ہو۔ اب اس صورت میں عورت کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ کیونکہ ظاہری حال خاوند کیلئے شاہد ہے جبکہ عورت کے گواہ خلاف ظاہر یعنی زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں۔

دوسری صورت: اگر مہر مثل عورت کیلئے شاہد ہو۔ وہ اس طرح کہ جس مقدار کا عورت نے دعویٰ کیا ہے، مہر مثل اس مقدار کے برابر ہو یا اس سے زیادہ ہو۔ تو اب اس صورت میں خاوند کے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا۔ کیونکہ وہ خلاف ظاہر یعنی کمی کو ثابت کر رہے ہیں۔

تیسری صورت: اگر مہر مثل شوہر اور بیوی میں سے کسی کیلئے بھی شاہد نہ ہو۔ اس طور پر کہ جس مقدار کا بیوی نے دعویٰ کیا ہے مہر مثل اس مقدار سے کم ہو۔ اور جس مقدار کا خاوند نے دعویٰ کیا ہے مہر مثل اس سے زیادہ ہو۔

تو اب اس صورت میں دونوں کے گواہوں کو رد کیا جائیگا۔ کیونکہ بیوی کے گواہ زیادتی جبکہ خاوند کے گواہ کمی کو ثابت کر رہے ہیں۔ لہٰذا اثبات میں دونوں برابر ہوئے۔ اس لئے ایک دوسرے کے اوپر ترجیح حاصل نہیں ہو گی۔

مسئلہ 23: اذا اخْتَلَفَ الزوجان فِي قَدْرِ الْمَهْرِ قُضِيَ لِمَنْ بَرْهنَ وَإِنْ بَرْهنَا قَضى لِلْمَرْأَةِ إنْ شَهِدَ مَهْرُ الْمِثْلِ لِلزَّوْجِ بِأَنْ كانَ مِثْلَ مَا يَدَّعِيهِ الزَّوْجُ أَوْ أَقَلَّ لأَنَّ الظَّاهِرَ يَشْهَدُ لِلزَّوْجِ وَبَيِّنَةُ الْمَرْأَةِ تُثْبِتُ خِلافَ الظَّاهِرِ وَ قَضى للزَّوْجِ إنْ شَهِدَ مَهْرُ الْمِثْلِ لَهَا بِأَنْ كانَ مِثْلَ مَا تَدَّعِيهِ أَوْ أَكْثرَ لأَنها تُثْبِتُ الْحَطَّ وَهوَ خِلافُ الظَّاهِرِوَإِنْ لَمْ يَشْهَدْ مَهْرُ الْمِثْلِ لِوَاحِدٍ مِنهمَا بِأَنْ كانَ أَقَلَّ مِمَّا ادَّعَتْهُ وَأَكْثرَ مِمَّا ادَّعَاهُ تَسَاقَطَا لاسْتِوَائِهمَا فِي الإِثْبَاتِ لأَنَّ بَيِّنَتَها تُثْبِتُ الزِّيَادَةَ وَبَيِّنَتَهُ تُثْبِتُ الْحَطَّ فَلا يَكُونُ أَحَدُهما أَوْلى مِنْ الآخَرِ[1]۔

ترجمہ: اگر میاں بیوی کے درمیان مہر کے مقدار میں اختلاف پیدا ہو گیا اب ان دونوں میں سے جس نے بھی گواہ پیش کئے اسی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ لیکن اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عورت کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ بشرطیکہ مہر مثل خاوند کیلئے شاہد ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس مقدار کا خاوند نے دعویٰ کیا ہے مہر مثل اس مقدار کے برابر ہو یا اس سے کم ہو کیونکہ ظاہری حال خاوند کیلئے شاہد ہے جبکہ عورت کے گواہ خلاف ظاہر کو ثابت کر رہے ہیں۔ خاوند کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا اگر مہر مثل عورت کیلئے شاہد ہو۔ وہ اس طرح کہ جس مقدار کا عورت نے دعویٰ کیا ہے مہر مثل اس مقدار کے برابر ہو یا اس سے زیادہ ہو کیونکہ وہ خلاف ظاہر یعنی کمی کو ثابت کر رہے ہیں۔ اگر مہر مثل شوہر اور بیوی میں سے کسی کیلئے بھی

---

[1] ملا خسرو، محمد بن فراموز بن علی۔ درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ بیروت: دار إحیاء الکتب العربیۃ، ت۔ن۔ ج ۲ ص ۳۴۱۔

شاہد نہ ہو اس طور پر کہ جس مقدار کا بیوی نے دعویٰ کیا ہے مہر مثل اس مقدار سے کم ہو۔اور جس مقدار کا خاوند نے دعویٰ کیا ہے مہر مثل اس سے زیادہ ہو۔

تو اب اس صورت میں دونوں کے گواہ ساقط ہو جائینگے۔ لہٰذا اثبات میں دونوں برابر ہوئے کیونکہ بیوی کے گواہ زیادتی جبکہ خاوند کے گواہ کمی کو ثابت کر رہے ہیں اس لئے ایک دوسرے کے اوپر ترجیح حاصل نہیں ہو گی۔

مسئلہ 24: اگر ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ جس وقت میرے والد میرا نکاح اس مرد کے ساتھ کرا رہا تھا اس وقت میں بالغ تھی اور مجھے یہ نکاح قبول نہیں تھا جبکہ مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ اس وقت چھوٹی تھی۔تو اس صورت میں عورت کی بات معتبر ہو گی۔ لیکن اگر مرد نے گواہ پیش کئے کہ اس نکاح کے وقت یہ آٹھ سال کی تھی جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ میں بیس سال کی تھی۔تو اس صورت میں بھی عورت کے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا۔ کیونکہ وہ مرد کے گواہوں کے مقابلے میں زیادہ اثبات والے ہیں۔

اسی طرح صاحب وجیز نے بھی یہی وجہ ذکر کی ہے۔وہ فرماتے ہے کہ اگر مرد نے گواہ پیش کئے کہ اس لڑکی کے والد نے اس کی بالغ ہونے سے پہلے میرے ساتھ اس کا نکاح کرایا تھا۔ جبکہ لڑکی نے گواہ پیش کئے کہ میری بلوغت کے بعد ہی میری رضامندی کے بغیر میرے والد نے اس کے ساتھ میرا نکاح کرایا تھا۔تو اب اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔ کیونکہ وہ بلوغت کو ثابت کر رہے ہیں اس لئے وہ اثبات میں قوی ہوئے۔

مسئلہ 24: لو ادعت المرأة أن أباها زوجها وهي بالغة لم ترض وادعى الزوج أن أباها زوجها في الصغر كان القول قول المرأة وإن أقامت المرأة البينة أنها كانت بنت عشرين سنة وقت النكاح وأقاما الزوج البينة أنها كانت بنت ثمان سنين كانت البينة بينة المرأة[1]۔قلت[2] و ذالک لان بینتها اکثر اثباتامن بینتہ،

وقد صرّح به صاحب الوجيز[3] حيث قال رجلٌ اقام على امرأةٍ بينةانه زوّجهامنه ابوها قبل بلوغها واقامت هى بينة انه زوّجها منه ابوها بعد بلوغها بغيرِ رضاها فبينتها اولى لان بينتها مُثبِّتةٌ البلوغ فکانت اكثرِ اثباتا۔

ترجمہ: اگر ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ جس وقت میرے والد میرا نکاح اس مرد کے ساتھ کرا رہا تھا اس وقت میں بالغ تھی اور مجھے یہ نکاح قبول نہیں تھا۔ جبکہ مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ اس وقت چھوٹی تھی۔تو اس صورت میں عورت کی بات معتبر ہو گی۔ لیکن اگر عورت نے گواہ پیش کئے کہ نکاح کے وقت میں بیس سال کی تھی جبکہ مرد نے گواہ پیش کئے کہ اس وقت یہ آٹھ سال کی تھی تو اس صورت میں بھی عورت کے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس لئے کیونکہ عورت کے گواہ مرد کے گواہ کے مقابلے میں زیادہ اثبات والے ہیں۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج ا ص ۱۵۷

[2] غانم بغدادی، صاحب ملجأ القضاۃ عند تعارض البینات۔

[3] یہ ابو الحامد، محمد بن احمد بن عبد السید البخاری الحصیری التاجری ہے۔546ھ کو پیدا ہوئے۔ بخارا میں امام الحسن بن منصور قاضی خان وغیرہ سے فقہ حاصل کی۔ "الوجیز شرح الجامع الکبیر" ان کی تصنیف ہے۔ متواضع اور دیانت دار شخص تھے۔۶۳۶ھ کو فوت ہوئے۔
الذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان۔ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والأعلام۔ بیروت: دار الکتاب العربی۔ ج ۱۴ ص ۲۲۶۔

صاحب وجیز نے بھی صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے جس طرح وہ فرماتے ہے کہ اگر مرد نے گواہ پیش کئے کہ اس لڑکی کے والد نے اس کی بالغ ہونے سے پہلے میرے ساتھ اس کا نکاح کرایا تھا۔ جبکہ لڑکی نے گواہ پیش کئے کہ میری بلوعنت کے بعد ہی میری رضامندی کے بغیر میرے والد نے اس کے ساتھ میرا نکاح کرایا تھا۔ تو اب اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔ کیونکہ وہ بلوعنت کو ثابت کر رہے ہیں اس لئے وہ اثبات میں قوی ہوئے۔

مسئلہ 25: امام محمدؒ صاحب سے روایت ہے کہ اگر مرد نے گواہ پیش کئے کہ اس عورت کے ساتھ ہزار درہم مہر کے عوض میرا نکاح ہوا ہے جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ دو ہزار کے عوض نکاح ہوا ہے۔

تو اب اس صورت میں قاضی ہزار درہم مہر کے عوض نکاح کا حکم دیگا۔ برخلاف اس صورت کے کہ اگر ایک مرد نے کسی کو کوئی چیز فروخت کی۔ اب اس نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے مشتری کو دو ہزار کے عوض فروخت کیا ہے جبکہ مشتری نے گواہ پیش کئے کہ ہزار روپے کے عوض میں نے یہ چیز خریدی ہے۔ تو اس صورت میں دو ہزار کا حکم دیگا۔

دونوں مسئلوں میں وجہ فرق:

وجہ فرق یہ ہے کہ نکاح فسخ کا احتمال نہیں رکھتا۔ اب جب میاں بیوی نے الگ الگ نکاح کا دعویٰ کیا (یعنی خاوند نے کہا کہ ہزار درہم مہر کے عوض نکاح ہوا ہے جبکہ بیوی نے دو ہزار کا کہا) تو دونوں کے گواہ رد ہو جائینگے اور نکاح ثابت ہو جائیگا۔ کیونکہ دونوں نکاح کا اقرار کر رہے ہیں۔ ہزار روپے مہر لازم ہو جائیگا کیونکہ خاوند نے اقرار کیا ہے۔

نکاح کے برعکس بیع قابل فسخ چیز ہے۔ اب ہم یہ کہیں گے کہ یہ چیز مشتری نے پہلے بائع سے ہزار روپے میں خریدی تھی پھر دونوں نے بیع کو فسخ کیا۔ پھر دوبارہ دو ہزار کے بدلے بیع ہوئی اور یہ بیع برقرار ہے۔ اس لئے مشتری کے اوپر دو ہزار روپے لازم ہوئے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بیان حقائق کے اس گزرشدہ بیان کے مخالف ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں عورت کے گواہوں کو ترجیح دی جائیگی۔ کیونکہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں۔

صحیح بات اس مسئلے میں وہی گزرا ہوا تفصیل ہے جو ہم نے درر اور غرر سے نقل کی ہے۔ جیسا کہ امام زیلعی نے بھی یہی فرمایا ہے۔

مسئلہ 25: قال محمد: رجل أقام بينة أنه تزوج هذه المرأة بألف وأقامت بينة أنه تزوجها بألفين فالمهر ألف بخلاف ما لو اقام البائع البينۃانہ باعہ بالفين واقام المشترى البينۃ انہ اشتراه بالف فالثمن الفان لان النكاح لا يحتمل الفسخ وكل واحد ادعى عقداً غير ما ادعاه الآخر فتهاترت البينتان و يثبت النكاح لتصادقهما ووجب الالف باعتراف الزوج والبيع يحتمل الفسخ فيجعل كانہ اشتراه بالف اولاً ثم اشتراه منه بالفين فيفسخ الاول ويثبت الثانی[1]۔

قلت[2] وهو مخالف لما مر من الحقائق ان البينۃ فی مثلہ بينۃ المرأة لانها تثبت الزيادة والصحيح على ما ذكره

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص48۔

[2] غانم بغدادی رحمہ اللہ۔

الزيلعي ان الجواب فيها على التفصيل الذى ذكرناه فى الدرر والغررفيما سبق[1]۔

ترجمہ: امام محمدؒ صاحب سے روایت ہے کہ ایک مرد نے گواہ پیش کئے کہ اس عورت کے ساتھ ہزار درہم مہر کے عوض میرا نکاح ہوا ہے جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ دو ہزار کے عوض نکاح ہوا ہے۔

تو مہر ہزار درہم ہوگا۔ بر خلاف اس صورت کے کہ اگر ایک بائع نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے مشتری کو دو ہزار کے عوض فروخت کیا ہے جبکہ مشتری نے گواہ پیش کئے کہ ہزار روپے کے عوض میں نے یہ چیز خریدی ہے۔ تو اس صورت میں ثمن دو ہزار ہوگا۔ کیونکہ نکاح فسخ کا احتمال نہیں رکھتا اب ہر ایک نے ایسے عقد کا دعویٰ کیا جس کا دوسرے نے دعویٰ نہیں کیا لہٰذا دونوں کے گواہ رد ہو جائینگے اور نکاح ثابت ہو جائیگا۔ کیونکہ دونوں نکاح کا اقرار کر رہے ہیں۔ خاوند کے اعتراف کی وجہ سے ہزار درہم مہر لازم ہو جائیگا۔ بیع قابل فسخ چیز ہے اب ہم یہ کہیں گے کہ یہ چیز مشتری نے پہلے بائع سے ہزار روپے میں خریدی تھی پھر دوبارہ دو ہزار کے بدلے بیع ہوئی پس پہلے والے بیع کو فسخ کیا اور دوسرے والے بیع کو برقرار رکھا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بیان حقائق کے اس گزرشدہ بیان کے مخالف ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں عورت کے گواہوں کو ترجیح دی جائیگی کیونکہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں۔

صحیح بات اس مسئلے میں وہی گزرا ہوا تفصیل ہے جو ہم نے درر اور غرر سے نقل کی ہے۔

مسئلہ 26: ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ آپ نے اپنے غلام کے عوض میرے ساتھ نکاح کیا تھا۔ یعنی مہر میں غلام مقرر کیا تھا جبکہ شوہر نے کہا کہ میں نے اپنی لونڈی مہر میں مقرر کی تھی۔ صورتحال یہ ہو کہ یہ لونڈی اس بیوی کی ماں ہو۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اب اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔ کیونکہ عورت کے گواہ اس کے حق میں پیش ہوئے جبکہ مرد کے گواہ غیر کے حق میں پیش ہوئے۔

جہاں تک لونڈی کی بات ہے تو اس مرد سے آزاد ہو جائیگی کیونکہ مرد نے خود اقرار کیا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ غلام اور لونڈی دونوں عورت کے ہو جائیں گے۔ غلام اس لئے کہ گواہوں نے گواہی دی۔ اور لونڈی اس لئے کہ مرد نے خود اقرار کیا ہے کہ مہر میں لونڈی مقرر تھی۔ اب جب یہ عورت اس لونڈی (یعنی اس کی ماں) کی مالکن بن جائیگی تو وہ لونڈی فوراً اس سے آزاد ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو بھی اپنے نسبی رشتے میں کسی کا مالک بن جائے تو وہ اس سے آزاد ہو جاتا ہے۔ مثلاً ماں، باپ، بیٹا، بیٹی وغیرہ۔

مسئلہ26: لو قالت الْمَرْأَةُ تزوجتني على عَبْدِكَ هذا وقال الرَّجُلُ تَزَوَّجْتُكَ على أَمَتِي هذه وَهِيَ أُمُّ الْمَرْأَةِ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمَرْأَةِ لأَنَّ بَيِّنَتَها قَامَتْ على حَقِّ نَفْسِهَا وَبَيِّنَةَ الزَّوْجِ قَامَتْ على حَقِّ الْغَيْرِ وَتَعْتِقُ الأَمَةُ على الزَّوْجِ بِإِقْرَارِهِ[2]۔

---

[1] مسئلہ نمبر ۲۳ میں۔

[2] ابن نجیم، زین الدین بن إبراہیم بن محمد۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق۔ بیروت: دار المعرفۃ۔ ت۔ن۔ ج3 ص195۔

ترجمہ: اگرایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ اپ نے اپنے غلام کے عوض میرے ساتھ نکاح کیا تھا جبکہ شوہر نے کہا کہ میں نے اپنی لونڈی مہر میں مقرر کی تھی۔ صورتحال یہ ہو کہ یہ لونڈی اس بیوی کی ماں ہو۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اب اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ عورت کے گواہ اس کے حق میں پیش ہوئے جبکہ مرد کے گواہ غیر کے حق میں پیش ہوئے۔ لونڈی اس مرد سے اس کی اقرار کی وجہ سے آزاد ہو جائیگی۔

مسئلہ 27: اگر ایک مرد نے گواہ پیش کئے کہ میں نے ہزار درہم کے عوض آپ کے ساتھ نکاح کیا تھا جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ سو دینار مہر کے عوض نکاح ہوا تھا۔ اس عورت کے باپ (جو کہ اس مرد کا غلام ہے) نے گواہ پیش کئے کہ آپ نے میری بیٹی کے مہر کے عوض مجھے مقرر کیا تھا۔ تو اب اس صورت میں باپ کے گواہ معتبر ہونگے۔ اور اگر والد کے ساتھ ساتھ اس کی ماں نے بھی گواہ پیش کئے کہ آپ نے میری بیٹی کے مہر میں مجھے مقرر کیا تھا۔ تو پھر والدین کے گواہ معتبر ہونگے۔ کیونکہ وہ مہر ہونا اور آزاد ہونا ثابت کررہے ہیں۔ پس اثبات میں وہ قوی ہوئے۔ اب آدھا رقبۃ والد کا اور آدھا رقبۃ والدہ کا اس عورت کیلئے پورا مہر بن جائیگا۔ چونکہ والدین کا ادھا ادھا حصہ عورت (بیٹی) کا مالکن بن جانے کی وجہ سے آزاد ہو جائیگا۔ اور باقی آدھے آدھے رقبۃ کو آزاد کرنے کیلئے دونوں (والدین) خاوند کیلئے سعی کر کے اس کو قیمت ادا کرینگے۔ اگر واقعہ اس طرح نہ ہو لیکن عورت نے گواہ پیش کئے کہ آپ کے ساتھ میرا نکاح سو دینار مہر کے عوض ہوا تھا جبکہ مرد نے گواہ پیش کئے کہ سو درہم مہر کے عوض نکاح ہوا تھا۔ پس قاضی نے عورت کے گواہوں کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ کیا کہ یہ نکاح سو دینار کے عوض ہوا ہے۔ اس کے بعد اس عورت کے باپ (جو کہ مرد کا غلام ہے) نے گواہ پیش کئے کہ میری بیٹی کے مہر میں مجھے مقرر کیا گیا تھا۔ تو اب قاضی اپنے پہلے والے فیصلے کو فسخ کر کے والد کو ہی مہر میں مقرر کر دیگا۔

مسئلہ27: لَوْ أَقَامَ الزَّوْجُ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِأَلْفِ دِرْهَمٍ وَأَقَامَتْ الْمَرْأَةُ الْبَيِّنَةَ عَلَى أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ وَأَقَامَ أَبُو الْمَرْأَةِ وَهوَ عَبْدُ الزَّوْجِ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا عَلَى رَقَبَتِهِ فَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الأَبِ فَإِنْ أَقَامَتْ أُمُّهَا وَهيِ أَمَةُ الزَّوْجِ مَعَ ذَلِكَ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَتها عَلى رَقَبَتها فَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الأَبِ وَالأُمِّ وَنِصْفُهُمَا جَمِيعًا مَهْرٌ لَهَا وَيَسْعَى الْوَالِدَانِ لِلزَّوْجِ فِي نِصْفِ قِيمَتها وَلَوْ لَمْ يَكُنْ كَذَلِكَ وَلَكِنْ أَقَامَتْ الْمَرْأَةُ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ وَأَقَامَ الزَّوْجُ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَقَضَى بِبَيِّنَةِ الْمَرْأَةِ بِالنِّكَاحِ بِمِائَةِ دِينَارٍ ثم إنَّ أَبَا الْمَرْأَةِ وَهوَ عَبْدُ الزَّوْجِ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ تَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ عَلَى رَقَبَتِهِ فَإِنَّ الْقَاضِيَ يُبْطِلُ الْقَضَاءَ الأَوَّلَ وَيَقْضِي بِأَنَّ الأَبَ هوَ الْمَهْرُ[1]۔

ترجمہ: اگر ایک مرد نے گواہ پیش کئے کہ میں نے ہزار درہم کے عوض آپ کے ساتھ نکاح کیا تھا جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ سو دینار مہر کے عوض نکاح ہوا تھا۔ اس عورت کے باپ (جو کہ اس مرد کا غلام ہے) نے گواہ پیش کئے کہ آپ نے میری بیٹی کے مہر کے عوض مجھے مقرر کیا تھا۔ تو اب اس صورت میں باپ کے گواہ معتبر ہونگے۔ اور اگر والد کے ساتھ ساتھ اس کی ماں نے بھی گواہ پیش کئے کہ آپ نے میری بیٹی کے مہر میں مجھے مقرر کیا تھا تو پھر والدین کے گواہ معتبر ہونگے۔ اب آدھا رقبۃ والد کا اور آدھا رقبۃ والدہ کا اس عورت کیلئے پورا مہر بن جائیگا۔ والدین اپنی نصف قیمت ادا کرنے کے لئے خاوند کے لئے سعی کرینگے۔

---

[1] نظام الدین البلخی۔ الفتاوی الہندیۃ۔ ج1ص320۔

اگر واقعہ اس طرح نہ ہو لیکن عورت نے گواہ پیش کیئے کہ آپ کے ساتھ میرا نکاح سو دینار مہر کے عوض ہوا تھا جبکہ مرد نے گواہ پیش کیئے کہ سو درہم مہر کے عوض نکاح ہوا تھا۔پس قاضی نے عورت کے گواہوں کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ کیا کہ یہ نکاح سو دینار کے عوض ہوا ہے۔اس کے بعد اس عورت کے باپ (جو کہ مرد کا غلام ہے) نے گواہ پیش کیئے کہ میری بیٹی کے مہر میں مجھے مقرر کیا گیا تھا۔تواب قاضی اپنے پہلے والے فیصلے کو فسخ کرکے والد کو ہی مہر میں مقرر کر دیگا۔

مسئلہ 28:اگر میاں اور بیوی کا اس گھر کے بارے میں اختلاف ہو گیا جس گھر میں وہ رہائش پذیر ہیں۔دونوں نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے۔تو اس صورت میں خاوند کی بات معتبر ہوگی۔بشرطیکہ بیوی کے پاس گواہ نہ ہو۔اور اگر بیوی نے اپنے دعوے کے اوپر گواہ پیش کیئے یا دونوں نے اپنے اپنے دعوے کے اوپر گواہ پیش کیئے تو پھر عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔کیونکہ عورت اصل میں غیر قابض ہے۔اور جب دو بندے کسی چیز کی ملکیت کا مطلق دعویٰ کریں کہ یہ چیز میری ہے۔ان میں سے ایک قابض ہو جبکہ دوسرا غیر قابض تو اس صورت میں غیر قابض مدعی کے گواہ معتبر ہوتے ہیں۔

مسئلہ 28:ان اختلاف الزوجان فی البیت الذی یسکنان فیہ کل واحد منھا یدعی انہ لہ کان القول فی ذالک قول الزوج وان اقامت المرأة البینة او اقاما جمیعاقضی ببینة المرأة لانہا خارجةٌ معنی[1]۔

ترجمہ:اگر میاں اور بیوی کا اس گھر کے بارے میں اختلاف ہو گیا جس گھر میں وہ رہائش پذیر ہیں۔دونوں نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے۔تو اس صورت میں خاوند کی بات معتبر ہوگی۔اور اگر بیوی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیئے یا دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیئے تو پھر عورت کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ عورت اصل میں غیر قابض ہے۔

مسئلہ 29:ایک گھر مرد اور عورت کے قبضے میں ہے۔عورت نے گواہ پیش کیئے کہ یہ گھر میرا ہے اور یہ مرد میرا غلام ہے جبکہ مرد نے گواہ پیش کیئے کہ یہ گھر میرا ہے۔یہ عورت میری بیوی ہے۔ہزار درہم مہر کے عوض اس کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے اور رقم بھی ادا کر دی گئی ہے۔لیکن اس مرد نے اپنے آپ کے غلام نہ ہونے پر گواہ پیش نہیں کیئے۔تو اب فیصلہ یہ کیا جائیگا کہ یہ گھر عورت کا ہے۔یہ مرد اس عورت کا غلام ہے۔اور اپس میں میاں بیوی نہیں ہیں کیونکہ عورت نے اس کے غلام ہونے پر گواہ پیش کیئے جبکہ مرد نے اپنے آزاد مرد ہونے پر گواہ پیش نہیں کیئے۔لہٰذا اس کے غلام ہونے کا حکم کیا جائیگا۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب اس کے غلام ہونے کا فیصلہ ہو گیا تو پس گھر اور نکاح کے بارے میں اس کے گواہ رد ہو گئے۔(کیونکہ غلام نہ تو کسی چیز کا مالک بن سکتا ہے اور نہ اپنے مالکن کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔)

اور اگر صورت مسئلہ بالکل اسی طرح تھا جو ابھی گزر چکا لیکن مرد نے اپنی آزادی پر گواہ پیش کیئے کہ میں نہ غلام تھا اور نہ ہوں۔تو پھر یہ فیصلہ کیا جائیگا کہ وہ آزاد ہے اور وہ عورت اس کی منکوحہ ہے جبکہ گھر عورت کا ہو جائے گا۔کیونکہ جس وقت قاضی نے ان دونوں کے میاں بیوی ہونے کا حکم جاری کیا تو مرد اس گھر کا قابض ٹھرا اور عورت غیر قابض۔یہ اسی طرح ہے جس طرح میاں بیوی کا اختلاف ہو جاتا ہے ایسے گھر میں جو دونوں کے قبضے میں ہو۔تو اس وقت خاوند کی بات معتبر ہوتی ہے۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیئے تو عورت کے گواہوں کو ترجیح حاصل ہوگی۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ص 50۔

مسئلہ 29:لو كانت الدار فى يد رجل و امرأةٍ واقامت المرأة بينة بان الدار لها وان الرجل عبدها واقام الرجل البينةَ ان الدار له والمرأة امرأته تزوجها بالفِ درهمٍ ودفعها اليها ولم يقم بينة انه حُرٌّ فانه يقضى باالدار و الرجلِ لِلمرأةِ ولا نكاح بينهما لان المرأةَ اقامت البينة على رقِ الرجلِ والرجلُ لم يقم البينةَ على الحريّةِفيقضى باالرقِ فاذا قضى باالرق بطلت بينة الرجل فى الداروالنكاح ضرورة۔ولو اقام الرجلُ بينة انه حرالاصل والمسئلة بحالها يقضى بحرية الرجلِ و نكاحِ المرأةِو يقضى باالدار للمرأة لان لما قَضَيْنا باالنكاح صار الرجلُ فى الدار صاحبُ اليد والمرأةُ خارجة فيقضى باالدار لها كما لو اختلف الزوجان في دار في ايديهما كانت الدار للزوج وان اقاما البينة يقضي ببينة المرأة[1]۔

ترجمہ: ایک گھر مرد اور عورت کے قبضے میں ہے۔ عورت نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے اور یہ مرد میرا غلام ہے جبکہ مرد نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے یہ عورت میری بیوی ہے ہزار درہم مہر کے عوض اس کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے اور رقم بھی اس کو ادا کی ہے لیکن اس مرد نے اپنے اپ کے آزاد ہونے پر گواہ پیش نہیں کئے۔تو اب فیصلہ یہ کیا جائیگا کہ یہ گھر عورت کا ہے۔ یہ مرد اس عورت کا غلام ہے۔اور اپس میں میاں بیوی نہیں ہیں کیونکہ عورت نے اس کے غلام ہونے پر گواہ پیش کئے جبکہ مرد نے اپنے آزاد مرد ہونے پر گواہ پیش نہیں کئے۔ لہٰذا اس کے غلام ہونے کا حکم کیا جائیگا۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب اس کے غلام ہونے کا فیصلہ ہو گیا تو پس گھر اور نکاح کے بارے میں اس کے گواہ رد ہو گئے۔ لیکن اگر مرد نے اپنی آزادی پر گواہ پیش کئے باقی مسئلہ اسی طرح تھا۔تو پھر یہ فیصلہ کیا جائیگا کہ وہ آزاد ہے اور وہ عورت اس کی منکوحہ ہے جبکہ گھر عورت کا ہو جائے گا۔ کیونکہ جب ہم نے نکاح کا فیصلہ کیا تو مرد اس گھر کا قابض ٹھرا اور عورت غیر قابض۔اس لئے گھر عورت کا ہو جائیگا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح میاں بیوی کا اختلاف ہو جاتا ہے ایسے گھر میں جو دونوں کے قبضے میں ہو۔تو اس وقت خاوند کی بات معتبر ہوتی ہے لیکن اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عورت کے گواہوں کو ترجیح حاصل ہو گی۔

مسئلہ 30: اگر میاں بیوی کا ایسے سامان کے بارے میں اختلاف ہو گیا جو کہ وہ سامان عورتوں کیلئے ہو۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے کے اوپر گواہ بھی پیش کئے۔تو اس صورت میں مرد کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

اور اگر سامان اسی قسم کا تھا لیکن ساتھ میں نکاح کے بارے میں بھی اختلاف ہوا۔ عورت نے گواہ پیش کئے کہ یہ سامان میرا ہے اور یہ مرد میرا غلام ہے۔ جبکہ مرد نے گواہ پیش کئے کہ یہ سامان میرا ہے اور اس عورت کے ساتھ ہزار درہم کے عوض میرا نکاح ہوا ہے جو کہ میں نے ادا بھی کئے ہے۔ تو ایسی صورتحال میں عورت کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کہ یہ مرد اس کا غلام ہے اور سامان بھی عورت کا ہے۔ لیکن اگر مرد نے اس بات کے اوپر گواہ پیش کئے کہ میں اصل میں آزاد ہو۔ تو پھر فیصلہ یہ کیا جائیگا کہ یہ آزاد ہے، یہ عورت اس کی بیوی ہے اور یہ سامان بھی اسی کا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے سامان میں (جو عورتوں کیلئے ہو) مرد گواہوں کا محتاج ہوتا ہے۔اس میں مرد کا بیان معتبر نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ گواہ پیش کریں۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو مرد کے گواہ معتبر ہونگے۔ اگر سامان مرد اور عورت دونوں کے استعمال کا ہو۔ تو اس

---

[1] غانم بغدادی۔ ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص 50-51۔

صورت میں یہ فیصلہ کیا جائیگا کہ مرد آزاد ہے، یہ عورت اس کی بیوی ہے۔ جبکہ سامان اس کی بیوی کا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں عورت کے غیر قابض ہونے کی وجہ سے اس کے گواہ معتبر ہوتے ہیں۔

مسئلہ30:لو اختلفا في متاع من متاع النساء فاقاما البينة يقضى بها للزوجِ ولو اختلفا في هذا المتاع و في النكاح فاقامت المرأة البينةَ ان المتاع لها وإنَّ الرجلَ عبدها واقام الرجلُ البينةَ ان المتاع له وانه تزوج المرأةَ بالف درهم فنقدها فانه يقضي باالرجلِ عبدا للمرأةِ و يقضي لها بالمتاع ايضاكما قُلْنافي الدار وان اقام الرجلُ البينةَ انه حُرالاصل يقضي له بالحريةِ و بالمرأة وبالمتاعِ ايضا لانه في متاع النساء يحتاج الى البينة و ان كان المتاع مشكلا يكون للرجالِ والنساءِ جميعا يقضي له بحريته و يقضي للمرأةِبالمتاع لان بينة المرأةِ في المشكل اولى لانها خارجة[1]۔

ترجمہ: اگر میاں بیوی کا ایسے سامان کے بارے میں اختلاف ہو گیا جو کہ وہ سامان عورتوں کیلئے ہو۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں مرد کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

اور اگر سامان اسی قسم کا تھا لیکن ساتھ میں نکاح کے بارے میں بھی اختلاف ہوا۔ عورت نے گواہ پیش کئے کہ یہ سامان میرا ہے اور یہ مرد میرا غلام ہے۔ جبکہ مرد نے گواہ پیش کئے کہ یہ سامان میرا ہے اور اس عورت کے ساتھ ہزار درہم کے عوض میرا نکاح ہوا ہے۔ جو کہ میں نے ادا بھی کئے ہے۔ تو ایسی صورتحال میں عورت کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کہ یہ مرد اس کا غلام ہے اور سامان بھی عورت کا ہے جس طرح ہم نے گھر کے مسئلے میں بتایا۔ لیکن اگر مرد نے گواہ پیش کئے کہ میں اصل میں آزاد ہو۔ تو پھر فیصلہ یہ کیا جائیگا کہ یہ آزاد ہے، یہ عورت اس کی بیوی ہے اور یہ سامان بھی اسی کا ہے کیونکہ اس قسم کے سامان میں (جو عورتوں کیلئے ہو) مرد گواہوں کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر سامان مرد اور عورت دونوں کے استعمال کا ہو۔ تو اس صورت میں یہ فیصلہ کیا جائیگا کہ مرد آزاد ہے، یہ عورت اس کی بیوی ہے جبکہ سامان اس کی بیوی کا ہے کیونکہ ایسی صورت میں عورت کے غیر قابض ہونے کی وجہ سے اس کے گواہ معتبر ہوتے ہیں۔

مسئلہ31: اگر عورت مر گئی اور خاوند نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے حالت صحت میں مجھے مہر سے بری کیا تھا۔ جبکہ اس عورت کے ایک وارث نے گواہ پیش کئے کہ اس نے حالت مرض میں اپ کو بری کیا تھا۔ تو اس صورت میں تندرستی کے ایام والے گواہ معتبر ہونگے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ وارث کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ31:لَوْ ادَّعَى الزَّوْجُ بَعْدَ وَفَاتِها أَنها كانَتْ أَبراءهُ مِنْ الصَّدَاقِ حَالَ صِحتِها وَأَقَامَ الْوَارِثُ بَيِّنَةً أَنها أَبراءهُ فِي مَرَضِ مَوْتِها فَبَيِّنَةُ الصِّحَّةِ أَوْلى، وَقِيلَ بَيِّنَةُ الْوَرَثَةِ أَوْلى[2]۔

ترجمہ: اگر عورت کے مرنے کے بعد خاوند نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے حالت صحت میں مجھے مہر سے بری کیا تھا جبکہ اس عورت کے وارث نے گواہ پیش کئے کہ اس نے حالت مرض میں اپ کو بری کیا تھا۔ تو تندرستی کے ایام والے گواہ معتبر ہونگے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ وارث کے گواہ معتبر ہونگے۔

[1] غانم بغدادی۔ ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص51۔

[2] ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین۔ رد المحتار علی الدر المختار۔ بیروت: دار الفکر۔ الطبعۃ: الثانیۃ، 1412ھ-- 1992م۔ ج5ص49۔

مسئلہ 32: اگر بیوی نے اپنے خاوند کو کہا کہ میں نے اپ کو ایک شرط کے ساتھ مہر سے بری کیا تھا جبکہ خاوند نے کہا کہ اپ نے بغیر کسی شرط کے مجھے بری کیا تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے کے اوپر گواہ پیش کئے۔ تو اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔ اور اگر یہ شرط ایسی ہو جو کہ عرف میں مستعمل ہو تو اسی شرط کے ساتھ ابراء صحیح ہوگا[1]۔ جبکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ خاوند کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 32: لوادَّعَتْ الْمَرْأَةُ الْبَرَاءَةَ عَنْ الْمَهْرِ بِشرطٍ وَادَّعَاها الزَّوْجُ مُطْلَقًا وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَبَيِّنَةُ الْمَرْأَةِ أَوْلَى إنْ كانَ الشرطُ مُتَعَارَفًا يَصِحُّ الإِبْرَاءُ مَعَهُ، وَقِيلَ: بَيِّنَةُ الزَّوْجِ أَوْلَى[2]۔

ترجمہ: اگر بیوی نے ایک شرط کے ساتھ مہر سے ابراء کا دعویٰ کیا جبکہ خاوند نے مطلقاً ابراء کا دعویٰ کیا۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔ اگر یہ شرط ایسی ہو جو کہ عرف میں مستعمل ہو تو اسی شرط کے ساتھ ابراء صحیح ہوگا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ خاوند کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 33: اگر عورت نے مہر پر گواہ پیش کئے کہ میرا یہ خاوند آج تک میرے مہر کا قائل تھا (یعنی اس نے کہا تھا کہ میرے ذمے ہے) جب کہ خاوند نے گواہ پیش کئے کہ میری بیوی جس مہر کا دعویٰ کر رہی ہے اس مہر سے اس نے مجھے بری کیا ہے تو اس صورت میں ابراء والے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 33: لَوْ أَقَامَتْ الْمَرْأَةُ بَيِّنَةً عَلى الْمَهْرِ عَلى أَنَّ زَوْجَهَا كانَ مُقِرًّا بِهِ يَوْمَنَا هذَا وَأَقَامَ الزَّوْجُ بَيِّنَةً أَنها أَبراءهُ مِنْ هذَا الْمَهْرِ فَبَيِّنَةُ الْبَرَاءَةِ أَوْلَى[3]۔

ترجمہ: اگر عورت نے مہر پر گواہ پیش کئے کہ میرا یہ خاوند آج تک میرے مہر کا قائل تھا جب کہ خاوند نے گواہ پیش کئے کہ اس نے مجھے اس مہر سے بری کیا تھا تو اس صورت میں ابراء والے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 34: ایک مرد نے کسی اور کے قبضے میں ایک غلام کا دعویٰ کیا کہ یہ غلام قابض مرد نے مجھے ہبہ کیا ہے یا صدقے میں دیا ہے جبکہ قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میں نے خریدا ہے اور اس میں نے قبضہ بھی کیا ہے۔ اسی طرح ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ قابض نے میرے ساتھ اس غلام کے عوض نکاح کیا ہے اور میں نے قبضہ بھی کیا ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔ تو امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہے کہ یہ غلام دونوں کا ہو جائیگا۔ اور عورت کیلئے اس غلام کی آدھی قیمت لازم ہو جائیگی تا کہ اس کا مہر پورا ہو جائے۔

امام محمد صاحب فرماتے ہے کہ یہ غلام اس بندے کا ہو جائیگا جس نے قیمۃً لینے کا دعویٰ کیا ہے۔ خاوند پر عورت کیلئے اس غلام

---

[1] مطلب یہ کہ اگر خاوند نے اس شرط پر عمل کیا تو مہر سے بری ہو جائیگا ورنہ نہیں۔ مثلا خاوند نے بیوی کو طلاق دی۔ بیوی نے مہر سے اس شرط کے ساتھ بری کیا کہ نیا نکاح کریں اور مہر دیں۔ صورتحال یہ ہو کہ اس عورت کا مہر مثل سو اشرفی ہو جبکہ خاوند نے ایک اشرفی مہر کے عوض نکاح کیا۔ اس نکاح سے عورت نے انکار کیا۔ تو ایسی صورت میں مرد عورت کے پہلے والے مہر سے بغیر شرط کے بری نہیں ہوگا۔ اور اگر یہ شرط عرف میں مستعمل نہ ہو تو اس شرط کے ساتھ ابراء صحیح نہیں ہوگا۔ مترجم محمد ابراہیم بونیری۔

[2] ابن عابدین۔ الدر المختار۔ ج 5 ص 490۔

[3] محولہ بالا۔

کی پوری قیمت لازم ہو جائیگی۔

یہ مسئلہ دوسرے کتابوں مثلاً بحر، شامی، ھدایۃ، مجمع الانھر، زیلعی، قاضیخان، ھندیۃ، بدائع میں اس طرح سے مذکور ہے کہ اگر مدعی غیر قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میں نے زید سے خریدا ہے جبکہ زید کے بیوی نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام زید نے مجھے میرے مہر کے عوض دیا ہے۔ حال یہ ہو کہ غلام زید کے قبضے میں ہو۔ تو امام ابو یوسف صاحب کے ہاں یہ غلام اس مدعی اور زید کی بیوی کا مشترک طور پر ہو جائیگا۔ زید کے اوپر اس غلام کی آدھی قیمت لازم ہو جائیگی۔ یہ رقم اپنی بیوی کو دیگا تاکہ اس کا مہر پورا ہو جائے۔ اور اگر مدعی نے پوری رقم زید کو دی ہو تو آدھی رقم زید سے واپس لے لیں۔ اگر وہ چاہے تو بیع کو فسخ بھی کر سکتا ہے۔ امام محمد صاحب کے ہاں خریدنے والے کے گواہ معتبر ہیں۔ پس یہ غلام مدعی کا ہو جائیگا۔ زید کے اوپر اس غلام کی پوری قیمت لازم ہو گی جو کہ وہ اپنی بیوی کو دیگا۔

یہ حکم اسی وقت ہے جب دونوں نے تاریخ ذکر نہ کی ہو یا دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو۔ اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو لیکن ایک کی تاریخ مقدم ہو۔ تو پھر مقدم تاریخ والے گواہ معتبر ہیں۔ یہ مسئلہ بھی کتابوں میں مذکور ہے کہ اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز زید نے مجھے ہبہ کیا ہے یا صدقۃ کیا ہے۔ جبکہ زید کی بیوی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز زید نے مجھے مہر میں دیا ہے۔ حال یہ ہو کہ یہ چیز زید کے قبضے ہو۔ تو اس صورت میں مہر کے گواہ معتبر ہیں۔ اس سے متن کی عبارت کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ اس حوالے کے مطابق نہیں ہے۔ کاتب نے اس میں تسامح کیا ہے۔)

مسئلہ 34: ادعي عبدا مثلافي يد رجلٍ انه وہبہ له او تصدق به عليه و ادعي ذواليد الشراء و قبضه و ادعت المرأة ان ذا اليد تزوَّجها علي ذالك العبد و قبضته و برهنا يحكم ابو يوسف رحمه الله بالعبد بينهما نصفين و للمرأة نصف قيمته ايضا علي الزوج تتميما للمهر وعند محمد يحكم بالعبد لمدعي الشراء و للمرأة بجميع قيمته علي الزوج[1] ۔

ترجمہ: ایک مرد نے کسی اور کے قبضے میں ایک غلام کا دعویٰ کیا کہ یہ غلام قابض نے مجھے ہبہ کیا ہے یا صدقے میں دیا ہے جبکہ قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میں نے خریدا ہے اور اس پر میں نے قبضہ بھی کیا ہے۔ اسی طرح ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ قابض نے میرے ساتھ اس غلام کے عوض نکاح کیا ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہے کہ یہ غلام دونوں کا ہو جائیگا۔ اور عورت کیلئے اس غلام کی آدھی قیمت لازم ہو جائیگی تاکہ اس کا مہر پورا ہو جائے۔

امام محمد صاحب فرماتے ہے کہ یہ غلام اس بندے کا ہو جائیگا جس نے قیمۃً لینے کا دعویٰ کیا ہے۔ خاوند پر عورت کیلئے اس غلام کی پوری قیمت لازم ہو جائیگی۔

مسئلہ 35: ایک عورت کے قبضے میں ایک زمین پر کسی مرد نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین میری ملکیت ہے جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ بیس سال ہو گئے ہیں کہ میرے خاوند نے مہر کے بدلے مجھے اس زمین کی مالکن بنائی ہے۔ تو یہ

---

[1] غانم بغدادی۔ ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص 52۔

صحیح دفعیہ نہیں ہے۔اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا ہے۔

مسئلہ 35: ضيعۃ فی ید امرأۃٍ اقام رجلٌ بينۃعلی ملكيتها واقامت هي بينة على انَّ زَوْجُها مَلَّكَها منها بمهرها منذ عشرين سنة فليس بدفعٍ۔[1]

ترجمہ: ایک عورت کے قبضے میں ایک زمین پر کسی مرد نے گواہ پیش کئے کہ یہ میری ملکیت ہے جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ بیس سال ہو گئے ہیں کہ میرے خاوند نے مہر کے بدلے مجھے اس زمین کی مالکن بنائی ہے۔تو یہ صحیح دفعیہ نہیں ہے۔

مسئلہ 36: خلاصے کے کتاب الدعویٰ میں مذکور ہے کہ موت کا دن قاضی کے حکم کے تحت نہیں آتا۔اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر زید نے دعویٰ کیا کہ میرا باپ فلاں تاریخ کو فوت ہو چکا ہے اور قاضی نے میراث کا فیصلہ کیا۔اس کے بعد ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ اس میت نے فلاں تاریخ (جو زید نے بتائی ہے) کے ایک دن بعد میرے ساتھ نکاح کیا ہے۔تو اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہیں نکاح کا حکم کیا جائیگا (کہ یہ اس کی بیوی ہے)۔

اس کے برعکس قتل کا دن قاضی کے حکم کے تحت آتا ہے۔چنانچہ اگر زید نے کسی پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے باپ کو فلاں تاریخ کو قتل کیا ہے۔قاضی نے قاتل کے قصاص کا حکم بھی جاری کیا۔اس کے بعد ایک عورت نے گواہ پیش کئے کہ زید کے باپ نے فلاں تاریخ کے بعد میرے ساتھ نکاح کیا ہے۔تو اس صورت میں قاضی عورت کا دعویٰ نہیں سنے گا۔

جامع الفصولین کے دسویں فصل میں مذکور ہے کہ اگر ایک عورت نے گواہ پیش کئے کہ زید نے فلاں سال کے ماہ رجب میں میرے ساتھ نکاح کیا ہے۔لہٰذا مجھے اس کے میراث میں سے مہر ملنا چاہیئے۔عورت نے گواہ بھی پیش کئے۔جبکہ زید کے وارثوں نے گواہ پیش کئے کہ زید اس سال کے ماہ صفر میں فوت ہو چکے ہے۔

تو اس صورت میں ورثاء کے گواہ قبول نہیں کئے جائینگے کیونکہ وہ موت کو ثابت کر رہے ہیں۔اور موت قاضی کے حکم کے تحت نہیں آتا۔لہٰذا عورت کا نکاح ثابت ہو جائیگا اور زید کے میراث میں سے اس کیلئے مہر لازم ہو جائیگا۔

مسئلہ 36: يَوْمُ الْمَوْتِ لا يَدْخُلُ تحتَ الْقَضَاءِ حَتىَّ لَوْ ادَّعَى رَجُلٌ أَنْ أَبَاهُ مَاتَ فِي يَوْمِ كَذَا فقُضِيَ له ثم ادَّعَتْ امْرَأَةٌ عَلَى هذَا الْمَيِّتِ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ ذَلِكَ التَّارِيخِ بِيَوْمٍ تقبل البينة وَيُقْضى بِالنِّكَاحِ وَيَوْمُ الْقَتْلِ يَدْخُلُ تحتَ الْقَضَاءِ حَتىَّ لَوْ ادَّعَرجلٌ علي آخَرُ أَنَّهُ قَتَلَ أَبَاهُ يَوْمَ كَذَا وَقضيَالقاضي بِهِ ثم ادَّعَتْ امْرَأَةٌ أَنَّ أَبَاهُ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ هذَا التَّارِيخِ بِيَوْمٍ لا يُسْمَعُ[2]۔

ادعت أنه تزوجني في رجب سنة كذا وتدعي المهر في تركته فبرهن ورثته أن مورثنا مات في صفر تلك السنة لا تقبل لأنهم يثبتون الموت والموت لا يدخل تحت الحكم ويثبت النكاح والمهر في تركته.[3]

ترجمہ: موت کا دن قاضی کے حکم کے تحت نہیں آتا۔یہاں تک کہ اگر آدمی نے دعویٰ کیا کہ میرا باپ فلاں تاریخ کو فوت ہو چکا ہے اور اس کے حق میں فیصلہ کیا گیا۔اس کے بعد ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ اس میت نے اس تاریخ کے ایک دن

---

[1] الزاھدی، مختار بن محمود بن محمد الغزمینی۔القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیہ (مخطوطہ)۔اسلام آباد: الندوۃ لائبریری چھتر۔الرقم۔k3.786 ۔ ص316

[2] نظام الدین البلخی۔الفتاوی الہندیۃ۔ج4ص82۔

[3] ابن قاضی سماونۃ۔جامع الفصولین۔ج1ص154۔

بعد میرے ساتھ نکاح کیا ہے۔تو اس صورت میں گواہوں کو قبول کیا جائیگااور نکاح کا حکم کیا جائیگا۔اس کے برعکس قتل کا دن قاضی کے حکم کے تحت آتا ہے۔چنانچہ اگر ایک آدمی نے کسی پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے باپ کو فلاں تاریخ کو قتل کیا ہے۔ قاضی نے قاتل کے قصاص کا حکم بھی جاری کیا۔اس کے بعد ایک عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس کے باپ نے اُس تاریخ کے ایک دن بعد میرے ساتھ نکاح کیا ہے۔تو اس صورت میں عورت کا دعویٰ نہیں سنا جائیگا۔

اسی طرح اگر ایک عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس نے فلاں سال کے ماہ رجب میں میرے ساتھ نکاح کیا ہےاور اس کے میراث میں سے مہر کا دعویٰ کیا۔ میت کے وارثوں نے گواہ پیش کئے کہ ہمارا مُورِثْ اس سال کے ماہ صفر میں فوت ہو چکا ہے۔تو اس صورت میں گواہ قبول نہیں کئے جائینگے کیونکہ وہ موت کو ثابت کر رہے ہیں اور موت قاضی کے حکم کے تحت نہیں آتا۔لہٰذا نکاح بھی ثابت ہو جائیگا اور میراث میں سے اس کیلئے مہر بھی۔

طلاق کے مسائل

مسئلہ 37: اگر مرد نے اپنی بیوی کو خلع[1] دیا۔ پھر اس نے گواہ پیش کئے کہ خلع کے وقت میں مجنون تھا جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ خلع کے وقت یہ صحیح اور ذی عقل تھا۔ تو اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔

اور اسی طرح کا حکم ہے یعنی عورت کے گواہ معتبر ہونگے اگر مرد مقدمے کے وقت مجنون ہو اور اس کا ولی گواہ پیش کریں کہ یہ خلع کے وقت مجنون تھا۔ جبکہ عورت گواہ پیش کریں کہ یہ خلع کے وقت عقل مند اور ٹھیک تھا۔

عام قاعدہ اور کلیہ یہ ہے کہ جو گواہ اس بات پر گواہی دے رہے ہو کہ فلاں بندہ فلاں کام کے وقت ٹھیک تھا تو یہ گواہ معتبر ہونگے بمقابلہ ان گواہوں کے کہ جو یہ گواہی دے رہے ہو کہ یہ بندہ فلاں کام کے وقت مجنون تھا یا مخلوط العقل تھا۔

مسئلہ 37: إِذَا خَالَعَ امْرَأَتَهُ ثُمَّ أَقَامَ الزَّوْجُ بَيِّنَةً أَنَّهُ كانَ مجنُونًا وَقْتَ الْخُلْعِ وَأَقَامَتْ بَيِّنَةً عَلَى كَوْنِهِ عَاقِلًا حِينَئِذٍ أَوْ كانَ مجنُونًا وَقْتَ الْخُصُومَةِ فَأَقَامَ وَلِيُّهُ بَيِّنَةً أَنَّهُ كانَ مجنُونًا وَالْمَرْأَةُ عَلَى أَنَّهُ كانَ عَاقِلًا فَبَيِّنَةُ الْمَرْأَةِ أَوْلَى فِي الْفَصْلَيْنِ[2]۔

ترجمہ: اگر مرد نے اپنی بیوی کو خلع دیا۔ پھر اس نے گواہ پیش کئے کہ خلع کے وقت میں مجنون تھا جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ خلع کے وقت یہ صحیح اور ذی عقل تھا یا مقدمے کے وقت مجنون تھا اور اس کے ولی نے گواہ پیش کئے کہ یہ مجنون تھا جب کہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ یہ عقل مند تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 38: دو بندے گواہی دے رہے ہیں کہ زید فوت ہو چکا ہے اس حال میں کہ یہ عورت اس کی بیوی ہے جبکہ دو اور بندے گواہی دے رہے ہیں کہ زید نے اپنی موت سے پہلے اس عورت کو طلاق دیا تھا۔ تو شیخ ابو بکر محمد بن فضلؒ فرماتے ہے کہ جو گواہ اس کے بیوی ہونے پر گواہی دے رہے ہیں وہ معتبر ہونگے جبکہ قاضی امام علی سغدیؒ فرماتے ہے کہ طلاق والے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 38: رجلان شهدا أن فلانا قد مات وهذه كانت امرأته وشهد آخران أنه كان طلقها قبل الموت قال الشيخ الامام أبو بكر محمد بن الفضل[3] رحمه الله تعالى شهود الزوجية أولى وقال القاضي الامام علي السغدي[4] رحمه الله تعالى شهود الطلاق أولى[5]۔

---

[1] بیوی نے اپنے خاوند کو کہا کہ آپ مجھ سے اتنی رقم لے کر میرے ساتھ نکاح کو ختم کرو یا وہ مہر جو میرا آپ کے ذمے ہے اس کے بدلے مجھے نکاح سے آزاد کردو۔ خاوند نے اسی مجلس میں اس کی بات کو قبول کرلیا تو اس کو خلع کہتے ہے۔ اس کی وجہ سے ایک طلاق بائن پڑ جاتی ہے۔

[2] ملا خسرو۔ درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ ج2 ص384

[3] یہ محمد بن فضل ابو بکر الفضلی الکماری البخاری ہے۔ بڑے امام تھے۔ روایت میں معتمَد تھے۔ شہروں کے بڑے بڑے ائمہ ان کی طرف استفادے کیلئے سفر کرتے تھے۔ بخارا کے رہنے والے تھے۔ ۳۸۱ھ کو رمضان میں جمعے کے دن وفات ہوئے۔ دیکھئے الفوائد البھیۃ لابی الحسنات اللکنوی ص ۱۸۴۔

[4] یہ ابو الحسن علی بن الحسین بن محمد السُغدی ہے۔ قاضی القضاۃ تھے۔ شیخ الاسلام ان کا لقب تھا۔ بڑے اچھے امام تھے۔ اچھے مناظر بھی تھے۔ "النتف فی الفتاوی"، "شرح السیر الکبیر" ان کے تصانیف ہیں۔ بخارا میں رہتے تھے۔ ۴۶۱ھ کو وفات ہوئے۔ الزرکلی، الاعلام، ج ۴ ص ۲۷۹۔

[5] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص55۔

ترجمہ: دو بندوں نے گواہی دی کہ فلاں فوت ہو چکا ہے اس حال میں کہ یہ عورت اس کی بیوی ہے جبکہ دو اور بندوں نے گواہی دی کہ فلاں نے اپنی موت سے پہلے اس عورت کو طلاق دیا تھا۔ تو شیخ ابو بکر محمد بن فضلؒ فرماتے ہے کہ جو گواہ اس کے بیوی ہونے پر گواہی دے رہے ہیں وہ معتبر ہونگے جبکہ قاضی امام علی سعدیؒ فرماتے ہے کہ طلاق والے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 39: ایک عورت نے زید کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا (کہ آپ نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے) جبکہ زید نے کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان نکاح نہیں ہے۔ اس کے بعد عورت نے نکاح پر گواہ پیش کئے جبکہ زید نے خلع پر گواہ پیش کئے۔ تو اس صورت میں زید کے گواہ معتبر ہونگے۔ اور اگر زید نے نکاح سے انکار کے وقت یہ کہا ہو کہ میرے اور آپ کے درمیان سرے سے نکاح تھا ہی نہیں۔ اس کے بعد جب عورت نے گواہ پیش کئے تو اس وقت زید نے خلع پر گواہ پیش کئے۔ تو قاضی خان فرماتے ہے کہ اچھی بات یہ ہے کہ زید کے گواہوں کی بات نہ سنی جائے۔

مسئلہ 39: لو ادعت امرأة على رجل نكاحا فقال الرجل لا نكاح بيني وبينك فلما أقامت المرأة البينة على النكاح أقام هو البينة على أنها اختلعت منه تقبل بينته . وإن قال الرجل في إنكاره لم يكن بيننا نكاح قط أو قال ما تزوجتها قط فلما أقامت المرأة البينة على النكاح أقام هو البينة على أنها اختلعت منه . قال المصنف رحمه الله تعالى ينبغي ان لا تسمع بينته[1]۔

ترجمہ: ایک عورت نے ایک مرد کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا جبکہ مرد نے کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان نکاح نہیں ہے۔ اس کے بعد عورت نے نکاح پر گواہ پیش کئے جبکہ مرد نے خلع پر گواہ پیش کئے۔ تو اس صورت میں مرد کے گواہوں کو قبول کیا جائیگا۔ اور اگر مرد نے نکاح سے انکار کے وقت یہ کہا ہو کہ میرے اور آپ کے درمیان سرے سے نکاح تھا ہی نہیں یا میں نے آپ کے ساتھ نکاح کبھی کیا ہے نہیں۔ اس کے بعد جب عورت نے گواہ پیش کئے تو اس وقت مرد نے خلع پر گواہ پیش کئے۔ تو مصنفؒ فرماتے ہے کہ اچھی بات یہ ہے کہ مرد کے گواہوں کی بات نہ سنی جائے۔

مسئلہ 40: قاضی خان میں مذکور ہے کہ اگر ایک عورت نے فوت شدہ مرد کے بیٹے پر دعویٰ کیا کہ میں اس کے باپ کی بیوی ہو۔ وہ اس حال میں مرگئے کہ میں اس کے نکاح میں تھی۔ لہٰذا اس کے میراث میں سے مجھے اپنا حصہ چاہئیے۔ عورت کے اس دعوے سے بیٹے نے انکار کیا۔ اس کے بعد عورت نے نکاح کے اوپر گواہ پیش کئے۔ جبکہ بیٹے نے گواہ پیش کئے کہ اس عورت کو میرے باپ نے تین طلاقیں دی تھی۔ اور اس کے مرنے سے پہلے اس کی عدت گزر چکی ہے۔ تو صحیح بات یہ ہے کہ بیٹے کے گواہ قبول کئے جائے۔ اور اگر عورت کے دعوے کے وقت بیٹے نے یہ کہا ہو کہ اس عورت کے ساتھ میرے باپ نے نکاح نہیں کیا تھا۔ یا سرے سے یہ عورت اس کی بیوی ہی نہیں تھی۔ تو اس صورت میں بیٹے کے گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔

مسئلہ 40: امرأة ادعت على ولد ميت أنها كانت امرأة أبيه مات وهي في نكاحه وطلبت الميراث فجحد الابن

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 100۔

فأقامت البينة على نكاحها ثم إن الابن أقام البينة أن أباه كان طلقها ثلاثا وانقضت عدتها قبل موته اختلفوا فيه والصحيح أنها تقبل بينة الابن فإن كان الابن حين ادعت المرأة ذلك قال إنه لم يكن تزوجها أو لم تكن بزوجة له قط ثم أقام البينة على الطلاق لاتقبل بينته[1]۔

ترجمہ: ایک عورت نے فوت شدہ مرد کے بیٹے پر دعویٰ کیا کہ میں اس کے باپ کی بیوی ہو وہ اس حال میں مر گئے کہ میں اس کے نکاح میں تھی۔ عورت نے میراث میں سے اپنا حصہ طلب کیا۔ بیٹے نے انکار کیا۔اس کے بعد عورت نے نکاح کے اوپر گواہ پیش کئے جبکہ بیٹے نے گواہ پیش کئے کہ اس عورت کو میرے باپ نے تین طلاقیں دی تھی اور اس کے مرنے سے پہلے اس کی عدت گزر چکی ہے۔ تو اس میں علماء کرام کا اختلاف ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ بیٹے کے گواہ قبول کئے جائینگے۔اور اگر عورت کے دعوے کے وقت بیٹے نے یہ کہا ہو کہ اس عورت کے ساتھ میرے باپ نے نکاح نہیں کیا تھا یا سرے سے اس کی بیوی ہی نہیں تھی اس کے بعد اس نے طلاق کے اوپر گواہ پیش کئے تو بیٹے کے گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔

مسئلہ 41: قاضی خان میں مذکور ہے کہ اگر بیوی نے اپنے خاوند پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں۔ عورت نے گواہ بھی پیش کئے۔ جبکہ خاوند منکر ہو۔ پھر خاوند نے دعوی کیا کہ اس کے ساتھ نکاح میں نے اس کے اقرار کے بعد کیا ہے۔اس نے خود اقرار کیا تھا کہ میں نے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کیا۔ لہٰذا اپ کے ساتھ اب میرا نکاح صحیح ہے۔ پس یہ دفعیہ قاضی نہیں سنے گا۔ یعنی اس کی وجہ سے بیوی کا دعویٰ رد نہیں ہوگا۔

جامع الفصولین کے دسویں فصل میں مذکور ہے کہ اگر زید اور اس کی بیوی کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ بیوی نے گواہ پیش کئے کہ اس نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں۔ جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ اس عورت نے میرے تین طلاق دینے کے بعد خود اقرار کیا تھا کہ میں نے عدت گزاری۔اس کے بعد دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کیا۔اس نے ہمبستری کے بعد طلاق دے کر اب میری عدت گزر گئی۔ لہٰذا زید کے ساتھ میرا نکاح ہوا۔ ابھی میں زید کی بیوی ہو۔ تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ صحیح دفعیہ نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ دفعیہ صحیح ہے۔اس کی وجہ سے عورت کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

مسئلہ 41: امرأة ادعت على زوجها أنه طلقها ثلاثا وأقامت البينة والزوج يجحد ثم ادعى الزوج أنه قد تزوجها بعد ما اعترفت أنها تزوجت بالمحلل ويحل له نكاحها لا يسمع منه هذا الدفع[2]۔

لو برهنت على طلقات ثلاث وبرهن الزوج أنها أقرت بعد الطلقات الثلاث أنها اعتدت وتزوجت بآخر ودخل بها وطلقها ومضت عدتها وتزوجته وهي امرأته اليوم فقد قيل هذا ليس بدفع والصحيح أنه دفع صحيح[3].

ترجمہ: ایک عورت نے اپنے خاوند پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اور اس نے گواہ بھی پیش کئے جبکہ خاوند منکر ہے۔ پھر خاوند نے دعوی کیا کہ اس کے ساتھ نکاح میں نے اس کے اقرار کے بعد کیا ہے۔اس نے خود اقرار کیا تھا کہ

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3ص102۔

[2] محولہ بالا۔

[3] ابن قاضی سماونتہ۔ جامع الفصولین۔ ج1ص142۔

میں نے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کیا۔لہٰذااپ کے ساتھ اب میرا نکاح صحیح ہے۔پس یہ دفعیہ قاضی نہیں سنے گا۔
اگر بیوی نے تین طلاقوں پر گواہ پیش کئے جبکہ خاوند نے گواہ پیش کئے کہ اس عورت نے میرے تین طلاق دینے کے بعد خود اقرار کیا تھا کہ میں نے عدت گزاری۔اس کے بعد دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کیا۔اس نے ہمبستری کے بعد طلاق دے کراب میری عدت گزر گئی اور فلاں کے ساتھ میرا نکاح ہوا۔ابھی میں اس کی بیوی ہو۔تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ صحیح دفعیہ نہیں ہے۔لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ دفعیہ صحیح ہے۔
مسئلہ 42:ایک مرد نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر میں نے اتنے وقت تک آپ کو آپ کا نفقہ نہیں پہنچایا تو آپ کو اختیار ہے جس وقت چاہے آپ طلاق لے سکتی ہے۔جب یہ وقت گزر گیا بیوی نے طلاق لینے کا ارادہ کیا تو اس وقت میاں بیوی کااختلاف ہوا کہ کیا بیوی تک نفقہ مقررہ وقت میں پہنچا تھا یا نہیں؟
بیوی نے گواہ پیش کئے کہ میرے خاوند نے خود اقرار کیا ہے کہ میں نے نفقہ اس وقت تک نہیں پہنچایا ہے۔
تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ گواہ قبول کئے جائینگے اور اس کی وجہ سے خاوند کے گواہ رد ہو جائینگے۔
اور اگر عورت نے گواہ پیش کئے کہ میرے خاوند نے ایسا اقرار کیا تھا کہ میں نے بیوی کو نفقہ نہیں دیا ہے تو یہ گواہ قبول نہیں کئے جائینگے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے وکیل نے نفقہ دیا ہو۔
لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں عورت کے گواہ معتبر ہو نگے۔پہلی صورت میں تو ظاہر ہے جبکہ دوسری صورت میں بھی وکیل کا دینا اس کا دینا ہے۔کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں زید کو اس کا حق ضرور پہنچادونگا۔پھر اس نے خود اپنے ہاتھ سے نہیں دیا بلکہ کسی اور کو کہا کہ یہ حق اپ زید کو دیدیں۔پس اس نے زید کو دیدیا۔تو اب یہ اپنے قسم میں خانث نہیں ہوا بلکہ اس کی قسم پوری ہوئی۔

مسئلہ 42 : جعل أمر امرأته بيدها على أنه لو لم تصل إليها نفقتها في وقت كذا فهي تطلق نفسها متى شاءت فمضى ذلك الوقت فأرادت أن تطلق نفسها فاختلفا في وصول النفقة في ذلك الوقت فبرهنت أنه أقر أنه لم تصل إليها نفقتها قُبِل وتندفع دعواه ولو برهنت أنه أقر أنه لم يدفع إليها نفقتها لا تقبل لجواز أن وكيله دفع إليها وقيل: تقبل في الوجهين لأن دفع وكيله كدفعه ألا يرى أنه لو حلف ليقضين فلاناً حقه فأمر غيره فأعطاه برّ[1]۔

ترجمہ : ایک مرد نے اپنی بیوی کو اختیار دیا کہ اگر میں نے اتنے وقت تک اپ کو آپ کا نفقہ نہیں پہنچایا تو اپ جس وقت چاہے طلاق لے سکتی ہے۔پس یہ وقت گزر گیا بیوی نے طلاق لینے کا ارادہ کیا تو اس وقت میاں بیوی کااختلاف ہوا کہ کیا بیوی تک نفقہ مقررہ وقت میں پہنچا تھا یا نہیں؟
بیوی نے گواہ پیش کئے کہ میرے خاوند نے خود اقرار کیا ہے کہ میں نے نفقہ اس وقت تک نہیں پہنچایا ہے۔
تو یہ گواہ قبول کئے جائینگے اور اس کی وجہ سے خاوند کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔
اگر عورت نے گواہ پیش کئے کہ میرے خاوند نے ایسا اقرار کیا تھا کہ میں نے بیوی تک نفقہ نہیں دیا ہے تو یہ گواہ قبول نہیں

---

[1] ابن قاضی سماونۃ۔جامع الفصولین۔ج1ص142۔

کئے جائینگے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے وکیل نے نفقۃ دیا ہو۔ لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وکیل کا دینا اس کا دینا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کو اس کا حق ضرور پہنچادونگا۔ پھر اس نے کسی اور کو کہا اور اس نے وہ حق دیدیا۔ تو اب یہ اپنے قسم سے بری ہوا۔

مسئلہ 43: اگر دو بندوں نے گواہی دی کہ فلاں اس حال میں مرچکا ہے کہ یہ اس کی بیوی ہے جبکہ دو اور نے گواہی دی کہ اس نے اپنی موت سے پہلے اس بیوی کو طلاق دی تھی۔ تو امام بقالیؒ صاحب فرماتے ہے کہ زوجیت کے گواہ معتبر ہیں جبکہ علی سغدیؒ صاحب فرماتے ہے کہ طلاق کے گواہ معتبر ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر بیوی نے دو عقدوں کا دعویٰ کیا تو فتویٰ یہ ہے کہ زوجیت کے گواہ معتبر ہونگے۔ (یعنی ہم کہیں گے کہ پہلے نکاح کے بعد طلاق ہوئی۔ اس کے بعد پھر نکاح ہوا)۔ اور اگر عورت نے دو عقدوں کا دعویٰ نہیں کیا ہو تو طلاق کے گواہ معتبر ہونگے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس میت کے وارث نے اس عورت کے ساتھ نکاح کا انکار کیا تھا اور ابھی طلاق کے اوپر گواہ پیش کر رہا ہو تو اس کی وجہ سے عورت کے گواہ رد نہیں ہونگے کیونکہ عورت اپنے نکاح کو گواہوں کے ذریعے ثابت کر رہی ہے۔ اور اگر وارث نے نکاح کا انکار نہیں کیا ہو بلکہ میراث سے انکار کیا ہو۔ مثلاً اس نے کہا ہو کہ موت کے وقت یہ اس کی بیوی نہیں تھی۔ یا یہ کہ زوجیت کی وجہ سے یہ عورت میراث کی حقدار نہیں ہے۔ یا اس جیسا کچھ اور کہا۔ [ابھی اگر وہ طلاق پر گواہ پیش کر رہا ہو تو یہ گواہ قبول ہیں } ۔ اس کی وجہ سے عورت کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

مسئلہ 43: شهد اثنان أنه مات وهذه امرأته وآخران أنه طلقها قبل موته قال "بقالی[1] رحمہ اللہ" بينة الزوجية أولى وقال "سغدى [2]رحمہ اللہ" بينة الطلاق أولى وقيل لو كانت المرأة تدعي عقدين يفتى بأولوية بينة الزوجية وإلا فبأولوية بينة الطلاق وقيل لو أنكروا نكاحها أصلاً لم يكن هذا دفعاً لدعواها ولو لم ينكروا أصل النكاح وإنما أنكروا إرثها بأن قالوا لم تكن زوجة له عند موته أو لا ترثه بالزوجية أو نحوه فهذا دفع.[3]

ترجمہ: دو بندوں نے گواہی دی کہ فلاں اس حال میں مرچکا ہے کہ یہ اس کی بیوی ہے جبکہ دو اور نے گواہی دی کہ اس نے اپنی موت سے پہلے اس بیوی کو طلاق دی تھی۔ تو امام بقالیؒ صاحب فرماتے ہے کہ زوجیت کے گواہ معتبر ہیں۔ جبکہ علی سغدیؒ صاحب فرماتے ہے کہ طلاق کے گواہ معتبر ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر بیوی نے دو عقدوں کا دعویٰ کیا ہو تو زوجیت کے گواہ معتبر ہونے کے اوپر فتویٰ دیا جائیگا اور اگر

---

[1] یہ ابو الفضل محمد بن ابی القاسم النحوی البقالی الخُوارزمی ہے۔ ان کا لقب زین المشائخ تھا۔ انہوں نے زمخشری سے علم حاصل کیا تھا۔ "الفتاوی"، "جمع التفاریق"، "التفسیر" وغیرہ ان کے تصانیف ہیں۔ خوارزم کے جرجانیۃ میں ۵۷۶ھ کو وفات ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ ۵۶۲ھ ان کی وفات کی تاریخ ہے۔ الزرکلی، الاعلام۔ ج۶ ص۳۳۵۔

[2] دیکھئے مسئلہ نمبر ۳۸۔

[3] ابن قاضی سماونۃ۔ جامع الفصولین۔ ج1 ص142۔

عورت نے دو عقدوں کا دعویٰ نہیں کیا ہو تو طلاق کے گواہ معتبر ہونے کے اوپر فتویٰ دیا جائیگا۔
بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس میت کے وارث نے اس عورت کے ساتھ سرے سے نکاح کا انکار کیا تھا تو اس کی وجہ سے عورت کا دعویٰ رد نہیں ہوگا۔اور اگر وارث نے اصل نکاح کا انکار نہیں کیا ہو بلکہ میراث سے انکار کیا ہو۔مثلاً اس نے کہا ہو کہ موت کے وقت اس کی بیوی نہیں تھی یا یہ کہ زوجیت کی وجہ سے یہ عورت میراث کی حقدار نہیں ہے یا اس جیسا کچھ اور کہا تو اس کی وجہ سے عورت کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔
مسئلہ 44: ایک آدمی فوت ہو گیا۔اس کی بیوی رہ گئی۔ایک اور بیوی سے اولاد رہ گئی۔اولاد نے دعویٰ کیا کہ یہ عورت یعنی ہماری سوتیلی ماں ہمارے باپ پر اس کے مرنے سے چھ مہینے پہلے حرام ہو گئی تھی۔اس دعوے پر انہوں نے گواہ بھی پیش کئے۔اس کے بر عکس عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس کے مرنے کے وقت میں اس پر حلال تھی تو اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 44:مات عن زوجةٍ و اولادٍمن زوجةٍ أُخري و ادعى الاولاد انها كانت حراما قبل موته بستَّةِ اشهُرٍ و اقاموا بينة و اقامت المرأةُ بينة انها كانت حلالا وقت الموت فشهود المرأةِ اولي[1]۔
ترجمہ: ایک آدمی فوت ہو گیا۔اس کی بیوی رہ گئی۔ایک اور بیوی سے اولاد رہ گئی۔اولاد نے دعویٰ کیا کہ یہ عورت ہمارے باپ پر اس کے مرنے سے چھ مہینے پہلے حرام ہو گئی تھی۔انہوں نے گواہ بھی پیش کئے۔اس کے بر عکس عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس کے مرنے کے وقت میں اس پر حلال تھی تو اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔
مسئلہ 45: اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر میں نے اپ کی اجازت کے بغیر نشے کی کوئی بھی چیز پی لی تو اپ کو اختیار ہے (اگر چاہے تو طلاق لے سکتے ہو)۔اب عورت نے گواہ پیش کئے کہ میرے خاوند نے میری اجازت کے بغیر شراب پی لی ہے مثلاً جبکہ خاوند نے گواہ پیش کئے کہ اس نے مجھے پینے کی اجازت دی تھی۔تو اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 45:لَوْ قال لامْرَأَتِهِ إنْ شرِبْت مُسْكِرًا بِغَيرِ إذْنِك فَأَمْرُك بِيَدِك فَأَقَامَتْ بَيِّنَةً على وُجُودِ الشرطِ وَأَقَامَ الزَّوْجُ بَيِّنَةً أَنَّهُ كان بِإِذْنِها فَبَيِّنَةُ الْمَرْأَةِ أَوْلى2۔
ترجمہ: اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر میں نے اپ کی اجازت کے بغیر نشے کی کوئی بھی چیز پی لی تو اپ کو اختیار ہے۔اب عورت نے شرط کے پائے جانے پر گواہ پیش کئے جبکہ خاوند نے گواہ پیش کئے کہ اس نے مجھے اجازت دی تھی تو اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔
مسئلہ 46: زید فوت ہو چکا ہے۔اس کی اولاد نے دعویٰ کیا کہ ہمارے باپ نے یہ عورت اپنی موت سے دو سال پہلے اپنے آپ پر حرام کی تھی۔اس عورت نے کہا کہ میرے خاوند نے اپنی مرض موت میں یہ اقرار کیا تھا کہ یہ عورت میرے لئے

---

[1] الزاھدی۔القنیۃ المنیۃ۔ص 315۔
[2] محولہ بالا۔ص 316۔

حلال ہے۔ عورت کے اس بات کی وجہ سے اولاد کا دعویٰ دفع ہو جائیگا۔
اور اگر اولاد نے اس کے ساتھ نکاح کا انکار کیا ہو۔ پھر جب عورت نے نکاح پر گواہ پیش کیۓ تو انہوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے اس کو طلاق دی ہے۔ اور اس کی عدت اس کے مرنے سے پہلے مکمل ہو چکی ہے۔
تو امام سغدیؒ صاحب فرماتے ہے کہ یہ صحیح دفعیہ ہے۔ اس کی وجہ سے عورت کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔ جب کہ امام بقالیؒ صاحب فرماتے ہے کہ یہ صحیح دفعیہ نہیں ہے۔
بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر اولاد نے اصل نکاح سے انکار کیا ہو اور اب طلاق پر گواہ پیش کر رہے ہو تو اس کی وجہ سے عورت کی بات رد نہیں ہو گی۔ اور اگر اصل نکاح سے انکار نہیں کیا ہو بلکہ میراث سے منکر ہو۔ تو یہ صحیح دفعیہ ہے۔

مسئلہ 46: لو قالت الورثة أن أبانا حرمها على نفسه قبل موته بسنتين فقالت أن زوجها أقر في مرض موته إني حلال عليه فهذا دفع ولو أنكروا نكاحها فبرهنت عليه فقالوا أن أبانا طلقها ومضت عدتها قبل موته قال "سغدى رحمہ اللہ " هذا دفع وقال "بقالى رحمہ اللہ": لا، وقيل: لو أنكروا النكاح أصلاً لا يكون دفعاً وإلا فدفع[1].

ترجمہ: اگر ورثاء نے کہا کہ ہمارے باپ نے یہ عورت اپنی موت سے دو سال پہلے اپنے اپ پر حرام کی تھی جبکہ اس عورت نے کہا کہ میرے خاوند نے اپنی مرض موت میں یہ اقرار کیا تھا کہ یہ عورت میرے لئے حلال ہے۔ عورت کے اس بات کی وجہ سے اولاد کا دعویٰ دفع ہو جائیگا۔
اگر اولاد نے اس کے ساتھ نکاح کا انکار کیا ہو۔ پھر جب عورت نے نکاح پر گواہ پیش کیۓ تو انہوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے اس کو طلاق دی ہے۔ اور اس کی عدت اس کے مرنے سے پہلے مکمل ہو چکی ہے۔ تو امام سغدیؒ صاحب فرماتے ہے کہ یہ صحیح دفعیہ ہے جب کہ امام بقالیؒ صاحب فرماتے ہے کہ یہ صحیح دفعیہ نہیں ہے۔
بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر اولاد نے اصل نکاح سے انکار کیا ہو تو اس کی وجہ سے عورت کی بات رد نہیں ہو گی۔ اور اگر اصل نکاح سے انکار نہیں کیا ہو تو یہ صحیح دفعیہ ہے۔
مسئلہ 47: ایک عورت مر گئی۔ ایک مرد نے اس کے میراث کا دعویٰ کیا۔ اس نے کہا کہ مرتے دم تک یہ عورت میرے نکاح میں تھی جبکہ اس عورت کے وارثوں نے گواہ پیش کیۓ کہ آپ نے اس سے پہلے یہ بات کہی تھی کہ یہ فوت شدہ عورت اگر میری بیوی ہوتی تو مجھے اس کا میراث مل جاتا۔
تو اس صورت میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس کا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ یہ میری بیوی نہیں ہے اس وجہ سے اس کا دعویٰ رد ہو جائیگا جبکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس بات کی وجہ سے اس کا دعویٰ رد نہیں ہوگا۔ اور یہ اس بات کا اقرار نہیں ہے کہ یہ میری بیوی نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک ادمی کہتا ہے کہ زید اگر گھر میں ہوتا تو میں اس کے پاس چلا جاتا۔ تو یہ اس بات کا اقرار نہیں ہے کہ زید قطعی طور پر گھر میں نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جو بات اپ کہہ رہے ہیں

---

[1] ابن قاضی سماونۃ۔ جامع الفصولین۔ ج1 ص143۔

(کہ یہ عدم زوجیت کااقرار ہے۔ عدم زوجیت کی بات توسرے سے اس نے کی نہیں ہے) یہ تواس کی باتوں سے ویسے معلوم ہو رہی ہے۔اور اس قسم کی باتوں کو مفہوم مخالف کہتے ہیں۔ ہمارے مذہب میں مفہوم مخالف حجت نہیں ہے۔اور اگر مرد کے دعوے کے جواب میں ورثاء نے یہ کہاکہ آپ نے یہ کہا تھاکہ یہ عورت میری بیوی تھی لیکن میں نے اس کو طلاق دی ہے۔تواس بات کی وجہ سے بھی اس مرد کے دعوے کو رد نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ مرد گواہوں کے ذرئیعے یہ ثابت کر رہا ہے کہ مرتے دم تک وہ میری بیوی تھی۔ لہٰذا جو بات (طلاق والی) ورثاء ثابت کر رہے ہیں اس کا مرد کے باتوں کے ساتھ کوئی ٹکراؤنہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے پہلے طلاق دی ہو پھر اس کے ساتھ نکاح کیا ہو۔

مسئلہ47: ادعى إرثها وقال كانت في نكاحي إلى يوم موتها فبرهنت ورثتها إنك قلت قبل هذا، اگراين مرده زن من بودي ميراث بردمي، قيل: تندفع ويكون قوله هذا إقرار بأنها ليست امرأته وقيل لا تندفع ولا يكون قوله هذا إقرارا بعدم الزوجية كما لو قال إن كان فلان في الدار لذهبت إليه لا يكون إقرارا أن فلاناً ليس في الدار لا محالة على أن ما ذكرتم مفهوم كلامه وظاهر المذهب عندنا أن المفهوم ليس بحجة ولو قالوا إنك قلت كانت امرأتي إلا أني طلقتها لا تندفع لأن الزوج أثبت نكاحها بالبينة الى يوم الموت وما أثبته الورثة لا ينافي ذلك لجواز أنه طلقها ثم تزوجها[1]۔

ترجمہ: ایک مرد نے فوت شدہ عورت کے میراث کا دعویٰ کیااس نے کہاکہ مرتے دم تک یہ عورت میرے نکاح میں تھی جبکہ عورت کے ورثاء نے گواہ پیش کئے کہ آپ نے اس سے پہلے یہ بات کہی تھی کہ یہ فوت شدہ عورت اگر میری بیوی ہوتی تو مجھے اس کا میراث مل جاتا۔

تو بعض علماء فرماتے ہیں اس کا دعویٰ رد ہو جائیگااور اس کا قول اس بات کااقرار ہو جائیگا کہ یہ میری بیوی نہیں ہے جبکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس بات کی وجہ سے اس کا دعویٰ رد نہیں ہوگااور اس کا قول عدم زوجیت کااقرار نہیں ہوگا جس طرح کہ ایک ادمی کہتا ہے کہ فلاں اگر گھر میں ہوتا تو میں اس کے پاس چلاجاتا۔ تو یہ اس بات کااقرار نہیں ہے کہ وہ قطعی طور پر گھر میں نہیں ہے۔اس کے علاوہ جو بات آپ کہہ رہے ہیں یہ تومفہوم مخالف ہے اور ہمارے مذہب میں مفہوم مخالف حجت نہیں ہے۔اور اگر مرد کے دعوے کے جواب میں ورثاء نے یہ کہاکہ آپ نے یہ کہا تھاکہ یہ عورت میری بیوی تھی لیکن میں نے اس کو طلاق دی ہے۔تواس بات کی وجہ سے بھی اس مرد کے دعوے کو رد نہیں کیا جائیگا کیونکہ مرد نے گواہوں کے ذرئیعے یہ ثابت کر دیا کہ مرتے دم تک وہ میری بیوی تھی۔ لہٰذا جو بات (طلاق والی) ورثاء ثابت کر رہے ہیں اس کا مرد کے باتوں کے ساتھ کوئی ٹکراؤنہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے پہلے طلاق دی ہو پھر اس کے ساتھ نکاح کیا ہو۔

مسئلہ 48: ایک مرد نے گواہ پیش کئے کہ یہ عورت میری بیوی ہے اس کے ساتھ میں نے نکاح کیا ہے جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس سے میں نے خلع لیا ہے۔ عورت کے اس بات کی وجہ سے مرد کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

---

[1] ابن قاضی سماونۃ۔ جامع الفصولين۔ج1ص143۔

ہاں یہ اس وقت ہے کہ جب دونوں نے تاریخ کا ذکر نہیں کیا ہو۔(یعنی مرد نے نکاح کا اور عورت نے خلع کا)، یا دونوں میں سے کسی ایک نے تاریخ ذکر کی ہو۔اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو لیکن خلع کی تاریخ مقدم ہو۔تو اس صورت میں مرد کا دعویٰ رد نہیں ہو گا بلکہ عورت کے گواہ رد ہو جائینگے۔

مسئلہ 48: برهن على نكاحها فبرهنت أنه خالعها تندفع لو لم يؤقتا أو وقت أحدهما فقط ولو وقتا وتاريخ الخلع أسبق لا تندفع فترد بينتها[1]۔

ترجمہ: ایک مرد نے عورت کے ساتھ نکاح پر گواہ پیش کئے جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس سے میں نے خلع لیا ہے۔عورت کے اس بات کی وجہ سے مرد کا دعویٰ رد ہو جائیگا اگر دونوں نے تاریخ کا ذکر نہیں کیا ہو یا دونوں میں سے صرف کسی ایک نے تاریخ ذکر کی ہو۔اور اگر دونوں نے تاریخ کا ذکر کیا ہو لیکن خلع کی تاریخ مقدم ہو۔تو اس صورت میں مرد کا دعویٰ رد نہیں ہو گا بلکہ عورت کے گواہ رد ہو جائینگے۔

مسئلہ 49: ایک مرد نے گواہ پیش کئے کہ اس عورت کے ساتھ میں نے فلاں مہینے کے پہلے تاریخ کو نکاح کیا ہے جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس نے اس تاریخ کے تین مہینے بعد یہ کہا تھا کہ یہ عورت میرے اوپر حرام ہے اور یہ میری بیوی نہیں ہے تو یہ بات صحیح ہے۔

اس کا فائدہ یہ ہے کہ قاضی اس مرد کو کہے گا کہ آپ قسم کھالیں کہ یہ بات میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہی تھی اور اس سے میرا مقصد طلاق نہیں تھا۔پس اگر آدمی نے قسم کھانے سے انکار کیا تو اس کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

مسئلہ 49: برهن أنه تزوجها في غرة شهر كذا وبرهنت أنه أقر بعد هذا التاريخ بثلاثة أشهر أنها حرام عليه وليست بامرأته فهذا دفع صحيح حتى يحلف أنه لم يرد به الطلاق فلو نكل يندفع[2]۔

ترجمہ: ایک مرد نے گواہ پیش کئے کہ اس عورت کے ساتھ میں نے فلاں مہینے کے پہلے تاریخ کو نکاح کیا ہے جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس نے اس تاریخ کے تین مہینے بعد یہ اقرار کیا تھا کہ یہ عورت میرے اوپر حرام ہے اور یہ میری بیوی نہیں ہے تو یہ صحیح دفعیہ ہے یہاں تک کہ مرد قسم کھالیں کہ یہ بات میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہی تھی پس اگر آدمی نے قسم کھانے سے انکار کیا تو اس کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

---

[1] ابن قاضی سماونۃ۔جامع الفصولین۔ج1ص142۔

[2] محولہ بالا۔۔ج1ص143۔

نفقہ کے مسائل

مسئلہ 50: اگر خاوند نے معسر یعنی غریب ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کی بات معتبر ہے۔ بیوی کو معسرین والا نفقہ دیگا۔ لیکن اگر بیوی نے اس کے مئوسر یعنی مالدار ہونے پر گواہ پیش کئے۔ تو پھر قاضی اس کو حکم دیگا کہ مئوسرین والا نفقہ دے۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بیوی کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 50: فإن قال الرجل أنا معسر وعلي نفقة المعسرين كان القول قوله إلا أن تقيم المرأة البينة فإن أقامت المرأة البينة أنه موسر قضي عليه بنفقة الموسرين وإن أقاما البينة كانت البينة بينة المرأة[1]۔

ترجمہ: اگر خاوند نے کہا کہ میں غریب ہوں اور میرے اوپر غریبوں والا نفقہ واجب ہے تو اس کی بات معتبر ہے مگر یہ کہ عورت گواہ پیش کریں۔ اگر عورت نے گواہ پیش کئے تو فیصلہ کیا جائیگا کہ مالداروں والا نفقہ دے۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بیوی کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 51: قاضی نے ایک بیوی کیلئے نفقہ مقرر کیا۔ اس کے بعد میاں بیوی کا مقرر کردہ نفقے یا مقرر کرنے کی جو مدت گذری ہے، اس میں اختلاف ہو گیا۔ (خاوند نے کم کا جبکہ بیوی نے زیادہ کا دعویٰ کیا)۔ اگر دونوں میں سے کسی نے بھی گواہ پیش نہیں کئے تو خاوند کی بات معتبر ہوگی۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بیوی کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 51: لو اختلف الزوجان بعد فرض النفقة في مقدار المفروض أو فيما مضى من الزمان بعد فرض القاضي كان القول قول الزوج وان اقاما البينة فبينة المرأة لأنها تثبت الزيادة[2].

ترجمہ: قاضی کے مقرر کرنے کے بعد اگر میاں بیوی کا مقرر کردہ نفقے یا مقرر کرنے کی جو مدت گذری ہے، اس میں اختلاف ہو گیا تو خاوند کی بات معتبر ہوگی۔ اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بیوی کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 52: اگر خاوند نے بیوی کو کچھ کپڑا بھیجا۔ خاوند نے کہا کہ یہ مہر ہے، یا کسوۃ ہے (وہ کپڑا جو عورت کو دیا جاتا ہے) جبکہ بیوی نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ صلہ یعنی بخشش ہے۔ تو اس صورت میں خاوند کی بات معتبر ہوگی۔

اسی طرح اگر خاوند نے بیوی کو کچھ رقم بھیج کر کہا کہ یہ نفقۃ ہے جبکہ بیوی نے کہا کہ یہ ہدیۃ ہے۔ تو اسی صورت میں بھی خاوند کی بات معتبر ہوگی لیکن اگر بیوی نے گواہ پیش کئے کہ اس نے مجھے جو کچھ بھیجا تھا وہ ہدیۃ تھا تو پھر خاوند کی بات معتبر نہیں ہوگی۔ اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو خاوند کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج1 ص197۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج1 ص199۔

اسی طرح اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے اقرار پر گواہ پیش کئے تو مالک بنانے والے گواہ معتبر ہونگے۔مثلا بیوی نے گواہ پیش کئے کہ خاوند نے اقرار کیا ہے کہ وہ بھیجی ہوئی چیز ھدیۃ تھی جبکہ خاوند نے گواہ پیش کئے کہ بیوی نے اقرار کیا ہے کہ وہ چیز مہر، کسوۃ یا نفقۃ تھی۔تو اس صورت میں خاوند کے گواہ معتبر ہونگے۔

خلاصہ کتاب میں مذکور ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کچھ کپڑا بھیجا۔خاوند نے کہا کہ یہ مہر ہے یا کسوۃ ہے یا نفقۃ ہے جبکہ بیوی نے کہا کہ یہ ھدیۃ ہے۔تو اس صورت میں خاوند کی بات معتبر ہوگی۔اور اگر بیوی نے گواہ پیش کئے یا دونوں نے گواہ پیش کئے تو دونوں صورتوں میں بیوی کی بات معتبر ہوگی۔

مسئلہ52:وإذا بعث الرجل إلى امرأته بثوب فقال الزوج هو مهر أو قال هو من الكسوة وقالت المرأة هي صلة كان القول قول الزوج وكذا لو أعطاها دراهم فقال هي نفقة وقالت المرأة هي هدية كان القول قول الزوج إلا أن تقيم المرأة البينة أنه بعث إليها هدية وإن أقاما جميعاً البينة فالبينة بينة الزوج وكذا لو أقام كل واحد منهما البينة على إقرار الآخر كانت البينة بينة المملك .إذا بعث الزوج إليها ثوبا وقال انه من الكسوة وقالت كانت هدية فالقول للزوج والبينة بينتها فان برهنا فالبينة بينتها[1]۔

ترجمہ: اگر خاوند نے بیوی کو کچھ کپڑا بھیجا۔خاوند نے کہا کہ یہ مہر ہے، یا کسوۃ ہے(وہ کپڑا جو عورت کو دیا جاتا ہے) جبکہ بیوی نے کہا کہ یہ صلہ یعنی بخشش ہے۔تو اس صورت میں خاوند کی بات معتبر ہوگی۔اسی طرح اگر خاوند نے بیوی کو کچھ رقم دے کر کہا کہ یہ نفقۃ ہے جبکہ بیوی نے کہا کہ یہ ھدیۃ ہے۔

تو اس صورت میں بھی خاوند کی بات معتبر ہوگی مگر یہ کہ بیوی گواہ پیش کریں کہ اس نے مجھے جو کچھ بھیجا تھا وہ ھدیۃ تھا۔

اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو خاوند کے گواہ معتبر ہونگے۔اسی طرح اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے اقرار پر گواہ پیش کئے تو مالک بنانے والے کے گواہ معتبر ہونگے۔اگر خاوند نے بیوی کو کچھ کپڑا بھیجا۔خاوند نے کہا کہ یہ مہر ہے یا کسوۃ ہے یا نفقۃ ہے جبکہ بیوی نے کہا کہ یہ ھدیۃ ہے۔تو اس صورت میں بات خاوند کی جب کہ گواہ عورت کے معتبر ہونگے۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بیوی کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 53: اگر باپ اور بیٹے کے درمیان والد کے مالدار ہونے میں اختلاف ہو گیا تو بیٹے کی بات معتبر ہوگی۔
(بحر الرائق میں مذکور ہے کہ باپ کی بات معتبر ہوگی)۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو والد کی بات معتبر ہوگی۔

مسئلہ53:ولو اختلفا في يسار الأب القول قول الابن والبينة بينة الأب[2]۔

ترجمہ: اگر باپ اور بیٹے کا والد کے مالدار ہونے میں اختلاف ہو گیا تو بیٹے کی بات معتبر ہوگی جب کہ گواہ والد کے معتبر ہونگے۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج1ص199۔

[2] البزازی، محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الخوارزمی۔الفتاوی البزازیۃ۔بیروت: دار الکتب العلمیۃ-2009م۔ج1ص145۔

مسئلہ 54: باپ نے اپنے غائب بیٹے کے مال میں سے کچھ اپنےاوپر خرچ کیا۔ پھر جب بیٹا حاضر ہوا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ نے جس وقت میرا مال اپنےاوپر خرچ کیا اس وقت وہ مالدار تھا جبکہ باپ نے انکار کیا کہ میں اس وقت غنی نہیں تھا۔ تو اس صورت میں باپ کے حالت کو دیکھا جائے گا۔ اگر مقدمے کے وقت وہ غریب ہے تو اس کی بات معتبر ہے ورنہ نہیں۔ اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بیٹے کے گواہ معتبر ہونگے۔ کیونکہ وہ ایک امر عارض یعنی غنی ہونے کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 54:الأب إذا أنفق مال ولده الغائب على نفسه فحضر الابن وادعى أن الاب كان موسراً وقت الأنفاق وأنكر الأب يعتبر حاله وقت الخصومة فأن كان الأب معسراً وقت الخصومة كان القول قوله وإلا فلا وأن أقاما البينة على دعواهما كانت البينة بينة الابن لأنها تثبت أمراً عارضاً1۔

ترجمہ: باپ نے اپنے غائب بیٹے کے مال میں سے کچھ اپنےاوپر خرچ کیا۔ پھر بیٹا حاضر ہوا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ نے جس وقت میرا مال اپنےاوپر خرچ کیا اس وقت وہ مالدار تھا جبکہ باپ نے انکار کیا۔ تو مقدمے کے وقت باپ کے حالت کو دیکھا جائے گا۔ اگر مقدمے کے وقت وہ غریب ہے تو اس کی بات معتبر ہے ورنہ نہیں۔ اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو بیٹے کے گواہ معتبر ہونگے۔ کیونکہ وہ ایک امر عارض کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 55: ایک اپاہج نے زید پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا باپ ہے۔ قاضی سے مطالبہ کیا کہ میرے لئے اس کے اوپر نفقۃ مقرر کرلے جبکہ زید نے انکار کیا کہ میں اس کا باپ نہیں ہو۔ اپاہج نے گواہ پیش کئے۔ زید نے بکر پر گواہ پیش کئے کہ بکر اس کا باپ ہے لیکن بکر بھی انکاری ہے۔ تو ایسی صورت میں اپاہج کے گواہ معتبر ہونگے۔ زید سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ زید پر اس کا نفقۃ مقرر کیا جائیگا۔ زید کے گواہ رد ہو جائیں گے۔

مسئلہ 55:رجل زمن ادعى على رجل أنه أبوه وطلب أن يفرض له القاضي النفقة عليه فأنكر ذلك الرجل فاقام الزمن البينة على ما ادعى وأقام المدعى عليه البينة على رجل آخر أنه أب الزمن والزمن وذلك الرجل ينكران ذلك قال البينة بينة الزمن ويثبت نسبه من الذي أقام عليه البينة أنه أبوه ويفرض له عليه النفقة وتبطل بينة الآخر2۔

ترجمہ: ایک اپاہج نے ایک آدمی پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا باپ ہے۔ قاضی سے مطالبہ کیا کہ میرے لئے اس پر نفقۃ مقرر کرلے جبکہ اس آدمی نے انکار کیا کہ میں اس کا باپ نہیں ہو۔ اپاہج نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔ اس آدمی نے کسی دوسرے پر گواہ پیش کئے کہ یہ اس کا باپ ہے لیکن اپاہج اور وہ دوسرا آدمی دونوں انکاری ہیں۔ تو ایسی صورت میں اپاہج کے گواہ معتبر ہونگے۔ اس کا نسب اس آدمی سے ثابت ہو جائے گا جس کے خلاف اپاہج نے گواہ پیش کئے۔ اس پر اپاہج کے لئے نفقۃ مقرر کیا جائیگا اور اس کے گواہ رد ہو جائیں گے۔

---

1 قاضی خان، فتاویٰ قاضی خان۔ ج 1 ص 206۔

2 محولہ بالا۔ ج 3 ص 101۔

رضاعت کے مسائل

مسئلہ 56: اگر دایا کو اس شرط پر رکھا گیا کہ اس بچے کو آپ بذات خود اور اپنا دودھ پلائے گی لیکن اس نے بکری کا دودھ پلایا تو اس کیلئے اجرت نہیں ہے۔

اگر بچے کے ولی اور دایا کے درمیان اختلاف ہو گیا۔(دایا نے کہا کہ میں نے اپنا دودھ پلایا ہے جبکہ ولی نے کہا کہ آپ نے بکری کا دودھ پلایا ہے)۔تو دایا کی بات مع الیمین معتبر ہو گی۔اگر بچے کے ولی نے گواہ پیش کئے تو دایا کیلئے اجرت نہیں ہے بشر طیکہ گواہ ایسی گواہی دیں کہ اس دایا نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا ہے۔اپنا دودھ نہیں پلایا ہے۔اگر گواہوں نے صرف یہ بات کی کہ اس نے اپنا دودھ نہیں پلایا ہے تو یہ گواہی قبول نہیں ہو گی۔کیونکہ یہ گواہی صرف نفی کے اوپر ہے اثبات اس میں نہیں ہے حالانکہ گواہی تو اثبات کیلئے ہوتی ہے نہ کہ عدم کیلئے۔بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں اگر نفی آئی ہے تو اثبات کے ساتھ آئی ہے۔لہٰذا وہ گواہی قبول ہے۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو دایا کے گواہ معتبر ہو نگے۔

مسئلہ 56: لو شرط على الظئر الإرضاع بنفسها فأرضعته بلبن شاة فلا أجر لها ولو اختلفا فالقول لها مع يمينها استحساناً ولو برهن أهل الصبي على ما ادعوا فلا أجر لها وتأويل المسألة أن يشهدا أنها أرضعته بلبن شاة لا بلبن نفسها أما لو اكتفيا بقولهما ما أرضعته بلبن نفسها لا تقبل شهادتهما لقيامهما على النفي مقصوداً بخلاف الأول لأن النفي ثمة دخل في ضمن الإثبات ولو برهنا فبينة الظئر أولى[1].

ترجمہ: اگر دایا کو اس شرط پر رکھا گیا کہ اس بچے کو آپ بذات خود اور اپنا دودھ پلائے گی لیکن اس نے بکری کا دودھ پلایا تو اس کیلئے اجرت نہیں ہے۔

اگر بچے کے ولی اور دایا کے درمیان اختلاف ہو گیا تو استحساناً دایا کی بات مع الیمین معتبر ہو گی۔اگر بچے کے ولی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو دایا کیلئے اجرت نہیں ہے بشر طیکہ گواہ ایسی گواہی دیں کہ اس دایا نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا ہے اپنا دودھ نہیں پلایا ہے۔اگر گواہوں نے صرف یہ بات کی کہ اس نے اپنا دودھ نہیں پلایا ہے تو یہ گواہی قبول نہیں ہو گی کیونکہ یہ گواہی صرف نفی کے اوپر ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں اگر نفی آئی ہے تو اثبات کے ساتھ آئی ہے۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو دایا کے گواہ معتبر ہو نگے۔

---

[1] قاضی ابن سماونۃ۔جامع الفصولین۔ج1ص173۔

عتق[1] (غلام) کے مسائل

مسئلہ 57: زید کے وارثوں نے ایک غلام پر دعویٰ کیا کہ ہمارے باپ کے مرنے کے دن آپ اس کی ملکیت میں تھے۔ہم اس کے وارث ہیں لہٰذا آپ ہمارے میراث میں آ گئے۔غلام نے گواہ پیش کئے کہ میں دوسرے آدمی کا غلام تھا۔اس نے مجھے آزاد کیا تھا۔غلام کے یہ گواہ معتبر ہیں۔غلام ملکیت ثابت کرنے میں اس غائب آدمی کی طرف سے خصم بن جائیگا۔ کیونکہ آدمی کا مالک ہونا اس کی آزادی کیلئے شرط ہے۔ پس اس کی طرف سے ملکیت اور آزادی کو ثابت کرنے کیلئے غلام خصم بن گیا۔

جس وقت غلام نے یہ دعویٰ کیا کہ میں فلاں کا غلام تھا اور اس نے مجھے آزاد کیا ہے۔ قاضی نے اس کے آزاد ہونے کا حکم جاری کیا ۔اس کے بعد اگر کسی اور نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ آپ میرے غلام ہے ۔تو یہ گواہ قبول نہیں ہونگے۔ کیونکہ قاضی کا حکم تمام لوگوں کیلئے ہے۔ یہ ایسا ہے گویا کہ تمام لوگوں کے سامنے یہ غلام آزادی کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کریں۔(قاضی اس کے آزادی کا حکم کریں ۔اس کے بعد اگر کوئی دعویٰ کریں کہ یہ میرا غلام ہے ۔)تو یہ دعویٰ قبول نہیں ہے۔

مسئلہ 57: لو ادعى الورثة على غلام أنك كنت ملك أبيناً إلى يوم الموت و نحن الوارثون و اقام العبد بينة أني كنت ملك فلان آخر واعتقني تقبل بينة العبد وينتصب خصماً من الغائب في إثبات الملك لان ملكه شرط عتقه فينتصب خصماً عنه في إثبات الملك والإعتاق ثم اذا ادعي اني كنت عبد فلانٍ و اعتقني و قضي القاضي به ثم اقام الاخرالبينة انك عبدي لاتقبل لان ذالك القضاء قضاء على الناس كافة و صار كالو كان الناس حضروا و ادعي العتق و اقام البينة عليهم فانه لا تقبل فكذا هاهنا1۔

---

[1] اس جگہ پر مترجم فتاوی ودودیہ محمد ابراہیم صاحب فرماتے ہے کہ غلام کے بارے میں کچھ الفاظ کی تشریح ضروری سمجھتا ہوں۔ان میں سب سے پہلے مدبر کی تشریح کرتا ہوں۔مدبر: اگر مالک نے غلام کو کہا کہ میرے مرنے کے بعد آپ آزاد ہے یا میں نے آپ کو مدبر بنادیا۔تو اب یہ غلام مدبر بن گیا۔مالک نہ اس کو فروخت کرسکتا ہے نہ کسی کو ہبہ کرسکتا ہے۔خدمت اور مزدوری اس سے لے سکتا ہے۔اگر لونڈی ہو تو اس کے ساتھ ہمبستری بھی کر سکتا ہے۔جب مالک مر جائے گا تو یہ مدبر مالک کے میراث کے تیسرے حصے سے آزاد ہوگا۔اگر مالک نے میراث میں اتنا مال نہیں چھوڑا صرف یہ مدبر میراث میں چھوڑا تو مدبر کا ایک تہائی یعنی تین حصوں میں سے اس کا ایک حصہ آزاد ہو جائیگا۔ جبکہ اپنی دو تہائی کی قیمت مالک کے ورثاء کو دیگا۔اگر مالک پر قرضہ ہوا تو پھر یہ مدبر اپنی پوری قیمت پیدا کرکے قرض داروں کو دیگا اس کے بعد یہ آزاد ہوگا۔ دوسرے نمبر پر ام ولد کی تشریح کرتا ہوں۔

ام ولد: اگر مالک کا اپنی لونڈی سے بچہ جنا تو یہ لونڈی اس مالک کی ام ولد بن جائیگی۔ یہ بچہ تو آزاد ہوگا لیکن یہ لونڈی مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہوگی۔مالک کے زندہ ہوتے ہوئے مالک نہ اس کو فروخت کرسکتا ہے نہ کسی کو ہبہ کرسکتا ہے۔ہاں اس سے خدمت لے سکتا ہے اور اس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے۔اس کے بعد مکاتب کی وضاحت کرتا ہوں۔ مکاتب: اگر مالک نے غلام یا لونڈی کے ساتھ کچھ مال مقرر کی کہ آپ مجھے اتنا مال دیدو اور آپ آزاد ہو جاؤ۔غلام نے یہ بات قبول کی تو اس کو مکاتب کہتے ہے۔اس معاملے کو کتابت کہتے ہے۔ رقم کو بدل کتابت کہتے ہے۔اب جب بھی غلام یا لونڈی نے بدل کتابت دی تو اسی وقت یہ آزاد ہو جائینگے۔اس کے بعد ولاء آزادی۔ اگر کسی نے غلام یا لونڈی کو آزاد کیا تو ولاء اس کی ہوگی۔ مطلب یہ کہ اگر غلام نے کوئی جنابت وغیرہ کردی تو اس کی دیت وغیرہ یہ بندہ ادا کریگا جس نے اس کو آزاد کیا ہے۔ موت کے بعد اگر اس غلام کا کوئی قریبی رشتہ دار نہ ہوا تو میراث اس بندے کو ملے گا جس نے آزاد کیا ہے اس کو ولاء آزادی کہتے ہے۔ مترجم محمد ابراہیم۔

ترجمہ: اگر ورثاء نے ایک غلام پر دعویٰ کیا کہ ہمارے باپ کے مرنے کے دن آپ اس کی ملکیت میں تھے۔ہم اس کے وارث ہیں ۔غلام نے گواہ پیش کئے کہ میں دوسرے آدمی کا غلام تھا۔اس نے مجھے آزاد کیا تھا۔غلام کے یہ گواہ معتبر ہیں۔غلام ملکیت ثابت کرنے میں اس غائب آدمی کی طرف سے خصم بن جائیگا۔کیونکہ آدمی کا مالک ہونا اس کی آزادی کیلئے شرط ہے پس اس کی طرف سے ملکیت اور آزادی کو ثابت کرنے کیلئے غلام خصم بن گیا۔

جس وقت غلام نے یہ دعویٰ کیا کہ میں فلاں کا غلام تھا اور اس نے مجھے آزاد کیا ہے۔ قاضی نے اس کے آزاد ہونے کا حکم جاری کیا۔اس کے بعد اگر کسی اور نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ آپ میرے غلام ہے تو یہ گواہ قبول نہیں ہونگے کیونکہ قاضی کا حکم تمام لوگوں کیلئے ہے۔یہ ایسا ہے گویا کہ تمام لوگوں کے سامنے یہ غلام آزادی کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کریں تو یہ دعویٰ قبول نہیں ہے اسی طرح اِدھر بھی ہے۔

مسئلہ 58: کسی کے قبضے میں ایک غلام پر دوسرے نے دعویٰ کیا۔(کہ یہ غلام میرا ہے)۔ قابض نے کہا کہ یہ میری ملکیت تھی میں نے آزاد کیا ہے۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔تو اس مسئلے میں ہمارے ائمہ احناف کا اس بات پر اتفاق ہیں کہ قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ58:لو ادعي قِناً في يد آخر فقال ذواليد هو ملكي و حررتُه و اقاما البينة فبينة ذي اليد اولي بالاتفاق[2]۔

ترجمہ: اگر کسی کے قبضے میں ایک غلام پر دوسرے نے دعویٰ کیا تو قابض نے کہا کہ یہ میری ملکیت ہے میں نے آزاد کیا ہے۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔تو ہمارے ائمہ احناف کا اس بات پر اتفاق ہیں کہ قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 59: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام نے گواہ پیش کئے کہ فلاں میرا مالک تھا۔اس نے مجھے آزاد کیا ہے۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ فلاں آدمی کا غلام ہے اس نے مجھے بطور امانت دیا ہے۔تو اس صورت میں غلام کے آزاد ہونے کا حکم جاری ہوگا۔اس کے بعد اگر وہ فلاں آدمی آگیا اور گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے تو اس کے گواہ قبول نہیں ہونگے۔اور غلام کا آزاد ہونا معتبر ہوگا۔

مسئلہ 59:إذا أقام عبدٌ البينة على الذي في يده أن فلاناً أعتقه وهو يملكه وأقام الذي في يديه البينة أنه لفلان الغائب أودعه عنده فأنه يقضي بالعتق فان قدم فلان الغائب وأقام البينة أنه عبده لايقبل بينته والعتق أولى3۔

ترجمہ: ایک غلام نے اس آدمی کے خلاف گواہ پیش کئے جس کے قبضے میں وہ تھا کہ فلاں نے مجھے آزاد کیا ہے اور وہ میرا مالک ہے۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ فلاں غائب آدمی کا غلام ہے اس نے مجھے بطور امانت دیا ہے۔تو اس صورت میں غلام

---

[1] غانم بغدادی۔ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص64۔

[2] محولہ بالا۔

[3] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص62۔

کے آزادی کا حکم جاری کیا جائیگا۔اس کے بعد اگر وہ فلاں غائب آدمی آگیا اور اس نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے تو اس کے گواہ قبول نہیں ہونگے۔اور غلام کا آزاد ہونا معتبر ہوگا۔

مسئلہ 60: اگر لونڈی نے زید کے خلاف گواہ پیش کئے کہ زید نے مجھے آزاد کیا ہے۔ جبکہ کسی دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ میری لونڈی ہے۔ قابض نے مجھ سے غصب کی ہے۔ تو اس صورت میں آزادی کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 60:ولو أقامت جاريةٌ البينة على رجل أنها له اعتقها وأقام آخر البينة أنها له اغتصبها الذي في يديه كان العتق أولى[1]۔

ترجمہ: اگر لونڈی نے کسی پر گواہ پیش کئے کہ میں اس کی لونڈی ہو اور اس نے مجھے آزاد کیا ہے جبکہ کسی دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ میری لونڈی ہے۔ قابض نے مجھ سے غصب کی ہے۔ تو اس صورت میں آزادی کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 61: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام ہے۔اس نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے۔اس کو میں نے آزاد کیا ہے اس حال میں کہ میں اس کا مالک تھا۔ جبکہ دوسرے آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے۔ میری ملکیت میں یہ پیدا ہوا ہے۔ تو علماء فرماتے ہیں کہ پیدائش والے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 61:عبد في يد رجل أقام البينة أنه عبده أعتقه وهو يملكه وأقام رجل آخر البينة أنه عبده ولد في ملكه قالوا الولادة أولى[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے۔اس کو میں نے آزاد کیا ہے اس حال میں کہ میں اس کا مالک تھا جبکہ دوسرے آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے میری ملکیت میں یہ پیدا ہوا ہے تو علماء فرماتے ہیں کہ پیدائش والے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 62: ایک ادمی نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا۔ لونڈی کا ایک بچہ بھی تھا۔ لونڈی نے مولیٰ کو کہا کہ اپ نے مجھے اس بچے کے پیدا ہونے سے پہلے آزاد کیا تھا لہٰذا یہ بچہ آزاد ہے۔ جبکہ مولیٰ نے کہا کہ نہیں، بلکہ یہ بچہ اپ کے آزاد ہونے سے پہلے پیدا ہوا تھا لہٰذا یہ غلام ہے۔

تو اس مسئلے کے بارے میں امام ناطفیؒ فرماتے ہے کہ اگر بچہ لونڈی کے قبضے میں ہو تو اس کی بات معتبر ہے۔

امام ابو یوسفؒ صاحب فرماتے ہے کہ اگر یہ بچہ لونڈی اور مولیٰ دونوں کے قبضے میں بھی ہو تو بھی لونڈی کی بات معتبر ہوگی کیونکہ وہ دعویٰ کر رہی ہے کہ بچہ قریب وقت میں پیدا ہوا ہے اور اس میں بچے کی آزادی ہے۔

اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو لونڈی کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ مولیٰ کے گواہ عدم آزادی کو ثابت کر رہے ہیں جبکہ لونڈی کے گواہ بچے کے آزادی کو ثابت کر رہے ہیں۔ (گواہ ثبوت کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ عدم کیلئے)

مکاتب کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔ (یعنی مالک نے اپنی لونڈی کے ساتھ کتابت کا معاملہ کیا کہ مجھے اتنا مال دیدو اور

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 62۔

[2] محولہ بالا۔

آزاد ہو جاؤ۔اس کے بعد لونڈی نے کہاکہ آپ نے میرے ساتھ کتابت کا معاملہ اس بچے کے پیدائش سے پہلے کیا تھا لہٰذا میرابچہ بھی مکاتب ہے۔جبکہ مولیٰ نے کہاکہ یہ بچہ کتابت والے معاملے کے بعد پیدا ہوا تھالہٰذا یہ میرا غلام ہے۔)تواس مسئلے کا بھی وہی پہلی صورت والا حکم ہے۔

لیکن اگر مدبر ہونے میں اختلاف ہو گیا تو اس کا حکم الگ ہے۔(یعنی مالک نے اپنی لونڈی سے کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد اپ آزاد ہے۔اس کے بعد لونڈی نے کہاکہ آپ نے اس بچے کے پیدائش سے پہلے مجھے مدبرہ بنائی تھی لہٰذا میرے مدبرہ ہونے سے یہ بچہ بھی مدبر ہے۔جس وقت میں آزاد ہونگی اس وقت یہ بچہ بھی آزاد ہو جائیگا جبکہ مالک نے کہاکہ یہ آپ کے مدبرہ ہونے سے پہلے پیدا ہوا ہے لہٰذا یہ میرا غلام ہے۔تواس صورت میں مالک کی بات معتبر ہے کیونکہ دونوں نے یہ بات تو مان لی ہے کہ بچہ غلام ہے۔(مدبر جب تک مدبر ہوتا ہے وہ غلام ہی ہوتا ہے۔ لیکن مکاتب جب تک مکاتب ہوتا ہے وہ مالک کی ملکیت میں ہوتا ہے لیکن اس پر قبضہ نہیں ہوتا ہے۔

کتاب المنتقیٰ میں امام محمدؒ صاحب کے حوالے سے بچے کی آزادی کے مسئلے میں یہ بات منقول ہے کہ اگر یہ بچہ باتیں کر سکتاہےاور حال بیان کر سکتا ہے تو اس کی طرف رجوع کیا جائیگا۔اس بچے کی بات معتبر ہوگی۔اگر بچہ چھوٹا ہو باتیں نہیں کر سکتا ہو تو جس کے قبضے میں ہوگا اس کی بات معتبر ہوگی خواہ وہ لونڈی ہو یا مالک ہو۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔مکاتب کا بھی یہی حکم ہے۔یعنی اگر مالک اور لونڈی کا معاملہ کتابت کے بعد بچے کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔

مسئلہ 62:رجل أعتق أمته ثم خاصمت مولاها ولها ولد فقالت للمولى أعتقتني قبل الولادة والولد حر وقال المولى لا بل ولدته قبل الإعتاق والولد رقيق ذكر الناطفي[1] رحمه الله تعالى ان كان الولد في يدها كان القول قولها وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى إن كان الولد في أيديهما فكذلك يكون القول قولها لأنها تدعي الولادة في أقرب الأوقات وفيه حرية الولد ولو أقاما البينة فبينتها أولى لأن بينة المولى قامت على نفي العتق وبينتها قامت على إثبات الحرية وكذلك هذا في الكتابة وأما في التدبير القول يكون للمولى لأنها تصادقا على رق الولد * وذكر في المنتقى عن محمد رحمه الله تعالى أنه قال إن كان الولد يعبر عن نفسه يرجع إليه ويكون القول قول الولد وإن كان لايعبر كان القول لمن هو في يده منها وإن أقاما البينة فبينتها أولى وكذا لو كان مكان الإعتاق كتابة ثم اختلفا في الولد [2]۔

ترجمہ: ایک ادمی نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا پھر لونڈی کا آقا کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔لونڈی کا ایک بچہ بھی تھا۔لونڈی نے مولیٰ کو کہاکہ اپ نے مجھے اس بچے کے پیدا ہونے سے پہلے آزاد کیا تھا۔لہٰذا یہ بچہ آزاد ہے جبکہ مولیٰ نے کہاکہ نہیں، بلکہ یہ بچہ اپ کے آزاد ہونے سے پہلے پیدا ہوا تھالہٰذا یہ غلام ہے۔

---

[1] یہ شیخ احمد بن محمد بن عمر ابوالعباس الناطفی ہے۔ناطف ایک قسم کا حلوہ ہے یہ اس کا کاروبار کرتے تھے اس وجہ سے اس کو ناطفی کہتے تھے۔کبار فقہاء میں سے تھے۔"الاجناس"، "الفروق"، "خزانۃالواقعات "ان کی تصانیف ہیں۔446ھ کو وفات ہوئے۔
اِبو محمد، عبدالقادر بن محمد بن نصر اللہ القرشی، محیی الدین الحنفی۔الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ۔کراچی: میر محمد کتب خانہ۔ج۱ص ۱۱۳/۱۱۴۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3ص 80۔

تو اس مسئلے کے بارے میں امام ناطفیؒ فرماتے ہے کہ اگر بچہ لونڈی کے قبضے میں ہو تو اس کی بات معتبر ہے۔امام ابویوسفؒصاحب فرماتے ہے کہ اگر یہ بچہ لونڈی اور مولیٰ دونوں کے قبضے میں بھی ہو تو بھی لونڈی کی بات معتبر ہوگی کیونکہ وہ دعویٰ کررہی ہے کہ بچہ قریب وقت میں پیدا ہوا ہے اور اس میں بچے کی آزادی ہے۔

اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیئے تو لونڈی کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ مولیٰ کے گواہ عدم آزادی کو ثابت کر رہے ہیں جبکہ لونڈی کے گواہ بچے کے آزادی کو ثابت کر رہے ہیں۔کتابت کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔ جہاں تک مدبرہ بنانے کی بات ہے تو وہاں پر مالک کی بات معتبر ہے کیونکہ دونوں نے یہ بات تومان لی ہے کہ بچہ غلام ہے۔کتاب المنتقیٰ میں امام محمدؒ صاحب سے یہ بات منقول ہے کہ اگر یہ بچہ باتیں کر سکتا ہے اور حال بیان کر سکتا ہے تو اس کی طرف رجوع کیا جائیگا اس بچے کی بات معتبر ہوگی۔اگر بچہ باتیں نہیں کر سکتا ہو تو ان دونوں میں سے جس کے قبضے میں بھی ہوگا اس کی بات معتبر ہوگی ۔اگر دونوں نے گواہ پیش کیئے تو عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔

مکاتب کا بھی یہی حکم ہے۔یعنی اگر مالک اور لونڈی کا معاملہ کتابت کے بعد بچے کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔

مسئلہ 63:ایک آدمی فوت ہوگیا۔ترکے میں کچھ مال چھوڑا۔اس کی ایک بیٹی بھی رہ گئی۔ایک آدمی نے گواہ پیش کیئے کہ یہ فوت شدہ آدمی میرا غلام تھا۔ میں نے آزاد کیا تھا۔ لہٰذا اس کا ولاء (میراث) مجھے ملے گا۔اس کی بیٹی نے گواہ پیش کیئے کہ میرا مرحوم باپ کسی کا غلام نہیں تھا۔وہ اصل سے ہی آزاد تھا۔تو امام محمد صاحب ولاء کے اصل مسائل میں ذکر فرماتے ہے کہ بیٹی کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 63:رجل مات وترك عبدا وبنتا فأقام رجل البينة أنه كان عبده فاعتقه وأن ولاءه له وأقامت البنت البينة أنه كان حر الأصل ذكر في ولاء الأصل أن البينة بينة البنت 1.

ترجمہ :ایک آدمی فوت ہوگیا۔ترکے میں ایک غلام اور ایک بیٹی چھوڑی۔ایک آدمی نے گواہ پیش کیئے کہ یہ فوت شدہ آدمی میرا غلام تھا میں نے آزاد کیا تھا۔ لہٰذا اس کا ولاء (میراث) مجھے ملے گا۔اس کی بیٹی نے گواہ پیش کیئے کہ میرا باپ اصل سے ہی آزاد تھا۔تو ولاء کے اصل مسائل میں ذکر ہے کہ بیٹی کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 64:ایک لونڈی نے گواہ پیش کیئے کہ میرے مالک نے مرض موت میں جب مجھے مدبرہ بنائی تھی اس وقت وہ ذی عقل اور ہوشیار تھا۔اس مالک کے ورثاء نے گواہ پیش کیئے کہ اس وقت وہ مخلوط العقل تھا۔(لہٰذا یہ مدبرہ بنانا صحیح نہیں ہے)۔تو اس صورت میں لونڈی کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 64: أَمَةٌ أَقَامَتْ بَيِّنَةً أَنَّ مَوْلَاها دَبَّرَها فِي مَرَضِ مَوْتِهِ وَهوَ عَاقِلٌ وَأَقَامَتْ الْوَرَثَةُ بَيِّنَةً أَنَّ مَوْلَاها كانَ مخلُوطَ الْعَقْلِ. فَبَيِّنَةُ الأَمَةِ أَوْلى2۔

ترجمہ :ایک لونڈی نے گواہ پیش کیئے کہ میرے مالک نے مرض موت میں مجھے مدبرہ بنائی تھی اس حال میں کہ وہ ذی

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص106۔

[2] ملا خسرو۔درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ج2ص384۔

عقل اور ہوشیار تھا۔ ورثاء نے گواہ پیش کئے کہ اس کا مالک مخلوط العقل تھا تو اس صورت میں لونڈی کے گواہ معتبر ہونگے۔
مسئلہ 65: ایک آدمی کے قبضے میں ایک لونڈی ہے۔ اس نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اس لونڈی کو ایسی حال میں مدبرہ بنائی ہے کہ میں اس کا مالک ہوں۔ دوسرے آدمی نے گواہ پیش کئے کہ اس لونڈی سے میرا ایک بچہ پیدا ہوا ہے ایسی حال میں کہ میں اس کا مالک ہوں۔ ایک تیسرے آدمی نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کئے۔ اب لونڈی جس کے قبضے میں ہے اسی کی ہوگی۔

مسئلہ 65: أمة في يد رجل أقام البينة أنه دبرها وهو يملكها وأقام آخر البينة أنه ولدت منه وهو يملكها وأقام آخر على مثل ذلك فهي للذي في يديه[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک لونڈی ہے۔ اس نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اس لونڈی کو ایسی حال میں مدبرہ بنائی ہے کہ میں اس کا مالک ہوں۔ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ اس لونڈی سے میرا ایک بچہ پیدا ہوا ہے ایسی حال میں کہ میں اس کا مالک ہوں۔ ایک تیسرے آدمی نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کئے۔ اب لونڈی جس کے قبضے میں ہے اسی کی ہوگی۔
مسئلہ 66: زید کے قبضے میں ایک لونڈی نے تین باتوں میں سے کوئی ایک بات کی۔
ا۔ اس نے کہا کہ میں بکر کے بچے کی ماں ہو۔ (یعنی اس سے میرا بچہ پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا بکر کے موت کے بعد میں آزاد ہو نگی۔ ۲۔ یا اس نے کہا کہ بکر نے مجھے آزاد کیا ہے۔ ۳۔ یا اس نے کہا کہ بکر نے میرے ساتھ کتابت کا معاملہ کیا ہے۔ اس کے بعد زید نے کہا کہ یہ لونڈی (جھوٹ بول رہی ہے یہ تو) میری ملکیت ہے۔ تو اس صورت میں زید کی بات معتبر ہے۔ امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہے کہ لونڈی اور بکر کی بات معتبر ہوگی۔
اور اگر بکر نے لونڈی کی تصدیق تو کی کہ ہاں یہ میری لونڈی ہے یہ سچ بول رہی ہے لیکن اس کے بچے کی ماں ہونے یا آزاد کرنے میں اس کی تکذیب کی تو اس صورت میں زید کی بات معتبر ہوگی۔
اور اگر قابض نے کہا کہ یہ لونڈی میں نے فلاں آدمی سے خریدی ہے جبکہ لونڈی نے کہا کہ مجھے فلاں نے آزاد کیا ہے۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کئے تو آزادی کے گواہ معتبر ہونگے لیکن جو بندہ قابض ہے اور لونڈی اس نے خریدی ہے اگر اس کا قبضہ لوگوں کو معلوم ہو تو پھر اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 66: أمة في يدرجلٍ قالت أنا أم ولد لفلانٍ أو مدبرته أو مكاتبته أو قالت أعتقني فقال ذو اليد انها ملكي فالقول لذي اليد وقال ابو يوسف رحمه الله القول قول الامة و المقر له ولوصدقها المقر له في انها أمة له و كذبها في الاستيلاد او العتق فالقول قول ذي اليد واذا قال ذو اليد اشتريتها من فلان وقالت الامة أعتقني فلانٌ و اقام كل واحد منها البينة فبينة العتق أولى إلا إذا كان في يد المشترى قبض معاين[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک لونڈی نے کہا کہ میں فلاں کی اُم ولد ہو یا اس کی مدبرہ ہوں یا اس نے کہا کہ مجھے فلاں نے آزاد کیا ہے جبکہ قابض نے کہا کہ یہ میری ملکیت ہے تو اس صورت میں قابض کی بات معتبر ہوگی۔ امام ابو یوسف

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 62۔
[2] البزازی۔ الفتاوی البزازیۃ۔ ج 2 ص 43۔

صاحب فرماتے ہے کہ لونڈی اور مُقِرلہ کی بات معتبر ہوگی۔اگر مُقِرلہ نے لونڈی ہونے میں اس کی تصدیق کی لیکن اُم ولد یاآزادی کے بارے میں اس کی تکذیب کی تو قابض کی بات معتبر ہوگی۔

اگر قابض نے کہاکہ یہ لونڈی میں نے فلاں آدمی سے خریدی ہے جبکہ لونڈی نے کہاکہ مجھے فلاں نے آزاد کیا ہے۔دونوں نے گواہ بھی پیش کیئے توآزادی کے گواہ معتبر ہونگے مگر یہ کہ مشتری کا قبضہ لوگوں کو معلوم ہو تو پھر اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 67: مالک نے غلام کے ساتھ کتابت کا معاملہ کیا۔ پھر دونوں کا بدل کتابت میں اختلاف ہوا۔مکاتب نے کہاکہ اتنی رقم مقرر ہوئی تھی جبکہ مالک نے کہاکہ اتنی مقرر ہوئی تھی۔تواس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے ہاں مکاتب کی بات مع الیمین معتبر ہوگی۔جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں قسم کھائینگے۔اس کے بعد کتابت والا معاملہ فسخ ہو جائیگا۔اگر دونوں نے گواہ پیش کیئے تومالک کے گواہ معتبر ہونگے۔کیونکہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ67:اذا اختلف المولي مع المكاتب في قدر بدل الكتابة فالقول قول المكاتب مع يمينة عند ابي حنيفة رحمه الله و قالا يتخالفان و بعد التخالف تنفسخ الكتابة و ان اقاما البينة فبينة المولي اولي لانها تثبت الزيادة[1]۔

ترجمہ: اگرمالک اور غلام کا بدل کتابت میں اختلاف ہواتو امام ابوحنیفہؒ صاحب کے ہاں مکاتب کی بات مع الیمین معتبر ہوگی جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں قسم کھائینگے اس کے بعد کتابت والا معاملہ فسخ ہو جائیگا۔اگر دونوں نے گواہ پیش کیئے تومالک کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 68: دوآدمیوں نے ایک فوت شدہ آدمی کے ولاء کا دعویٰ کیا۔دونوں نے گواہ پیش کیئے کہ وہ میرا غلام تھا میں نے آزاد کیا تھا۔توحکم کیا جائیگا کہ اس کا ولاء اور میراث دونوں کا ہے۔وہ دونوں اس میں اس طرح شریک ہو جائینگے جس طرح ملکیت میں شریک ہو سکتے ہیں۔یہ مسئلہ درر غرر میں مذکور ہے۔

اور اگر دونوں میں سے ایک نے پہلے گواہ پیش کیئے اور قاضی نے فیصلہ کیا۔اس کے بعد دوسرے کے گواہ قبول نہیں کیئے جائینگے۔اسی طرح اشباہ کتاب کے قضاء کے مسائل میں مذکور ہے۔

مسئلہ68:(ادَّعَيَا) أَيْ شخصَانِ (وَلاءَ مَيِّتٍ وَبَرْهنَ كلٌ) مِنهمَا (أَنَّهُ أَعْتَقَهُ يُقْضى بِالْمِيراثِ وَالْوَلاءِ لَهُمَا) لِجَوَازِ اشْتِراكِهِمَا فِيهِ كَمَا فِي الْمِلْكِ[2]۔ وَأَيُّ بَيِّنَةٍ سبقَتْ وَقُضيَ بِها لَمْ تُقْبَلْ الأُخْرَى[3]۔

ترجمہ: دوآدمیوں نے ایک فوت شدہ آدمی کے ولاء کا دعویٰ کیا دونوں نے گواہ پیش کیئے کہ میں نے اس کو آزاد کیا تھا۔تو حکم کیا جائیگا کہ اس کا ولاء اور میراث دونوں کا ہے۔وہ دونوں اس میں اس طرح شریک ہو جائینگے جس طرح ملکیت میں

---

[1] ملا خسرو، درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ج2ص341۔

[2] ملا خسرو، درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ج2ص36۔

[3] ابن نجیم،زین الدین بن إبراہیم بن محمد۔الأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولی 1419ھ-1999م۔ص203۔

شریک ہو سکتے ہیں۔اور اگر دونوں میں سے ایک نے پہلے گواہ پیش کئے اور قاضی نے فیصلہ کیا اس کے بعد دوسرے کے گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔

مسئلہ 69: مالک اور مکاتب کے درمیان کتابت کے معاملے میں اختلاف ہو گیا۔ایک نے صحیح جبکہ دوسرے نے فاسد ہونے کا دعویٰ کیا۔ مثلا(مکاتب نے کہا کہ آپ نے مجھے کہا تھا کہ 500 روپے تین سال کے اندر مجھے دیدے۔اس کے بعد آپ آزاد ہے۔لہذا یہ کتابت صحیح ہے۔مالک نے کہا کہ نہیں، میں نے کہا تھا کہ آپ اپنی قیمت دیدیں۔اس کے بعد آپ آزاد ہے۔لہذا یہ کتابت کا معاملہ فاسد ہے)۔تو اس صورت میں جو صحیح ہونے کا دعویٰ کریں اس کی بات معتبر ہو گی۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو جو فاسد ہونے کا دعویٰ کریں۔اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 69:اذا اختلف المولي مع المكاتب في صحة الكتابة و فسادها فالقول لمن يدعي الصحة،والبينة بينة من يدعي الفساد[1]۔

ترجمہ: اگر مالک اور مکاتب کے درمیان کتابت کے معاملے میں اختلاف ہو گیا۔ایک نے صحیح جبکہ دوسرے نے فاسد ہونے کا دعویٰ کیا۔تو جو صحیح ہونے کا دعویٰ کریں اس کی بات معتبر ہو گی اور جو فاسد ہونے کا دعویٰ کریں اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 70: اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے آپ کے ساتھ کتابت کا معاملہ آپ کے نفس کے بدلے کیا تھا نہ کہ آپ کے مال کے بدلے۔(یعنی آپ بدل کتابت دے کر آپ کا نفس آزاد ہو جائیگا لیکن آپ کا مال میرا ہی ہوگا)۔جبکہ مکاتب نے کہا کہ آپ نے مجھے میرے نفس اور مال دونوں کیلئے مکاتب بنایا تھا۔تو اس صورت میں مالک کی بات معتبر ہو گی۔اور گواہ غلام کے معتبر ہونگے۔(پس جو مال مالک کا اس کے پاس ہوگا وہ تو مالک کا ہو جائے گا اور جو اس کا کسب شدہ مال ہوگا وہ غلام کا ہو جائے گا۔)

اگر مالک اور مکاتب کے درمیان قسطوں یعنی مدت کے بارے میں اختلاف ہو گیا مثلا(مکاتب نے کہا کہ بدل کتابت ادا کرنے کی مدت تین سال ہیں جبکہ مالک نے کہا کہ دو سال ہیں۔)تو اس صورت میں بھی مالک کی بات معتبر ہو گی اور گواہ مکاتب کے معتبر کے ہونگے۔

مسئلہ 70:لو قال المولي كاتبتك علي نفسك دون مالك و قال المكاتب عليها او اختلفا في قدر مدة التنجيم فالقول للمولي و البينة للعبد[2] ۔

ترجمہ: اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے آپ کے ساتھ کتابت کا معاملہ آپ کے نفس کے بدلے کیا تھا نہ کہ آپ کے مال کے بدلے جبکہ مکاتب نے کہا کہ آپ نے مجھے میرے نفس اور مال دونوں کیلئے مکاتب بنایا تھا یا ان کے درمیان قسطوں یعنی مدت کے بارے میں اختلاف ہو گیا تو اس صورت میں بات مالک کی اور گواہ غلام کے معتبر ہونگے۔

---

[1] غانم بغدادی۔ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص 68۔

[2] محولہ بالا۔

باب دوم

وقف، بیع، سلم، شفعہ اور اجارہ کے مسائل

وقف کے مسائل

مسئلہ 71: زید کے قبضے میں ایک گھر ہے۔ایک دوسرے آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرے لئے وقف کر دیا گیا ہے۔اس کے علاوہ مسجد کے منتظم نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر مسجد کا ہے۔اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو۔تو جس کی تاریخ مقدم ہوگی اس کے گواہ معتبر ہونگے۔اگر تاریخ ذکر نہ کی ہو تو یہ گھر دونوں کا آدھا آدھا ہو جائے گا۔

مسئلہ 71: دَارٌ فِي يَدِهِ بَرْهنَ آخَرُ أَنها وَقْفٌ عَلَيْهِ وَبَرْهنَ قَيِم الْوَقْفِ أَنها لِلْمَسْجِدِ، فَإِنْ أَرَّخَا فَلِلسَّابِقِ وَإِلاَّ فَبَيْنهمَا نِصْفَانِ[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر ہے۔ایک دوسرے آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرے لئے وقف کر دیا گیا ہے۔مسجد کے منتظم نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر مسجد کا ہے۔اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی تو جس کی تاریخ مقدم ہوگی اس کے گواہ معتبر ہونگے ورنہ یہ گھر دونوں کا آدھا آدھا ہو جائے گا۔

مسئلہ 72: دو بھائیوں کے قبضے میں وقف کا ایک گھر تھا۔ان میں سے ایک مر گیا۔یہ موقوفہ گھر دوسرے بھائی اور فوت شدہ آدمی کے بیٹوں کے قبضے میں رہ گیا۔اب اس زندہ بھائی نے ایک بھتیجے پر گواہ پیش کئے کہ یہ وقف بطنا بعد بطن ہے۔(یعنی واقف نے کہا تھا کہ یہ میرے بیٹوں کیلئے درجہ بدرجہ وقف ہے۔سب سے پہلے بیٹوں کا حق ہے۔پھر بیٹوں کا۔اگر کوئی بھی نہ رہا تو بیٹوں کے بیٹوں کا الخ۔حال یہ ہو کہ اس کے باقی بھتیجے غائب ہو۔واقف ایک ہو اور زمین بھی ایک ہو۔تو اس صورت میں یہ گواہ قبول ہیں۔یہ حاضر بھتیجا باقی غائب بھتیجوں کی طرف سے خصم بن جائیگا۔اور اگر بھتیجوں نے گواہ پیش کئے کہ یہ وقف (درجہ بدرجہ نہیں ہے بلکہ) ہمارے اور اپ کے درمیان بغیر کسی تخصیص کے مشترک ہے۔تو جو وقف کے درجہ بدرجہ ہونے کا دعویٰ کر رہا ہو۔اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 72: وَقْفٌ بَينِ الأَخَوَيْنِ مَاتَ أَحَدُهما وَبَقِيَ فِي يَدِ الْحَيِّ وَأَوْلادِ الْمَيِّتِ ثم الْحَيُّ بَرْهنَ عَلى وَاحِدٍ مِنْ أَوْلادِ الأَخِ أَنَّ الْوَقْفَ بَطْنًا بَعْدَ بَطْنٍ وَالْبَاقِي غَيْبٌ وَالْوَاقِفُ وَاحِدٌ والوقف وَاحِدٌ يُقْبَلُ وَيَنْتَصِبُ خَصْمًا عَنْ الْبَاقِين، وَلَوْ بَرْهنَ أَوْلادُ الأَخِ أَنَّ الْوَقْفَ مُطْلَقٌ عَلَيْك وَعَلَيْنا فَبَيِّنَةُ مُدَّعِي الْوَقْفِ بَطْنًا بَعْدَ بَطْنٍ أَوْلى[2]۔

ترجمہ: دو بھائیوں کے قبضے میں وقف کا ایک گھر تھا ان میں سے ایک مر گیا۔یہ موقوفہ گھر زندہ بھائی اور فوت شدہ آدمی کے بیٹوں کے قبضے میں رہ گیا۔اب اس زندہ بھائی نے ایک بھتیجے پر گواہ پیش کئے کہ یہ وقف بطناً بعد بطنٍ ہے حال یہ ہو کہ اس کے باقی بھتیجے غائب ہو۔واقف ایک ہو اور زمین بھی ایک ہو۔تو اس صورت میں یہ گواہ قبول ہیں۔یہ حاضر بھتیجا باقی غائب بھتیجوں کی طرف سے خصم بن جائیگا۔اگر بھتیجوں نے گواہ پیش کئے کہ یہ وقف ہمارے اور اپ کے درمیان بغیر کسی تخصیص کے مشترک ہے تو جو وقف کے درجہ بدرجہ ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] ملا خسرو، درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ج 2 ص 142۔

[2] محولہ بالا۔

مسئلہ 73: اگر (وقف کے مقدمے میں) قاضی نے حکم جاری کیا کہ "یہ چیز وقف ہے" تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم تمام لوگوں کیلئے ہے۔ لہٰذا اگر وقف کے متولی نے ایک زمین کے وقف ہونے پر گواہ پیش کئے اور قاضی نے قابض کے خلاف حکم جاری کیا "کہ یہ زمین وقف ہے"۔ اس کے بعد ایک اور مدعی نے گواہ پیش کئے کہ "یہ زمین میری ہے میں اس کا مالک ہو" تو ملکیت کا یہ دعویٰ قاضی نہیں سنے گا۔

جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ قاضی کا کسی چیز کے بارے میں یہ حکم کرنا کہ یہ وقف ہے تمام لوگوں کیلئے ہیں۔ لہٰذا اگر کسی کے قبضے میں ایک زمین تھی۔ وقف کے متولی نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین وقف کی ہے۔ قاضی نے قابض کے خلاف حکم جاری کیا کہ یہ زمین وقف کی ہے۔ اس کے بعد ایک اور مدعی نے ملکیت کا دعویٰ کیا تو قاضی یہ دعویٰ نہیں سنے گا۔ اس لئے وقف کا حکم اصلی آزادی کے حکم جیسا ہے۔ (اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ آپ میرے غلام ہے جبکہ اس نے کہا کہ میں اصل سے ہی آزاد ہو۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کئے۔ قاضی نے حکم جاری کیا کہ یہ آدمی آزاد ہے۔ اس کے بعد اگر کسی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے۔ تو اب قاضی یہ دعویٰ نہیں سنے گا۔ اسی طرح وقف کا بھی یہی حکم ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں قاضی کا یہ حکم تمام لوگوں کے لئے حجت نہیں ہیں۔ یہ حکم ملکیت کے حکم جیسا ہے۔ (یعنی ایک آدمی نے قابض پر ایک چیز کا دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہے۔ گواہ بھی پیش کئے۔ قاضی نے اس کیلئے ملکیت کا حکم جاری کیا۔ اس کے بعد ایک اور مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میری ملکیت ہے۔ تو قاضی یہ دعویٰ سنے گا۔ اسی طرح وقف کا بھی کا حکم ہے۔

مسئلہ 73: القضاء بالوقفية قيل يكون قضاءً علي الناس كافة حتي لو برهن المتولي علي وقفية ارضٍ و حكم القاضي علي وقفيتها علي ذي اليد ثم ادعي آخر انها ملكه لا تسمع دعواه۔

و في الفصولين القضاء بالوقفية قيل يكون قضاء على الناس كافة حتى لو برهن المتولي على وقفية أرض وحكم بها على ذي اليد ثم ادعى آخر أنه ملكه لا تسمع دعواه فجعل كقضاء بحرية الأصل وقيل لا حتى لو ادعى آخر أنه ملكه يسمع فجعل كقضاء بالملك[1]۔

ترجمہ: قاضی کا کسی چیز کے بارے میں وقف کا فیصلہ کرنے کے بارے میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ فیصلہ تمام لوگوں کیلئے ہے یہاں تک کہ اگر وقف کے متولی نے ایک زمین کے وقف ہونے پر گواہ پیش کئے اور قاضی نے حکم جاری کیا "کہ یہ زمین وقف ہے" اس کے بعد ایک اور مدعی نے گواہ پیش کئے کہ "یہ زمین میری ملکیت ہے" تو ملکیت کا یہ دعویٰ قاضی نہیں سنے گا۔

جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ قاضی کا کسی چیز کے بارے وقف کا حکم کرنا، تمام لوگوں کیلئے ہیں۔ لہٰذا اگر کسی کے قبضے میں ایک زمین پر وقف کے متولی نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین وقف کی ہے۔ قاضی نے قابض کے خلاف حکم جاری کیا کہ یہ زمین وقف کی ہے۔ اس کے بعد ایک اور مدعی نے نے ملکیت کا دعویٰ کیا تو قاضی یہ دعویٰ نہیں سنے گا۔ اس لئے وقف کا حکم

---

[1] ابن قاضی سماونۃ۔ جامع الفصولین۔ ج1 ص173۔

اصلی آزادی کے حکم جیسا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ نہیں، یہ حکم ملکیت کے حکم جیسا ہے۔اگر کسی نے دعویٰ کیا تو قاضی یہ دعویٰ سنے گا۔

مسئلہ 74: مشتمل الاحکام میں مذکور ہے کہ اگر قابض متولی نے کسی زمین کے وقف ہونے پر گواہ پیش کئے(کہ یہ زمین فلاں مسجد کیلئے وقف ہے) جبکہ ایک مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین میری ملکیت ہے۔تو اس صورت میں قاضی مدعی غیر قابض کے ملکیت کا حکم جاری کریگا۔اس کے بعد اگر متولی نے گواہ پیش کئے تو قاضی ان گواہوں کو رد کریگا۔ کیونکہ متولی اور جس کے بارے میں متولی کہہ رہا ہے کہ اس نے زمین وقف کی ہے،کے خلاف ایک دفعہ قاضی نے فیصلہ صادر کیا ہے۔

امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہے کہ قابض کے گواہ اس بات پر قبول ہیں کہ یہ وقف ہے۔ جبکہ مدعی کے گواہ اس بات پر قبول نہیں ہیں کہ یہ میری ملکیت ہے لیکن فتویٰ طرفین کے قول پر ہیں جو پہلے ذکر ہوا۔

مسئلہ 74:مُتَوَلٍّ ذويد لو بَرْهنَ على الْوَقْفِ فَبَرْهنَ الْخَارِجُ على الْمِلْكِ يحكَمُ بِالْمِلْكِ لِلْخَارِجِ فَلَوْ بَرْهنَ الْمُتَوَلِي بَعْدَهُ على الْوَقْفِ لا تُسْمَعُ لأَنَّ الْمُتَوَلِي صَارَ مَقْضِيًّا عليه مع من يَدَّعِي تَلَقِّيَ الْوَقْفِ من جِهَتِهِ وَعِنْدَ أبي يُوسُفَ تُقْبَلُ بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ على الْوَقْفِ وَلا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ الْخَارِجِ على الْمِلْكِ وبقولهما يُفْتَى1۔

ترجمہ: اگر قابض متولی نے کسی زمین کے وقف ہونے پر گواہ پیش کئے جبکہ غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین میری ملکیت ہے۔تو اس صورت میں غیر قابض کے ملکیت کا حکم جاری کردیا جائیگا۔اس کے بعد اگر متولی نے گواہ پیش کئے تو قاضی ان گواہوں کو رد کریگا کیونکہ متولی اور جس کے بارے میں متولی کہہ رہا ہے کہ اس نے زمین وقف کی ہے،کے خلاف ایک دفعہ قاضی نے فیصلہ صادر کیا ہے۔

امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہے کہ قابض کے گواہ وقف پر قبول ہیں جبکہ مدعی کے گواہ اس بات پر قبول نہیں ہیں کہ یہ میری ملکیت ہے لیکن فتویٰ طرفین کے قول پر ہیں۔

مسئلہ 75: مشتمل الاحکام میں مذکور ہے کہ متولی کے قبضے میں ایک گھر ہے۔ مدعی غیر قابض نے ملکیت کا دعویٰ کیا۔ متولی نے کہا کہ یہ گھر زید نے فلاں مسجد کیلئے وقف کیا ہے۔ قاضی نے مدعی غیر قابض کیلئے ملکیت کا حکم جاری کیا۔اس کے بعد ایک اور متولی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر بکر نے ایک اور مسجد کیلئے وقف کیا ہے۔اس نے گواہ بھی پیش کئے۔تو اس کے یہ گواہ قبول ہیں کیونکہ اس سے پہلے قاضی نے جو حکم جاری کیا تھا وہ زید کے خلاف تھا ہر واقف کے خلاف نہیں تھا۔

مسئلہ 75: ادَّعَى مِلْكا فِي دَارٍ بِيَدِ مُتَوَلٍّ يقول وَقَفَهُ زَيْدٌ على مَسْجِدِ كَذَا وَحَكَمَ بِهِ لِلْمُدَّعِي فَلَوْ ادَّعَى مُتَوَلٍّ آخَرَ على هذا الْمُدَّعِي أَنَّهُ وُقِفَ على مَسْجِدِ كَذَا من جِهَةِ بِكْرٍ تُقْبَلُ إذْ الْمَقْضيُّ عليه هو زَيْدٌ الْوَاقِفُ، لا مُطْلَقُ الْوَاقِفِ2۔

---

1 ابن نجیم ،زین الدین بن ابراہیم بن محمد۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق۔ بیروت: دار المعرفۃ۔ت۔ن۔ج 5ص 207 ۔تلاش بسیار کے بعد بھی مشتمل الاحکام کتاب نہیں ملی اس لئے بحر الرائق کا حوالہ دیا ہے۔

2 ابن نجیم۔البحر الرائق۔ج 5ص 208۔

ترجمہ: متولی کے قبضے میں ایک گھر پر مدعی غیر قابض نے ملکیت کا دعویٰ کیا۔ متولی نے کہا کہ یہ گھر زید نے فلاں مسجد کیلئے وقف کیا ہے۔ قاضی نے مدعی غیر قابض کیلئے ملکیت کا حکم جاری کیا۔ اس کے بعد ایک اور متولی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر بکر نے ایک اور مسجد کیلئے وقف کیا ہے تو اس کا یہ دعویٰ قبول کیا جائیگا کیونکہ اس سے پہلے قاضی نے جو حکم جاری کیا تھا وہ زید کے خلاف تھا ہر واقف کے خلاف نہیں تھا۔

مسئلہ 76: مشتمل الاحکام میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے پر ایک گھر کا دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرے لئے وقف کیا گیا ہے جبکہ قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرے بائع نے واقف سے قیمتًا لی ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں واقف کے گواہ معتبر ہونگے۔ اور اگر قابض نے بیع کی تاریخ ایسی بتائی تھی جو وقف سے مقدم ہو تو اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 76: ادعی رجلٌ ان هذه الدار التي في يده وقف مطلق و ذواليد ادعي ان بايعه اشتراها من الواقف و اقاما البينة فبينة الواقف اولي۔ ثم اذا اثبت ذواليد تاريخا سابقا علي الوقف فبينته اولي و الا فبينة الوقف اولي۔[1]

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر ایک گھر کا دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرے لئے وقف کیا گیا ہے جبکہ قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرے بائع نے واقف سے خریدا ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں واقف کے گواہ معتبر ہونگے۔ اور اگر قابض نے بیع کی ایسی تاریخ ثابت کی جو وقف سے مقدم ہو تو اس کے گواہ معتبر ہونگے و گرنہ وقف کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 77: مشتمل الاحکام میں مذکور ہے کہ وقف کے متولی نے واقف کے ورثاء میں سے کسی ایسے وارث پر دعویٰ کیا جس کے قبضے میں محدود ملکیت (زمین یا گھر) تھی۔ متولی نے کہا کہ یہ ملکیت صحیح طریقے سے فلاں مسجد کیلئے وقف ہوئی ہے۔ متولی نے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ وارث نے وقف کے فاسد ہونے پر گواہ پیش کئے۔ چنانچہ وقف میں یہ فساد اگر کسی ایسے شرط کی وجہ سے ہو جس کی وجہ سے وقف فاسد ہوتا ہو (مثلا واقف نے یہ کہا ہو کہ یہ زمین اس شرط پر وقف ہے کہ میری ملکیت سے نہیں نکلے گی) تو اس صورت میں فساد کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ وہ اثبات میں قوی ہیں اور اگر یہ فساد کسی ایسے معنی کی وجہ سے ہو جو وقف کے محل میں ہو یا فساد کی وجہ کوئی اور ہو تو اس صورت میں وقف کے صحیح ہونے کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 77: متولي الوقف ادعي علي وارث واقف الذي في يده الملك المحدود انه وقف علي كذا وقفا صحيحا و اقام الوارث بينته علي فساد الوقف فان كان الفساد لشرطٍ في الوقف مفسد فبينة الفساد اولي لانها اكثر اثباتا و ان كان لمعني في المحل او غيره فبينة الصحة اولي[2]۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص 70۔

[2] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص 71۔

ترجمہ: وقف کے متولی نے واقف کے ورثاء میں سے کسی ایسے وارث پر دعویٰ کیا جس کے قبضے میں محدود ملکیت (زمین یا گھر) تھی۔ متولی نے کہا کہ یہ ملکیت صحیح طریقے سے وقف ہوئی ہے۔ وارث نے وقف کے فاسد ہونے پر گواہ پیش کئے۔ چنانچہ یہ فساد اگر کسی ایسے شرط کی وجہ سے ہو جس کی وجہ سے وقف فاسد ہوتا ہو تو اس صورت میں فساد کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ وہ اثبات میں قوی ہیں اور اگر یہ فساد کسی ایسے معنی کی وجہ سے ہو جو وقف کے محل میں ہو یا فساد کی وجہ کوئی اور ہو تو اس صورت میں وقف کے صحیح ہونے کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 78: زید نے دعویٰ کیا کہ بکر کے قبضے میں جو گھر ہے وہ بالکل میرے لئے وقف کیا گیا ہے جبکہ بکر نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرے بائع نے واقف سے بیعۃً لی ہے۔ بکر نے تاریخ بھی ذکر کر دی۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کئے تو اس صورت میں وقف کے گواہ معتبر ہونگے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر قابض نے بیع کی ایسی تاریخ ذکر کی ہو جو وقف سے مقدم ہو تو پھر اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 78: ادعي علي رجل ان هذه الدار التي في يده وقف عليه مطلقا و ذواليد ادعي ان بايعي اشتراها من الواقف و ارَّخ و اقاما البينة فبينة الوقف اولي و قيل ان اثبت ذواليد تاريخا سابقا فبينته اولي و الا فبينة الوقف اولي[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ فلاں کے قبضے میں جو گھر ہے وہ میرے لئے مطلقاً وقف ہے جبکہ قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرے بائع نے واقف سے خریدا ہے اس نے تاریخ بھی ذکر کر دی۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کئے تو اس صورت میں وقف کے گواہ معتبر ہونگے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر قابض نے بیع کی ایسی تاریخ ذکر کی ہو جو وقف سے مقدم ہو تو پھر اس کے گواہ معتبر ہونگے ورنہ وقف کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] الزاہدی۔ القنیۃ المنیۃ۔ ص 316۔

بیع کے مسائل

مسئلہ 79: ایک بندے نے کسی کو کوئی چیز فروخت کی۔پھر دونوں کاآپس میں اختلاف ہوا۔ایک نے بیع کے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا جبکہ دوسرے نے دووجوہ کی بناء پر بیع کے فاسد ہونے کا دعویٰ کیا۔

پہلی وجہ: شرط فاسد کی وجہ سے ۔مثلاً بائع نے غلام فروخت کرکے مشتری کو کہا کہ آپ اس کو آگے فروخت نہیں کرینگے)۔**دوسری وجہ:** اجل فاسد کی وجہ سے مثلاً(ثمن ادا کرنے کاوقت مجہول تھا)۔

تواب جس نے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس کا قول معتبر ہوگا۔اور اگر گواہ پیش ہوئے تو جس نے فساد کا دعویٰ کیا ہے اس کے گواہ معتبر ہونگے۔اس مسئلے پر ہمارے تمام ائمہ کرام متفق ہیں۔اور جس نے فساد کا دعویٰ کیا ہے وہ اگر فساد کی کوئی ایسی وجہ بتارہاہوجو بیع کے اندر ہو۔مثلا مشتری کہے کہ یہ چیز میں نے ہزار روپے اور ایک پیمانہ شراب کے عوض خریدی ہے جبکہ بائع کہے کہ نہیں صرف ہزار روپے کے عوض دیا ہے تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ سے دو روایت منقول ہیں۔

ظاہرالروایۃ یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کی بات معتبر ہوگی جو بیع کے صحیح ہونے کا دعویٰ کررہا ہو جبکہ گواہ دوسرے کے معتبر ہونگے۔جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ اس بندے کی بات معتبر ہوگی جو کہ بیع کے فاسد ہونے کا دعویٰ کررہاہو۔

مسئلہ 79: إذَا اخْتلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ أَحَدُهما يَدَّعِي الصِّحَّةَ وَالآخَرُ يَدَّعِي الْفَسَادَ شرطًا فَاسِدًا أَوْ أَجَلاءِ فَاسِدًا كانَ الْقَوْلُ قَوْلَ مُدَّعِي الصِّحَّةِ وَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةَ مُدَّعِي الْفَسَادِ بِاتِّفَاقِ الرِّوَايَاتِ وَإِنْ كانَ مُدَّعِي الْفَسَادِ يَدَّعِي الْفَسَادَ لِمَعْنىٍ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ بِأَنْ ادَّعَى أَنَّهُ اشْتراهُ بِأَلْفِ دِرْهمٍ وَرَطْلٍ مِنْ الْخَمْرِ وَالآخَرُ يَدَّعِي الْبَيْعَ بِأَلْفِ دِرْهمٍ فِيهِ رِوَايَتَانِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ الْقَوْلُ قَوْلُ مَنْ يَدَّعِي الصِّحَّةَ أَيْضًا وَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الآخَرِ كَمَا فِي الْوَجْهِ الأَوَّلِ وَفِي رِوَايَةٍ الْقَوْلُ قَوْلُ مَنْ يَدَّعِي الْفَسَادَ[1]۔

ترجمہ: بائع اور مشتری کاآپس میں اختلاف ہوا۔ایک نے بیع کے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا جبکہ دوسرے نے شرط فاسد یا اجل فاسد کی بناء پر بیع کے فاسد ہونے کا دعویٰ کیا۔تواب جس نے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس کا قول معتبر ہوگا۔اور جس نے فساد کا دعویٰ کیا ہے اس کے گواہ معتبر ہونگے۔اس مسئلے پر ہمارے تمام ائمہ کرام متفق ہیں۔

اور جس نے فساد کا دعویٰ کیا ہے وہ اگر فساد کی کوئی ایسی وجہ بتارہاہوجو بیع کے اندر ہو۔مثلا مشتری کہے کہ یہ چیز میں نے ہزار درہم اور ایک پیمانہ شراب کے عوض خریدی ہے جبکہ بائع کہے کہ نہیں صرف ہزار درہم کے عوض دیا ہے تو اس صورت میں امام صاحب سے دو روایت منقول ہیں۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجأالقضاۃ عند تعارض البینات۔ص 72۔

ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کی بات معتبر ہوگی جو بیع کے صحیح ہونے کا دعویٰ کر رہا ہو جبکہ گواہ دوسرے کے معتبر ہونگے جس طرح پہلی وجہ میں ہے جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ اس بندے کی بات معتبر ہوگی جو کہ بیع کے فاسد ہونے کا دعویٰ کر رہا ہو۔

مسئلہ 80: ایک بندے نے دوسرے کو کوئی چیز فروخت کی۔ پھر دونوں کا آپس میں اختلاف ہوا۔ بائع نے کہا کہ اس بیع میں میرے لئے تین دن کا اختیار تھا جبکہ مشتری نے کہا کہ نہیں یہ بیع ختماً ہوئی ہے۔

تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ سے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اس بندے کی بات معتبر ہوگی جو خیار سے انکاری ہے۔

امام ابو حنیفہؒ صاحب سے دوسری روایت یہ ہے کہ اگر بائع نے اپنے لئے بیع میں خیار کا دعویٰ کیا ہو کہ اس بیع میں میرے لئے تین دن کا خیار تھا تو اس کی بات معتبر ہوگی۔

امام محمدؒ صاحب سے روایت یہ ہے کہ جو بندہ خیار کا دعویٰ کر رہا ہے اس کی بات معتبر ہوگی جبکہ دوسرے کے گواہ معتبر ہونگے۔

اور اگر صورت مسئلہ اس طرح ہو کہ مشتری خیار کا دعویٰ کر رہا ہو جبکہ بائع کہے کہ یہ بیع قطعی ہوئی ہے۔ تو اس صورت میں امام صاحب کے دونوں روایتوں میں یہ ہے کہ بائع کی بات معتبر ہوگی۔

مسئلہ 80: وإن اختلف العاقدان فادعى البائع أن البيع كان بشرط الخيار للبائع والآخر يدعى أن البيع كان باتاً في ظاهر الرواية عن أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ الله تَعَالَى القول قول من ينكر الخيار وعنه في رواية إن كان البائع يدعي البيع بشرط الخيار لنفسه كان القول قوله وعند محمد رَحِمَهُ الله تَعَالَى القول قول من يدعي الخيار والبينة بينة لآخر وإن كان المشتري يدعي الخيار لنفسه والبائع يدعي البتات كان القول قول البائع في قول أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ الله تَعَالَى على الروايتين[1]۔

ترجمہ: اگر متعاقدان کا آپس میں اختلاف ہوا۔ بائع نے دعویٰ کیا کہ یہ بیع خیار شرط کے ساتھ ہوئی ہے جبکہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ یہ بیع ختماً ہوئی ہے۔ تو اس صورت میں امام صاحب سے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اس بندے کی بات معتبر ہوگی جو خیار سے انکاری ہے۔ امام صاحب سے دوسری روایت یہ ہے کہ اگر بائع نے اپنے لئے بیع میں خیار کا دعویٰ کیا ہو تو اس کی بات معتبر ہوگی۔

امام محمد صاحب سے روایت یہ ہے کہ جو بندہ خیار کا دعویٰ کر رہا ہے اس کی بات معتبر ہوگی جبکہ دوسرے کے گواہ معتبر ہونگے۔ اور اگر مشتری خیار کا دعویٰ کر رہا ہو جبکہ بائع بیع قطعی کا دعویٰ کر رہا ہو۔ تو اس صورت میں امام صاحب کے دونوں روایتوں میں یہ ہے کہ بائع کی بات معتبر ہوگی۔

مسئلہ 81: بائع اور مشتری کا اختلاف ہوا۔ ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ بیع رضامندی سے ہوئی ہے جبکہ دوسرے نے دعویٰ کیا یہ جبراً ہوئی ہے۔ تو اس مسئلے میں علماء کرام کا آپس میں اختلاف ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ جو بندہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 2 ص 356

یہ بیع رضامندی سے ہوئی ہے اس کی بات معتبر ہوگی جس طرح کہ بیع کے صحۃ اور فساد کے معاملے میں جو کہ ابھی اوپر گزرا ہے جبکہ گواہ دوسرے کے معتبر ہونگے۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ گواہ رضامندی والے کے معتبر ہونگے۔

مسئلہ 81: وإن ادعى أحدهما البيع عن طوع والآخر عن إكراه اختلفوا فيه والصحيح أن القول قول من يدعي الطوع كما في الصحيح والفاسد والبينة بينة الآخر في الصحيح من الجواب وقال بعضهم بينة الطوع أولى[1]۔

ترجمہ: بائع اور مشتری میں سے ایک نے بیع کا رضامندی سے جبکہ دوسرے نے جبراً ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو اس مسئلے میں علماء کرام کا آپس میں اختلاف ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ جو بندہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ بیع رضامندی سے ہوئی ہے اس کی بات معتبر ہوگی جس طرح کہ بیع کے صحۃ اور فساد کے معاملے میں جبکہ گواہ دوسرے کے معتبر ہونگے۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ گواہ رضامندی والے کے معتبر ہونگے۔

مسئلہ 82: بائع نے دعویٰ کیا کہ یہ بیع جبراً ہوئی ہے۔ اور مشتری نے گواہ پیش کئے کہ بائع نے رضامندی سے اس چیز کی قیمت وصول کرکے میرے حوالے کی ہے۔ مشتری کے ان گواہوں کی وجہ سے بائع کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

اسی طرح اگر خالد نے زید کو کوئی چیز ہبہ کر دی۔ پھر خالد نے دعویٰ کیا کہ یہ ہبہ میرے سے جبراً دلوایا گیا ہے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ خالد نے رضامندی سے اس ہبہ کا عوض میرے سے لیا ہے۔ تو اس صورت میں بھی خالد کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

مسئلہ 82: ادعى البيع مكرهاً فبرهن المشتري على تسليمه و أخذ ثمنه طوعاً تندفع وكذا لو ادعى الهبة مكرهاً فبرهن الموهوب له على أخذ العوض طوعاً تندفع[2].

ترجمہ: بائع نے دعویٰ کیا کہ یہ بیع جبراً ہوئی ہے پس مشتری نے گواہ پیش کئے کہ بائع نے رضامندی سے اس چیز کی قیمت وصول کرکے میرے حوالے کی ہے تو بائع کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

اسی طرح اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ ہبہ میرے سے جبراً دلوایا گیا ہے موہوب لہ نے گواہ پیش کئے کہ واہب نے رضامندی سے اس ہبہ کا عوض میرے سے لیا ہے۔ تو اس صورت میں بھی یہ دعویٰ رد ہو جائیگا۔

مسئلہ 83: جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ اگر بائع نے دعویٰ کیا کہ اس بیع پر میں راضی نہیں تھا بلکہ یہ بیع جبراً ہوئی ہے جبکہ مشتری قابض نے کہا کہ آپ نے اس بیع کے بعد مجھ سے اس چیز کی قیمت لگائی تھی یعنی آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ یہ چیز مجھے کتنے کی دونگے تو گویا کہ یہ پہلے والے بیع کی اجازت ہے۔ تو آیا اس کی وجہ سے بائع کا دعویٰ رد ہو جائیگا یا نہیں؟ اس مسئلے کے بارے میں ابو الفضلؒ کرمانی سے کسی نے فتویٰ پوچھا تو اس کو کافی تردد ہوا اور کہا کہ اس میں دونوں باتوں کی گنجائش ہیں۔ (ہو سکتا ہے کہ بائع کا دعویٰ رد ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رد نہ ہو)۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج2ص356۔

[2] ابن قاضی سماونۃ۔ جامع الفصولین۔ ج1ص141۔

اس نے کچھ دن غور و فکر کرنے کے بعد کہا کہ اس مسئلے کے بارے میں مجھے کوئی واضح حکم نہیں ملا۔ دلائل دونوں جانب موجود ہیں۔ بعض دلائل سے معلوم ہوتا ہیں کہ اس کی وجہ سے پہلے والے بیع کی اجازت ہو گئی جبکہ بعض دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں یہ پہلے والے بیع کیلئے اجازت نہیں ہے۔

(کیونکہ شفیع جب مشتری کے ساتھ فروخت شدہ زمین کے گھر کا قیمت لگاتا ہے کہ یہ مجھے کتنے کا دو نگے تو اس وجہ سے اس کا شفعہ ختم ہو جاتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجازت ہے۔ لیکن یہ بات بھی ممکن ہے کہ بائع اپنی چیز کو حاصل کرنا چاہتا ہو اور اس کے بغیر اس کے پاس کوئی طریقہ نہ ہو۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجازت نہیں ہے)۔ لہٰذا قاضی کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ صحیح غور و فکر کرلیں۔ اور ایسے حکم پر عمل کریں کہ اس کی وجہ سے عند اللہ مجرم نہ ہو۔

مسئلہ 83: ادعى البيع مكرهاً فقال ذو اليد أنه ساومه منى بعده وأنه إجازة منه للبيع، هل تندفع؟ استفتي "فضل كرماني رحمه الله[1]" عن هذه المسألة فتردد وجوز الاحتمالين[2]۔

ترجمہ: بائع نے دعویٰ کیا کہ یہ بیع جبراً ہوئی ہے جبکہ قابض نے کہا کہ آپ نے اس بیع کے بعد مجھ سے اس چیز کی قیمت لگائی تھی تو گویا کہ یہ پہلے والے بیع کی اجازت ہے۔ تو کیا اس کی وجہ سے بائع کا دعویٰ رد ہو جائیگا یا نہیں؟

اس مسئلے کے بارے میں ابو الفضلؒ کرمانی سے کسی نے فتویٰ پوچھا تو اس کو کافی تردد ہوا اور کہا کہ اس میں دونوں باتوں کی گنجائش ہیں۔

مسئلہ 84: زید نے بکر کو، بکر نے خالد کو، خالد نے سالم کو، سالم نے حامد کو ایک گدھا فروخت کیا۔ دریں اثناء ایک اور بندے نے آکر دعویٰ کیا کہ یہ گدھا میرا ہے۔اس نے گواہ پیش کئے۔ (قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ بھی دیا)۔ پس اس نے گدھا واپس لے لیا۔ اور ہر ہر مشتری اپنے اپنے بائع سے گواہوں کی پیشگی اور قاضی کے حکم کی وجہ سے اپنے رقوم واپس کرنے لگے۔ بکر نے بھی زید سے اپنی رقم واپس کرانے کا ارادہ کیا۔ تو زید نے کہا کہ یہ گدھا میرے بائع کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا آپ کا کوئی حق نہیں بنتا کہ آپ مجھ سے رقم واپس لے لیں۔ زید نے اپنے اس دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس وقت میں اگر وہ مستحق حاضر ہو تو زید کے گواہ قبول کئے جائینگے۔ اور اگر زید کا بائع موجود نہ ہو پھر بھی کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ زید اپنے بائع کی طرف سے خصم بن گیا ہے۔ اور اگر یہ مستحق اس کے بعد گواہ پیش کریں۔ کہ یہی گدھا میرے گھر میں پیدا ہوا ہے تو اس کے یہ گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔ کیونکہ جس وقت دو بندے (کسی بکروٹے یا غلام کے) گھریلو پیدائش کا دعویٰ کریں۔ اور دونوں گواہ بھی پیش کریں۔ تو قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] یہ ابو الفضل عبد الرحمٰن بن محمد بن إمیرویہ بن محمد بن إبراهیم الکرمانی ہے۔امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے تھے۔ اپنے زمانے میں خراسان کے شیخ تھے۔ مرو نامی جگہ میں قاضی محمد بن الحسین سے فقہ حاصل کی۔ خواص اور عوام میں مقبول ہو گئے تھے۔ "التجرید"، "الفتاوی" وغیرہ ان کے تصانیف ہیں۔543ھ کو وفات ہوئے۔ إبو سعد، عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی المروزی۔ المنتخب من معجم شیوخ السمعانی۔ الریاض: دار عالم الکتب۔ الطبعۃ: الأولی، 1417ھ--1996م: ج1ص1007۔

[2] ابن قاضی سماونۃ۔ جامع الفصولین۔ ج1ص141۔

اب ادھر یہ بات ظاہر ہے کہ حقیقت میں قابض زید کا بائع ہے۔اس لئے اس کے گواہ معتبر ہونگے۔(یعنی گویا کہ اس مستحق اور زید کے بائع کا آپس میں جھگڑا ہوا۔دونوں نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ گدھا میرے گھر میں پیدا ہوا ہے اور دونوں نے گواہ بھی پیش کئے۔تو گدھا گویا کہ بائع کے قبضے میں ہے کیونکہ زید کا قبضہ اس بائع کا قبضہ ہے۔پس گواہ بھی اس قابض کے معتبر ہونگے)۔

مسئلہ 84:المستحق اذا اقام البينة علي الملك المطلق و اخذالحمار و رجع بعض الباعة علي البعض بالبينة والقضاء ثم ان المرجوع عليه اراد ان يرجع علي البائع فقال ان هذا الحمار نَتَجَ علي ملك بايعي و ليس لك حق الرجوع عليه و اقام البينة علي ذالك تقبل ان كان بحضرة المستحق و ان لم يكن بايع المرجوع عليه حاضرا لانه ينتصب خصما عن بايعه۔ ولو اقام المستحق بعد ذالك علي النتاج عنده لا تقبل لان البينتين علي النتاج اذا وجدتا تقبل بينة ذواليد فهاهنا ظهر ان ذاليد كان هو البايع فكانت بينته اولي[1]۔

ترجمہ: مستحق نے آکر ملک مطلق پر گواہ پیش کئے اور اس نے گدھا واپس لے لیا۔اور ہر ہر مشتری اپنے اپنے بائع سے گواہوں کی پیشگی اور قاضی کے حکم کی وجہ سے اپنے رقوم واپس کرلئے۔مرجوع علیہ نے بھی اپنے بائع سے رقم واپس کرانے کا ارادہ کیا۔تو اس نے کہا کہ یہ گدھا میرے بائع کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔لہٰذا آپ کا کوئی حق نہیں بنتا کہ آپ مجھ سے رقم واپس لے لیں اس نے اپنے اس دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔تو اس وقت میں اگر وہ مستحق حاضر ہو تو یہ گواہ قبول کئے جائینگے اگرچہ مرجوع علیہ کا بائع موجود نہ ہو کیونکہ مرجوع علیہ اپنے بائع کی طرف سے خصم بن گیا ہے۔اور اگر یہ مستحق اس کے بعد گواہ پیش کریں کہ یہی گدھا میرے گھر میں پیدا ہوا ہے تو اس کے یہ گواہ قبول نہیں کئے جائینگے کیونکہ جس وقت دو بندے (کسی بکروٹے یا غلام کے) گھریلو پیدائش کے دعوے پر گواہ پیش کریں تو قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔ اب ادھر یہ بات ظاہر ہے کہ حقیقت میں قابض وہی بائع ہے اس لئے اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 85: اگر قرض خواہ نے دعویٰ کیا کہ میرے مقروض کے ورثاء نے اس کے میراث میں سے ایک غلام فروخت کیا ہے۔اور صورت حال یہ ہو کہ اس کا میراث مستغرق بالدین ہو۔(یعنی اس کا میراث صرف اتنا ہو کہ اسے قرضے پورے ہو یا اسے بھی کم ہو۔تو ان کیلئے یہ غلام فروخت کرنا جائز نہیں ہے) جبکہ مقروض کے ورثاء نے کہا کہ ہمارے والد نے اپنی حیات میں اس غلام کو فروخت کیا تھا اور رقم بھی وصول کی تھی۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔تو اس صورت میں قرض خواہ کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ ورثاء پر ضمان ثابت کر رہے ہیں جبکہ ورثاء ضمان کے عدم کو ثابت کر رہے ہیں اور گواہ ثبوت کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ عدم کیلئے۔

مسئلہ 85:رَبُّ الدَّيْنِ إذَا أَقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلَى أَنَّ الْوَرَثَةَ بَاعُوا عَبْدًا مِنْ التركَةِ وَالتركَةُ مُسْتَغْرَقَةٌ بِالدَّيْنِ فَقَالَتْ الْوَرَثَةُ إنَّ أَبَانَا بَاعَ هذَا الْعَبْدَ حَالَ حَيَاتِهِ وَأَخَذَ الثَّمَنَ وَأَقَامُوا الْبَيِّنَةَ فَبَيِّنَةُ رَبِّ الدَّيْنِ أَوْلى[2]۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجأالقضاۃ عند تعارض البینات۔ص 74۔

[2] نظام الدین البلخی، الفتاوی الہندیۃ۔ج 4 ص 109۔

ترجمہ: اگر قرض خواہ نے گواہ پیش کئے کہ میرے مقروض کے ورثاء نے اس کے میراث میں سے ایک غلام فروخت کیا ہے اور صورت حال یہ ہو کہ اس کا میراث مستغرق بالدین ہو جبکہ مقروض کے ورثاء نے کہا کہ ہمارے والد نے اپنی حیات میں اس غلام کو فروخت کیا تھا اور رقم بھی وصول کی تھی۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں قرض خواہ کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 86: اگر غیر قابض مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میں نے فلاں سے خریدا ہے۔ اور یہ اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میں نے کسی اور سے خریدا ہے اور یہ اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 86: لو ادعي الخارج انه اشتري الدابة من فلانٍ و هي نتجت في ملكه و اقام صاحب اليد البينة انه اشتري من رجلٍ آخر و انها ولدت في ملكه يقضي لصاحب اليد[1]۔

ترجمہ: اگر غیر قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ جانور میں نے فلاں سے خریدا ہے اور یہ اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میں نے کسی اور سے خریدا ہے اور یہ اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 87: اگر ایک مشتری نے دعویٰ کیا کہ یہ بیع تام ہے جبکہ بائع نے دعویٰ کیا کہ یہ بیع وفا ہے۔ (بیع وفا یہ ہے کہ بائع مشتری کو کوئی چیز فروخت کریں اور یہ کہے کہ یہ چیز میں اس قرضے کے بدلے آپ کو فروخت کر رہا ہو جو تمھارا میرے ذمے ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جس دن میں نے وہ قرضہ واپس دیدیا یہ چیز آپ دوبارہ مجھے دینگے)۔ تو اس صورت میں بائع کی بات معتبر ہوگی۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بیع وفا کے گواہ معتبر ہونگے۔

قاضی خان کے بیع فاسد کے احکام میں مذکور ہے کہ اگر بائع اور مشتری میں سے ایک بیع تام اور ایک بیع وفا کا دعویٰ کر رہا ہو، تو جو بندہ بیع تام کا دعویٰ کر رہا ہے اس کی بات معتبر ہوگی جبکہ گواہ بیع وفا والے کے معتبر ہونگے کیونکہ بیع وفا یا تو رہن ہے یا بیع فاسد ہے علی اختلاف العلماء۔ پس اگر اس کو بیع فاسد پر محمول کریں تو جو بیع کے صحیح ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اس کی بات معتبر ہوگی۔ اگر اس کو رہن تصور کریں تو بیع کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ رہن اور بیع میں اگر ایک رہن کا جبکہ دوسرا بیع کا دعویٰ کر رہا ہو تو جو بیع سے منکر ہو اس کی بات معتبر ہوگی۔

مسئلہ 87: اذا ادعي المشتري انه اشتري بيعا تاما و البائع بيع الوفاء فالقول للبائع و ان اقاما البينة فالبينةبينة مدعي الوفاء[2]۔ ادعى أحدهما بيع الوفاء والآخر بيعا باتاً كان القول قول من يدعي بيع البات والبينة بينة الوفاء لأن بيع الوفاء إما أن يعتبر رهناً كما قال البعض او بيعاً فاسداً كما قال بعضهم فإن اعتبر بيعاً فاسداً كان القول قول من يدعي الصحة وإن اعتبر رهناً كانت البينة بينة البائع لأن في الرهن والبيع

---

[1] غانم بغدادی، ملجأ القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص 75۔

[2] محولہ بالا۔

إذا ادعى أحدهما البيع والآخر الرهن كان القول قول من ينكر[1]۔

ترجمہ: اگر ایک مشتری نے دعویٰ کیا کہ یہ بیع تام ہے جبکہ بائع نے دعویٰ کیا کہ یہ بیع وفا ہے تو اس صورت میں بائع کی بات معتبر ہوگی۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بیع وفا کے گواہ معتبر ہونگے۔

اگر بائع اور مشتری میں سے ایک نے بیع تام اور ایک نے بیع وفا کا دعویٰ کیا تو جو بندہ بیع تام کا دعویٰ کر رہا ہے اس کی بات معتبر ہوگی جبکہ گواہ بیع وفا والے کے معتبر ہونگے کیونکہ بیع وفا یا تو رہن ہے یا بیع فاسد ہے علی اختلاف العلماء۔پس اگر اس کو بیع فاسد پر محمول کرلیں تو جو بیع کے صحیح ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اس کی بات معتبر ہوگی۔اگر اس کو رہن تصور کرلیں تو بیع کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ رہن اور بیع میں اگر ایک رہن کا جبکہ دوسرا بیع کا دعویٰ کر رہا ہو تو جو بیع سے منکر ہو اس کی بات معتبر ہوگی۔

مسئلہ 88: اگر بائع نے گواہ پیش کئے کہ فلاں چیز میں نے مشتری کو فروخت کی ہے جبکہ مشتری نے اقالے(بیع کے فسخ ہونے) پر گواہ پیش کئے۔تو مشتری کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ بائع کے گواہ بے کار ہوگئے اس وجہ سے کہ جو اقالے کا دعویٰ کر رہا ہے اس نے گویا کہ بیع کا اقرار کرلیا۔(کہ ہم نے بیع کر کیا تھا لیکن اس کے بعد ہم نے ختم کر دیا)۔

مسئلہ 88:اذا اقام البائع البينة علي البيع و المشتري علي الاقالة فبينة الاقالة اولي لبطلان بينة البيع باقرار مدعي الاقالة[2]۔

ترجمہ: اگر بائع نے بیع پر جبکہ مشتری نے اقالے پر گواہ پیش کئے۔تو اقالے کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ مدعی بیع کے گواہ باطل ہوگئے،مدعی اقالے کے اقرار کی وجہ سے۔

مسئلہ 89: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام ہے۔اس نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام ان دو بندوں کو دو ہزار روپے کے عوض فروخت کیا ہے جبکہ ان دو بندوں میں سے ایک نے گواہ پیش کئے کہ ایک ہزار کے عوض فروخت کیا ہے۔تو منتقیٰ کتاب میں مذکور ہے کہ قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 89: عبد في يد رجل أقام البينة على رجلين أنه باعه منها بألفى درهم وأقام أحد الرجلين البينة أنه اشتراه منه بألف درهم ذكر في المنطقى أنه يقضي ببينة الذي، العبد في يديه[3]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام ہے۔اس نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میں نے ان دو بندوں کو دو ہزار درہم کے عوض فروخت کیا ہے جبکہ ان دو بندوں میں سے ایک نے گواہ پیش کئے کہ ایک ہزار کے عوض فروخت کیا ہے۔تو منتقیٰ کتاب میں مذکور ہے کہ قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 2 ص356۔

[2] غانم بغدادی، ملجأ القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص75۔

[3] فتاوی قاضی خان۔ج 3 ص59۔

مسئلہ 90: اسی کتاب میں مذکور ہے کہ ایک بندے کے قبضے میں ایک غلام ہے۔دو بندوں نے اس پر دعویٰ کرکے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میں نے اس قابض کو بیع فاسد کے ساتھ فروخت کیا ہے۔

پس یہ دونوں مدعی اس غلام کو قابض سے لے کر غلام میں شریک ہو جائینگے۔اور قیمت بھی ان دونوں کیلئے آدھا آدھا ہوگا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ گواہوں نے قابض کے اقرار پر گواہی دی ہو۔(یعنی یہ حکم اس وقت ہے کہ گواہوں نے گواہی اس طرح دی ہو کہ قابض نے اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ غلام مدعی سے بیع فاسد کے ساتھ خریدا ہے۔اسی طرح دوسرے مدعی کے بارے میں بھی یہ گواہی دی ہو۔اس کے بعد اگر یہ غلام قابض کے ہاتھ میں مرگیا تو اس پر دو قیمتیں لازم ہو جائیگی۔(ایک قیمت ایک مدعی کو دیگا اور دوسری قیمت دوسرے مدعی کو)۔لیکن اگر گواہوں نے غلام کی بیع اور قبض پر گواہی دی(یعنی گواہوں نے گواہی دی کہ اس مدعی نے ہمارے سامنے اس بندے کو یہ غلام فروخت کیا اور انہوں نے اس پر قبضہ کر لیا) تو اس صورت میں اگر غلام موجود ہو تو دونوں مدعی مشترک طور پر لے لینگے۔اس کے علاوہ ان کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔اور اگر غلام ہلاک کیا گیا ہو تو یہ لوگ اس کی قیمت لے لینگے۔آدھی قیمت ایک مدعی کی اور آدھی دوسرے مدعی کی ہو جائیگی۔اس کے علاوہ ان کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔

مصنف صاحب فرماتے ہے کہ مناسب یہی ہے کہ غصب کے مسئلے میں بھی اسی طرح کا فیصلہ کیا جائے۔(یعنی ایک مدعی نے گواہ پیش کئے کہ زید نے یہ غلام مجھ سے غصب کیا ہے اور دوسرے نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کئے۔تو اگر غلام موجود ہو تو دونوں اس میں شریک ہونگے۔اور اگر غلام ہلاک کر دیا گیا ہو تو اس کی قیمت مشترک طور پر لے لیں۔

مسئلہ 90:عبد في يد رجل أقام رجلان كل واحد منهما البينة أنه باعه من الذي في يديه بيعاً فاسداً فانهما يأخذان العبد وقيمته بينهما يعني إذا شهدوا على إقراره فإن مات العبد في يد المشتري فعليه قيمتان وإن كانت البينتان شهدا على معاينة البيع والقبض فأن كان العبد قائما أخذاه نصفين ولاشيء لهما غير ذلك وإن كان العبد مستهلكا أخذا قيمته ولا شيء لهما غير ذلك * قال مولانا[1] رضي الله عنه وينبغي أن يكون في الغصب كذلك[2]۔

ترجمہ: ایک بندے کے قبضے میں ایک غلام ہے۔دو بندوں نے اس پر دعویٰ کرکے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میں نے اس قابض کو بیع فاسد کے ساتھ فروخت کیا ہے۔

پس یہ دونوں مدعی اس غلام کو قابض سے لے لینگے۔اور قیمت بھی ان دونوں کیلئے آدھا آدھا ہوگا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ گواہوں نے قابض کے اقرار پر گواہی دی ہو۔اس کے بعد اگر یہ غلام قابض کے ہاتھ میں مرگیا تو اس کے اوپر دو قیمتیں لازم ہو جائیگی۔اور اگر گواہوں نے غلام کی بیع اور قبض پر گواہی دی تو اس صورت میں اگر غلام موجود ہو تو دونوں مدعی مشترک طور پر لے لینگے۔اس کے علاوہ ان کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔اور اگر غلام ہلاک کیا گیا ہو تو یہ لوگ اس کی قیمت لے لینگے اس کے علاوہ ان کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔

---

[1] الامام فخر الدین، قاضی خان۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 62۔

مصنف صاحب فرماتے ہے کہ مناسب یہی ہے کہ غصب کے مسئلے میں بھی اسی طرح کا فیصلہ کیا جائے۔

مسئلہ 91: اگر زید نے گواہ پیش کئے کہ میں نے بکر کے ساتھ فلاں دن کو فلاں جگہ میں فلاں چیز کی بیع کی ہے جبکہ بکر نے گواہ پیش کئے کہ زید کے گواہوں کے مذکورہ دن کو میں مذکورہ جگہ پر نہیں تھا بلکہ کسی اور جگہ پر تھا۔ تو یہ گواہی قبول نہیں ہے کیونکہ یہ عدم پر گواہی ہے۔اس لئے کہ گواہوں کی یہ بات کہ بکر اس جگہ میں نہیں تھا، یہ صورۃً و معنیً نفی اور عدم ہے۔رہی یہ بات کہ بکر فلاں جگہ پر تھا، یہ صورۃً اگرچہ اثبات ہے لیکن معنیً یہ بھی عدم ہے کیونکہ اس کا بھی مقصد اس چیز کی نفی ثابت کرنی ہے جس پر پہلے گواہوں نے گواہی دی ہے۔

مسئلہ 91:اذا اقام بينة انه باعه شئي كذا في مكانٍ كذا فاقام المشهود عليه شاهدين انه لم يكن ذالك اليوم في ذالك المكان الذي ذكره الاولان و كان في مكان كذا لا تقبل هذه الشهادة لانها قامت علي النفي لان قولهما ما كان في موضعٍ كذا نفي صورة و معني و قولهما كان في مكان كذا و ان كان اثباتا فهو نفي معني لان المقصود نفي ما قامت عليه البينة الاولي[1]۔

ترجمہ: اگر کسی نے گواہ پیش کئے کہ میں نے فلاں کے ساتھ فلاں دن کو فلاں جگہ میں فلاں چیز کی بیع کی ہے جبکہ مشہود علیہ نے گواہ پیش کئے کہ وہ گواہوں کے مذکورہ دن کو مذکورہ جگہ پر نہیں تھا بلکہ کسی اور جگہ پر تھا۔ تو یہ گواہی قبول نہیں ہے کیونکہ یہ نفی پر گواہی ہے۔اس لئے کہ گواہوں کی یہ بات کہ مشہود علیہ اس جگہ میں نہیں تھا، یہ صورۃً و معنیً نفی اور عدم ہے۔رہی یہ بات کہ مشہود علیہ فلاں جگہ پر تھا، یہ صورۃً اگرچہ اثبات ہے لیکن معنیً یہ بھی عدم ہے کیونکہ اس کا بھی مقصد اس چیز کی نفی ثابت کرنی ہے جس پر پہلے گواہوں نے گواہی دی ہے۔

مسئلہ 92: اگر کسی نے ایک ایسے گھر پر گواہ پیش کئے جو کسی اور کے قبضے میں تھا کہ یہ گھر میں نے قابض سے خریدا ہے۔ میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہوا ہے اور ثمن بھی ادا کیا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں غائب آدمی نے میرے پاس بطور امانت رکھا ہے۔ تو اس صورت میں دونوں کے درمیان کوئی خصومت نہیں ہے (یعنی قابض اس مدعی کے دعوے سے فارغ ہے۔

مسئلہ 92:لو قام بينة علي دارٍ في يد رجل انها له اشتراها من ذي اليد و قبضها و نقده الثمن و اقام ذو اليد بينة ان فلانا اودعني اياها فلا خصومة بينهما[2]۔

ترجمہ: اگر کسی نے دوسرے کے قبضے میں ایک گھر پر گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے قابض سے خریدا ہے۔ میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہوا ہے اور ثمن بھی ادا کیا ہے۔ جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں غائب آدمی نے میرے پاس بطور امانت رکھا ہے تو اس صورت میں دونوں کے درمیان کوئی خصومت نہیں ہے۔

مسئلہ 93: ایک نابالغ کے وصی نے اس کے انگور کا باغ فروخت کیا۔ پھر جب یہ صغیر بالغ ہوا تو اس نے غبن کا دعویٰ کیا اور مشتری کے خلاف گواہ پیش کئے۔ مشتری نے گواہ پیش کئے کہ جس وقت میں نے یہ باغ خریدا تھا اس وقت اس باغ کی یہی

---

[1] غانم بغدادی، ملجأ القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص 77۔

[2] محولہ بالا۔

مناسب قیمت تھی جس پر میں نے خریدا تھا۔تو اس صورت میں غبن کے گواہ معتبر ہونگے۔یہ عام قاعدہ ہے کہ غبن کے گواہ معتبر ہوتے ہیں بمقابلہ ان گواہوں کے جو کہ اس بات کو ثابت کرتے ہو کہ اس وقت میں مناسب قیمت یہی تھی۔یہ اس لئے کہ ایک تو غبن کے گواہ زیادتی کو ثابت کرتے ہیں دوسری یہ کہ صحۃ کے مقابلے میں فساد کے گواہ معتبر ہوتے ہیں۔

یہ مسئلہ درر غرر کے اس باب میں مذکور ہے جہاں پر شہادت کے قبول وعدم قبول کا ذکر ہے۔لیکن اس پر اعتراض ہوا ہے کہ یہ مسئلہ اتفاقی نہیں ہے بلکہ اختلافی ہے جبکہ درر غرر کے مصنف نے اختلاف کو ذکر نہیں کیا ہے۔

یہ مسئلہ قنیۃ میں اس جگہ پر ذکر ہے جہاں پر بائع اور مشتری کا صحت اور فساد کے حوالے سے اختلاف آجاتا ہے۔

اس باب میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے۔کہ ایک بندے نے ایک محدود زمین کا دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ہے اور اپنے باپ سے مجھے وراثت میں ملی ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین میں نے آپ کے وصی سے مناسب قیمت پر خریدی تھی۔اس کے بعد مدعی نے گواہ پیش کئے کہ اس زمین کی اصلی قیمت اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو گواہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہو وہی گواہ معتبر ہونگے۔جبکہ کافی سارے علماء کرام فرماتے ہیں کہ جو گواہ کمی کو ثابت کر رہے ہو وہی معتبر ہے۔

مسئلہ93: أَنَّ وَصِيًّا بَاعَ كَرْمَ الصَّبِيِّ وَبَلَغَ الصَّبِيُّ وَادَّعَى غَبْنًا وَأَقَامَ بَيِّنَةً وَأَقَامَ الْمُشْتَرِي بَيِّنَةً أَنَّ قِيمَةَ الْكَرْمِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ مِثْلُ الثَّمَنِ فَبَيِّنَةُ الْغَبْنِ أَوْلَى لِأَنَّهَا تُثْبِتُ أَمْرًا زَائِدًا وَلِأَنَّ بَيِّنَةَ الْفَسَادِ أَرْجَحُ مِنْ بَيِّنَةِ الصِّحَّةِ[1]۔

واورد عليه بان المسألة خلافية و قد اوردها بلا ذكر خلاف فيها،قال في القنية"ادعي عليه محدودا في يده ارثا من جهة اُبيه،فأقام ذواليد البينة انه اشتراها من وصيه بمثل القيمة ،و أقام عليه المدعي بينة ان قيمته زيادة علي ما اثبته ذواليد،فقيل البينة المثبتة للزيادة اولي،و قال كثير منهم :المثبتة لقلة القيمة اولي"[2]۔

ترجمہ: ایک نابالغ کے وصی نے اس کے آنگور کا باغ فروخت کیا۔پھر جب یہ صغیر بالغ ہوا تو اس نے غبن کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کئے۔مشتری نے گواہ پیش کئے کہ اس وقت اس باغ کی یہی مناسب قیمت تھی۔تو اس صورت میں غبن کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ زیادتی کو ثابت کرتے ہیں اور یہ کہ صحۃ کے مقابلے میں فساد کے گواہ معتبر ہوتے ہیں۔

اس پر اعتراض ہوا ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے جبکہ درر غرر کے مصنف نے اختلاف کو ذکر نہیں کیا ہے۔

قنیۃ میں فرماتے ہے کہ ایک بندے نے ایک محدود زمین کا دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ہے اور اپنے باپ سے مجھے وراثت میں ملی ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین میں نے آپ کے وصی سے مناسب قیمت پر خریدی تھی۔اس کے بعد مدعی نے گواہ پیش کئے کہ اس زمین کی اصلی قیمت اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو گواہ زیادتی کو

---

[1] ملاخسرو، درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ج2ص383۔

[2] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ص337۔

ثابت کر رہے ہو وہی گواہ معتبر ہونگے۔ جبکہ کافی سارے علماء کرام فرماتے ہیں کہ جو گواہ کمی کو ثابت کر رہے ہو وہی معتبر ہے۔

مسئلہ 94: ایک بندے نے ایک گھر کا دعویٰ کیا۔اس نے کہا کہ یہ گھر میری ملکیت ہے۔ میری ولی نے آپ کو یہ اس وقت فروخت کیا تھا جب میں بالغ تھا(میں اس پر راضی نہیں تھا) جبکہ قابض نے کہا کہ آپ اس وقت صغیر تھے تو اس صورت میں مدعی صغیر کی بات معتبر ہوگی۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 94:ادعی داراً وقال أنه ملكي باعه أبي منك حال بلوغي وقال ذو اليد حال صغرك فالقول للمدعي وقال لو برهنا تقبل بينة ذي اليد[1]۔

ترجمہ: ایک بندے نے ایک گھر کا دعویٰ کیااور کہاکہ یہ گھر میری ملکیت ہے۔ میرے باپ نے آپ کو یہ اس وقت فروخت کیا تھا جب میں بالغ تھا جبکہ قابض نے کہا کہ آپ اس وقت صغیر تھے تو اس صورت میں مدعی صغیر کی بات معتبر ہوگی۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 95: ایک آدمی نے اپنے بیٹے کی زمین فروخت کی۔(اب بیٹا دعویٰ کر رہا ہے)تو مشتری نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین میں نے اس لڑکے کے والد سے مناسب قیمت پر خریدی تھی اور یہ لڑکا اس وقت صغیر تھا جبکہ بیٹے نے گواہ پیش کئے کہ میں اس وقت بالغ تھا۔(اس زمین کے فروخت کرنے پر راضی نہیں تھا)۔تو اس صورت میں مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔ لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ بیٹے کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 95:باع ضيعة ولده فاقام المشتري بينة انه باعهافي صغره بمثل الثمن والابن اقام بينة انه باعها في حال البلوغ فبينة المشتري اولي و قيل بينة الابن اولي[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے اپنے بیٹے کی زمین فروخت کی۔ مشتری نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین میں نے اس لڑکے کے والد سے مناسب قیمت پر خریدی تھی اور یہ لڑکا اس وقت صغیر تھا جبکہ بیٹے نے گواہ پیش کئے کہ میں اس وقت بالغ تھا تو اس صورت میں مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔ لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ بیٹے کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 96: کسی نے ایک گھر فروخت کیا۔اب بائع نے گواہ پیش کئے کہ جس وقت اس گھر کی بیع ہوئی تھی اس وقت میں صغیر تھا جبکہ مشتری نے گواہ پیش کئے کہ آپ اس وقت بالغ تھے۔تو اس صورت میں مشتری کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ ایک شئے عارض یعنی بلوغت کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ96:لو اقام البائع بينة اني بعتها في صغري و اقام المشتري انك بعتها بعد البلوغ فبينة المشتري اولي لانه يثبت العارض[3]۔

---

[1] ابن قاضی سماونة، جامع الفصولین۔ ج1 ص139۔

[2] غانم بغدادی، ملجأالقضاة عند تعارض البینات۔ ص78۔

[3] محولہ بالا۔

ترجمہ: اگر بائع نے گواہ پیش کئے کہ میں نے جب اس گھر کو فروخت کیا تھا اس وقت میں صغیر تھا جبکہ مشتری نے گواہ پیش کئے کہ آپ بالغ تھے۔ تو اس صورت میں مشتری کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ ایک شئے عارض کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 97: کسی نے غیر کے چیز کو فروخت کرکے مشتری کے حوالے کیا۔ اب مالک نے دعویٰ کیا کہ جس وقت مجھے بیع کی خبر ملی اسی وقت میں نے بیع کو رد کیا تھا۔ (یعنی میں اس پر راضی نہیں تھا)۔ جبکہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ آپ نے بیع کی تنفیذ کی تھی۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں مشتری کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ بیع کو لازم کرنے والے ہیں۔

مسئلہ 97: باع ملك الغير و سلم ثم ادعي المالك الرد حين سمع و ادعي المشتري اجازته و اقاما البينة فبينة المشتري اولي لانها ملزمة[1]۔

ترجمہ: کسی نے غیر کے چیز کو فروخت کرکے مشتری کے حوالے کیا۔ اب مالک نے دعویٰ کیا کہ جس وقت مجھے بیع کی خبر ملی اسی وقت میں نے بیع کو رد کیا تھا جبکہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ آپ نے بیع کی تنفیذ کی تھی۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں مشتری کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ بیع کو لازم کرنے والے ہیں۔

مسئلہ 98: دو غیر قابض بندوں میں سے ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے فلاں سے خریدی ہے اور اس پر میں نے قبضہ بھی کیا ہے۔ جبکہ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میری ہے۔ تو اس صورت میں یہ چیز دونوں کے درمیان آدھی آدھی ہو جائیگی۔

مسئلہ 98: اقام احد الخارجين البينة انه اشتراه من فلانٍ و قبضه و الآخر بينة انه له فهو بينهما نصفان[2]۔

ترجمہ: دو غیر قابض بندوں میں سے ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے فلاں سے خریدی ہے اور اس پر میں نے قبضہ بھی کیا ہے۔ جبکہ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میری ہے۔ تو اس صورت میں یہ چیز دونوں کے درمیان آدھی آدھی ہو جائیگی۔

مسئلہ 99: زید کے قبضے میں ایک گھر تھا۔ عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے جو کہ زید نے بکر کو ہزار دینار کے عوض فروخت کیا ہے۔ بکر نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے۔ اور میں نے عمر کو ہزار درہم کے عوض فروخت کیا ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہے کہ یہ گھر بغیر کسی بیع اور ثمن کے آدھا ایک کا اور آدھا دوسرے کا ہو جائیگا۔ جبکہ امام محمد صاحب فرماتے ہے کہ قاضی فیصلہ دیگا کہ آدھا گھر آدھی قیمت پر ایک کا ہو جائیگا اور آدھا گھر آدھی قیمت کے ساتھ دوسرے کا ہو جائیگا۔ (یعنی ہم یہ کہیں گے کہ یہ آدھا گھر ایک کا تھا۔ اس نے دوسرے کو فروخت کیا۔ اور اسی طرح گھر کا دوسرا آدھا حصہ دوسرے مدعی نے پہلے کو فروخت کیا)۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجأ القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص 79۔

[2] محولہ بالا۔

مسئلہ 99:دارٌفي يد زيدٍ فادعي عمرو انها ملكه باعها زيد من بكر بمائة دينارٍ وادعي بكر انها ملكه باعها من عمرو بالف درهمٍ و اقاما البينةقال ابو يوسف رحمه الله يقضي باالدار بينهما ملكا بغير بيعٍ ولا شئي من الثمن و عند محمدرحمه الله يقضي بالملك و البيع لكل واحد في النصف بنصف الثمن[1] ۔

ترجمہ: زید کے قبضے میں ایک گھر تھا۔ عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے۔ زید نے بکر کو ہزار دینار کے عوض فروخت کیا ہے۔ بکر نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے اور میں نے عمرو کو ہزار درہم کے عوض فروخت کیا ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو امام ابو یوسفؒ صاحب فرماتے ہے کہ یہ گھر بغیر کسی بیع اور ثمن کے آدھا ایک کا اور آدھا دوسرے کا ہو جائیگا۔ جبکہ امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ قاضی فیصلہ دیگا کہ آدھا گھر آدھی قیمت کے اوپر ایک کا ہو جائیگا اور آدھا گھر آدھی قیمت کے ساتھ دوسرے کا ہو جائیگا۔

مسئلہ 100: زید کے قبضے میں ایک غلام ہے۔ دو بندوں نے اس پر دعویٰ کرکے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میں نے زید سے خریدا ہے۔ تو اس مسئلے کی کئی صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی۔ اس صورت میں دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے۔ چاہے تو غلام کا آدھا حصہ اس آدھی قیمت پر لے لیں جس پر اس کے گواہوں نے گواہی دی ہے۔ اور آدھی قیمت زید سے لے لیں اگر اس نے زید کو پوری رقم ادا کی ہو۔ اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔ (کیونکہ پورے غلام کی بیع نہیں ہوئی۔ لہٰذا زید سے اپنی پوری قیمت واپس لے لیں)۔

دوسری صورت: اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو تو جس کی تاریخ مقدم ہو گی، غلام اسی کا ہو جائیگا۔

تیسری صورت: دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی یا ایک نے ذکر کی دوسرے نے نہیں لیکن غلام کسی ایک کے قبضے میں ہے تو اس صورت میں قابض کے گواہ معتبر ہونگے۔

چوتھی صورت: غلام دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں بھی نہیں ہے بلکہ کسی تیسرے آدمی کے قبضے میں ہے لیکن ان دونوں میں سے ایک نے بیع کی تاریخ بتلائی ہے۔ تو اس صورت میں تاریخ والے کے گواہ معتبر ہونگے۔

یہ مسئلہ دوسرے کتب میں بھی اسی طرح مذکور ہے لیکن جامع الفصولین والے نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ مدعی قابض اور غیر قابض نے اگر کسی سے کسی چیز کا خریدنا ثابت کردیا، تو جس نے تاریخ ذکر کی اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

لیکن میں کہتا ہو کہ جو بات عام کتابوں میں مذکور ہے، فتویٰ اسی کے اوپر ہے اور وہی معتبر ہے کیونکہ کسی چیز پر قبضہ پالینا (جس طرح ھدایۃ میں مذکور ہے) اس بات کی دلیل ہے کہ یہ چیز اس نے پہلے خریدی ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ گواہ اثبات میں برابر ہوگئے۔ تو اب جو قبضہ یقینی اور ثابت ہے وہ شک کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا۔ (لہٰذا اس صورت میں قابض کے گواہ معتبر ہونگے)۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجأالقضاۃ عند تعارض البینات۔ ص79۔

مسئلہ 100:عَبْدٌ فِي يَدِ رَجُلٍ ادَّعَى اثْنَانِ كلٌ مِنهمَا أَنَّهُ اشْتراهُ مِنْهُ وَأَقَامَا بَيِّنَةً بِلا تَوْقِيتٍ فَكلٌ مِنهمَا بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَ أَخَذَ نِصْفَ الْعَبْدِ بِنِصْفِ الثَّمَنِ الَّذِي شَهِدَتْ بِهِ الْبَيِّنَةُ وَرَجَعَ عَلَى الْبَائِعِ بِنِصْفِ ثَمَنِهِ إنْ كانَ دَفَعَهُ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ[1]وعليه عامة الكتب المعتبرة لكن نقل صاحب الفصولين عن المبسوط[2] ان الخارج و ذاليد لو اثبتا الشراء من واحد ،و ارخ احدهما لا الاخر ،فذو التاريخ اولي۔

اقول[3]:وما عليه العامة هو المعتبرالمفتي به ؛لان تَمَكُنَه من قبضه علي ما ذكره في الهداية[4] يدل علي سبق شرائه،ولانها استويا في الاثبات ،فلا يُنقض اليد الثابتة بالشك۔

ترجمہ :ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام ہے۔دو بندوں نے اس پر دعویٰ کرکے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میں نےاس آدمی سے خریدا ہے۔ دونوں نے تاریخ کا ذکر نہیں کیاتو اس صورت میں دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے۔چاہے توغلام کاآدھا حصہ اس آدھی قیمت پر لے لیں جس پر اس کے گواہوں نے گواہی دی ہے۔اورآدھی قیمت بائع سے لے لیں اگراس نے پوری رقم ادا کی ہو۔اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

یہ مسئلہ دوسرے کتب میں بھی اسی طرح مذکور ہے لیکن جامع الفصولین والے نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ مدعی قابض اور غیر قابض نے اگر کسی سے کسی چیز کا خریدنا ثابت کردیا،توجس نے تاریخ ذکر کی اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

لیکن میں کہتا ہو کہ جو بات عام کتابوں میں مذکور ہے،فتویٰ اسی کے اوپر ہے اور وہی معتبر ہے کیونکہ کسی چیز کے اوپر قبضہ پالینا(جس طرح ھدایہ میں مذکور ہے)اس بات کی دلیل ہے کہ یہ چیز اس نے پہلے خریدی ہے۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ گواہ اثبات میں برابر ہوگئے۔تواب جو قبضہ یقینی اور ثابت ہے وہ شک کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ 101 :ایک مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔ایک مہینے سے میرا اس پر قبضہ ہے۔ایک اور مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔دس دنوں سے میرا اس پر قبضہ ہے۔صورتحال یہ ہے کہ یہ چیز زید کے قبضے میں ہے۔

تو اس صورت میں جس کی تاریخ مقدم ہے اس کا اعتبار کیا جائیگا۔اور اگر یہ چیز اس مدعی کے قبضے میں ہو جو دس دنوں سے قبضے کا دعویٰ کررہا ہے تو دوسرا مدعی اس سے یہ چیز لے لیگا کیونکہ اس کے گواہوں نے یہ بات ثابت کردی کہ اس کا قبضہ مقدم ہے۔

اور اگر صورت مسئلہ اس طرح ہو لیکن مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز ایک مہینے سے میرے قبضے میں ہے۔جبکہ قابض نے صرف قبضے پر گواہ پیش کئے۔باقی اس نے تاریخ کا ذکر نہیں کیا۔یا اس نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز زید سے میں نے خریدی ہے۔باقی اس کے گواہوں نے قبضے کی کوئی ذکر نہیں کی۔

---

[1]ملا خسرو،درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ج2ص345۔

[2]السرخسی،المبسوط۔ج16ص161۔

[3]غانم بن محمد بغدادی رحمہ اللہ۔

[4]المرغینانی،الھدایۃ۔ج3ص170۔

تو اس صورت میں یہ چیز قابض کی ہو جائیگی کیونکہ اس کا موجودہ قبضہ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس کا قبضہ دوسرے سے مقدم ہے۔اور تاریخ اس کیلئے معنیً ثابت ہو گئی۔ لیکن اس تاریخ کا غیر قابض کے قبضے سے مقدم یا مؤخر ہونا معلوم نہیں ہے لہٰذا دونوں کے گواہ ساقط ہو جائینگے اور قابض کو ترجیح دی جائیگی۔

اور اگر صورت مسئلہ اس طرح ہو کہ یہ بیچنے والی چیز بائع (مثلاً زید) کے قبضے میں ہو۔اور دونوں مدعی دعویٰ کریں (ہر ایک یہ کہے کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے)۔دونوں بیع کی تاریخ بھی ذکر نہ کریں۔ لیکن ان میں سے ایک گواہ پیش کریں کہ یہ چیز ایک مہینے سے میرے قبضے میں ہے۔ جبکہ دوسرا صرف قبضے پر گواہ پیش کریں باقی قبضے کی کوئی تاریخ ذکر نہ کریں۔ تو اس صورت میں جس نے تارِیخ ذکر کی ہے اس کے گواہ معتبر ہونگے۔ کیونکہ قبضہ ایک امر حادث یعنی نیا کام ہے۔ تو اب قاضی کے حکم کے وقت سے اس کے حدوث کا فیصلہ کیا جائیگا۔ہاں اگر معلوم ہو گیا کہ اس دوسرے مدعی کا قبضہ مقدم ہے تو پھر اسی کو ترجیح دی جائیگی۔

ان تمام صورتوں میں اگر دونوں نے خریدنے کا وقت بتایا اور ان دونوں میں ایک کا وقت مقدم ہو تو اس کا اعتبار کیا جائیگا کیونکہ دوسرا اب ایسی چیز کو خریدنے والا ہوگا جو حقیقت میں مقدم تاریخ والے نے پہلے سے خریدی ہے۔ لہٰذا اب اس کیلئے نہ خریدنا جائز ہے اور نہ ہی قبضہ۔

مسئلہ 101: لو كان المبيع في يد بائعه فبرهن أحدهما على الشراء وأنه قبضه منذ شهر وبرهن الآخر على الشراء وأنه قبضه منذ عشرة أيام فذو الوقت الأول أولى، ولو كان المبيع في يد من برهن على قبضه منذ عشرة أيام يأخذه الآخر منه إذ بينته أثبتت سبق يده ـ ولو برهن من ليس بيده أنه قبض منذ شهر وبرهن ذو اليد على قبضه بلا توقيت أو برهن على الشراء ولم يذكر شهوده القبض فالمبيع له إذ يده في الحال تدل على سبق قبضه وقد ثبت له التاريخ ضمناً ولا يدري أنه قبل قبض الخارج أو بعده فلغت البينتان ويرجح ذو اليد بيده القائمة في الحال ـ فلو كان المبيع في يد بائعه ولم يؤقتا للشراء وبرهن أحدهما على قبضه منذ شهر والآخر على قبضه ولم يوقت فذو الوقت أولى إذ القبض أمر حادث فيحكم بحدوثه من وقت القضاء إلا أن يظهر قبض الآخر وفي كل هذه الفصول لو وقتا للشراء ووقت أحدهما أسبق فالأسبق أولى إذ الآخر صار مشترياً لما شراه صاحبه قبله فلم يجز شراؤه ولا قبضه[1]۔

ترجمہ: اگر بائع کے قبضے میں ایک چیز پر ایک مدعی نے اس کے ساتھ بیع اور ایک مہینے سے قبضے پر گواہ پیش کئے جبکہ ایک اور مدعی نے بیع اور دس دنوں سے قبضے پر گواہ پیش کئے تو اس صورت میں جس کی تاریخ مقدم ہے اس کا اعتبار کیا جائیگا۔

اور اگر یہ چیز اس مدعی کے قبضے میں ہو جو دس دنوں سے قبضے کا دعویٰ کر رہا ہے تو دوسرا مدعی اس سے یہ چیز لے لیگا کیونکہ اس کے گواہوں نے یہ بات ثابت کر دی کہ اس کا قبضہ مقدم ہے۔

اور اگر مدعی غیر قابض نے ایک مہینے سے قبضے پر گواہ پیش کئے جبکہ قابض نے تاریخ ذکر کئے بغیر صرف قبضے پر گواہ پیش کئے یا اس نے صرف خریدنے پر گواہ پیش کئے باقی اس کے گواہوں نے قبضے کی کوئی ذکر نہیں کی تو اس صورت میں یہ چیز

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج1ص109۔

قابض کی ہو جائیگی کیونکہ اس کا موجودہ قبضہ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس کا قبضہ دوسرے سے مقدم ہے اور تاریخ اس کیلئے معنیً ثابت ہو گئی لیکن اس تاریخ کا غیر قابض کے قبضے سے مقدم یا مؤخر ہونا معلوم نہیں ہے لہٰذا دونوں کے گواہ ساقط ہو جائینگے اور قابض کو ترجیح دی جائیگی۔

اور اگر یہ چیز بائع کے قبضے میں ہو۔اور دونوں مدعی بیع کی تاریخ ذکر نہ کریں لیکن ان میں سے ایک گواہ پیش کریں کہ یہ چیز ایک مہینے سے میرے قبضے میں ہے۔جبکہ دوسرا صرف قبضے کے اوپر گواہ پیش کریں باقی قبضے کی کوئی تاریخ ذکر نہ کریں۔تو اس صورت میں جس نے تارِیخ ذکر کی ہے اس کے گواہ معتبر ہونگے۔کیونکہ قبضہ ایک امر حادث یعنی نیا کام ہے۔تو اب قاضی کے حکم کے وقت سے اس کے حدوث کا فیصلہ کیا جائیگا۔ہاں اگر معلوم ہو گیا کہ اس دوسرے مدعی کا قبضہ مقدم ہے تو پھر اسی کو ترجیح دی جائیگی۔

ان تمام صورتوں میں اگر دونوں نے خریدنے کا وقت بتایا اور ان دونوں میں ایک کا وقت مقدم ہو تو اس کا اعتبار کیا جائیگا کیونکہ دوسرا اب ایسی چیز کو خریدنے والا ہوگا جو حقیقت میں مقدم تاریخ والے نے پہلے سے خریدی ہے۔لہٰذا اب اس کیلئے نہ خریدنا جائز ہے اور نہ ہی قبضہ۔

مسئلہ 102: دو بندوں نے دو الگ الگ آدمیوں سے ایک چیز کے خریدنے کا دعویٰ کیا۔(مثلاً ایک نے کہا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔جبکہ دوسرے نے کہا کہ میں نے بکر سے)۔دونوں نے بیع کی ایک ہی تاریخ ذکر کی۔

تو یہ دونوں برابر ہیں کیونکہ یہ دونوں اس چیز کی ملکیت اپنے اپنے بائع کیلئے ثابت کر رہے ہیں۔(تو اب یہ اس طرح ہوا گویا کہ زید اور بکر دونوں خود ہی حاضر ہو۔دونوں نے اپنے اپنے ملکیت پر گواہ پیش کئے ہو۔تو فیصلہ دونوں کے حق میں ہوگا)۔اسی طرح یہاں بھی فیصلہ کیا جائیگا۔اس کے بعد ان دونوں کو اختیار ہے چاہے تو وہ چیز آدھی لے لیں یا چھوڑ دیں۔جس طرح ہم نے ھدایۃ میں ذکر کیا ہے۔اسی طرح کا بیان اس کتاب میں بھی لے آئے ہیں۔اور اگر ایک مدعی کے گواہوں نے بیع کی تاریخ ذکر کر دی دوسرے کے گواہوں نے نہیں۔تو اس صورت میں بھی دونوں کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔کیونکہ ایک مدعی کے تاریخ بتلانے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جس بائع نے اس کو فروخت کیا ہے اس کی ملکیت مقدم ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس دوسرے کی ملکیت مقدم ہو۔

بخلاف اس صورت کے کہ جس میں بائع دونوں کا ایک ہو۔(اگر ایک مدعی دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے یہ چیز زید سے خریدی ہے اور دوسرا مدعی بھی اسی طرح کا دعویٰ کر رہا ہے)۔دونوں میں سے ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں۔دونوں نے گواہ پیش کئے۔تو اس صورت میں تاریخ والے کے گواہ معتبر ہونگے۔کیونکہ اس صورت میں دونوں یہ مانتے ہیں کہ ملکیت صرف اور صرف زید ہی کی طرف سے حاصل ہے۔تو جب ایک مدعی نے اپنے بیع کی تاریخ ثابت کر دی تو اب اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا،جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس دوسرے مدعی کا بیع اسے مقدم ہے۔

مسئلہ 102: وإن أقام كل واحد منهما البينة على الشراء من آخر وذكرا تاريخا فهما سواء" لأنهما يثبتان الملك لبائعيهما فيصير كلنهما حضرا ثم يخير كل واحد منهما كما ذكرنا من قبل "ولو وقتت إحدى البينتين وقتا ولم تؤقت الأخرى قضى بينهما نصفين" لأن توقيت إحداهما لا يدل على تقدم الملك لجواز أن يكون الآخر أقدم، بخلاف ما إذا كان البائع واحدا لأنهما اتفقا على أن الملك لا يتلقى إلا من جهته، فإذا أثبت أحدهما تاريخا يحكم

به حتى يتبين أنه تقدم شراء غيره1.

ترجمہ: دو بندوں نے دو الگ الگ آدمیوں سے ایک چیز کے خریدنے پر گواہ پیش کئے دونوں نے بیع کی ایک ہی تاریخ ذکر کی۔ تو یہ دونوں برابر ہیں کیونکہ یہ دونوں اس چیز کی ملکیت اپنے اپنے بائع کیلئے ثابت کر رہے ہیں۔ تو اب یہ اس طرح ہوا گویا کہ دونوں بائع خود ہی حاضر ہو۔ اس کے بعد ان دونوں کو اختیار ہے جس طرح ہم نے ھدایۃ میں ذکر کیا ہے۔ اور اگر ایک مدعی کے گواہوں نے بیع کی تاریخ ذکر کر دی دوسرے کے گواہوں نے نہیں۔ تو اس صورت میں بھی دونوں کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ کیونکہ ایک مدعی کے تاریخ بتلانے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جس بائع نے اس کو فروخت کیا ہے اس کی ملکیت مقدم ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس دوسرے کی ملکیت مقدم ہو۔

بخلاف اس صورت کے کہ جس میں بائع دونوں کا ایک ہو کیونکہ اس صورت میں دونوں یہ مانتے ہیں کہ ملکیت صرف اور صرف ایک بائع کی طرف سے حاصل ہے۔ تو جب ایک مدعی نے اپنے بیع کی تاریخ ثابت کر دی تو اب اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس دوسرے مدعی کا بیع اسے مقدم ہے۔

مسئلہ 103: اگر دو مدعی نے الگ الگ بندوں سے کسی چیز کے خریدنے پر گواہ پیش کئے۔ دونوں نے اپنے اپنے بیع کی تاریخ بھی بتا دی۔ لیکن ان میں سے ایک کی تاریخ مقدم تھی اور دوسرے کی مئوخر۔

تو اس مسئلے کے بارے میں مختلف روایات ملتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

امام زیلعی صاحبؒ، کنز کی شرح میں فرماتے ہے کہ اگر دو مدعی میں سے ہر ایک نے الگ الگ بندوں سے کسی چیز کے خریدنے پر گواہ پیش کئے (مثلاً ایک مدعی نے کہا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے جبکہ دوسرے نے کہا کہ یہ چیز میں نے بکر سے خریدی ہے) تو اس صورت میں دونوں مدعی برابر ہیں۔ دونوں کے حق میں آدھی آدھی چیز کا فیصلہ کیا جائیگا۔ برابر ہے کہ کسی ایک کی تاریخ مقدم ہو یا مئوخر کیونکہ یہ دونوں اس چیز کی ملکیت اپنے اپنے بائع کیلئے ثابت کر رہے ہیں۔ چونکہ دونوں بائع کی ملکیت مطلق ہے تاریخ کا اس میں کوئی ذکر نہیں ہے لہٰذا دونوں کیلئے ملک مطلق ثابت ہو کر یہ چیز دونوں (بائع) کی ہو جائیگی۔ اب یہ اس طرح ہو جائیگا کہ گویا دونوں بائع حاضر ہو اور دونوں مطلق ملکیت کا دعویٰ کریں۔ تاریخ کا اس میں کوئی ذکر نہ ہو۔ (مثلاً زید کہے کہ یہ چیز میری ہے اور بکر کہے کہ یہ میری ہے۔ تاریخ کا ذکر کوئی بھی نہ کریں۔ تو اس صورت میں دونوں کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا)۔ بعینہٖ اسی طرح حکم ہے اس مسئلے کا کہ اگر ایک مدعی نے تاریخ بتا دی اور دوسرے نے نہیں۔ تو اس صورت میں بھی دونوں مدعی برابر ہو جائینگے۔ کیونکہ اگر دونوں تاریخ بتا بھی دیتے اور ایک کی تاریخ یقینی طور پر مقدم ہوتی تو بھی مقدم تاریخ والے کو کوئی ترجیح حاصل نہیں ہوتی۔

1المرغینانی، الهدایة فی شرح بدایة المبتدی۔ ج 3 ص 169۔

اب جب ایک نے تاریخ بتلائی ہے ایک نے نہیں۔ تو جس نے تاریخ بتلائی بھی ہے ہو سکتا ہے کہ اس کی تاریخ دوسرے سے مقدم ہو یا مؤخر ہو۔ تو شک کے ساتھ تاریخ والے کو کس طرح ترجیح دی جائیگی۔ لہٰذا دونوں برابر ہوئے۔ بخلاف اس صورت کے کہ جس میں مالک ایک ہو کہ اس صورت میں مقدم تاریخ والے کو ترجیح دی جائیگی۔

مبسوط میں مذکور ہے کہ مقدم تاریخ والے کو ترجیح دی جائیگی (دونوں صورتوں میں)۔ جامع الفصولین کے آٹھویں فصل میں مذکور ہے۔ کہ دو مدعی میں سے ہر ایک نے اگر کسی ایک بندے یا دو الگ الگ بندوں سے کسی چیز کے خریدنے پر گواہ پیش کیئے۔ دونوں نے تاریخ بھی بتلائی لیکن ان میں ایک نے تاریخ مقدم بتلائی تو اس کو ترجیح دی جائیگی۔ اس کے بعد جامع الفصولین والے فرماتے ہے کہ حق بات یہ ہے کہ جس صورت میں بائع علیحدہ علیحدہ ہو وہاں پر تاریخ کے تقدیم وتاخیر کو کوئی ترجیح نہ دی جائیں۔ کیونکہ بائع کے ملکیت کی تاریخ تو ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا مشتری اپنی ملکیت کی جو تاریخ ذکر کر رہا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

جس صورت میں بائعین جدا جدا ہو اس صورت میں اس طرح ہے کہ گویا وہ دونوں خود حاضر ہو۔ دونوں نے اپنی اپنی ملکیت پر گواہ پیش کیئے ہو لیکن تاریخ کا اس میں کوئی ذکر نہ ہو۔ (تو اس صورت میں دونوں کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا)۔

بزازیۃ میں مذکور ہے کہ ایک بندے کے قبضے میں ایک غلام ہے۔ ایک اور بندے نے گواہ پیش کیئے کہ یہ غلام فلاں آدمی کا تھا اور دس دن ہوئے ہیں کہ میں نے اسے خریدا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کیئے کہ یہ غلام فلاں بندے کا تھا ایک مہینہ ہوا ہے کہ میں نے اتنی قیمت دے کر اسے خریدا ہے۔ قیمت بھی بتلا دی۔ تو اس صورت میں امام شیبانیؒ صاحب کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ غلام اسی کا ہو جائیگا جس کی تاریخ مقدم ہے یعنی قابض کا ہو جائیگا۔

ایک اور قول اس کی یہ ہے کہ یہ غلام مدعی غیر قابض کا ہو جائیگا۔ اسی طرح امام محمدؒ صاحب کا پہلا قول یہ ہے کہ یہ غلام قابض کا ہو جائیگا۔ کیونکہ اس کی تاریخ مقدم ہے۔ امام محمد کے دوسرے قول کے مطابق یہ غلام مدعی غیر قابض کا ہو جائیگا۔

قاضی خان کے دعویٰ کے مسائل میں مذکور ہے کہ اگر دونوں الگ الگ مالکوں سے خریدنے کا دعویٰ کر رہے ہو اور ایک گواہ پیش کریں کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے اس حال میں کہ زید اس کا مالک تھا۔ دوسرا گواہ پیش کریں کہ میں نے بکر سے خریدی ہے اس حال میں کہ بکر اس کا مالک تھا۔ تو اس صورت میں قاضی دونوں کے حق میں فیصلہ دیگا (کہ یہ چیز دونوں کی مشترک ہے)۔ اور اگر دونوں نے اپنی اپنی بیع کی تاریخ ذکر کر دی تو ظاہر الروایۃ میں مقدم تاریخ والے کو ترجیح دی جائیگی۔ اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی دوسرے نے نہیں۔ پھر بھی دونوں برابر ہے۔ یہ حکم اتفاقی ہے۔

اور اگر غلام ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو دوسرے کو ترجیح دی جائیگی۔

میں کہتا ہوں کہ مناسب یہی ہے کہ جس طرح مالک کے ایک ہونے میں مقدم تاریخ والے کو ترجیح دی جاتی ہے، اسی طرح اِدھر بھی مقدم تاریخ والے کو ترجیح دی جائے۔ لیکن یہ بات زیلعی کے بات سے مختلف ہے۔

مسئلہ 103: ان اقام کل واحد منہما بینۃ علي الشراء من آخر و ارخا تاریخا و احدھما اسبق ،اختلفت روایات الکتب في ذالك:

قال الزيلعي في شرح الكنز: لَوْ أَقَامَ كلٌ وَاحِدٍ مِنهمَا بَيِّنَةً عَلى الشراءِ مِنْ رَجُلٍ غَيرِ الَّذِي يَدَّعِي الشراءَ مِنْهُ صَاحِبُهُ كانَا سَوَاءً حَتىَ يَكُونَ بَيْنهمَا نِصْفَينِ سَوَاءٌ كانَ تَارِيخُ أَحَدِهما أَقْدَمَ أَوْ لَمْ يَكُنْ لأَنَّ كلٌ وَاحِدٍ منهمَا يُثْبِتُ الْمِلْكَ لِبَائِعِهِ وَمِلْكُ بَائِعِهِ مُطْلَقٌ وَلا تَارِيخَ فِيهِ فَيَثْبُتُ لِكلٍ وَاحِدٍ مِنْ الْبَائِعَينِ مِلْكٌ مُطْلَقٌ فَيَكُونُ بَيْنهمَا فَصَارَ كَمَا إذَا حَضرَ الْبَائِعَانِ وَادَّعَيَا الْمِلْكَ مِنْ غَيرِ تَارِيخٍ وَكَذَا لَوْ ذَكَرَ أَحَدُهما تَارِيخا دُونَ الآخَرِ فَهُمَا سَوَاءٌ لأَنَّهُ لا يَترجَّحُ بِالتَّقَدُّمِ حَقِيقَةً فَكَيْفَ يَترجَّحُ بِالاحْتِمَالِ بخِلافِ مَا إذَا كانَ الْمُمَلِّكُ لَهُمَا وَاحِدًا حَيْثُ يَكُونُ أَقْدَمُهُمَا تَارِيخا أَوْلى1۔

والمنقول عن المبسوط2 أن الاسبق اولي،قال في فصل الثامن من الفصولين نقلا عن المبسوط: لو ادعيا الشراء كل منها من رجل أو من واحد وأرخا وأحدهما أسبق تاريخاً فالأسبق أولى۔

ثم قال صاحب الفصولين والذي يَتراءي لي ان الاصوب هو ان لا يعتبر سبق التاريخ في صورة التلقي من اثنين، اذ لا تاريخ لابتداءِ مِلكِ البائعين ،فتاريخ المشتري لملكه لا يُعتَدُ به مع تعدُدِ البائع ،فصار كانها حضرا و برهنا علي مطلق الملك بلا تاريخ3۔

عبد في يد رجل برهن رجل على أنه كان لفلان اشتراه منه عشرة أيام وبرهن ذو اليد على أنه كان لآخر اشتراه منه منذ شهر بكذا وسماه قال الثاني رحمه الله في قوله الثاني هو الذي هو أسبقهما تاريخاً وهو ذو اليد وقال محمد رحمه الله في قوله الآخر هو للمدعي وعلى هذا قياس قول محمد أولاً هو لذي اليد لأنه اسبقهما تاريخاًو وعلي قياس قول الثاني هو للمدعي۔4

وان ادعيا الشراء كل واحد منهما من رجل آخرفاقام احدهما البينۃ أنه اشتراها من فلان وهو يملكها وأقام آخر البينة أنه اشتراها من فلان آخر وهو يملكها فان القاضي يقضي بينهما وان وقتا فصاحب الوقت الأول أولى في ظاهرة الرواية وان وقت احدهما دون الاخريقضي بينهما اتفاقاً فان كان لأحدهما قبض فالآخر أولى5۔

ترجمہ: اگر دو مدعی نے الگ الگ بندوں سے کسی چیز کے خریدنے پر گواہ پیش کئے۔ دونوں نے اپنے اپنے بیع کی تاریخ بھی بتادی۔ لیکن ان میں سے ایک کی تاریخ مقدم تھی اور دوسرے کی مئوخر۔ تو اس مسئلے کے بارے میں مختلف روایات ملتے ہیں۔

زیلعی صاحب فرماتے ہے کہ اگر دو مدعی میں سے ہر ایک نے الگ الگ بندوں سے کسی چیز کے خریدنے پر گواہ پیش کئے تو اس صورت میں دونوں مدعی برابر ہیں یہاں تک کہ وہ چیز دونوں کے درمیان نصف نصف ہو جائیگی برابر ہے کہ کسی ایک کی تاریخ مقدم ہو یا مئوخر کیونکہ یہ دونوں اس چیز کی ملکیت اپنے اپنے بائع کیلئے ثابت کر رہے ہیں۔ چونکہ دونوں بائع

---

1 الزیلعی، تبیین الحقائق۔ ج4ص319۔

2 السرخسی، المبسوط۔ ج17ص43۔

3 ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1ص110-111۔

4 البزازی، الفتاوی البزازیۃ۔ ج1ص592-593۔

5 قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3ص72۔

کی ملکیت مطلق ہے تاریخ کا اس میں کوئی ذکر نہیں ہے لہٰذا دونوں کیلئے ملک مطلق ثابت ہو کر یہ چیز دونوں کی ہو جائیگی۔اب یہ اس طرح ہو جائیگا کہ گویا دونوں بائع حاضر ہو اور دونوں مطلق ملکیت کا دعویٰ کریں۔تاریخ کا اس میں کوئی ذکر نہ ہو۔ بعینہٖ اسی طرح حکم ہے اس مسئلے کا کہ اگر ایک مدعی نے تاریخ بتادی اور دوسرے نے نہیں۔تو اس صورت میں بھی دونوں مدعی برابر ہو جائینگے۔ کیونکہ حقیقۃً تاریخ کے تقدیم کی وجہ سے ترجیح حاصل نہیں ہوتی تو احتمال کی وجہ سے کیسی ترجیح حاصل ہو گی .بخلاف اس صورت کے کہ جس میں مالک ایک ہو کہ اس صورت میں مقدم تاریخ والے کو ترجیح دی جائیگی۔

مبسوط میں مذکور ہے کہ مقدم تاریخ والے کو ترجیح دی جائیگی (دونوں صورتوں میں)۔جامع الفصولین کے آٹھویں فصل میں مذکور ہے۔کہ دو مدعی میں سے ہر ایک نے اگر کسی ایک بندے یا دو الگ الگ بندوں سے کسی چیز کے خریدنے پر گواہ پیش کئے۔دونوں نے تاریخ بھی بتلائی لیکن ان میں ایک نے تاریخ مقدم بتلائی تو اس کو ترجیح دی جائیگی۔

اس کے بعد جامع الفصولین والے فرماتے ہے کہ حق بات یہ ہے کہ جس صورت میں بائع علیحدہ علیحدہ ہو وہاں پر تاریخ کے تقدیم و تاخیر کو کوئی ترجیح نہ دی جائیں۔کیونکہ بائع کے ملکیت کی تاریخ تو ذکر نہیں ہے۔لہٰذا مشتری اپنی ملکیت کی جو تاریخ ذکر کر رہا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

جس صورت میں بائعین جدا جدا ہو اس صورت میں اس طرح ہے کہ گویا وہ دونوں خود خاضر ہو۔دونوں نے اپنی اپنی ملکیت پر گواہ پیش کئے ہو لیکن تاریخ کا اس میں کوئی ذکر نہ ہو۔

ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام ہے۔ایک اور آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام فلاں آدمی کا تھا اور دس دن ہوئے ہیں کہ میں نے اسے خریدا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام فلاں بندے کا تھا ایک مہینہ ہوا ہے کہ میں نے اتنی قیمت دے کر اسے خریدا ہے قیمت بھی بتلا دی۔تو اس صورت میں امام شیبانیؒ صاحب کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ غلام اسی کا ہو جائیگا جس کی تاریخ مقدم ہے یعنی قابض کا ہو جائیگا۔

ایک اور قول اس کی یہ ہے کہ یہ غلام مدعی غیر قابض کا ہو جائیگا۔اسی طرح امام محمدؒ صاحب کا پہلا قول یہ ہے کہ یہ غلام قابض کا ہو جائیگا کیونکہ اس کی تاریخ مقدم ہے۔امام محمد کے دوسرے قول کے مطابق یہ غلام مدعی غیر قابض کا ہو جائیگا۔

قاضی خان میں ہے کہ اگر دونوں الگ الگ مالکوں سے خریدنے کا دعویٰ کر رہے ہو اور ان میں سے ایک گواہ پیش کریں کہ یہ چیز میں نے فلاں سے خریدی ہے اس حال میں کہ فلاں اس کا مالک تھا۔

دوسرا گواہ پیش کریں کہ میں نے فلاں سے خریدی ہے اس حال میں کہ فلاں اس کا مالک تھا۔تو اس صورت میں قاضی دونوں کے حق میں فیصلہ دیگا.اور اگر دونوں نے اپنی اپنی بیع کی تاریخ ذکر کر دی تو ظاہر الروایۃ میں مقدم تاریخ والے کو ترجیح دی جائیگی۔اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی دوسرے نے نہیں۔پھر بھی دونوں برابر ہے۔یہ حکم اتفاقی ہے۔اور اگر غلام ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو دوسرے کو ترجیح دی جائیگی۔

مسئلہ 104:اگر دو بندوں نے الگ الگ بائعوں سے کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ کیا۔ہر ایک نے اپنے بائع کی ملکیت کی تاریخ بھی بتائی۔(مثلاً ایک نے کہا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔اور زید فلاں تاریخ سے اس کا

مالک تھا۔ دوسرے نے بکر کے بارے میں اس طرح کہا)۔ تو اس صورت میں ہمارے احناف کے تمام ائمہ کرام کے ہاں اس تاریخ کا اعتبار کیا جائیگا۔

مسئلہ 104: لو ادعيا الشراء من اثنين وأرخا ملك البائعين يعتبر بالإجماع[1]۔

ترجمہ: اگر دو بندوں نے الگ الگ بائعوں سے کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ کیا۔ دونوں نے اپنے اپنے بائع کی ملکیت کی تاریخ بھی بتائی تو اس صورت میں ہمارے احناف کے تمام ائمہ کرام کے ہاں اس تاریخ کا اعتبار کیا جائیگا۔

مسئلہ 105: مدعی قابض اور غیر قابض نے الگ الگ بندوں سے کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ کیا۔ دونوں نے اپنے اپنے بیع کی تاریخ بھی بتلائی۔ لیکن ایک کے تاریخ میں جہالت تھی۔ وہ اس طرح کہ مدعی غیر قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے زید سے ایک سال سے خریدی ہے۔ انہوں نے گواہ بھی پیش کئے۔ جبکہ مدعی قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے بکر سے خریدی ہے جس کا ایک سال ہوا ہے یا دو سال۔ گواہوں کو شک تھا(کہ قابض نے جب سے یہ چیز خریدی ہے ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا ہے یا نہیں؟) تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب دونوں نے ملکیت کا کوئی سبب ذکر کیا ہو۔ اگر ایک مدعی ملکیت کا دعویٰ کسی سبب کی وجہ سے کریں اور دوسرا ملک مطلق کا دعویٰ کریں۔ وہ اس طرح کہ مدعی غیر قابض دعویٰ کر رہا ہو کہ یہ چیز میری ہے۔ جبکہ مدعی قابض دعویٰ کر رہا ہو کہ یہ چیز میں نے بکر سے خریدی ہے جس کا وہ مالک تھا۔ بیع کا ایک سال ہوا ہے۔ تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ قابض اپنے بائع یعنی بکر کی طرف سے اس کی ملکیت ثابت کرنے میں خصم بن گیا ہے۔ اس لئے تاکہ وہ بعد میں یہ چیز اپنی ملکیت میں لے لیں۔ تو یہ گویا بکر نے خود ہی حاضر ہو کر گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میری ہے اور یہ چیز اس کے قبضے میں ہو کیونکہ مشتری کا قبضہ گویا کہ یہ اس بائع کا قبضہ ہے۔

اگر صورتحال اس طرح ہوتی تو فیصلہ مدعی غیر قابض کے حق میں ہوتا۔ لہٰذا ہماری اس صورت میں بھی مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

اسی طرح کا حکم ہے اگر مدعی نے کسی چیز کے ملکیت پر گواہ پیش کئے کہ فلاں سبب کی وجہ سے میں اس کا مالک ہو اور تاریخ دو سال کی ذکر کی (مثلاً اس نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے دو سال پہلے زید سے خریدی ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز تین سالوں سے میری ہے۔ تو اس صورت میں یہ چیز مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی کیونکہ مدعی غیر قابض اپنے بائع زید کی طرف سے خصم بن گیا۔ تو یہ گویا کہ اس طرح ہوا جیسا کہ زید خود حاضر ہو کر گواہ پیش کریں کہ یہ چیز میری ہے۔ تو یہ چیز مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی۔ (کیونکہ مدعی قابض اور غیر قابض جب ملک مطلق پر گواہ پیش کریں تو مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہوتے ہیں۔ اگرچہ مدعی قابض نے تاریخ ذکر کی ہو جبکہ غیر قابض نے ذکر نہ کی ہو۔

مسئلہ 105: لو ادعيا الشراء من اثنين وأرخا وفي تاريخ أحدهما جهالة بأن برهن أنه شراه من زيد منذ سنة

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1 ص111۔

وبرهن ذو اليد أنه شراه من بكر منذ سنة اوأكثر ولا يحفظون الفضل حكم للخارج وكذا لو برهن ذواليد أنه شراه من بكر منذ سنة أو سنتين وشكو في الزيادة حكم للخارج وهذا إذا ادعيا الملك بسبب۔ فلو ادعى أحدهما الملك بسبب والآخر مطلقاً بان ادعى الخارج ملكا مطلقاً مؤرخاً بسنة وادعى ذو اليد ملكا بسبب الشراء من بكر منذ سنتين وهو يملكه يحكم للخارج لأن ذا اليد خصم عن بائعه في إثبات الملك له ليمكنه الجرّ إلى نفسه فكان بائعه حضر وبرهن على مطلق الملك لنفسه والمبيع بيده إذ يد المشتري يد بائعه في التقدير ولو كان كذلك يقضي للخارج كذا هنا وكذا لو برهن الخارج على الملك بسبب مؤرخاً بسنتين وبرهن ذو اليد أنه ملكه مطلقاً مؤرخاً بثلاث سنين فهو للخارج أيضاً إذ الخارج خصم عن بائعه على ما مر فكانه حضر وبرهن على مطلق الملك وبرهن ذو اليد على مطلق الملك فهو للخارج كذا هنا[1].

ترجمہ: مدعی قابض اور غیر قابض نے الگ الگ بندوں سے کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ کیا۔ دونوں نے اپنے اپنے بیع کی تاریخ بھی بتلائی۔ لیکن ایک کے تاریخ میں جہالت تھی۔ وہ اس طرح کہ مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے زید سے ایک سال سے خریدی ہے جبکہ مدعی قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے بکر سے خریدی ہے جس کا ایک سال ہوا ہے یا دو سال۔ گواہوں کو شک تھا تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب دونوں نے ملکیت کا کوئی سبب ذکر کیا ہو۔

اگر ایک مدعی ملکیت کا دعویٰ کسی سبب کی وجہ سے کریں اور دوسرا ملک مطلق کا دعویٰ کریں وہ اس طرح کہ مدعی غیر قابض ملک مطلق کا دعویٰ کر رہا ہو ایک سال سے، جبکہ مدعی قابض دعویٰ کر رہا ہو کہ یہ چیز میں نے بکر سے دو سال ہوئے ہے کہ خریدی ہے جس کا وہ مالک تھا۔ تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ قابض اپنے بائع یعنی بکر کی طرف سے اس کی ملکیت ثابت کرنے میں خصم بن گیا ہے۔ اس لئے تاکہ وہ بعد میں یہ چیز اپنی ملکیت میں لے لیں۔ تو یہ گویا بائع نے خود ہی حاضر ہو کر گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میری ہے اور یہ چیز اس کے قبضے میں ہو کیونکہ مشتری کا قبضہ گویا کہ یہ اس بائع کا قبضہ ہے۔ اگر صورتحال اس طرح ہوتی تو فیصلہ مدعی غیر قابض کے حق میں ہوتا۔ لہٰذا ہماری اس صورت میں بھی مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

اسی طرح کا حکم ہے اگر مدعی نے کسی چیز کے ملکیت پر گواہ پیش کئے کہ فلاں سبب کی وجہ سے میں اس کا مالک ہو اور تاریخ دو سال کی ذکر کی جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز تین سالوں سے میری ہے۔ تو اس صورت میں یہ چیز مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی کیونکہ مدعی غیر قابض اپنے بائع کی طرف سے خصم بن گیا۔ تو یہ گویا کہ اس طرح ہوا جیسا کہ بائع خود حاضر ہو کر گواہ پیش کریں کہ یہ چیز میری ہے۔ تو یہ چیز مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی۔

مسئلہ 106: ابھی جو صورتیں گزر چکی ہے ان میں اگر مدعی اور مدعٰی علیہ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے اور تاریخ بھی ذکر کی لیکن ایک نے معین تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے اسے پہلے والی غیر معین تاریخ ذکر کی۔ وہ اس

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1 ص111۔

طرح کہ ایک نے گواہ پیش کئے کہ میں نے یہ چیز ایک مہینہ پہلے بکر سے خریدی ہے۔دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ میں نے آپ سے پہلے بکر سے یہ چیز خریدی ہے۔توکیا اتنی بات کی وجہ سے تقدیم آسکتی ہے یا نہیں؟

شیخ الاسلام برہان الدینؒ صاحب کے فوائد میں مذکور ہے کہ ہاں اتنی سی بات کی وجہ سے تقدیم ثابت ہو جاتی ہے۔وہ کہتا ہے کہ دونوں اگر ایک بندے سے خریدنے کا دعویٰ کریں اور مدعی غیر قابض گواہ پیش کریں کہ یہ چیز میں نے پہلے خریدی ہے جبکہ قابض نے بیع کی تاریخ ذکر نہ کی ہو۔تو مدعی غیر قابض کی اتنی بات تقدیم کیلئے کافی ہے۔اسی کتاب کے نکاح کے دعویٰ میں مذکور ہے کہ ایک عورت کے نکاح کا دو مرد دعویٰ کر رہے ہیں۔ان میں سے ایک نے کہا کہ میرا نکاح پہلے ہوا ہے۔اگر اس نے خاص تاریخ ذکر نہ کی ہو،تو اس بات کی وجہ سے اس کو ترجیح دی جائیگی۔

قاضی ظہیر الدین صاحب کے فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر دو بندے کسی اور سے کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ کریں۔دونوں اپنے اپنے بیع کی تاریخ ذکر نہ کریں۔ان میں ایک یہ کہے کہ میری بیع آپ کے بیع سے مقدم ہے۔تو اس صورت میں اس کو دوسرے کے مقابلے میں ترجیح حاصل ہے۔

فتاویٰ دیناریہ میں مذکور ہے کہ اس قدر سے بیع اور نکاح میں تقدیم ثابت نہیں ہوتی جب تک گواہوں نے یہ ذکر نہ کی ہو کہ فلاں کا نکاح یا بیع فلاں سال کے رجب مہینے میں ہوئی ہے جبکہ دوسرے کی اسی سال کے شعبان کے مہینے میں ہوئی ہے۔پھر فرماتے ہے کہ ہمارے بعض علماء فرمایا کرتے تھے کہ اس قدر سے بھی تقدیم ثابت ہوتی ہے اگرچہ اس نے پورا بیان نہ کیا ہو۔لیکن ہم نے بعض شروط میں یہ پایا ہے کہ تاریخ کا بیان کرنا ضروری ہے اور ہم بھی اسی پر قائم ہے۔

میں کہتا ہو کہ ہمارے ہاں حق بات یہ ہے کہ اس قدر سے تقدیم ثابت ہو۔کیونکہ اصل مقصد تو قاضی کے سامنے صورتحال واضح کرنا ہے اور یہ بات اس کیلئے کافی ہے۔

مسئلہ 106: لو برهن المدعي والمدعى عليه على ما ادعيا من هذه الوجوه وأرخا إلا أن أحدهما ذكر تاريخاً معلوماً وذكر الآخر تاريخاً أقدم لكن لم يبين التاريخ بأن برهن أنه شراه من بكر منذ شهر وبرهن الآخر أنه شراه من بكر ذلك قبل شرائه هل يثبت السبق بهذا القدر؟ ذكر في "فوائد شيخ الاسلام برهان الدين المرغيناني" أنه يثبت به السبق فإنه قال لو ادعيا الشراء من واحد وبرهن الخارج أن شراءه أسبق ولم يؤرخ ذو اليد فهذا من الخارج يكفي للسبق.

و فيه ايضافي دعوى النكاح قال أحدهما:نكاح من بيشتر بوده است بهمين قدر بسنده باشد چون تاريخ معين ذكر نكنند و اكر بهمين لفظ گواه كزارند[1] يحكم له بها.

و فى فتاوى قاضى ظهير الخارج وذوا اليد لو ادعيا الشراء من واحد ولم يؤرخا فقال أحدهما: بيع من بيشتر إزبيع تو بوده است[2] وبرهن على هذا فهو أولى من الآخر.

و فى "فتاوى دينارية[1]" لا يثبت السبق بهذا القدر لا في البيع ولا في النكاح ما لم يقولوا أن عقده كان في

---

[1] معنی یہ ہے کہ: میرا نکاح پہلے منعقد ہوا ہے۔اسی لفظ کی وجہ سے اس کا نکاح منعقد ہو جائیگا اگرچہ اس نے معین تاریخ اور جگہ ذکر نہ کی ہو،اور جب اس پر گواہ پیش کریں۔

[2] میری بیع اپ کے بیع سے پہلے ہے۔

رجب سنة كذا وعقد الآخر كان في شعبان تلك السنة ثم قال مشايخنا المتقدمون كانوا يقولون السبق يثبت بهذا القدر بلا بيان ولكنا وجدنا في بعض الشروط أنه لا بد من بيان التاريخ ونحن على ذالک۔ اقول: الأصوب عندي أن يثبت السبق بهذا القدر إذ الغرض أن يظهر الأمر للقاضي وهذا القدر يكفي فيه[2].

ترجمہ: اگر مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے اور تاریخ بھی ذکر کی لیکن ایک نے معین تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے اسے پہلے والی غیر معین تاریخ ذکر کی۔ وہ اس طرح کہ ایک نے گواہ پیش کئے کہ میں نے یہ چیز ایک مہینہ پہلے بکر سے خریدی ہے۔ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ میں نے آپ سے پہلے بکر سے یہ چیز خریدی ہے۔ تو کیا اتنی بات کی وجہ سے تقدیم آسکتی ہے یا نہیں؟

شیخ الاسلام برہان الدینؒ صاحب کے فوائد میں مذکور ہے کہ ہاں اتنی سی بات کی وجہ سے تقدیم ثابت ہو جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دونوں اگر ایک بندے سے خریدنے کا دعویٰ کریں اور مدعی غیر قابض گواہ پیش کریں کہ یہ چیز میں نے پہلے خریدی ہے جبکہ قابض نے بیع کی تاریخ ذکر نہ کی ہو۔ تو مدعی غیر قابض کی اتنی بات تقدیم کیلئے کافی ہے۔ اسی کتاب کے نکاح کے دعویٰ میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے کہا کہ میرا نکاح پہلے ہوا ہے اگر اس نے خاص تاریخ ذکر نہ کی ہو، تو اس بات کی وجہ سے اس کو ترجیح دی جائیگی۔

قاضی ظہیر الدین صاحب کے فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر دو بندے کسی اور سے کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ کریں۔ دونوں اپنے اپنے بیع کی تاریخ ذکر نہ کریں۔ ان میں ایک یہ کہے کہ میری بیع آپ کے بیع سے مقدم ہے اور اس پر اس نے گواہ پیش کئے تو اس صورت میں اس کو دوسرے کے مقابلے میں ترجیح حاصل ہے۔

فتاویٰ دیناریہ میں مذکور ہے کہ اس قدر سے بیع اور نکاح میں تقدیم ثابت نہیں ہوتی جب تک گواہوں نے یہ ذکر نہ کیا ہو کہ فلاں کا نکاح یا بیع فلاں سال کے رجب مہینے میں ہوئی ہے جبکہ دوسرے کی اسی سال کے شعبان کے مہینے میں ہوئی ہے۔ پھر فرماتے ہے کہ ہمارے بعض علماء فرمایا کرتے تھے کہ اس قدر سے بھی تقدیم ثابت ہوتی ہے اگرچہ اس نے پورا بیان نہ کیا ہو۔ لیکن ہم نے بعض شروط میں یہ پایا ہے کہ تاریخ کا بیان کرنا ضروری ہے اور ہم بھی اسی پر قائم ہے۔

میں کہتا ہو کہ ہمارے ہاں حق بات یہ ہے کہ اس قدر سے تقدیم ثابت ہو۔ کیونکہ اصل مقصد تو قاضی کے سامنے صورتحال واضح کرنا ہے اور یہ بات اس کیلئے کافی ہے۔

مسئلہ 107: ایک مدعی غیر قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے فلاں تاریخ کو زید سے خریدی ہے۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ زید نے آپ کے خریدنے سے پہلے یہ اقرار کیا تھا کہ یہ چیز میرے بھائی کی ہے اور اس کے بھائی نے بھی تصدیق

---

[1] یہ علاء الدین عمر بن عثمان (عبد الکریم بن یوسف) الدیناری، الحنفی کا فتاوی ہے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی طرف مائل تھے۔ معتزلہ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ 590ھ میں وفات ہوئے۔ دیکھئے کشف الظنون: ج2ص 1223۔

[2] ابن قاضی سماونہ۔ جامع الفصولین۔ ج1ص 111-112۔

کی تھی۔اس کے بعد میں نے زید کے بھائی سے خریدی ہے۔ قابض نے اقرار کی تاریخ نہیں ذکر کی۔ تو یہ جائز ہے اور اس کیلئے یہ الفاظ کافی ہے کہ آپ کے خریدنے سے پہلے۔

مسئلہ 107: ادعى عيناً له شراه من زيد بتاريخ كذا فبرهن ذو اليد أن زيداً ذلك أقر قبل شرائك أن هذا العين ملك أخيه وصدقه أخوه وأنا شريته من الأخ ولم يبين تاريخ الإقرار يجوز ويكفيه لفظ قبل شرائك[1]۔

ترجمہ: ایک مدعی غیر قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے فلاں تاریخ کو زید سے خریدی ہے۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ زید نے آپ کے خریدنے سے پہلے یہ اقرار کیا تھا کہ یہ چیز میرے بھائی کی ہے اور اس کے بھائی نے بھی تصدیق کی تھی۔اس کے بعد میں نے زید کے بھائی سے خریدی ہے۔ قابض نے اقرار کی تاریخ نہیں ذکر کی۔ تو یہ جائز ہے اور اس کیلئے یہ الفاظ کافی ہے کہ آپ کے خریدنے سے پہلے۔

مسئلہ 108: اگر ایک مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز مجھے بکر نے ہبہ کی ہے۔اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے۔ تیسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز مجھے اپنے والد سے میراث میں ملی ہے۔ چوتھے نے گواہ پیش کئے کہ یہ خالد نے مجھے خیرات میں دی ہے اور میں نے قبضہ بھی کیا ہے۔ تو اس صورت میں اس چیز کے چار حصے کرکے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا جائیگا۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے اپنے مالک بنانے والوں سے ملکیت حاصل کر رہے ہیں تو گویا کہ وہ (زید، بکر، خالد، والد) خود حاضر ہوئے اور اپنے اپنے ملک مطلق پر گواہ پیش کئے۔

مسئلہ 108: ولو ادعى أحدهما الشراء من رجل والآخر الهبة والقبض من غيره والثالث الميراث من أبيه والرابع الصدقة والقبض من آخر قضى بينهم أرباعا" لأنهم يتلقون الملك من باعتهم فيجعل كلهم حضروا وأقاموا البينة على الملك المطلق[2].

ترجمہ: اگر ایک مدعی نے کسی سے خریدنے کا اور دوسرے مدعی نے کسی سے ہبہ اور قبضے کا، تیسرے مدعی نے اپنے باپ سے میراث کا جبکہ چوتھے مدعی نے کسی سے صدقے اور قبضے کا دعویٰ کیا۔ تو اس صورت میں اس چیز کے چار حصے کرکے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا جائیگا۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے اپنے مالک بنانے والوں سے ملکیت حاصل کر رہے ہیں تو گویا کہ وہ لوگ خود حاضر ہوئے اور اپنے اپنے ملک مطلق پر گواہ پیش کئے۔

مسئلہ 109: اگر مدعی غیر قابض نے کسی چیز کے ملک مطلق پر گواہ پیش کئے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے آپ سے خریدی ہے۔ تو اس صورت میں قابض کو ترجیح دی جائیگی کیونکہ مدعی غیر قابض نے اگرچہ اپنے پہلے مالک ہونے کا دعویٰ کیا لیکن قابض نے اس سے ملکیت حاصل کی ہے۔اور اب ان دونوں باتوں میں کوئی تنافی نہیں ہے تو گویا کہ قابض کہتا ہے کہ واقعی اس چیز کے پہلے آپ مالک تھے اس کے بعد میں نے آپ سے خریدی ہے۔

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1 ص111-112۔
[2] المرغینانی، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ ج3 ص169۔

مسئلہ 109: وإن أقام الخارج البينة على الملك المطلق وصاحب اليد البينة على الشراء منه كان صاحب اليد أولى" لأن الأول إن كان يدعي أولية الملك فهذا تلقى منه، وفي هذا لا تنافي فصار كما إذا أقر بالملك له ثم ادعى الشراء منه[1].

ترجمہ: اگر مدعی غیر قابض نے کسی چیز کے ملک مطلق پر گواہ پیش کئے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے آپ سے خریدی ہے۔ تو اس صورت میں قابض کو ترجیح دی جائیگی کیونکہ مدعی غیر قابض نے اگر چہ اپنے پہلے مالک ہونے کا دعویٰ کیا لیکن قابض نے اس سے ملکیت حاصل کی ہے۔ اور اب ان دونوں باتوں میں کوئی تنافی نہیں ہے تو گویا کہ قابض کہتا ہے کہ واقعی اس چیز کے پہلے آپ مالک تھے اس کے بعد میں نے آپ سے خریدی ہے۔

مسئلہ 110: اگر مدعی غیر قابض نے دعویٰ کیا کہ فلاں گھر جو کہ زید کے قبضے میں ہے، میں نے زید سے خریدا ہے۔ اس نے گواہ بھی پیش کئے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے مدعی غیر قابض سے خریدا ہے۔ دونوں نے بیع کی تاریخ ذکر نہیں کی۔

تو اس صورت میں شیخین کے نزدیک دونوں کے گواہ رد ہو جائینگے اور گھر قابض کے پاس رہ جائیگا۔ امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ دونوں شہادتوں کو لیا جائیگا اور گھر غیر قابض کا ہو جائیگا کیونکہ دونوں شہادتوں پر عمل کرنا ممکن ہے۔ پس ہم کہیں گے کہ گویا پہلے قابض نے یہ گھر مدعی غیر قابض سے خریدا اور اس پر قبضہ بھی کیا۔ پھر قابض نے مدعی غیر قابض کو فروخت کیا لیکن اس کے حوالے نہیں کیا۔ کیونکہ قابض کا یہ قبضہ اس کے بیع کے تقدیم کو ظاہر کرتا ہے۔ ہم نے اس کا عکس نہیں کیا (یعنی ہم نے یہ نہیں کہا کہ گویا مدعی غیر قابض نے یہ گھر قابض سے خریدا پھر اس کو فروخت کیا) کیونکہ اس صورت میں بیع قبل القبض لازم آئیگی حالانکہ بیع قبل القبض ناجائز ہے۔ اور امام محمد صاحب فرماتے ہے کہ یہ غیر منقولی جائیداد میں بھی ناجائز ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ کسی سے کسی چیز کی خریدنے کا مطالبہ کرنا اصل میں بائع کی ملکیت کا اقرار کرنا ہے۔ تو اب اس طرح ہوا گویا کہ دونوں کے گواہوں نے دونوں کے اقرار پر گواہی پیش کی ہو۔ (یعنی مدعی غیر قابض نے قابض کی ملکیت کا اقرار کرلیا اور اسی طرح قابض نے مدعی غیر قابض کا)۔ اب ان دونوں اقراروں میں تو سارے لوگ معاوضے کو مانتے ہیں۔ تو اسی طرح کا حکم یہاں پر بھی ہے یعنی دونوں کی گواہی رد ہو جائیگی۔

اس کے بعد یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ دونوں جانب اگر گواہوں نے ثمن کے وصولی پر بھی گواہی دی ہو اور دونوں کا ثمن برابر ہو (یعنی ہر ایک ہزار روپے کے عوض خریدنے کا دعویٰ کر رہا ہے) تو یہ ہزار روپے، ہزار کے مقابلے میں چلے جائینگے۔ کیونکہ ثمن تو دونوں نے قبض کیا ہوا ہے۔

اور اگر گواہوں نے ثمن کی وصولی پر گواہی نہیں دی ہو تو شیخین کے نزدیک یہ قصاص والی بات نہیں ہے۔

---

[1] المرغینانی، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ ج 3 ص 170۔

لیکن امام محمد صاحب کے ہاں قصاص ہوگا کیونکہ اس کے نزدیک قیمت بھی ثابت ہے۔یعنی امام محمد صاحب کے ہاں چونکہ گواہی ثابت ہے۔رد نہیں ہوتی ہے۔لہٰذا دونوں شہادتوں نے فروخت کے مقابلے میں ثمن کو بھی واجب کیا ہے۔ تو اب ادھر قصاص آگیا یعنی ایک وجوب دوسرے وجوب کے مقابلے میں چلا جائیگا۔

مسئلہ 110: وإن أقام كل واحد منهما البينة على الشراء من الآخر ولا تاريخ معهما تهاترت البينتان وتترك الدار في يد ذي اليد" قال: وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف. وعلى قول محمد يقضي بالبينتين ويكون للخارج لأن العمل بهما ممكن فيجعل كأنه اشترى ذو اليد من الآخر وقبض ثم باع الدار لأن القبض دلالة السبق ولا يعكس الأمر لأن البيع قبل القبض لا يجوز وإن كان في العقار عنده. ولهما أن الإقدام على الشراء إقرار منه بالملك للبائع فصار كأنهما قامتا على الإقرارين وفيه التهاتر بالإجماع، كذا هاهنا۔ ثم لما شهدت البينتان على نقد الثمن فالألف بالألف قصاص عندهما إذا استويا لوجود قبض مضمون من كل جانب، وإن لم يشهدوا على نقد الثمن فالقصاص مذهب محمد لوجود الثمن عنده.[1]

ترجمہ: اگر بائع اور مشتری میں سے ہر ایک نے دوسرے سے خریدنے پر گواہ پیش کئے دونوں نے کوئی تاریخ ذکر نہیں کی تو اس صورت میں شیخین کے نزدیک دونوں کے گواہ رد ہو جائینگے اور گھر قابض کے پاس رہ جائیگا۔امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ دونوں شہادتوں کو لیا جائیگا اور گھر غیر قابض کا ہو جائیگا کیونکہ دونوں شہادتوں پر عمل کرنا ممکن ہے۔ پس ہم کہیں گے کہ گویا پہلے قابض نے یہ گھر مدعی غیر قابض سے خریدا اور اس پر قبضہ بھی کیا۔ پھر قابض نے مدعی غیر قابض کو فروخت کیا کیونکہ قابض کا یہ قبضہ اس کے بیع کے تقدیم کو ظاہر کرتا ہے۔ہم نے اس کا عکس نہیں کیا کیونکہ اس صورت میں بیع قبل القبض ناجائز ہے اور امام محمد صاحب کے ہاں یہ غیر منقولی جائیداد میں بھی ناجائز ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ کسی سے کسی چیز کی خریدنے کا مطالبہ کرنا اصل میں بائع کی ملکیت کا اقرار کرنا ہے۔تو اب اس طرح ہوا گویا کہ دونوں کے گواہوں نے دونوں کے اقرار پر گواہی دی۔اور اس میں دونوں کی گواہی بالاجماع رد ہو جائیگی۔

اس کے بعد دونوں جانب اگر گواہوں نے ثمن کے وصولی پر بھی گواہی دی ہو اور دونوں کا ثمن برابر ہو تو یہ ہزار روپے،ہزار کے مقابلے میں چلے جائینگے کیونکہ ثمن تو دونوں نے قبض کیا ہوا ہے۔

اور اگر گواہوں نے ثمن کی وصولی پر گواہی نہیں دی ہو تو امام محمدؒ صاحب کے ہاں قصاص ہوگا کیونکہ اس کے نزدیک قیمت بھی ثابت ہے۔

مسئلہ 111: اگر مدعی غیر قابض نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ زید کے قبضے میں جو گھر ہے میں نے زید سے خریدا ہے۔اور اس پر قبضہ بھی کیا ہے۔ جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے اس مدعی سے خریدا ہے اور اس پر قبضہ بھی کیا ہے۔تو اس مسئلے میں امام محمد صاحب بھیء شیخین کے ساتھ ہے۔کہ دونوں کی گواہی رد ہو جائیگی اور گھر قابض کے پاس رہ جائیگا۔

---

[1] المرغینانی، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ج 3 ص 170۔

مسئلہ 111:ولو شهد الفريقان بالبيع والقبض تهاترتا بالإجماع[1]۔

ترجمہ:اگر دونوں فریقوں نے بیع اور قبضے پر گواہ پیش کئے تو بالاجماع یہ گواہ ساقط ہو جائینگے۔

مسئلہ 112:اگر مدعی غیر قابض نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ فلاں گھر یا فلاں زمین جو کہ زید کے قبضے میں ہیں، میں نے زید سے خریدی ہے۔ جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اس مدعی سے خریدا ہے۔ دونوں کے گواہوں نے قبضے کا ذکر نہیں کیا لیکن بیع کی تاریخ بتائی۔اور مدعی غیر قابض کی تاریخ مقدم تھی۔ تو اس صورت میں شیخین کے نزدیک قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ تو گویا یہ اس طرح ہوا کہ مدعی غیر قابض نے یہ زمین قابض سے خریدی تھی لیکن اس نے ابھی تک قبضہ نہیں کیا ہوا تھا کہ اس نے دوبارہ قابض کو فروخت کیا۔اور شیخین کے نزدیک غیر منقولی چیزوں میں بیع قبل القبض جائز ہے۔

امام محمد صاحب کے ہاں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ کیونکہ امام محمد کے ہاں بیع قبل القبض غیر منقولی چیزوں میں بھی جائز نہیں ہے۔

اور اگر دونوں کے گواہوں نے قبضے کا بھی ذکر کیا ہو تو ہمارے تینوں ائمہ کرام کے ہاں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ کیونکہ یہ دونوں بیع علی القولین جائز ہے(یعنی قابض کا مدعی غیر قابض کو فروخت کرنا،اور مدعی غیر قابض کا قابض کو فروخت کرنا۔ یہ دونوں بیع اس صورت میں شیخین اور امام محمد کے قول کے مطابق جائز ہے)۔

اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہو تو دونوں صورتوں میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ یعنی برابر ہے کہ گواہوں نے قبضے پر گواہی دی ہو یا نہیں دی ہو)۔

پس ہم کہیں گے گویا کہ یہ زمین قابض نے اس مدعی سے خریدی تھی اور اس پر قبضہ بھی کیا تھا۔ پھر اس نے اس مدعی کو فروخت کیا لیکن اس کے حوالے نہیں کی تھی۔ یا اس کے حوالے تو کی تھی لیکن پھر کسی ذریعہ (عاریت وغیرہ) سے اس کے ہاتھ میں آگئی۔

مسئلہ 112: وإن وقتت البينتان في العقار ولم تثبتا قبضا ووقت الخارج أسبق يقضى لصاحب اليد عندهما فيجعل كأن الخارج اشترى أولا ثم باع قبل القبض من صاحب اليد، وهو جائز في العقار عندهما. وعند محمد يقضي للخارج لأنه لا يصح له بيعه قبل القبض فبقي على ملكه، وإن أثبتا قبضا يقضي لصاحب اليد لأن البيعين جائزان على القولين، وإن كان وقت صاحب اليد أسبق يقضى للخارج في الوجهين فيجعل كأنه اشتراها ذو اليد وقبض ثم باع ولم يسلم أو سلم ثم وصل إليه بسبب آخر[2].

ترجمہ: اگر گواہوں نے زمین کی بیع کی تاریخ ذکر کی لیکن قبضے کو ثابت نہیں کیا اور مدعی غیر قابض کی تاریخ مقدم تھی۔ تو اس صورت میں شیخین کے نزدیک قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ تو گویا یہ اس طرح ہوا کہ مدعی غیر قابض نے یہ

---

[1] المرغینانی، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ ج3 ص171۔

[2] محولہ بالا۔

زمین قابض سے خریدی لیکن اس نے ابھی تک قبضہ نہیں کیا ہوا تھا کہ اس نے دوبارہ قابض کو فروخت کیا۔اور یہ شیخین کے نزدیک غیر منقولی چیزوں میں جائز ہے۔

امام محمد صاحب کے ہاں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ امام محمد کے ہاں بیع قبل القبض غیر منقولی چیزوں میں بھی جائز نہیں ہے۔

اور اگر دونوں کے گواہوں نے قبضے کو ثابت کیا تو ہمارے تینوں ائمہ کرام کے ہاں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ کیونکہ یہ دونوں بیع علی القولین جائز ہے۔اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہو تو دونوں صورتوں میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔پس ہم کہیں گے گویا کہ یہ زمین قابض نے اس مدعی سے خریدی تھی اور اس پر قبضہ بھی کیا تھا۔پھر اس نے اس مدعی کو فروخت کیا لیکن اس کے حوالے نہیں کی تھی۔یا اس کے حوالے تو کی تھی لیکن پھر کسی ذریعہ (عاریت وغیرہ) سے اس کے ہاتھ میں آ گئی۔

مسئلہ 113: زید کے قبضے میں ایک چیز پر کسی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے زید کے والد سے دس سال پہلے خریدی تھی حال یہ ہو کہ زید کا والد فوت ہو چکا ہو جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ میرا والد تو بیس سال پہلے فوت ہو چکا ہے۔زید کی یہ بات سنی جائیگی اور دوسرے مدعی کے گواہ رد ہو جائینگے۔حافظ عمرؒ صاحب فرماتے ہے کہ قاضی زید کی یہ بات نہیں سنے گا یعنی اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوگا۔

صاحب قنیۃ فرماتے ہے کہ حافظ کی یہ بات حق ہے اور مناسب ہے کہ اس کو یاد کر لیا جائے کیونکہ اس نے بھی یہ بات یاد کی ہے کہ موت کا دن قاضی کے حکم کے تحت نہیں آتا۔

مسئلہ 113: ادعی انہ اشتراہ من ابیہ منذ عشرۃ سنین والاب میت للحال و اقام ذوالید بینۃ انہ مات منذ عشرین سنۃ تسمع و قال عمر الحافظ[1] لا تسمع قال صاحب القنیۃ والصواب جواب الحافظ فینبغي ان یحفظ فانہ کان یحفظ ان زمان الموت لا یدخل تحت القضاء[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے فلاں کے والد سے دس سال پہلے خریدی تھی حال یہ ہو کہ فلاں کا والد فوت ہو چکا ہو۔فلاں نے گواہ پیش کئے کہ میرا والد تو بیس سال پہلے فوت ہو چکا ہے تو اس کی یہ بات سنی جائیگی۔حافظ عمرؒ صاحب فرماتے ہے کہ قاضی فلاں کی یہ بات نہیں سنے گا۔

صاحب قنیۃ فرماتے ہے کہ حافظ کی یہ بات حق ہے اور مناسب ہے کہ اس کو یاد کر لیا جائے کیونکہ اس نے بھی یہ بات یاد کی ہے کہ موت کا دن قاضی کے حکم کے تحت نہیں آتا۔

---

[1] اس نام کے ساتھ دو بندے مشہور ہیں پہلا عمر بن اَحمد بن مُحمَّد بن مُوسَی بن مَنصُور الجُورِی النَّیسَابُورِی الحافظ ہے۔یہ 467ھ میں فوت ہوئے۔دوسرا عمر بن مُحمَّد بن سعید المُوصِلی الحَافِظ الاِمَام ہے۔

اِبو محمد، عبدالقادر بن محمد بن نصراللہ القرشی، محیی الدین الحنفی۔الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ۔کراچی: میر محمد کتب خانہ۔ج1ص386-396۔

[2] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص89-90۔

مسئلہ 114: مدعی غیر قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے آپ کے والد سے خریدی تھی جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میرے والد کے موت تک اس کی ملکیت میں تھی۔تو اس صورت میں مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 114: لو ادعى أني شريته من أبيك وبرهن ذو اليد أنه ملك أبيه إلى موته فبينة الشراء أولى[1]۔

ترجمہ: مدعی غیر قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے آپ کے والد سے خریدی تھی جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میرے والد کے موت تک اس کی ملکیت میں تھی۔تو اس صورت میں مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 115: ایک آدمی نے کسی دوسرے پر زمین کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے۔مدعیٰ علیہ نے کہا کہ یہ زمین میں نے آپ سے خریدی ہے۔مدعی نے کہا کہ بالکل لیکن اس وقت میں صغیر (نابالغ) تھا۔مدعیٰ علیہ نے کہا کہ نہیں بلکہ آپ اس وقت بالغ تھے۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔تو اس صورت میں جو صغیر ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 115: لو ادعي عليه ارضا و اقام البينة فقال المدعي عليه اني اشتريتها منك فقال ذواليد نعم ولكن كنت صبيا و قال المدعي عليه بل كنت بالغا و اقام البينة فبينة مدعي الصبا اولي[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے کسی دوسرے پر زمین کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے۔مدعیٰ علیہ نے کہا کہ یہ زمین میں نے آپ سے خریدی ہے۔مدعی نے کہا کہ بالکل لیکن اس وقت میں صغیر تھا۔مدعیٰ علیہ نے کہا کہ آپ اس وقت بالغ تھے۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔تو اس صورت میں جو صغیر ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اس کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 116: زید نے خالد کو ایک زمین فروخت کی۔اس کے بعد زید کے بھائی نے دعویٰ کیا کہ زید نادان ہے۔اس زمین کے مسئلے میں قاضی کی طرف سے میں اس کا وصی ہو(لہٰذا یہ بیع صحیح نہیں ہے) جبکہ خالد نے کہا کہ نہیں اس طرح نہیں ہے بلکہ زید بالکل ہوشیار ہے۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔تو اس صورت میں نادانی اور کم عقلی کے گواہ معتبر ہونگے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ درر غرر کتاب کے مسئلے کے مخالف ہے۔اس میں مذکور ہے وہ گواہ معتبر ہونگے جو اس بات کی گواہی دیں کہ معاملہ کرنے والا معاملہ کرتے وقت باالکل ہوشیار تھا بمقابلہ ان گواہوں کے جو یہ گواہی دیں کہ یہ اس وقت مجنون یا مخلوط العقل تھا۔

قنیۃ میں مذکور ہے کہ ایک بندے نے اپنی زمین فروخت کی۔اس کے بھائی نے مشتری پر دعویٰ کیا کہ میرا بھائی بائع نادان اور کم عقل ہے۔میں اس کا وصی ہوں۔مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ ہوشیار ہے۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔تو اس صورت میں نادانی کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج 1 ص 143۔

[2] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص 90۔

پھر قنیۃ میں مذکور ہے کہ اگر اس بندے کا مجنون ہوناظاہر ہو گیااور حالاً ٹھیک ہو۔وہ یہ کہے کہ میں اس زمین کے فروخت کے وقت ٹھیک نہیں تھا تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائیگا۔اور اگر گواہ پیش ہوئے تو صحۃ والے گواہ بمقابلہ جنون والے کے معتبر ہونگے۔

امام ابو یوسف فرماتے ہے کہ اگر ایک بندے نے دعویٰ کیا کہ فلاں گھر میں نے فلاں سے خریدا ہے۔دو بندے گواہی دے رہے ہو کہ یہ بائع اس وقت مجنون تھا، جبکہ دو بندے گواہی دے رہے ہو کہ وہ بالکل ٹھیک اور ذی عقل تھا۔تو اس صورت میں عقل اور بیع کے صحیح ہونے والے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 116:باع ارضاً فادعي اخوه علي المشتري ان البائع معتوه و انا وصيه فيها فقال المشتري بل عاقل و اقاما البينة فبينة المعتوه اولي1 ۔

قلت2 و هذا مخالف لما في الدرر والغرر من ان بينة كون المتصرف عاقلا اولي من بينة كونه مجنونا او مخلوط العقل3۔

و في القنية باع ارضا فادعي اخوه علي المشتري ان البائع معتوه و انا وصيه و قال المشتري بل عاقل و اقاما البينة فبينة العته اولي ثم قال لو ظهر جنونه وهو مفيق يجحد الافاقة وقت بيعة فالقول له و بينة الافاقة اولي من بينة الجنون و عن ابي يوسف ادعي شراء الدار فشهد شاهدان انه كان مجنونا عند ما باعه و آخران شهدا انه كان عاقلا فبينة العقل و صحة البيع اولي4۔

ترجمہ: ایک آدمی نے زمین فروخت کی۔اس کے بھائی نے مشتری پر دعویٰ کیا کہ بائع پاگل ہے میں اس کا وصی ہو۔مشتری نے کہا کہ وہ عاقل ہے۔دونوں نے گواہ بھی پیش کیئے۔تو اس صورت میں پاگل پن کے گواہ معتبر ہونگے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ درر غرر کتاب کے مسئلے کے مخالف ہے۔اس میں مذکور ہے وہ گواہ معتبر ہونگے جو اس بات کی گواہی دیں کہ معاملہ کرنے والا معاملہ کرتے وقت بالکل ہوشیار تھا بمقابلہ ان گواہوں کے جو یہ گواہی دیں کہ یہ اس وقت مجنون یا مخلوط العقل تھا۔

قنیۃ میں مذکور ہے کہ ایک بندے نے اپنی زمین فروخت کی۔اس کے بھائی نے مشتری پر دعویٰ کیا کہ بائع پاگل ہے میں اس کا وصی ہوں۔مشتری نے کہا کہ وہ عاقل ہے۔دونوں نے گواہ بھی پیش کیئے۔تو اس صورت میں پاگل پن کے گواہ معتبر ہونگے۔

پھر فرماتے ہے کہ اگر اس بندے کا مجنون ہوناظاہر ہو گیااور حالاً ٹھیک ہواور بیع کے وقت ٹھیک ہونے کا منکر ہو تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائیگا۔اور صحۃ والے گواہ بمقابلہ جنون والے کے معتبر ہونگے۔

---

1 غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص90۔

2 غانم بغدادی رحمہ اللہ۔

3 ملا خسرو، درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ج2ص384۔

4 الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ص337۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہے کہ ایک بندے نے ایک گھر کے خریدنے کا دعویٰ کیا۔ دو بندوں نے گواہی دی کہ یہ بائع اس وقت مجنون تھا، جبکہ دو اور بندوں نے گواہی دی کہ وہ باالکل ٹھیک اور ذی عقل تھا۔ تو اس صورت میں عقل اور بیع کے صحیح ہونے والے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 117: اگر کسی نے کسی کو کوئی چیز فروخت کی۔ پھر دونوں کا ثمن میں اختلاف ہوا۔ مثلاً بائع نے کہا کہ وہ چیز میں نے آپ کو دو سو روپے کے عوض فروخت کی تھی جبکہ مشتری نے کہا کہ سو روپے کے عوض فروخت کی تھی۔ یا دونوں کا ثمن کے صفت میں اختلاف ہوا۔ بائع نے کہا کہ میں نے آپ کو وہ چیز رائج کرنسی کے عوض فروخت کی تھی جبکہ مشتری نے کہا کہ نہیں کھوٹے کرنسی کے عوض فروخت کی تھی۔ یا دونوں کا ثمن کے جنس میں اختلاف ہوا۔ بائع نے کہا کہ میں نے ثمن میں دینار کا کہا تھا جبکہ مشتری نے کہا کہ درہم کے عوض بیع ہوئی تھی۔

یا دونوں کا مبیع کے مقدار میں اختلاف ہوا۔ وہ اس طرح کہ بائع نے مبیع کا ایک مقدار بتایا جبکہ مشتری نے اس سے زیادہ۔ تو ان تمام صورتوں کا حکم یہ ہے کہ جس نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے اسی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

لیکن اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو جو بندہ زیادتی کو ثابت کر رہا ہو اس کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ گواہی کسی چیز کو ثابت کرنے کیلئے ہوتی ہے۔

اگر بائع اور مشتری کا ثمن اور مبیع دونوں کے مقدار میں اختلاف ہوا مثلا بائع نے کہا کہ میں نے ایک غلام آپ کو دو ہزار روپے کے عوض فروخت کیا ہے جبکہ مشتری نے کہا کہ دو غلام دو ہزار روپے کے عوض فروخت کئے تھے۔

تو اب ثمن میں بائع کے گواہ اور مبیع میں مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔ یعنی بائع کیلئے دو ہزار روپے کا حکم کیا جائیگا اور مشتری کیلئے دو غلاموں کا۔ (قاضی فیصلہ دیگا کہ دو غلام دو ہزار روپے کے عوض فروخت ہوئے ہیں۔

مسئلہ 117: (اخْتَلَفَا) أَيْ الْمُتَبَايِعَانِ (فِي قَدْرِ الثَّمَنِ) بِأَنْ ادَّعَى الْمُشْتَرِي ثَمَنًا وَادَّعَى الْبَائِعُ أَكْثَرَ مِنْهُ (أَوْ وَصْفِهِ) بِأَنْ ادَّعَى الْبَائِعُ أَنَّهُ بِدَرَاهِمَ رَائِجَةٍ وَادَّعَى الْمُشْتَرِي أَنَّهُ بِدَرَاهِمَ كَاسِدَةٍ (أَوْ جِنْسِهِ) بِأَنْ ادَّعَى الْبَائِعُ أَنَّهُ بِالدَّنَانِيرِ وَادَّعَى الْمُشْتَرِي أَنَّهُ بِالدَّرَاهِمِ (أَوْ) اخْتَلَفَا (فِي قَدْرِ الْمَبِيعِ) بِأَنْ اعْتَرَفَ الْبَائِعُ بِقَدْرٍ مِنْ الْمَبِيعِ وَادَّعَى الْمُشْتَرِي أَكْثَرَ مِنْهُ (حُكِمَ لِمَنْ بَرْهَنَ) (وَإِنْ بَرْهَنَا حُكِمَ لِمُثْبِتِ الزِّيَادَةِ) لِأَنَّ الْبَيِّنَاتِ لِلْإِثْبَاتِ ۔

(وَإِنْ اُخْتُلِفَ فِيهِمَا) أَيْ الثَّمَنِ وَالْمَبِيعِ جَمِيعًا بِأَنْ قَالَ الْبَائِعُ بِعْت الْعَبْدَ الْوَاحِدَ بِأَلْفَيْنِ وَقَالَ الْمُشْتَرِي لَا بَلْ بِعْت الْعَبْدَيْنِ بِأَلْفٍ (فَحُجَّةُ الْبَائِعِ فِي الثَّمَنِ وَ حجةُالْمُشْتَرِي فِي الْمَبِيعِ أَوْلَى) [1] ۔

ترجمہ: اگر بائع اور مشتری کا ثمن میں اختلاف ہوا وہ اس طرح کہ مشتری نے ایک ثمن کا دعویٰ کیا جبکہ بائع نے اس سے زیادہ ثمن کا دعویٰ کیا یا دونوں کا ثمن کے صفت میں اختلاف ہوا۔ بائع نے دعویٰ کیا کہ بیع رائج کرنسی سے ہوئی تھی جبکہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ کھوٹے دراہم کے ساتھ بیع ہوئی تھی یا دونوں کا ثمن کے جنس میں اختلاف ہوا بائع نے دینار کا دعویٰ کیا جبکہ مشتری نے دراہم کا یا دونوں کا مبیع کے مقدار میں اختلاف ہوا۔ وہ اس طرح کہ بائع نے مبیع کا ایک مقدار بتایا جبکہ مشتری نے اس سے زیادہ۔ تو ان تمام صورتوں کا حکم یہ ہے کہ جس نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے اسی کے حق میں

---

[1] ملا خسرو، درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ ج2 ص339۔

فیصلہ کیا جائیگا۔ اگر دونوں نے گواہ پیش کیۓ تو جو بندہ زیادتی کو ثابت کر رہا ہو اس کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ گواہی کسی چیز کو ثابت کرنے کیلئے ہوتی ہے۔

اگر بائع اور مشتری کا ثمن اور مبیع دونوں کے مقدار میں اختلاف ہوا مثلا بائع نے کہا کہ میں نے ایک غلام آپ کو دو ہزار روپے کے عوض فروخت کیا ہے جبکہ مشتری نے کہا کہ دو غلام دو ہزار روپے کے عوض فروخت کیۓ تھے۔ تو اب ثمن میں بائع کے گواہ اور مبیع میں مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 118: بائع نے گواہ پیش کیۓ کہ اس مشتری کو میں نے اپنے گھر کا معین حصہ دو ہزار روپے کے عوض فروخت کیا ہے۔ جبکہ مشتری نے گواہ پیش کیۓ کہ میں نے اس گھر میں مشاع (غیر تقسیم شدہ) حصہ ہزار روپے کا خریدا تھا۔ تو اس صورت میں قاضی فیصلہ دیگا کہ یہ معین حصہ ہزار روپے کے عوض اور باقی مشاع پانچ سو روپے کے عوض ہوا۔

مسئلہ 118: اقام البائع بينة انه باعه نصف داره معينا بالفي درهم و اقام المشتري بينة انه اشتري منه نصفهامشاعا بالف درهم يقضي بالنصف المعين بالف درهم و بنصف النصف الباقي مشاعا بخمس مائة[1]۔

ترجمہ: بائع نے گواہ پیش کیۓ کہ اس مشتری کو میں نے اپنے گھر کا معین حصہ دو ہزار درہم کے عوض فروخت کیا ہے۔ جبکہ مشتری نے گواہ پیش کیۓ کہ میں نے اس گھر میں مشاع (غیر تقسیم شدہ) حصہ ہزار درہم کا خریدا تھا۔ تو اس صورت میں قاضی فیصلہ دیگا کہ یہ معین حصہ ہزار درہم کے عوض اور باقی مشاع پانچ سو درہم کے عوض ہوا۔

مسئلہ 119: زید کے قبضے میں ایک غلام اور ایک گھر تھا۔ دو بندوں نے دعویٰ کر کے گواہ پیش کیۓ کہ یہ گھر ہم نے زید سے اس غلام کے عوض لیا ہے جو زید کے قبضے میں ہے حال یہ ہو کہ زید منکر ہو۔

تو اس صورت میں گھر اور غلام دونوں کے مشترک ہو جائینگے (یعنی ان کو دیے جائینگے)۔ اب اگر وہ چاہے تو گھر مشترک طور پر لے لیں چونکہ غلام ان کا مشترک تھا اس لئے گھر کے عوض میں وہ زید کا ہو جائیگا ورنہ گھر بائع یعنی زید کو واپس کر دیں اور غلام لے لیں۔) اور اگر یہ گھر دونوں مدعی میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو گھر قابض کا ہو جائیگا اور غلام دوسرے کا۔ اسی طرح حکم ہے اگر گھر قبضے میں نہ ہو بلکہ گواہ گواہی دیں کہ یہ گھر اس نے قبضہ کیا تھا تو قاضی فیصلہ دیگا کہ یہ گھر اس کا ہو گیا۔ زید کو گھر واپس کرنے کا کوئی حق نہیں اگرچہ گھر کی قیمت یعنی غلام اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

اور اگر دونوں مدعی نے اپنے اپنے بیع کی تاریخ بتلائی اور ایک کی تاریخ مقدم ہو تو گھر اس کا ہو جائیگا جبکہ غلام دوسرے کا، ہر حال میں یعنی برابر ہے کہ گھر دونوں مدعی کے قبضے میں ہو یا ایک کے قبضے میں ہو یا زید کے قبضے میں ہو، یا دوسرے کے گواہوں نے اس کیلئے قبضے کی گواہی دی ہو۔

اور اگر ایک مدعی نے بیع کی تاریخ بتلائی ہو دوسرے نے نہیں، گھر زید کے قبضے میں ہو۔ تو گھر اسی مدعی کا ہو جائیگا جس نے تاریخ بتلائی ہے اور غلام دوسرے کا ہو جائیگا۔

اور اگر ایک مدعی نے تاریخ بتلائی ہو، دوسرے کے قبضے میں غلام ہو تو گھر قابض کا ہو جائیگا۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجأ القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص 91۔

اسی طرح جس مدعی نے بیع کی تاریخ ذکر نہ کی ہو لیکن گواہوں نے اس کے قبضے پر گواہی دی تو اس کو ترجیح دی جائیگی۔ اگر ایک کا قبضہ ظاہر اور معلوم ہو جبکہ دوسرے کے قبضے پر صرف گواہوں نے گواہی دی۔ تو ظاہر اور معلوم قبضے کا اعتبار کیا جائیگا۔ اور اگر گھر دونوں کے قبضے میں ہو۔ ایک نے تاریخ ذکر کی ہو جبکہ دوسرے نے نہیں، تو یہ فیصلہ کیا جائیگا کہ گھر اور غلام دونوں کا مشترک ہیں۔

مسئلہ 119: رجل في يديه دار وعبد أقام رجلان كل واحد منهماالبينة أنه اشترى منه الدار بالعبد الذي في يديه وصاحب اليد ينكر دعواهما فان القاضي يقضي بالدار بينهما ويقضي بالعبد بينهما وان كانت الدار في يد أحدهما قضى القاضي له بالدار وبالعبد للآخر وكذا لو لم تكن الدار في يده ولكن شهوده شهدوا له بقبض الدار قضى القاضي له بالدار وأن أرخا وأحدهما أسبق فالدار له والعبد للاخر على كل حال سواء كانت الدار في يدهما أو في يد البائع أو في يد أحدهماأو شهدا الشهود للآخر بقبض الدار * ولو أرخ أحدهما وأطلق الأخر فإن كانت الدار في يد البائع فالدار للذى أرخ والعبد للآخر * وأن آرخ أحدهما و للآخر يد يقضى بالدار لذى اليد وكذا الو كان لغير المؤرخ قبض مشهود به فهو أولى وأن كان لأحدهما قبض معاين وللآخر قبض مشهود به فالقبض المعاين أولى * وأن كانت الدار في أيدهما فأرخ أحدهما وأطلق الآخر يقضي بالدار بينهما وبالعبد بينهما[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام اور ایک گھر تھا۔ دو بندوں میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے قابض سے اس غلام کے عوض لیا ہے جو اُس کے قبضے میں ہے حال یہ ہو کہ قابض منکر ہے۔

تو اس صورت میں گھر اور غلام دونوں کے مشترک ہو جائینگے (یعنی ان کو دیے جائینگے)۔ اور اگر یہ گھر دونوں مدعی میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو گھر قابض کا ہو جائیگا اور غلام دوسرے کا۔ اسی طرح حکم ہے اگر گھر قبضے میں نہ ہو بلکہ گواہ گواہی دیں کہ یہ گھر اس نے قبضہ کیا تھا تو قاضی فیصلہ دیگا کہ یہ گھر اس کا ہو گیا۔

اور اگر دونوں مدعی نے اپنے اپنے بیع کی تاریخ بتلائی اور ایک کی تاریخ مقدم ہو تو گھر اس کا ہو جائیگا جبکہ غلام دوسرے کا ہر حال میں یعنی برابر ہے کہ گھر دونوں مدعی کے قبضے میں ہو یا ایک کے قبضے میں ہو یا بائع کے قبضے میں ہو، یا دوسرے کے گواہوں نے اس کیلئے قبضے کی گواہی دی ہو۔

اور اگر ایک مدعی نے بیع کی تاریخ بتلائی ہو دوسرے نے نہیں، جبکہ گھر بائع کے قبضے میں ہو۔ تو گھر اسی مدعی کا ہو جائیگا جس نے تاریخ بتلائی ہے اور غلام دوسرے کا ہو جائیگا۔ اور اگر ایک مدعی نے تاریخ بتلائی ہو، دوسرے کے قبضے میں غلام ہو تو گھر قابض کا ہو جائیگا۔

اسی طرح جس مدعی نے بیع کی تاریخ ذکر نہ کی ہو لیکن گواہوں نے اس کے قبضے پر گواہی دی تو اس کو ترجیح دی جائیگی۔ اگر ایک کا قبضہ ظاہر اور معلوم ہو جبکہ دوسرے کے قبضے پر صرف گواہوں نے گواہی دی۔ تو ظاہر اور معلوم قبضے کا اعتبار کیا

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 72

جائیگا۔اور اگر گھر دونوں کے قبضے میں ہو۔ایک نے تاریخ ذکر کی ہو جبکہ دوسرے نے نہیں، تو یہ فیصلہ کیا جائیگا کہ گھر اور غلام دونوں کا مشترک ہیں۔

مسئلہ 120: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔دوسرے نے دعویٰ کیا کہ ایک سال ہوا ہے یہ گھر میں نے قابض سے خریدا ہے۔ قابض نے کہا کہ یہ گھر فلاں غائب آدمی کا ہے۔ایک مہینہ ہوا ہے کہ میں نے اس کو فروخت کیا ہے اور اس کے حوالے بھی کیا ہے۔اس کے بعد اس نے بطور امانت میرے حوالے کیا ہے۔

تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مدعی نے بیع اور امانت کے معاملے میں اس قابض کی تصدیق کی (مدعی نے کہا کہ آپ سچ بول رہے ہے۔یہ گھر آپ نے اس کو فروخت کیا ہے۔اس کے حوالے کرنے کے بعد اس نے دوبارہ بطور امانت آپ کے حوالے کیا ہے)، یا قاضی کو یہ بات یعنی بیع اور امانت والی معلوم ہو۔تو اس صورت میں مدعی اور قابض کے درمیان کوئی خصومت نہیں ہے بلکہ مدعی کا خصم وہی غائب بنے گا۔

اگر مدعی بیع اور امانت کے معاملے میں اس قابض کو جھوٹا سمجھ رہا ہو یا قاضی کو اس بات کا کوئی پتہ نہ ہو تو پھر اس صورت میں قابض ہی خصم بنے گا۔اس کے بعد قابض نے بیع اور امانت کے دعوے پر گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔

پس اگر قاضی نے گھر کا فیصلہ مدعی کیلئے کیا۔اس کے بعد غائب آدمی حاضر ہوا اور جو دعویٰ قابض کر رہا تھا،اس پر انہوں نے گواہ پیش کئے۔تو یہ گواہ بھی قبول نہیں ہیں ہاں اگر اس نے گواہ پیش کئے کہ ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا ہے کہ یہ گھر میں نے خریدا ہے(تو یہ گواہ قبول ہیں)۔

اگر یہ غائب آدمی اس وقت حاضر ہوا جب مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے ہو لیکن قاضی نے ابھی تک فیصلہ نہ سنایا ہو،اور جو دعویٰ قابض کر رہا تھا اس پر اس حاضر نے گواہ پیش کئے تو یہ گواہ قبول کئے جائینگے۔

اس کے بعد اگر مدعی نے دوبارہ اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو قاضی اس کے حق میں فیصلہ دیگا کیونکہ اس کی بیع کی تاریخ مقدم ہے۔

مسئلہ 120: رجل في يده دار أدعى رجل أنها له اشتراها من ذى اليد منذ سنة وقال صاحب اليد هي لفلان الغائب بعتها مند شهر وسلمتها إليه ثم أودعنيها أن صدقه المدعي فيما أدعى من البيع والا يداع أو علم القاضي بذلك فلا خصومة بينهما وان كذبه في البيع والايداع ولم يعلم القاضي بذلك فهو خصم للمدعى وأن أقام البينة على ما ادعى من البيع والايداع لاتقبل بينته فإن قضى القاضي للمدعي ثم حضر الغائب واقام البينة علي ما ادعي صاحب اليد لا تقبل بينته الا ان يقيم البينة علي الشراء اكثر من سنة و ان حضر الغائب بعد ما اقام المدعي البينة و لم يقض القاضي للمدعي فاقام الذي حضر البينة علي ما قال صاحب اليد تقبل بينته[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔دوسرے نے دعویٰ کیا کہ ایک سال ہوا ہے یہ گھر میں نے قابض سے خریدا

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3 ص 73۔

ہے۔ قابض نے کہا کہ یہ گھر فلاں غائب آدمی کا ہے۔ایک مہینہ ہوا ہے کہ میں نے اس کو فروخت کیا ہے اور اس کے حوالے بھی کیا ہے۔اس کے بعد اس نے بطور امانت میرے حوالے کیا ہے۔

تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مدعی نے بیع اور امانت کے معاملے میں اس قابض کی تصدیق کی یا قاضی کو یہ بات معلوم ہو تو اس صورت میں ان کے درمیان کوئی خصومت نہیں ہے۔

اگر مدعی نے بیع اور امانت کے معاملے میں اس قابض تکذیب کی یا قاضی کو اس بات کا کوئی پتہ نہ ہو تو پھر اس صورت میں قابض ہی خصم بنے گا۔اس کے بعد اگر قابض نے بیع اور امانت کے دعوے پر گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔

پس اگر قاضی نے گھر کا فیصلہ مدعی کیلئے کیا۔اس کے بعد غائب آدمی حاضر ہوا اور جو دعویٰ قابض کر رہا تھا،اس پر انہوں نے گواہ پیش کئے تو یہ گواہ بھی قبول نہیں ہیں ہاں اگر اس نے گواہ پیش کئے کہ ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا ہے کہ یہ گھر میں نے خریدا ہے۔

اگر یہ غائب آدمی اس وقت حاضر ہوا جب مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے ہو لیکن قاضی نے ابھی تک فیصلہ نہ سنایا ہو،اور جو دعویٰ قابض کر رہا تھا اس پر اس حاضر نے گواہ پیش کئے تو یہ گواہ قبول کئے جائینگے۔

مسئلہ 121:ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ قابض نے اس گھر کا نصف مشاع (غیر تقسیم شدہ) حصہ مجھے ہزار روپے کے عوض فروخت کیا ہے۔گھر کے مالک نے کہا کہ میں نے اس گھر کا معین نصف حصہ دو ہزار کے بدلے فروخت کیا ہے۔تو اس صورت میں قاضی بائع کے گواہوں کو سنے گا اور فیصلہ کریگا کہ معین نصف حصہ دو ہزار کے بدلے فروخت ہوا ہے۔اور یہ حکم بھی کریگا کہ باقی نصف حصے کا آدھا پانچ سو روپے کے عوض فروخت ہوا ہے۔

مسئلہ 121:دار في يد رجل اقام رجل البينة ان صاحب اليد باع منه نصفا شائعا منها بالف درهم و اقام رب الدار البينة انه باع منه نصفا معلوما من الدار بالفي درهم فان القاضي يقضي ببينة البائع ببيع النصف المعلوم بالفي درهم و يقضي ايضا ببيع النصف من النصف الباقي بخمسمائة درهم[1]۔

ترجمہ:ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ قابض نے اس گھر کا نصف مشاع حصہ مجھے ہزار درہم کے عوض فروخت کیا ہے۔گھر کے مالک نے کہا کہ میں نے اس گھر کا معین نصف حصہ دو ہزار کے بدلے فروخت کیا ہے۔تو اس صورت میں قاضی بائع کے گواہوں کو سنے گا اور فیصلہ کریگا کہ معین نصف حصہ دو ہزار کے بدلے فروخت ہوا ہے۔اور یہ حکم بھی کریگا کہ باقی نصف حصے کا آدھا پانچ سو روپے کے عوض فروخت ہوا ہے۔

مسئلہ 122:ایک آدمی نے کسی کو گھر کا کچھ حصہ فروخت کیا۔اب بائع نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اس آدمی کو اس گھر کی غیر مقسوم دسواں حصہ ہزار روپے کے عوض فروخت کیا ہے جبکہ مشتری نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اس سے مقسوم

---

[1] قاضی خان،فتاوی قاضی خان۔ج 3ص73۔

نصف حصہ سو روپے کے عوض لیا ہے۔
تو قاضی مشتری کو حکم دیگا کہ جس نصف حصے کی خریدنے کا دعویٰ نہیں کیا،اس کا دسواں حصہ پانچ سو روپے کے عوض اپ کا ہو گیا کیونکہ بائع نے گواہ پیش کئے۔اور جس مقسوم نصف حصے کا دعویٰ کیا ہے،اس نصف حصے کے دس حصوں میں سے نو حصے نوے روپے کا لے لواور باقی دسواں حصہ پانچ سو روپے کا بائع کے گواہوں کے بسبب لے لو کیونکہ بائع کے گواہ قیمت میں زیادتی کیلئے پیش کئے گئے ہیں۔

مسئلہ 122:ان اقام البائع البينة انه باع منه عشرا غير مقسوم بالف درهم و اقام المشتري البينة انه اشتري منه نصفا مقسوما بمائة درهم فان القاضي يقضي له بعشر النصف الذي لم يدع شراه بخمسمائة درهم ببينة البائع عليه و اما النصف المقسوم فيقضي للمشتري بتسعة اعشار هذا النصف بتسعين درهما و العشر الباقي من هذا النصف بخمسمائة درهم ببينة البائع لان بينة البائع فيه قامت علي فضل الثمن[1]۔

ترجمہ: اگر بائع نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اس آدمی کو اس گھر کی غیر مقسوم دسواں حصہ ہزار درہم کے عوض فروخت کیا ہے جبکہ مشتری نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اس سے مقسوم نصف حصہ سو درہم کے عوض لیا ہے۔
تو قاضی مشتری کو حکم دیگا کہ جس نصف حصے کی خریدنے کا دعویٰ نہیں کیا،اس کا دسواں حصہ پانچ سو درہم کے عوض اپ کا ہو گیا بائع کے گواہوں کی وجہ سے۔اور جس مقسوم نصف حصے کا دعویٰ کیا ہے،اس نصف حصے کے دس حصوں میں سے نو حصے نوے درہم کا لے لواور باقی دسواں حصہ پانچ سو درہم کا بائع کے گواہوں کے بسبب لے لو کیونکہ بائع کے گواہ قیمت میں زیادتی کیلئے پیش کئے گئے ہیں۔
مسئلہ 123: زید کے قبضے میں ایک غلام تھا۔دو بندوں نے اس پر دعویٰ کیا۔ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میں نے زید کو ہزار روپے اور نصف رطل شراب کے عوض فروخت کیا ہے اس حال میں کہ میں اس کا مالک تھا۔دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میں نے زید کو ہزار روپے اور ایک خنزیر کے عوض فروخت کیا ہے اس حال میں کہ میں اس کا مالک تھا۔اور زید دونوں کے دعوے سے منکر ہے(کہ تم دونوں جھوٹے ہو)۔
تو امام ابو یوسف فرماتے ہے کہ یہ غلام دونوں مدعیوں کو نصف نصف واپس کیا جائے گا۔اور زید دونوں مدعی میں سے ہر ایک کیلئے اس غلام کی آدھی قیمت کا ضامن ہوگا۔

مسئلہ 123:عبد في يد رجل اقام رجل آخر البينة انه باعه من الذي في يده بالف درهم و رطل خمر وهو يملكه و اقام رجل آخر البينة انه باعه من الذي في يده بالف درهم و خنزير وهو يملكه و الذي في يده ينكر دعواهما قال ابو يوسف رحمہ الله يرد العبد علي المدعيين نصفين و يضمن الذي في يده لكل واحد منهما نصف قيمته[2]۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3ص73۔
[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3ص73۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام تھا۔دو بندوں نے اس پر دعویٰ کیا۔ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میں نے قابض کوہزار درہم اور نصف رطل شراب کے عوض فروخت کیا ہے اس حال میں کہ میں اس کا مالک تھا۔دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میں نے قابض کو ہزار درہم اور ایک خنزیر کے عوض فروخت کیا ہے اس حال میں کہ میں اس کا مالک تھا۔ قابض دونوں کے دعوے سے منکر ہے۔تو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہے کہ یہ غلام دونوں مدعیوں کو نصف نصف واپس کیا جائے گا۔اور قابض دونوں مدعی میں سے ہر ایک کیلئے اس غلام کی آدھی قیمت کا ضامن ہوگا۔

مسئلہ 124: زید کے قبضے میں ایک غلام ہے۔دو بندوں نے دعویٰ کرکے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میں نے زید کو سو روپے کے عوض فروخت کیا ہے۔اور اس بیع میں زید کیلئے تین دن کا خیار تھا۔حال یہ ہو کہ زید انکاری ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ غلام میرا ہے۔اب زید کو اختیار ہے جس ایک کو چاہے غلام دیدیں اور دوسرے کے زید پر سو روپے لازم ہو جائینگے،اگر دونوں نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ اس بیع میں میرے لئے خیار مقرر تھا۔اس کے بعد اگر دونوں نے بیع کو فسخ کیا ہو تو زید یہ غلام دونوں کو نصف نصف دے دیگا اس کے علاوہ زید پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

اور اگر ان دونوں نے اقرار کا دعویٰ کیا ہو اور گواہ پیش کئے ہو کہ زید نے یہ اقرار کیا ہے۔(یعنی ہر ایک مدعی نے گواہ پیش کئے ہو کہ زید نے اقرار کیا ہے کہ یہ غلام میں نے اس سے سو روپے کے عوض خریدا ہے اور اس بیع میں زید کیلئے خیار بھی رکھا گیا تھا)اس کے بعد دونوں نے بیع کو فسخ کرنا بہتر سمجھا تھا۔توغلام دونوں کا نصف نصف ہو جائیگا اور زید دونوں کیلئے غلام کی آدھی آدھی قیمت کا ضامن ہوگا۔

لیکن اگر دونوں نے اقرار پر گواہ پیش نہیں کئے ہو بلکہ بیع پر گواہ پیش کئے ہو اور ابھی تک قاضی نے کوئی فیصلہ نہیں دیا ہو اور ان دونوں نے چاہا ہو کہ بیع نافذ ہو۔تو اس صورت میں زید ہر ایک کو وہی رقم دیگا جو اس کے ساتھ طے ہوئے ہو۔اور اگر قاضی نے بیع کا فیصلہ سنایا تو پھر زید کیلئے خیار ثابت ہوگا کیونکہ تفرق صفقۃ ہوا ہے۔یعنی یہ غلام زید کو ایک بیع میں نہیں ملابلکہ دو الگ الگ بیع ہوئی ایک ہی جگہ میں۔اب زید کو اختیار ہے چاہے توغلام لے لیں ورنہ بیع کو توڑ دے۔اور اگر قاضی نے دونوں کیلئے اس وقت (جب ان کے خیار کا وقت باقی تھا)یہ حکم صادر فرمایا کہ یہ غلام آدھا تیرا آدھا تیرا۔اس کے بعد انہوں نے بیع کو توڑنا بہتر جانا۔تو اس صورت کی بھی وہی حکم ہے جو وہ قضاء قاضی سے پہلے بیع کو توڑنا چاہے۔(وہ حکم یہ ہے کہ زید دونوں کو غلام نصف نصف دیگا۔ باقی زید پر کوئی ضمان نہیں ہے)۔

اور اگر قاضی نے دونوں کیلئے غلام کے نصف نصف کا حکم صادر نہیں فرمایا تھا کہ ایک نے بیع کو نافذ کرنا چاہا جبکہ دوسرے نے منع کو ترجیح دی توغلام کا نصف حصہ اس کو ملے گا جو بیع کو ختم کرنا چاہ رہا ہے۔ باقی زید کو اختیار ہے اگر چاہے توغلام کے نصف حصے کو اس نصف ثمن کے عوض لے لیں جو انہوں نے اپس میں طے کیا تھا ورنہ چھوڑ دے۔

مسئلہ 124: عَبْدٌ فِي يَدِ رَجُلٍ ادَّعَاهُ رَجُلانِ أَقَامَ كلٌ وَاحِدٍ مِنهمَا الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ بَاعَهُ مِنْ الَّذِي فِي يَدِهِ بِمِائَةٍ عَلى أَنَّ الْمُشْترِيَ بِالْخِيَارِ فِيهِ وَقْتًا مَعْلُومًا وَالَّذِي فِي يَدَيْهِ يُنْكِرُ دَعْوَاهما او يَدَّعِيهِ لِنَفْسِهِ فَالَّذِي فِي يَدَيْهِ الْعَبْدُ بِالْخِيَارِ يَدْفَعُهُ إلى أَيهِمَا شَاءَ وَعَلَيْهِ ثَمَنُهُ لِلآخَرِ ۔

ولو كان كل واحد من المدعيين يدعي الخيار لنفسه،فان نقضا البيع فان الذي في يديه العبدُ اليهما نصفين،ولا يَغرَمُ لهما شيئا ۔

ولو كان أقاما البينة علي اقراره بذالك ثم اختارا نَقْضَ البيعِ،رُد العبدُ اليهما،ويضمن لهما قيمة العبدِنصفين،ولو انهما لم يُقِيما البينة علي الاقرارِ و انهما اقاما البينة علي البيع،و اختارا امضاءَ البيعِ قبل قضاءِ القاضي لهما،كان عليه الثمن لكل واحد منهما اذا قَضيَ القاضي بالبيعِ،و للمشتري الخيارُ ،لتفرق الصفقة۔فان قضي القاضي ببينتهما بالعبد بينهما نصفين في وقتِ خِيارهم،ثم اختارا نَقْضَ البيعِ،فالجواب فيه كالجواب فيما اذا اختارا نقض البيع قبل قضاءِ القاضي لهما۔

ولو اجاز احدهما البيع قبل ان يقضي القاضي لهما بالعبد نصفين،و اختار الآخر نَقْضَ البيعِ، كان الذي في يده بالخيار :ان شاء قَبِلَ كل نصف بنصف الثمنِ ،وان شاء ترك[1]۔

ترجمہ : ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام ہے۔دو بندوں نے اس پر دعویٰ کیا۔ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میں نے قابض کو سو روپے کے عوض فروخت کیا ہے۔اور اس میں مشتری کے لئے وقت معلوم تک خیار ہے حال یہ ہو کہ قابض انکاری ہے۔اور کہہ رہا ہے کہ یہ غلام میرا ہے۔اب قابض کو اختیار ہے جس ایک کو چاہے غلام دیدیں اور دوسرے کا قابض پر ثمن لازم ہو جائیگا۔

اگر دونوں نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ اس بیع میں میرے لئے خیار مقرر تھا۔اس کے بعد اگر دونوں نے بیع کو فسخ کیا ہو تو قابض یہ غلام دونوں کو نصف نصف دے دیگا اس کے علاوہ اس پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

اور اگر ان دونوں نے اقرار کا دعویٰ کیا ہو اور گواہ پیش کئے ہو کہ قابض نے یہ اقرار کیا ہے۔اس کے بعد دونوں نے بیع کو فسخ کرنا بہتر سمجھا تھا۔تو غلام دونوں کا نصف نصف ہو جائیگا اور قابض دونوں کیلئے غلام کی آدھی آدھی قیمت کا ضامن ہوگا۔

لیکن اگر دونوں نے اقرار پر گواہ پیش نہیں کئے ہو بلکہ بیع پر گواہ پیش کئے ہو اور قضاء قاضی سے پہلے ان دونوں نے چاہا ہو کہ بیع نافذ ہو۔تو اس صورت میں قابض ہر ایک کو وہی رقم دیگا جو اس کے ساتھ طے ہوئے ہو۔اور اگر قاضی نے بیع کا فیصلہ سنایا تو پھر قابض کے لئے خیار ثابت ہوگا کیونکہ تفرق صفقۃ ہوا ہے۔اور اگر قاضی نے دونوں کیلئے اس وقت (جب ان کے خیار کا وقت باقی تھا) یہ حکم صادر فرمایا کہ یہ غلام آدھا تیرا آدھا تیرا۔اس کے بعد انہوں نے بیع کو ختم کرنا بہتر جانا۔تو اس صورت کی بھی وہی حکم ہے جو وہ قضاء قاضی سے پہلے بیع کو توڑنا چاہے۔(وہ حکم یہ ہے کہ قابض دونوں کو غلام نصف نصف دیگا۔باقی قابض کے اوپر کوئی ضمان نہیں ہے)۔

اور اگر قضاء قاضی سے پہلے ایک نے بیع کو نافذ کرنا چاہا جبکہ دوسرے نے منع کو ترجیح دی تو غلام کا نصف حصہ اس کو ملے گا جو بیع کو ختم کرنا چاہ رہا ہے۔باقی قابض کو اختیار ہے اگر چاہے تو غلام کے نصف حصے کو اس نصف ثمن کے عوض لے لیں جو انہوں نے اپس میں طے کیا تھا ورنہ چھوڑ دے۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3 ص 73-74۔

مسئلہ 125 :ایک آدمی نے دوسرے کے قبضے میں ایک گھر پر دعویٰ کیا۔اس نے گواہ پیش کیۓ کہ یہ گھر میں نے اس قابض سے ہزار روپے کے عوض خریدا ہے جبکہ قابض نے کہاکہ میں نے یہ گھر فروخت نہیں کیا ہے۔اس کے بعد قابض نے گواہ پیش کیۓ کہ اس مدعی نے یہ گھر مجھے واپس کیا ہے۔

تو امام محمدؒ صاحب شہادتوں کے مسائل میں فرماتے ہے کہ میں قابض کے گواہوں کو قبول کرتا ہو اور بیع کو باطل کرتا ہوں۔اور قابض جو پہلے انکار کر رہا تھااس کی وجہ سے واپسی والے گواہ رد نہیں ہوتے۔برابر ہے کہ قابض نے پہلے انکار کے وقت یہ کہا ہو کہ ہمارے مابین بیع ہے ہی نہیں یا یہ کہا ہو کہ ہماری بیع جاری نہیں ہوئی۔وجہ یہ ہے کہ وہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے درمیان بیع کا معاملہ نہیں ہوا تھا۔لیکن ایک دفعہ اسی مدعی نے اس گھر کا دعویٰ کیا تھا پھر اس میں اس کیلئے کچھ ظاہر ہوا تھاجس کی وجہ سے اس نے مجھے واپس کیا۔

شیخ امام صاحب جو خواہر زادہؒ کے نام سے مشہور ہے وہ کہتے ہے کہ گھر کے واپس کرنے پر اس کے گواہ اس وقت قبول کیۓ جائینگے کہ جب توفیق کا دعویٰ کریں۔یعنی وہ ایسی بات کریں کہ انکار میں بھی وہ جھوٹا نہ ہو۔اور دونوں باتیں برابر ہو، صحیح ہو۔امام محمدؒ صاحب کا بھی یہی مراد ہے اگرچہ ذکر نہیں کیا ہے۔

مسئلہ 125 :رجل ادعى داراً في يد رجل وأقام البينة أنه اشتراها من ذي اليد بألف درهم فقال ذو اليد لم أبع ثم أقام ذو اليد بينة أن المدعى قد رد عليه الدار ذكر في الشهادات وقال أقبل بينة ذي اليد وأبطل البيع، وإنكاره البيع لايبطل بينته على الرد سواء كان المدعى عليه قال في إنكاره لابيع بيننا أو قال لم يجر بيننا بيع لان من حقه أن يقول لم يكن بيننا بيع الا ان المدعي ادعى هذه الدار مرة ثم بدا له فيها فردها علي۔ قال الشيخ الإمام المعروف بخواهر زاده [1] رحمه الله تعالى إنما تقبل بينة المدعى عليه على الرد إذا ادعى التوفيق وان لم يذكر محمد رحمه الله تعالى ذلك [2]۔

ترجمہ : ایک آدمی نے دوسرے کے قبضے میں ایک گھر پر دعویٰ کیا۔اس نے گواہ پیش کیۓ کہ یہ گھر میں نے اس قابض سے ہزار درہم کے عوض خریدا ہے جبکہ قابض نے کہاکہ میں نے یہ گھر فروخت نہیں کیا ہے۔اس کے بعد قابض نے گواہ پیش کیۓ کہ اس مدعی نے یہ گھر مجھے واپس کیا ہے۔

تو امام محمدؒ صاحب شہادتوں کے مسائل میں فرماتے ہے کہ میں قابض کے گواہوں کو قبول کرتا ہو اور بیع کو باطل کرتا ہوں۔اور قابض کی پہلے انکار کی وجہ سے واپسی والے گواہ رد نہیں ہوتے۔برابر ہے کہ قابض نے پہلے انکار کے وقت یہ کہا ہو کہ ہمارے مابین بیع ہے ہی نہیں یا یہ کہا ہو کہ ہماری بیع جاری نہیں ہوئی کیونکہ اس کا حق ہے کہ وہ کہیں کہ ہمارے درمیان بیع کا معاملہ نہیں ہوا تھا لیکن ایک دفعہ اسی مدعی نے اس گھر کا دعویٰ کیا تھا پھر اس میں اس کیلئے کچھ ظاہر ہوا تھاجس

---

[1] یہ محمد بن الحسین بن محمد،ابو بکر البخاری القُدَیدی ہے۔ماوراء النہر کے عالم تھے۔قاضی ابو ثابت محمد بن احمد البخاری کے بھانجے تھے۔اس وجہ سے اس کو عجمی زبان میں خواہر زادہ کہتے تھے۔اس کی معنی ہے عالم کا بھانجا۔بڑے شان والے تھے۔بخارا میں ان کی وفات ہوئی۔جمادی الاولی 483ھ کو فوت ہوئے۔الزرکلی۔الاعلام : ج6ص100۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص77۔

کی وجہ سے اس نے مجھے واپس کیا۔
شیخ امام صاحب جو خواہر زادہؒ کے نام سے مشہور ہے وہ کہتے ہے کہ گھر کے واپس کرنے پر اس کے گواہ اس وقت قبول کئے جائینگے کہ جب توفیق کا دعویٰ کریں اگرچہ امام محمدؒ صاحب نے ذکر نہیں کیا ہے۔
مسئلہ 126: ایک آدمی نے زید کے قبضے میں ایک چیز کا دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے زید سے ہزار روپے کے عوض خریدی ہے۔ ثمن ان کے حوالے کیا ہے۔ اس آدمی نے گواہ بھی پیش کئے۔ زید نے کہا کہ یہ میرے پاس فلاں کی امانت ہے۔ تو ابھی تک مدعی کے گواہوں کی عدالت ظاہر نہیں ہوئی تھی کہ وہ فلاں آدمی حاضر ہوا۔ زید وہ چیز اس فلاں آدمی کو دے دیگا۔ پس اس کے بعد اگر مدعی کے گواہوں کی عدالت ظاہر ہوئی تو اس شہادۃ کی وجہ سے مدعی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ اور یہ فیصلہ اس فلاں کے خلاف نہیں ہوگا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر وہ فلاں اس کے بعد گواہ پیش کریں کہ یہ چیز میری ہے اور زید کے پاس بطور امانت رکھی تھی، تو اس کے یہ گواہ قبول کئے جائینگے۔
اس مسئلے کی تین صورتیں ہیں:
۱۔ جو اوپر مذکور ہوا ۲۔ کہ مدعی نے ایک گواہ پیش کیا اور وہ فلاں حاضر ہوا۔ اس کے بعد مدعی نے دوسرا گواہ پیش کیا۔ تو پہلی اور دوسری صورت تمام باتوں میں ایک جیسی ہیں۔
۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مدعی نے ابھی تک ایک گواہ بھی پیش نہیں کیا تھا یہاں تک کہ فلاں حاضر ہوا اور اس نے زید کی تصدیق کی (کہ یہ سچ بول رہا ہے۔ یہ چیز میں نے بطور امانت رکھی ہوئی تھی)۔ تو زید کو حکم کیا جائیگا کہ یہ چیز اس فلاں کے حوالے کرو۔ پس اگر مدعی نے گواہ پیش کئے تو مدعی کے حق میں فیصلہ ہو جائیگا۔ یہ حکم اس فلاں کے خلاف ہوگا۔ لہٰذا اس کے بعد اگر وہ گواہ پیش کریں کہ یہ چیز میں نے زید کو بطور امانت دی تھی، تو اس کے یہ گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔

مسئلہ 126: رجل ادعي عينا في يد رجل انه اشتراه من ذي اليد بالف درهم و نقده الثمن و اقام البينة علي ذالك و صاحب اليد يقول هو عندي وديعة لفلان، ولم تظهر عدالة شهود المدعي حتي حضر المقر له فانه يدفع الي المقرله فاذا ظهرت عدالة شهود المدعي يقضي له بتلك البينة ولا يكون ذالك قضاءعلي المقرله حتي لو اقام المقرله البينة بعد ذالك انه ملكه كان اودعه الذي في يده تقبل بينته و هذه المسئلةعلي ثلاث وجوه احدهما هذه و الثانية لو اقام المدعي شاهدا واحدا فحضر المقرله ثم اقام شاهدا آخر و هذه المسئلة والاولي سواء في جميع ما ذكرنا والثالثة لو لم يقم المدعي شاهدا حتي حضر المقرله و صدق الذي في يده فانه يؤمر بالتسليم الي المقر له فان اقام المدعي شهودا قضي له و يكون ذالك قضاءعلي المقرله حتي لو اقام المقر له البينة انه كان اودعه الذي في يده لا تقبل بينته[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے قبضے میں ایک چیز کا دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے قابض سے ہزار درہم کے عوض خریدی ہے۔ ثمن ان کے حوالے کیا ہے۔ اس نے گواہ بھی پیش کئے۔ قابض نے کہا کہ یہ میرے پاس فلاں کی امانت ہے۔ تو ابھی تک مدعی کے گواہوں کی عدالت ظاہر نہیں ہوئی تھی کہ وہ فلاں آدمی حاضر ہوا۔ قابض وہ چیز مُقرلہ کو دے

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 74۔

دیگا۔ اگر مدعی کے گواہوں کی عدالت ظاہر ہوئی تو اس شہادۃ کی وجہ سے مدعی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا اور یہ فیصلہ مُقرلہ کے خلاف نہیں ہوگا یہاں تک کہ اگر مُقرلہ نے اس کے بعد گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میری ہے اور قابض کے پاس بطور امانت رکھی تھی، تو اس کے یہ گواہ قبول کئے جائینگے۔

اس مسئلے کی تین صورتیں ہیں:

ا۔ جو اوپر مذکور ہوا ۲۔ کہ مدعی نے ایک گواہ پیش کیا اور وہ فلاں حاضر ہوا۔ اس کے بعد مدعی نے دوسرا گواہ پیش کیا۔ تو پہلی اور دوسری صورت تمام باتوں میں ایک جیسی ہیں۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مدعی نے ابھی تک ایک گواہ بھی پیش نہیں کیا تھا یہاں تک کہ فلاں حاضر ہوا اور اس نے قابض کی تصدیق کی تو قابض کو حکم کیا جائیگا کہ یہ چیز مُقرلہ کے حوالے کرو۔ پس اگر مدعی نے گواہ پیش کئے تو مدعی کے حق میں فیصلہ ہو جائیگا اور یہ حکم مُقرلہ کے خلاف ہوگا یہاں تک کہ اگر مُقرلہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے قابض کو بطور امانت دی تھی، تو اس کے یہ گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔

مسئلہ 127: ایک آدمی نے دوسرے کے قبضے میں ایک گھر کا دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے۔ اس نے گواہ بھی پیش کئے۔ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے یہ گھر فلاں غائب آدمی کو اتنی قیمت میں فروخت کیا ہے۔ تو مدعا علیہ کے یہ گواہ قبول کئے جائینگے۔ اور مدعی کے گواہ رد ہو جائینگے۔ فلاں غائب آدمی کے حق میں اس گھر کی بیع ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن اگر گواہوں نے ایسی گواہی دی کہ اس مدعی نے یہ گھر فلاں غائب کو فروخت کیا ہے اور اس نے قبضہ بھی کیا ہے (تو بیع ثابت ہو جاتی ہے)۔

مسئلہ 127: رجل ادعى دارا في يد رجل أنها له وأقام المدعى عليه البينة أن المدعي باع هذه الدار من فلان الغائب بكذا قبلت بينته وبطلت بينة المدعي ولا يثبت الشراء في حق الغائب إلا أن يشهد الشهود أن المدعي باعها من فلان الغائب وقبضها الغائب منه[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے کے قبضے میں ایک گھر کا دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے۔ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے یہ گھر فلاں غائب آدمی کو اتنی قیمت میں فروخت کیا ہے۔ تو مدعا علیہ کے یہ گواہ قبول کئے جائینگے اور مدعی کے گواہ رد ہو جائینگے۔ فلاں غائب آدمی کے حق میں اس گھر کی بیع ثابت نہیں ہوتی لیکن اگر گواہوں نے ایسی گواہی دی کہ اس مدعی نے یہ گھر فلاں غائب کو فروخت کیا ہے اور اس نے قبضہ بھی کیا ہے۔

مسئلہ 128: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔ اس کے بھائی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر ہمارے مرحوم والد صاحب کا ہے جو کہ فلاں تھا اور فوت ہو چکا ہے اور یہ گھر ہم دونوں کو میراث میں ملا ہے لہٰذا میں اپنا حصہ طلب کرتا ہو۔ قابض نے کہا کہ یہ گھر میرے والد کا نہیں تھا۔ تو جب مدعی نے گواہ پیش کئے تو اس قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے والد صاحب کی حیات میں حالت صحت میں اس سے خریدا ہے یا اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میرے والد نے حالت صحت میں میرے لئے

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 99۔

اس گھر کا اقرار کیا تھا(یعنی اس نے کہا تھا کہ یہ گھر اس کا ہے)۔
تو اس صورت میں اس کے گواہ قبول کئے جائینگے مدعی کے گواہ رد ہو جائینگے۔اور اگر اس قابض نے اس وقت جب مدعی نے دعویٰ کیا تھا، یہ کہا ہو کہ اس گھر میں والد صاحب کا کوئی حق نہیں ہے۔ پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے تو قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے والد صاحب سے حالت صحت میں خریدا ہے تو اس کے یہ گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔

مسئلہ 128: دار في يد رجل جاء أخوه وادعى أن الدار كانت لأبيهما فلان مات وتركها ميراثا لهما وطلب الشركة فقال ذو اليد لم يكن لأبي فلما أقام المدعي البينة على ما قال أقام ذو اليد البينة أنه كان اشتراها من أبيه في صحته أو ادعى أن أباه أقر له بها في صحته قبلت بينته وبطلت بينة المدعي ولو كان المدعى عليه حين ادعى الأخ أجاب وقال لم يكن لأبي فيها حق قط فلما أقام المدعي البينة أقام هو البينة أنه اشتراها منه في صحته لا تقبل بينته[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔اس کے بھائی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر ہمارے مرحوم والد صاحب کی ہے جو کہ فلاں تھا اور فوت ہو چکا ہے اور یہ گھر ہم دونوں کو میراث میں ملا ہے لہٰذا میں اپنا حصہ طلب کرتا ہوں۔ قابض نے کہا کہ یہ گھر میرے والد کا نہیں تھا۔ جب مدعی نے گواہ پیش کئے تو اس قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے والد صاحب سے حالت صحت میں خریدا ہے یا اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میرے والد نے حالت صحت میں میرے لئے اس گھر کا اقرار کیا تھا۔ تو اس صورت میں اس کے گواہ قبول کئے جائینگے مدعی کے گواہ رد ہو جائینگے۔اور اگر اس مدعیٰ علیہ نے اس وقت جب مدعی نے دعویٰ کیا تھا، یہ کہا ہو کہ اس گھر میں والد صاحب کا کوئی حق نہیں ہے۔ پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے تو اس نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے والد صاحب سے حالت صحت میں خریدا ہے تو اس کے یہ گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔
مسئلہ 129: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میں نے قابض سے ہزار روپے کے عوض خریدا ہے۔ قابض نے کہا کہ میں نے فروخت نہیں کیا ہے۔ پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے تو قابض نے بھی گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے یہ گھر مجھے واپس کیا ہے تو یہ گواہ قبول ہیں۔
اسی طرح کا حکم ہے اگر قابض نے پہلے انکار میں یہ بات کہی ہو کہ ہمارے مابین بیع جاری نہیں ہوئی ہے۔ پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ میں نے اس سے خریدا ہے تو اس نے بھی گواہ پیش کئے کہ اس نے مجھے لوٹایا ہے تو یہ گواہ قبول ہیں۔

مسئلہ 129: دار في يد رجل ادعى رجل أنه اشتراها منه بألف درهم فقال ذو اليد لم أبع فلما أقام المدعي البينة على ما ادعى أقام ذو اليد البينة على أن المدعي رد عليه الدار تقبل بينته وينقض البيع بينهما وكذلك لو كان قال لم يجر بيننا بيع فلما أقام المدعي البينة على الشراء أقام هو البينة أن المدعي رد عليه الدار تقبل بينته[2]۔

---

1 قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 99۔
2 قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 99۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میں نے اس سے ہزار درہم کے عوض خریدا ہے۔ قابض نے کہا کہ میں نے فروخت نہیں کیا ہے۔ پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے تو قابض نے بھی گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے یہ گھر مجھے واپس کیا ہے تو یہ گواہ قبول ہیں اور ان کے درمیان بیع ختم ہو جائیگی۔

اسی طرح کا حکم ہے اگر قابض نے پہلے انکار میں یہ بات کہی ہو کہ ہمارے مابین بیع جاری نہیں ہوئی ہے۔ پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ میں نے اس سے خریدا ہے تو اس نے بھی گواہ پیش کئے کہ اس نے مجھے لوٹایا ہے تو یہ گواہ قبول ہیں۔

مسئلہ 130: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے یہ لونڈی ہزار روپے کے عوض فروخت کی ہے۔ قابض نے کہا کہ میں نے یہ لونڈی آپ کو ہرگز فروخت نہیں کی ہے۔ پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے اور قاضی نے لونڈی کا فیصلہ اس کے حق میں کیا۔ اس کے بعد مدعی نے اس لونڈی میں کوئی عیب دیکھا جس کی وجہ سے اس نے مدعٰی علیہ کو لونڈی واپس کرنے کا ارادہ کیا، تو مدعٰی علیہ نے کہا کہ میں نے بیع کے وقت اس کے ہر عیب سے اپنے اپ کو بری کیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ مجھے ہر عیب کے ساتھ قبول ہے۔ تو اس کے گواہ قبول نہیں ہیں۔ لیکن امام ابو یوسف صاحب سے ایک روایت ہے کہ قبول ہیں۔

مسئلہ 130: ولو ادعى رجل على رجل أنه باع مني هذه الجارية بألف درهم فقال ذو اليد لم أبعها منه قط فلما أقام المدعي البينة على الشراء وقضى له بالجارية وجد بها عيبا وأراد أن يردها على المقضى عليه فقال المقضى عليه إنه برئ من كل عيب بها لا تقبل بينته وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنها تقبل[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے یہ لونڈی ہزار درہم کے عوض فروخت کی ہے۔ قابض نے کہا کہ میں نے یہ لونڈی آپ کو ہرگز فروخت نہیں کی ہے۔ پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے اور قاضی نے لونڈی کا فیصلہ اس کے حق میں کیا۔ اس کے بعد مدعی نے اس لونڈی میں کوئی عیب دیکھا جس کی وجہ سے اس نے مدعٰی علیہ کو لونڈی واپس کرنے کا ارادہ کیا، تو مدعٰی علیہ نے کہا کہ میں نے بیع کے وقت اس کے ہر عیب سے اپنے اپ کو بری کیا تھا تو اس کے گواہ قبول نہیں ہیں لیکن امام ابو یوسف صاحب سے ایک روایت ہے کہ قبول ہیں۔

مسئلہ 131: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔ دو بالغ بھائی تھے۔ ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر ہمارے باپ کا تھا۔ وہ وفات ہوئے اور یہ گھر میراث میں ہمارے لئے رہ گیا ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔ اس کے جواب میں مدعا علیہ نے کہا کہ یہ گھر میں نے اس بڑے اور اس چھوٹے کے وصی سے ہزار روپے کے عوض خریدا ہے۔ دونوں بھائیوں نے انکار کیا اور وصی نے وصی ہونے سے انکار کیا (کہ میں وصی نہیں تھا)۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے وصی کے اقرار پر گواہ پیش کئے کہ اس نے یہ کہا ہے کہ یہ گھر میں نے اپنے وصی ہونے کی بناء پر فروخت کیا ہے۔ تو علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ گواہی قبول نہیں ہے۔ یہ اس وقت قبول ہو گی کہ گواہ ایسی گواہی دیں کہ یہ وصی اس کے

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 100

باپ،ماں یا قاضی کی طرف سے وصی تھا۔اور یہ گھر اس نے بچوں کی ضرورت کی وجہ سے مناسب قیمت پر فروخت کیا ہے۔(پہلی والی گواہی قبول نہیں ہے) کیونکہ اگر ہم خود ان کو اقرار کرتے ہوئے دیکھے،سنے کہ میں اس کا وصی ہو، پھر بھی اس کا وصی ہونا اس کی اقرار کی وجہ سے ثابت نہیں ہوتا۔

مسئلہ 131:دار في يد رجل ادعاها أخوان وهما بالغان أحدهما أكبر من الآخر ادعيا أنها كانت لأبيهما مات وتركها ميراثا لهما وأقاما البينة فقال المدعى عليه في دفع دعواهما أني اشتريت هذه الدار من الأكبر ومن فلان وصي هذا الأصغر حين كان صغيرا بكذا فأنكرا وأنكر الوصي أيضا الوصاية فأقام المدعى عليه البينة على إقرار الوصي أنه باع بحكم الوصاية قالوا لاتقبل هذه البينة إلا أن يشهد الشهود انهكان وصيا من جهة أبيه أو من جهة أمه أو من جهة القاضي باع لحاجة الصغير بمثل الثمن لأنا وإن عاينا إقراره أنه وصي لم تثبت الوصاية بإقراره[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔دو بالغ بھائی تھے۔ایک دوسرے سے بڑا تھا۔انہوں نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر ہمارے باپ کا تھا۔وہ وفات ہوئے اور یہ گھر میراث میں ہمارے لئے چھوڑا ہے۔دونوں نے گواہ پیش کئے۔اس کے جواب میں مدعا علیہ نے کہا کہ یہ گھر میں نے اس بڑے اور اس چھوٹے کے وصی سے اتنی قیمت دے کر خریدا ہے۔دونوں بھائیوں نے انکار کیا اور وصی نے وصی ہونے سے انکار کیا۔اس کے بعد مدعا علیہ نے وصی کے اقرار پر گواہ پیش کئے کہ اس نے یہ کہا ہے کہ یہ گھر میں نے اپنے وصی ہونے کی بناء پر فروخت کیا ہے۔تو علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ گواہی قبول نہیں ہے مگر یہ کہ گواہ ایسی گواہی دیں کہ یہ وصی اس کے باپ،ماں یا قاضی کی طرف سے وصی تھا۔اور یہ گھر اس نے بچوں کی ضرورت کی وجہ سے مناسب قیمت پر فروخت کیا ہے۔کیونکہ اگر ہم خود ان کو اقرار کرتے ہوئے دیکھے،سنے کہ میں اس کا وصی ہو، پھر بھی اس کا وصی ہونا اس کی اقرار کی وجہ سے ثابت نہیں ہوتا۔

مسئلہ 132:ایک آدمی نے دوسرے کے قبضے میں ایک گھر کا دعویٰ کیا کہ یہ گھر میں نے اس کے والد سے خریدا ہے۔قابض نے کہا کہ میرے والد کا اس گھر میں کوئی حق نہیں تھا۔تو جب مدعی نے اس کے فوت شدہ باپ سے خریدنے پر گواہ پیش کئے اس حال میں کہ وہ اس کے مالک تھے،تب اس نے بھی گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے والد سے خریدا ہے تو اس کے یہ گواہ قبول ہیں اور اگر قابض نے انکار کے وقت یہ کہا ہو کہ میرے والد کا اس گھر میں ہر گز کوئی حق تھا ہی نہیں،یا یہ گھر میرے باپ کا تھا ہی نہیں۔تو جب مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے،تب اس نے بھی گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے والد سے حالت صحت میں خریدا ہے تو اس کے یہ گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔اگر اس نے گواہ پیش کئے کہ میرے والد نے حالت صحت میں میرے لئے اس گھر کا اقرار کیا تھا تو اس کے یہ گواہ بھی قبول کئے جائینگے۔

مسئلہ 132: المدعي ادعى أنها له اشتراها من أب ذي اليد فقال ذو اليد ما كان لأبي فيها حق فلما أقام المدعي البينة على أنه اشتراها من الميت وهو يملكها أقام ذو اليد البينة أنه كان اشتراها من أبيه قبلت بينته.ولو قال ذو اليد هذه الدار ما كانت لأبي قط أو لم يكن له فيها حق قط فلما أقام المدعي البينة على ما

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3ص 103

ادعى أقام ذو اليد البينة أنه اشتراها من أبيه في صحته لا تقبل بينته. وإن أقام البينة أن أباه أقر في صحته أنها لي قبلت بينته[1]۔

ترجمہ: مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میں نے قابض کے والد سے خریدا ہے۔ قابض نے کہا کہ میرے والد کا اس گھر میں کوئی حق نہیں تھا۔ توجب مدعی نے اس کے فوت شدہ باپ سے خریدنے پر گواہ پیش کئے اس حال میں کہ وہ اس کے مالک تھے، تب اس نے بھی گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے والد سے خریدا ہے تو اس کے یہ گواہ قبول ہیں اور اگر قابض نے انکار کے وقت یہ کہا ہو کہ میرے والد کا اس گھر میں ہر گز کوئی حق تھا ہی نہیں، یا یہ گھر میرے باپ کا تھا ہی نہیں تو جب مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے، تب اس نے بھی گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے والد سے حالت صحت میں خریدا ہے تو اس کے یہ گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔ اگر اس نے گواہ پیش کئے کہ میرے والد نے حالت صحت میں میرے لئے اس گھر کا اقرار کیا تھا۔ تو اس کے یہ گواہ بھی قبول کئے جائینگے۔

مسئلہ 133: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ گھر اتنی قیمت میں اس آدمی کو فروخت کیا ہے۔ مدعاعلیہ نے کہا کہ میں نے یہ گھر نہیں خریدا ہے۔ پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے تب مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ میرے فلاں وکیل نے یہ گھر خریدا ہے تو اس صورت میں قاضی اس کا یہ دعویٰ سنے گا۔

مسئلہ 133: رجل ادعى أنه باع هذه الدار من هذا الرجل بكذا فقال المدعى عليه ما اشتريتها منك فلما أقام المدعي البينة على ما ادعى أقام المدعى عليه البينة أنه اشتراها وكيلي فلان تسمع دعواه[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ گھر اتنی قیمت میں اس آدمی کو فروخت کیا ہے۔ مدعاعلیہ نے کہا کہ میں نے یہ گھر نہیں خریدا ہے۔ پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے تب مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ میرے فلاں وکیل نے یہ گھر خریدا ہے تو اس صورت میں قاضی اس کا یہ دعویٰ سنے گا۔

مسئلہ 134: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے اور مدعاعلیہ کیلئے جس بندے سے میراث میں رہ گیا تھا اس بندے نے اس گھر پر ناحق قبضہ کیا ہوا تھا۔ پھر وہ مر گیا اور یہ گھر اپنے وارث کے قبضہ میں چھوڑ دیا۔ اس دعوے پر اس نے گواہ پیش کئے۔ مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ میرے مورث نے یہ گھر اس مدعی سے اتنی قیمت میں بیع قطعی کے ساتھ خریدا تھا۔ اس مدعی نے ثمن بھی قبض کیا تھا اور میرے مورث نے گھر پر قبضہ کیا تھا۔ پھر میرا رشتہ دار فوت ہوا اور گھر میرے پاس رہ گیا۔

مدعی نے مدعاعلیہ کے دعوے کو رد کرنے کیلئے یہ دعویٰ کیا "کہ مدعاعلیہ کا وہ رشتہ دار جو مر گیا ہے، اس نے اقرار کیا تھا کہ یہ بیع جو میرے اور آپ کے درمیان ہے یہ بیع وفا ہے۔ جب آپ نے مجھے اپنی رقم واپس دیدی تو میں یہ گھر ضرور آپ کو واپس دونگا اس پر گواہ بھی پیش کئے۔ شیخ امام استاد ظہیر الدین مرغینانیؒ فرماتے ہے کہ قاضی یہ رد نہیں سنے گا۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 104۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 102۔

مسئلہ 134: رجل ادعى دارا أنها له وأن مورث المدعى عليه كان أحدث يده عليها بغير حق ثم مات وتركها في يد وارثه هذا وأقام البينة على ما ادعى فأقام المدعى عليه البينة أن مورثه فلانا كان اشتراها من المدعي بكذا بيعا باتا وتقابضا ثم مات مورثي فورثتها منه فادعى المدعي لدفع دعوى المدعى عليه أن مورث المدعى عليه كان أقر أن البيع الذي جرى بينه وبين المدعي هذا كان بيع وفاء إذا رد علي الثمن يجب علي ردها إليه وأقام البينة على ذلك قال الشيخ الإمام الأجل ظهير الدين[1] هذا رحمه الله تعالى لا يسمع منه هذا الدفع[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہےاور مدعا علیہ کیلئے جس بندے سے میراث میں رہ گیا تھااس بندے نے اس گھر پر ناحق قبضہ کیا ہوا تھا پھر وہ مر گیااور یہ گھر اپنے وارث کے قبضہ میں چھوڑ دیا۔اس دعوے پر اس نے گواہ پیش کئے۔مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ میرے مورث نے یہ گھر اس مدعی سے اتنی قیمت میں بیع قطعی کے ساتھ خریدا تھا۔اس مدعی نے ثمن پر قبضہ کیا تھااور میرے مورث نے گھر پر۔پھر میرا رشتہ دار فوت ہوااور گھر میرے پاس رہ گیا۔ مدعی نے مدعا علیہ کے دعوے کو رد کرنے کیلئے یہ دعویٰ کیا "کہ مدعا علیہ کا وہ رشتہ دار جو مر گیا ہے،اس نے اقرار کیا تھا کہ یہ بیع جو میرے اور آپ کے درمیان ہے یہ بیع وفا ہے۔جب آپ نے مجھے اپنی رقم واپس دیدی تو میں یہ گھر ضرور آپ کو واپس دونگااس پر گواہ بھی پیش کئے۔ شیخ امام استاد ظہیر الدین مرغینانیؒ فرماتے ہے کہ قاضی یہ رد نہیں سنے گا۔

مسئلہ 135: دو بندوں نے تیسرے کے قبضے میں ایک چیز کا دعویٰ کیا۔ایک نے گواہ پیش کئے کہ میں نے یہ چیز بیع صحیح کے ساتھ خریدی ہے۔جبکہ دوسرے نے کہا کہ میں نے بیع فاسد کے ساتھ خریدی ہے۔تواس صورت میں صحت کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 135: ادعيا شيئافی يد ثالث فاقام احدهما بينته علي الشراء الصحيح منه و الآخر بينته علي الشراء الفاسد فبينة الصحة اولي[3]۔

ترجمہ: دو بندوں نے ایک چیز کا دعویٰ کیا۔ایک نے گواہ پیش کئے کہ میں نے یہ چیز بیع صحیح کے ساتھ خریدی ہے۔جبکہ دوسرے نے کہا کہ میں نے بیع فاسد کے ساتھ خریدی ہے۔تواس صورت میں صحت کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 136: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ زمین میں نے پانچ سال پہلے زید سے خریدی ہے۔ گواہ پیش کئے۔ قابض نے کہا کہ وہ زید جس سے آپ نے زمین خریدی ہے،آپ کے خریدنے سے پہلے اس نے اقرار کیا تھا کہ اس زمین میں میرا کوئی حق نہیں ہے۔اور گواہ پیش کئے۔تو یہ صحیح دفعیہ ہے۔اس کی وجہ سے مدعی کے گواہ رد ہو جائینگے۔

مسئلہ 136: ادعي انه اشتري هذه الضيعة من فلان منذ خمس سنين و اقام بينة فقال ذواليد ان ذالك الذي

---

[1] یہ الحسن بن علیّ بن عبد العُزیز بن عبد الرّزّاق بن ابی نصر المرغینانی،ابو المحاسن ظہیر الدین ہے۔فقیہ اور محدث تھے۔املاء اور تصنیف کے ذریعے علم پھیلایا۔"الاقضیۃ"، "الشروط"، "الفتاوی" وغیرہ ان کے تصانیف ہیں۔دیکھئے الجواہر المضیۃ للقرشی: ج1 ص198۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3 ص105-106۔

[3] الزاہدی،القنیۃ المنیۃ۔ص317۔

اشتريتها منه اقر قبل شرائك انه لا حق لي في هذه الضيعة و اقام بينته فهذا دفعٌ1۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ زمین میں نے پانچ سال پہلے فلاں سے خریدی ہے اور گواہ پیش کئے۔ قابض نے کہا کہ وہ فلاں جس سے آپ نے زمین خریدی ہے، آپ کے خریدنے سے پہلے اس نے اقرار کیا تھا کہ اس زمین میں میرا کوئی حق نہیں ہے۔ اور گواہ پیش کئے تو یہ صحیح دفعیہ ہے۔

مسئلہ 137: کسی نے ایک گھر پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملکیت ہے۔ گواہی کے ساتھ ثابت کر دیا۔ اس کے بعد مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے یہ گھر اپنی بیوی کو فروخت کیا تھا۔ اس کی بیوی نے مجھے فروخت کیا۔ پس یہ دعویٰ قبول ہے اور قاضی سنے گا۔

مسئلہ 137:ادعي عليه دارا انها ملكه و اثبت بالبينة ثم اقام المدعي عليه البينة ان المدعي باعها من زوجته و باعتها هي مني، يُسمع2۔

ترجمہ: کسی نے ایک گھر پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملکیت ہے۔ گواہی کے ساتھ ثابت کر دیا۔ اس کے بعد مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے یہ گھر اپنی بیوی کو فروخت کیا تھا۔ اس کی بیوی نے مجھے فروخت کیا۔ پس یہ دعویٰ قبول ہے اور قاضی سنے گا۔

مسئلہ 138: ایک آدمی نے اپنی زمین زید کو بیچ دی۔ پھر بکر کو بیچ دی۔ اب بکر نے زید پر گواہ پیش کئے کہ یہ زمین جس وقت آپ خرید رہے تھے، اس وقت میرے پاس رہن تھی لہٰذا آپ کا خریدنا باطل اور ناجائز ہے[3]۔

زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین جس وقت میں خرید رہا تھا، اس وقت آپ کا قرضہ ختم تھا۔ (لہٰذا یہ زمین بھی رہن نہیں ہوگی)۔ تو قاضی اس دفعیہ کو نہیں سنے گا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ صحیح دفعیہ ہے قاضی اس کو سنے گا۔

مسئلہ 138:باع ارضه من رجل ثم باعها من آخر فاقام الثاني علي الاول بينة انها كانت رهنا عندي وقت شرائك و كان باطلا فاقام الاول بينة ان دينك كان مقضيا وقت الشراء لم يسمع و قيل هو دفع فيسمع 4۔

ترجمہ: : ایک آدمی نے اپنی زمین کسی کو بیچ دی۔ پھر کسی دوسرے کو بیچ دی۔ اب دوسرے نے پہلے والے پر گواہ پیش کئے کہ یہ زمین جس وقت آپ خرید رہے تھے، اس وقت میرے پاس رہن تھی لہٰذا آپ کا خریدنا باطل اور ناجائز ہے۔ پہلے

---

[1] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص332۔

[2] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص333۔

[3] ایک آدمی نے دوسرے کے پاس کوئی چیز رہن رکھی۔ اب راہن نے مرتہن کے اجازت کے بغیر کسی کو بیچ دی۔ تو اس میں ایک روایت یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے۔ لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ یہ بیع موقوف ہوگی۔ اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع اپنی جگہ صحیح رہ جائیگی لیکن اگر اس نے اجازت نہیں دی تو یا تو مشتری اس کے قرضہ ادا کرنے تک مبیع کے لئے انتظار کریں یا قاضی کے پاس جاکر اس کے سامنے بات رکھیں اور قاضی کے حکم کے ساتھ بیع کو فسخ کردیں۔ مترجم محمد ابراہیم بونیری۔

[4] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص334۔

والے نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین جس وقت میں خرید رہا تھا،اس وقت آپ کا قرضہ ختم تھا تو قاضی اس دفعیہ کو نہیں سنے گا بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ صحیح دفعیہ ہے قاضی اس کو سنے گا۔

مسئلہ 139: ایک آدمی نے ایک ایسے محدود زمین کا دعویٰ کیا جو کہ دوسرے کے قبضے میں تھی "کہ یہ زمین مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملی ہے"۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین میں نے آپ کے باپ کے وصی سے مناسب قیمت پر خریدی ہے۔مدعی نے گواہ پیش کئے کہ اس کی قیمت اس سے زیادہ ہے جو آپ ثابت کر رہے ہے۔تو اس صورت میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ کمی والے گواہ معتبر ہونگے [1]۔

مسئلہ 139:ادعي عليه محدودا في يده ارثا من جهة ابيه فاقام ذواليد البينة انه اشتراها من وصيه بمثل القيمة و اقام المدعي بينة ان قيمته زيادة علي ما اثبت ذواليد فقيل البينة المثبتة للزيادة اولي و قال كثير منهم المثبتة لقلة القيمة اولي[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے کے قبضے میں ایک محدود زمین کا دعویٰ کیا "کہ یہ زمین مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملی ہے"۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین میں نے آپ کے باپ کے وصی سے مناسب قیمت پر خریدی ہے۔مدعی نے گواہ پیش کئے کہ اس کی قیمت اس سے زیادہ ہے جو آپ ثابت کر رہے ہے۔تو اس صورت میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ زیادتی ثابت کرنے والے گواہ معتبر ہونگے جبکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ کمی والے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 140: ایک آدمی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا (یعنی اس نے کہا کہ فلاں چیز جو کہ اس آدمی کے قبضے میں ہے یہ میری ہے)۔ جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز آپ نے مجھ سے خریدی تھی اس کے بعد ہم نے اقالہ کیا تھا (یعنی بیع کو فسخ کیا تھا)۔تو اس کی وجہ سے مدعی کے گواہ رد نہیں کئے جائینگے کیونکہ دونوں نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا ہے اور اس میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہوتے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مناسب یہی ہے کہ قابض کے گواہ قبول ہو۔

مسئلہ 140:ادعى ملكا مطلقاً وبرهن فبرهن ذو اليد إنك اشتريته مني ثم أقلناه لا يندفع إذ كل منهما ادعى ملكا مطلقاً فبينة الخارج أولى، وقيل: ينبغي أن تقبل بينة ذي اليد[3]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز آپ نے مجھ سے خریدی تھی اس کے بعد ہم نے اقالہ کیا تھا تو اس کی وجہ سے مدعی کے گواہ رد نہیں کئے جائینگے کیونکہ دونوں نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا ہے اور اس میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہوتے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مناسب یہی ہے کہ قابض کے گواہ قبول ہو۔

مسئلہ 141: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام تھا۔ دوسرے آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے۔ میں نے فلاں سے خریدا ہے اور یہ اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے۔ میں نے فلاں سے خریدا ہے اور یہ اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ یہ غلام قابض کا ہے۔

---

[1] فتاوی وددودیہ والے سے تسامح ہوا ہے۔ عربی عبارت میں اس کی تصحیح ہوئی ہے۔

[2] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص337۔

[3] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1ص138۔

مسئلہ 141:عبد في يد رجل أقام رجل البينة أنه عبده أشتراه من فلان وأنه ولد في ملك بائعه وأقام ذو اليد البينة أنه عبده أشتراه من فلان أخر وأنه ولد في ملك بائعه فلان فإنه يقضى بالعبد لذي اليد1۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام تھا۔دوسرے آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے۔میں نے فلاں سے خریدا ہے اور یہ اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے۔میں نے فلاں سے خریدا ہے اور یہ اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ یہ غلام قابض کا ہے۔

مسئلہ 142:ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے اور اس نے گواہ پیش کئے۔قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں غائب آدمی کا ہے۔اس نے اس مدعی سے خریدا ہے اور میں اس گھر کا وکیل ہوں۔تو اس کے یہ گواہ قبول کئے جائینگے اور وہ مدعی کے خصومت سے بری ہو جائیگا۔

مسئلہ 142:دار في يد رجل ادعى رجل أنها له وأقام البينة وأقام الذي في يديه البينة أن هذه الدار لفلان الغائب اشتراها من المدعي وكلني بها تقبل بينته وتندفع عنه الخصومة2۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے اور اس نے گواہ پیش کئے۔قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں غائب آدمی کا ہے۔اس نے اس مدعی سے خریدا ہے اور میں اس گھر کا وکیل ہوں۔تو اس کے یہ گواہ قبول کئے جائینگے اور وہ مدعی کے خصومت سے بری ہو جائیگا۔

مسئلہ 143: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔دو بندوں نے دعویٰ کیا۔دونوں میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے قابض سے اتنی رقم کے عوض خریدا ہے اور رقم بھی اس کے حوالے کی ہے۔حال یہ ہو کہ قابض ان دونوں کے دعوے سے منکر ہو۔تو اس صورت میں دونوں کیلئے نصف نصف گھر کا فیصلہ کر دیا جائیگا لیکن یہ اس وقت ہوگا کہ جب دونوں نے تاریخ کا ذکر نہیں کیا ہو یا دونوں نے تاریخ ایک بتلائی ہو۔اگر دونوں نے تاریخ بتلائی ہو لیکن ایک کی تاریخ مقدم ہو تو مقدم تاریخ والا معتبر ہے۔یا ایک نے تاریخ بتلائی ہو دوسرے نے نہیں تو تاریخ والا معتبر ہوگا۔

اگر دونوں نے تاریخ ذکر نہ کی ہو لیکن گھر کسی ایک کے قبضے میں ہو تو قابض معتبر ہے۔اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی ہو جبکہ دوسرے نے نہیں، لیکن گھر دوسرے کے قبضے میں ہو تو قابض معتبر ہے۔(معتبر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گواہ قبول کئے جائینگے اور پورا گھر اس کا ہو جائیگا)۔

مسئلہ 143:رجل في يديه دار أقام رجلان كل واحد منهما البينة أنه اشتراه من ذي اليد بكذا ونقده الثمن وهو ينكر دعواهما فإن القاضي يقضي بينهما، هذا إذا لم يكن لأحدهما تاريخ فإن أرخوا و تاريخهما سواء فكذلك يقضي بينهما وإن أرخا وتاريخ أحدهما أسبق فهو أولى وإن أرخ أحدهما وأطلق الآخر فهو للمؤرخ وإن لم يؤرخا والدار في يد أحدهما فصاحب اليد أولى وان أرخ أحدهما وللآخر يد فصاحب اليد أولى3۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص63-64۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3 ص66۔

[3] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص72۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔ دو بندوں میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے قابض سے اتنی رقم کے عوض خریدا ہے اور رقم بھی اس کے حوالے کی ہے۔ حال یہ ہو کہ قابض ان دونوں کے دعوے سے منکر ہو۔ تو اس صورت میں دونوں کیلئے نصف نصف گھر کا فیصلہ کر دیا جائیگا لیکن یہ اس وقت ہوگا کہ جب دونوں نے تاریخ کا ذکر نہیں کیا ہو یا دونوں نے تاریخ ایک بتلائی ہو۔ اگر دونوں نے تاریخ بتلائی ہو لیکن ایک کی تاریخ مقدم ہو تو مقدم تاریخ والا معتبر ہے۔ یا ایک نے تاریخ بتلائی ہو دوسرے نے نہیں تو تاریخ والا معتبر ہوگا۔ اگر دونوں نے تاریخ ذکر نہ کی ہو لیکن گھر کسی ایک کے قبضے میں ہو تو قابض معتبر ہے۔ اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی ہو جبکہ دوسرے نے نہیں، لیکن گھر دوسرے کے قبضے میں ہو تو قابض معتبر ہے۔

مسئلہ 144: اگر دو آدمیوں نے کسی چیز کے خریدنے کا الگ الگ بندوں سے دعویٰ کیا پھر دونوں نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے فلاں سے خریدی ہے اس حال میں کہ وہ اس کا مالک تھا۔ دوسرے مدعی نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کئے۔ تو اس صورت میں قاضی دونوں کیلئے نصف نصف چیز کا حکم کریگا۔

اور اگر دونوں نے اپنے اپنے بیع کی تاریخ ذکر کر دی تو ظاہر الروایۃ میں مقدم تاریخ والا معتبر ہوگا۔ اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو دونوں کیلئے فیصلہ کیا جائیگا۔ اس فیصلے پر ہمارے تمام ائمہ کرام متفق ہیں۔ اور اگر ایک قابض ہو تو دوسرا معتبر ہوگا۔

مسئلہ 144: وان ادعيا الشراء كل واحد منهما من رجل آخر أنه اشتراها من فلان وهو يملكها وأقام آخر البينة أنه اشتراها من فلان آخر وهو يملكها فان القاضي يقضي بينهما وان وقتا فصاحب الوقت الأول أولى في ظاهرة الرواية وان أرخ أحدهما دون الآخر يقضي بينهما اتفاقاً فان كان لأحدهما قبض فالآخر أولى[1]۔

ترجمہ: اگر دو آدمیوں نے کسی چیز کے خریدنے کا الگ الگ بندوں سے دعویٰ کیا پھر دونوں نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے فلاں سے خریدی ہے اس حال میں کہ وہ اس کا مالک تھا۔ دوسرے مدعی نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کئے۔ تو اس صورت میں قاضی دونوں کیلئے نصف نصف چیز کا حکم کریگا۔

اور اگر دونوں نے اپنے اپنے بیع کی تاریخ ذکر کر دی تو ظاہر الروایۃ میں مقدم تاریخ والا معتبر ہوگا۔ اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو دونوں کیلئے فیصلہ کیا جائیگا۔ اس فیصلے پر ہمارے تمام ائمہ کرام متفق ہیں۔ اور اگر ایک قابض ہو تو دوسرا معتبر ہوگا۔

مسئلہ 145: زید نے بکر کو کوئی چیز فروخت کی۔ بکر نے ابھی تک قبضہ نہیں کیا ہوا تھا کہ خالد نے کہا کہ یہ چیز تو میری ہے۔ اس کے بعد زید نے یا بکر نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز زید نے خالد سے خریدی ہے اور اس پر قبضہ بھی کیا ہوا ہے تو یہ گواہ قبول کئے جائینگے۔ اور اگر اس کو گواہ نہیں ملے تو جو بیع زید اور بکر کے مابین ہوئی تھی وہ قاضی نے توڑ دی اور بکر کو اپنی

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص72۔

رقم واپس دیدی۔اس کے بعد زید کو گواہ مل گئے تواب قاضی اپنا پہلا والا حکم /فیصلہ نہیں توڑے گا۔اور اگر خالد کا مستحق ہونا بیع اور قبضہ کے بعد آگیاتو پھر قاضی اپنا پہلا والا حکم توڑے گا۔

یعنی زید نے بکر کو جو چیز فروخت کی ہے اگر بکر نے اس کو قبض بھی کیا ہے۔اس کے بعد خالد نے دعویٰ کیا ہو اور مستحق ٹھراہو،اور زید کو گواہ نہ ملے ہو۔پھر قاضی نے اس بیع کو توڑنے کا حکم کیا ہو اور بکر کو رقم واپس کی ہو۔اس کے بعد زید کو گواہ مل گئے کہ یہ چیز میں نے خالد سے خریدی ہے اور قبضہ بھی کیا ہے۔تواس صورت میں قاضی نے جو پہلے بیع توڑنے کا حکم نافذ کیا تھاتو اب اس حکم کو توڑ دیگااب گویا کہ پہلی والی بیع صحیح ہوئی۔

مسئلہ 145:وَإِذَا اسْتَحَقَّ الْمَبِيعَ قَبْلَ الْقَبْضِ فَادَّعَى الْمُتَبَايِعَانِ أَنَّ الْبَائِعَ اشْتراهُ مِنْ الْمُسْتَحِقِّ وَقَبَضَهُ ثم بَاعَهُ مِنْ الْمُشْترِي تُقْبَلُ بَيِّنَتهمَا فَإِنْ لَمْ يجِدْ بَيِّنَةً فَنَقَضَ الْقَاضِي الْبَيْعَ بَيْنهمَا وَرَدَّ الْبَائِعُ الثَّمَنَ عَلى الْمُشْترِي ثم وَجَدَ الْبَائِعُ بَيِّنَةً لا. يَنْقُضُ النَّقْضَ وَلَوْ كانَ الاسْتِحْقَاقُ بَعْدَ قَبْضِ الْمَبِيعِ نُقِضَ النَّقْضُ[1]۔

ترجمہ:اگر قبضہ کرنے سے پہلے مبیع میں مستحق نکل آیاتو بائع اور مشتری نے دعویٰ کیاکہ بائع نے یہ چیز مستحق سے خرید کر اس پر قبضہ کر لیااس کے بعد مشتری کو فروخت کیا۔تواس کے یہ گواہ قبول کئے جائینگے۔

اگراس کو گواہ نہیں ملے اور قاضی نے ان کے درمیان بیع کو توڑ کر بائع نے مشتری کو ثمن واپس کردیااس کے بعد بائع کو گواہ مل گئے تواس کی وجہ سے قاضی کا حکم نہیں توڑا جائیگا۔اگر استحقاق مبیع قبضہ کرنے کے بعد نکل آیا تو قاضی کا حکم توڑ دیا جائیگا۔

مسئلہ 146:ایک آدمی نے دوسرے کو لونڈی فروخت کی۔پھر اس نے کہا کہ یہ لونڈی میں نے آپ کو غلام کے عوض فروخت کی ہے۔مشتری نے کہاکہ نہیں یہ میں نے آپ سے ہزار روپے کے عوض خریدی ہے۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔تواس صورت میں بائع کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ ان دونوں کالونڈی کی قیمت میں اختلاف ہوا اور قیمت بائع کا حق ہے تو اب اس کے گواہ اس کا حق ظاہر کر رہے ہیں جو اس کا دوسرے پر ہے لہٰذا اس وجہ سے معتبر ہے۔

مسئلہ 146:لو قال البائع بعتك هذه الجارية بهذا العبد و قال المشتري لا بل بالف و اقاما البينة تقبل بينة البائع لانهما اختلفا في الثمن و انه حق البائع فتكون بينته مظهرة حقه علي غيره[2]۔

ترجمہ:اگر بائع نے کہاکہ یہ لونڈی میں نے آپ کو غلام کے عوض فروخت کی ہے۔مشتری نے کہاکہ نہیں یہ میں نے آپ سے ہزار روپے کے عوض خریدی ہے۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔تواس صورت میں بائع کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ ان دونوں کا ثمن میں اختلاف ہوا اور یہ بائع کا حق ہے تو اب اس کے گواہ اس کا حق ظاہر کر رہے ہیں جو اس کا دوسرے پر ہے۔

---

[1] نظام الدین البلخی،الفتاوی الہندیۃ۔ج3ص166۔

[2] غانم بغدادی،ملجأ القضاۃ عند تعارض البینات۔ص103۔

مسئلہ 147: ایک آدمی نے دو غلام خریدے۔ اس نے ایک کو قبض کیا۔ اس کے بعد دونوں مر گئے۔ پس بائع اور مشتری کا ان دونوں کی قیمتوں میں اختلاف ہوا تو اس صورت میں مشتری کی بات معتبر ہوگی۔ اور اگر مشتری نے دونوں کو قبض کیا ہو۔ پھر اس میں ایک مر گیا۔ اور دوسرا کسی عیب کی وجہ سے اس کو واپس کیا تو جو فوت ہوا ہے اس کی قیمت میں ان دونوں کا اختلاف ہوا تو بائع کی بات معتبر ہوگی اور گواہ بھی بائع کے معتبر ہونگے۔

مسئلہ 147: اشتري عبدين فقبض احدهما و ماتا ثم اختلفا في قيمتها فالقول للمشتري و لو مات احدهما بعد قبضها و رد الثاني بعيبه ثم اختلفا في قيمة الهالك فالقول للبائع والبينة له ايضا[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دو غلام خریدے۔ ان میں سے ایک کو قبض کرنے کے بعد دونوں مر گئے۔ پھر بائع اور مشتری کا ان دونوں کی قیمتوں میں اختلاف ہوا تو اس صورت میں مشتری کی بات معتبر ہوگی۔ اور اگر مشتری نے دونوں پر قبضہ کرلیا پھر ان میں سے ایک مر گیا اور دوسرا کسی عیب کی وجہ سے اس کو واپس کیا تو جو فوت ہوا ہے اس کی قیمت میں ان دونوں کا اختلاف ہوا تو بائع کی بات معتبر ہوگی اور گواہ بھی بائع کے معتبر ہونگے۔

مسئلہ 148: ایک آدمی نے کسی کو کوئی چیز فروخت کردی۔ پھر وہ چیز ضائع ہوگئی۔ بائع نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز مشتری کے ہاتھ میں ضائع ہوئی ہے جبکہ مشتری نے گواہ پیش کئے کہ یہ بائع کے ہاتھ میں ضائع ہوئی ہے۔ تو اس صورت میں مشتری کی بات معتبر ہوگی۔ اگر گواہ پیش ہوئے تو بائع کے گواہ معتبر ہونگے۔

اور اسی طرح حکم ہے اگر دونوں کا ضائع کرنے میں اختلاف ہوا۔ (یعنی ایک نے کہا کہ اس نے ضائع کیا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ اس نے ضائع کیا ہے)۔ تو مشتری کی بات معتبر ہوگی۔ اور اگر گواہ پیش ہوئے تو بائع کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 148: اقام البائع البينة ان المبيع هلك في يد المشتري و اقام المشتري البينة انه هلك في يد البائع فالقول للمشتري و البينة للبائع۔ و كذا لو اختلفا في استهلاكه اي يكون القول للمشتري و البينة للبائع[2]۔

ترجمہ: بائع نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز مشتری کے ہاتھ میں ضائع ہوئی ہے جبکہ مشتری نے گواہ پیش کئے کہ یہ بائع کے ہاتھ میں ضائع ہوئی ہے تو اس صورت میں مشتری کی بات معتبر ہوگی اور بائع کے گواہ معتبر ہونگے۔

اور اسی طرح حکم ہے اگر دونوں کا ضائع کرنے میں اختلاف ہو ایعنی مشتری کی بات معتبر ہوگی۔ اور بائع کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 149: اگر کسی نے دوسرے کو کوئی چیز فروخت کی اور اس بیع میں بائع یا مشتری کیلئے خیار رکھا۔ (مثلاً بائع نے کہا کہ اس بیع میں میرے لئے تین دن کا خیار ہے۔ اگر میں نے ان تین دنوں میں بیع کو نافذ کیا تو بیع اپنی جگہ لیکن اگر رد کیا تو پھر بیع فسخ ہوگی)۔ اب خیار کا وقت باقی تھا کہ بائع اور مشتری کا بیع کے امضاء یا فسخ میں اختلاف ہوا۔ (مثلاً صاحب خیار نے کہا کہ

---

[1] غانم بغدادی، ملجأ القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص104۔

[2] محولہ بالا۔

میں نے اس بیع کو رد کیا ہے جبکہ دوسرے نے کہا کہ آپ نے بیع کی اجازت دی ہے)۔اب جس کیلئے خیار رکھا گیا تھا اس کی بات معتبر ہوگی وہ بات خواہ بیع کی امضاء کی ہو یا فسخ کی۔اور اگر گواہ پیش ہوئے تو دوسرے کے گواہ معتبر ہونگے۔
اگر خیار کا وقت گزرنے کے بعد دونوں کا اختلاف ہو گیا مثلاً صاحب خیار نے کہا کہ میں نے مدت خیار میں اس بیع کو رد کیا تھا جبکہ دوسرے نے کہا کہ آپ نے مدت خیار میں اس بیع کو نافذ کیا تھا)۔تو اس صورت میں جو بیع کی اجازت کی بات کر رہا ہے اس کی بات معتبر ہوگی خواہ وہ صاحب خیار ہو یا دوسرا ہو۔اور اگر گواہ پیش ہوئے تو گواہ اس کے معتبر ہونگے جو بیع کے توڑنے کی بات کرتا ہو۔

مسئلہ 149:إِنْ كانَ الْخِيَارُ لأَحَدِهِما وَاخْتَلَفَا فِي الإِجَازَةِ وَالنَّقْضِ فِي الْمُدَّةِ فَالْقَوْلُ لِمَنْ لَهُ الْخِيَارُ ادَّعَى الْفَسْخَ أَوْ الإِجَازَةَ وَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الآخَرِ وَإِنْ اخْتَلَفَا بَعْدَ مُضِيِّ الْمُدَّةِ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي الإِجَازَةِ أَيهما كانَ وَالْبَيِّنَةُ لِمُدَّعِي النَّقْضِ[1]۔

ترجمہ:اگر بائع اور مشتری میں سے کسی ایک کے لئے خیار رکھا گیا تھا پھر دونوں کا خیار کی مدت کے اندر بیع کے امضاء یا فسخ کرنے میں اختلاف ہو گیا۔تو اس کی بات معتبر ہوگی جس کے لئے خیار رکھا گیا تھا خواہ وہ بات بیع کی اجازت کی ہو یا فسخ کی ہو اور گواہ دوسرے کے معتبر ہونگے۔
اگر خیار کا وقت گزرنے کے بعد دونوں کا اختلاف ہو گیا تو اس صورت میں جو بیع کی اجازت کی بات کر رہا ہے اس کی بات معتبر ہوگی خواہ وہ صاحب خیار ہو یا دوسرا ہو۔اور گواہ اس کے معتبر ہونگے جو بیع کے توڑنے کی بات کرتا ہو۔
مسئلہ 150:اگر بیع کے وقت دونوں کیلئے خیار رکھا گیا تھا اور ابھی مدت خیار باقی تھا کہ دونوں کا بیع کے نفاذ اور فسخ میں اختلاف ہوا۔تو جو بیع کے توڑنے کی بات کر رہا ہے اس کی بات معتبر ہوگی اور اگر گواہ پیش ہوئے تو گواہ دوسرے کے معتبر ہونگے کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک بیع کو فردًا رد تو کر سکتا ہے لیکن فردًا بیع کو نافذ نہیں کر سکتا ہے۔اور اگر مدت خیار ختم ہوا اس کے بعد ان کا اختلاف ہوا تو جو بیع کے امضاء یا تنفیذ کی بات کر رہا ہے اس کی بات معتبر ہوگی۔اگر گواہ پیش ہوئے تو گواہ دوسرے کے معتبر ہونگے۔

مسئلہ 150:وَأَمَّا إذَا كانَ الْخِيَارُ لَهُمَا وَاخْتَلَفَا فِي النَّقْضِ وَالإِجَازَةِ فِي الْمُدَّةِ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي النَّقْضِ وَالْبَيِّنَةُ لِلآخَرِ لان احدهما ينفرد بالنقض ولا ينفرد بالاجازةِ۔ وَإِنْ اخْتَلَفَا بَعْدَ مُضِيِّ الْمُدَّةِ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي الإِجَازَةِ وَالْبَيِّنَةُ لِمُدَّعِي النَّقْضِ[2]۔

ترجمہ:اگر بیع کے وقت دونوں کیلئے خیار رکھا گیا تھا اور ابھی مدت خیار باقی تھا کہ دونوں کا بیع کے نفاذ اور فسخ میں اختلاف ہوا۔تو جو بیع کے توڑنے کی بات کر رہا ہے اس کی بات معتبر ہوگی اور گواہ دوسرے کے معتبر ہونگے کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک بیع کو فردًا رد تو کر سکتا ہے لیکن فردًا بیع کو نافذ نہیں کر سکتا ہے۔اور اگر مدت خیار ختم ہونے کے بعد ان کا اختلاف ہوا تو جو بیع کے امضاء یا تنفیذ کی بات کر رہا ہے اس کی بات معتبر ہوگی اور گواہ دوسرے کے معتبر ہونگے۔

---

[1] نظام الدین البلخی،الفتاوی الہندیۃ۔ج3ص51۔
[2] نظام الدین البلخی،الفتاوی الہندیۃ۔ج3ص51۔

سلم[1] کے مسائل

مسئلہ 151: اگر رب السلم اور مسلم الیہ کا مسلم فیہ کے مقدار میں اختلاف ہوا (مثلًا رب السلم نے کہا کہ ہم نے مکئی کے دس گھٹے مقرر کئے تھے جبکہ دوسرے نے کہا کہ پانچ تھے)۔
یا دونوں کا مسلم فیہ کے جنس میں اختلاف ہوا (مثلًا رب السلم نے کہا کہ ہم نے مکئی کے دس گھٹے مقرر کئے تھے جبکہ دوسرے نے کہا کہ دس گھٹے جوٴ کے مقرر کئے تھے)۔
یا دونوں کا مسلم فیہ کے صفت میں اختلاف ہوا (مثلًا رب السلم نے کہا کہ ہم نے وٹ کی اچھی گندم مقرر کی تھی جبکہ دوسرے نے کہا کہ ہم نے میرے کی ردی گندم مقرر کی تھی)۔
یا دونوں کا گزوں میں اختلاف ہوا مثلًا رب السلم نے کچھ رقم دے کر کہا کہ اس کے عوض آپ مجھے اس طرح کا اور اتنا کپڑا دونگے۔ اب دونوں کا اختلاف ہوا۔ رب السلم کہتا ہے کہ ہم نے بیس گز کپڑا مقرر کیا تھا جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ دس گز مقرر کیا تھا۔ اسی طرح اگر دونوں کا راس المال میں اختلاف ہوا۔
توان تمام صورتوں میں دونوں قسم کھالیں اس کے بعد معاملے کو فسخ کردیں۔
ان دونوں میں سے اگر ایک نے گواہ پیش کئے تو اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔
اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو رب السلم[2] کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] هو في اللغة التقديم والتسليم، وفي الشرع: اسم لعقد يوجب الملك للبائع في الثمن عاجلا، وللمشتري في الثمن آجلا، فالمبيع يسمى مسلمًا به، والثمن، يسمى: رأس المال، والبائع يسمى: مسلمًا إليه. والمشتري يسمى: رب السلم. **الجرجانی، علی بن محمد بن علی الزین الشریف۔ التعریفات۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ۔ الطبعۃ: الأولی 1403ھ--1983م۔ ص 120۔** یہ وہ عقد ہے کہ جو بائع کے لئے ثمن میں ملکیت جلدی واجب کرتا ہے جب کہ مشتری کے لئے مبیع میں دیر سے ملکیت واجب کرتا ہے۔ مثلا زید نے بکر کو کہا کہ آپ میرے سے یہ چالیس روپے لے لو پھر تین مہینے بعد جب گندم کی فصل تیار ہو جائے تو آپ مجھے ان رقم کے عوض اتنی گندم دوں گے۔ گندم کی قیمت کی تعیین کی۔ جب تین مہینے گزر جائیں گے تو بکر زید کو گندم دیگا۔ اس کو بیع سلم کہتے ہے۔ اس میں زید کو رب السلم، بکر کو مسلم الیہ، اور گندم کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔

[2] اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک رب السلم کے گواہ معتبر ہونگے۔ پھر فرماتے ہے کہ یہ مسئلہ تین قسموں پر ہیں۔ کیونکہ راس المال درہم و دینار ہونگے یا کوئی اور چیز۔ اس کی پھر تین صورتیں ہیں: ۱۔ اختلاف دونوں کا صرف مسلم فیہ میں ہوگا۔ ۲۔ اختلاف صرف راس المال میں ہوگا۔ ۳۔ اختلاف راس المال اور مسلم فیہ دونوں میں ہوگا۔ اب اگر راس المال درہم و دینار کے علاوہ کوئی اور چیز ہو اور مسلم فیہ میں آجائے، مثلا رب السلم نے کہا کہ میں نے آپ کو یہ کپڑا دیا تھا اس کے بدلے میں آپ سے ایک گھٹہ گندم لوں گا جبکہ مسلم الیہ نے کہا کہ آپ کے ساتھ ایک من گندم مقرر ہوئی تھی۔ اب اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو رب السلم کے گواہ معتبر ہونگے۔ اگر اختلاف صرف راس المال تھا مثلا رب السلم نے کہا کہ میں نے یہ غلام دینا تھا اس کے بدلے آپ نے سو گھٹے گندم دینی تھی جبکہ مسلم الیہ نے کہا کہ نہیں آپ نے دوسرے غلام کا کہا تھا کہ وہ دوں گا یا اختلاف راس المال اور مسلم فیہ دونوں میں ہوا تو ان دونوں صورتوں میں یہ حکم کیا جائیگا کہ دو معاملے ہوئے ہیں سلم کے لیکن یہ حکم اس وقت ہوگا اگر دونوں نے گواہ پیش کئے۔ اگر راس المال درہم وغیرہ تھی تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں؛ ۱۔ اختلاف راس المال میں ہوگا اور دونوں نے گواہ پیش کئے تو اس صورت میں رب السلم کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ یہ امام ابو یوسف صاحب کا قول ہے امام محمد صاحب نے اس اختلاف کیا ہے۔ ۲: اگر اختلاف راس المال اور مسلم فیہ

اگر راس المال میں اختلاف ہوااور دونوں نے گواہ پیش کئے تو مسلم الیہ کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ اس کے گواہ راس المال میں زیادتی کو ثابت کررہے ہیں لہٰذا وہ اثبات میں قوی ہوئے۔

اگر دونوں کا سلم کی مدت میں اختلاف ہوا(مثلاًرب السلم نے کہا کہ ہم نے اتنے مہینے مدت مقرر کی تھی وہ مدت گزر گئی جبکہ دوسرے نے کہا کہ نہیں ابھی تک نہیں گزری ہے)۔تو بات مسلم الیہ کی معتبر ہوگی جو کہ کہہ رہا ہے کہ ابھی تک مدت نہیں گزری۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو گواہ بھی مسلم الیہ کے معتبر ہونگے کیونکہ اس کے گواہ مدت میں زیادتی کو ثابت کررہے ہیں(لہٰذا وہ اثبات میں قوی ہوئے اس وجہ سے معتبر ہوئے)۔

مسئلہ 151:اختلفا في قدر المسلم فيه او جنسه او صفته او ذرعانه او اختلفا في رأس المال كذالك تخالفا و ترادا و ان اقام احدهما البينة قضي له و ان اقاما البينة قضي لرب السلم ولو اختلفا في رأس المال و اقاما البينة قضي للمسلم اليه لان بينته تثبت الزيادة في رأس المال و ان اختلفا في مضي الاجل في السلم فالقول المطلوب لانه لم يمض و ان اقاما البينة قبلت بينة المطلوب لانها تثبت زيادة الاجل[1]۔

ترجمہ: اگر رب السلم اور مسلم الیہ کا مسلم فیہ کے مقدار میں اختلاف ہوا یا مسلم فیہ کے جنس میں اختلاف ہوا یا مسلم فیہ کے صفت میں اختلاف ہوا یا دونوں کا گزوں میں اختلاف ہوا یا راس المال میں اختلاف ہوا۔

توان تمام صورتوں میں دونوں قسم کھالیں اس کے بعد معاملے کو فسخ کردیں۔

ان دونوں میں سے اگر ایک نے گواہ پیش کئے تو اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو رب السلم کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔اگر راس المال میں اختلاف ہوااور دونوں نے گواہ پیش کئے تو مسلم الیہ کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ اس کے گواہ راس المال میں زیادتی کو ثابت کررہے ہیں۔

اگر دونوں کا سلم کی مدت میں اختلاف ہوا تو بات مسلم الیہ کی معتبر ہوگی جو کہ کہہ رہا ہے کہ ابھی تک مدت نہیں گزری۔

اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو گواہ بھی مسلم الیہ کے معتبر ہونگے کیونکہ اس کے گواہ مدت میں زیادتی کو ثابت کررہے ہیں۔

دونوں میں ہوااور دونوں نے گواہ پیش کئے تو امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہیں کہ سلم کا ایک معاملہ ہوا ہے جبکہ امام محمد صاحب فرماتے ہیں کہ سلم کے دو معاملے ہوئے ہیں۔دیکھئے: فتح القدیر ج ۷ ص ۱۱۲۔ مترجم محمد ابراہیم۔

[1] غانم بغدادی، ملجأ القضاة عند تعارض البینات۔ ص 104-105۔

شفعہ کے مسائل

مسئلہ 152: اگر شفیع اور مشتری کا ثمن میں اختلاف ہوا (مثلاً مشتری نے کہا کہ یہ کھیتی میں نے زید سے اتنی رقم دے کر خریدی ہے جبکہ شفیع نے کہا کہ نہیں آپ نے اتنی رقم دے کر خریدی ہے) تو مشتری کی بات مع الیمین معتبر ہوگی۔ اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیئے تو طرفین کے نزدیک شفیع کے گواہ معتبر ہونگے جبکہ امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 152: اذا اختلف الشفيع و المشتري علي قدر الثمن فالقول للمشتري مع يمينه والبينة للشفيع عندهما و عند أبي يوسف رحمه الله البينة للمشتري[1]۔

ترجمہ: اگر شفیع اور مشتری کا ثمن میں اختلاف ہوا تو مشتری کی بات مع الیمین معتبر ہوگی اور گواہ طرفین کے نزدیک شفیع کے معتبر ہونگے جبکہ امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 153: فرض کریں کہ ایک آدمی نے گھر خریدا۔ پھر اس نے آبادی/عمارت کو منہدم کر دیا۔ اس کے بعد مشتری اور شفیع کا اس عمارت کی قیمت میں اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ اس عمارت کی مناسب قیمت اتنی تھی جبکہ شفیع نے کہا کہ اتنی تھی۔ تو امام ابو حنیفہ صاحبؒ کے قول کے مطابق مشتری کی بات معتبر ہوگی اور گواہ بھی اس کے معتبر ہونگے۔ امام محمدؒ صاحب کا بھی یہی قول ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گواہ خالی میدان کی قیمت میں زیادتی ثابت کر رہے ہیں (کیونکہ یہ گواہ عمارت کی قیمت کم بتاتے ہیں اور خالی میدان کی قیمت اس قیمت سے زیادہ بتاتے ہیں جس کا شفیع نے دعویٰ کیا ہے)۔

امام ابو یوسفؒ صاحب امام صاحب کے قول کے مطابق فرماتے ہے کہ گواہ شفیع کے معتبر ہونگے کیونکہ یہ گواہ حوالگی کو لازم کرنے والے ہیں (یعنی یہ گواہ مشتری پر یہ بات لازم کرنے والے ہیں کہ وہ اس زمین کو اسی قیمت پر شفیع کے حوالے کریں) جبکہ مشتری کے گواہ شفیع پر کچھ بھی لازم نہیں کرتے۔ (اسی وجہ سے شفیع کے گواہ معتبر ہوئے)۔

مسئلہ 153: لو هدم المشتري البناء فاختلف هو والشفيع في قيمة البناء فالقول للمشتري مع يمينه و البينة له ايضا علي قياس قول أبي حنيفةرحمه الله هكذا قال محمدرحمه الله لانها تثبت زيادة في ثمن العرصة۔ و قال أبو يوسف رحمه الله علي قياس قول أبي حنيفة رحمه الله البينة للشفيع لانها موجبة للتسليم علي المشتري و بينة المشتري غير موجبة شيئا علي الشفيع[2]۔

ترجمہ: اگر مشتری نے عمارت کو منہدم کر دیا۔ اس کے بعد مشتری اور شفیع کا اس کی قیمت میں اختلاف ہوا تو امام صاحبؒ کے قول کے مطابق مشتری کی بات مع الیمین معتبر ہوگی اور گواہ بھی اس کے معتبر ہونگے۔ امام محمدؒ صاحب کا بھی یہی قول ہے۔ کیونکہ گواہ خالی میدان کی قیمت میں زیادتی ثابت کر رہے ہیں۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجأالقضاۃ عند تعارض البینات۔ ص 106۔

[2] محولہ بالا۔

امام ابو یوسفؒ صاحب امام صاحب کے قول کے مطابق فرماتے ہے کہ گواہ شفیع کے معتبر ہونگے کیونکہ یہ گواہ مشتری پر حوالگی کو لازم کرنے والے ہیں جبکہ مشتری کے گواہ شفیع پر کچھ بھی لازم نہیں کرتے۔

مسئلہ 154: ایک آدمی نے ایک گھر خریدا۔ کسی نے شفعہ کا دعویٰ کیا۔ مشتری نے کہا کہ میں نے پہلے عمارت خریدی ہے اس کے بعد یہ میدان خریدا ہے جس کے اوپر گھر آباد ہے لہٰذا اس آبادی میں آپ کو شفعہ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ شفیع نے کہا کہ آپ نے زمین اور گھر دونوں اکھٹے خریدے ہیں۔ تو اس صورت میں شفیع کی بات مع الیمین علیٰ علمہ معتبر ہوگی۔ اور اگر گواہ پیش ہوئے تو امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک مشتری کے گواہ معتبر ہونگے جبکہ امام محمدؒ صاحب کے نزدیک شفیع کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 154: و لو قال المشتري اشتريت البناء ثم العرصة فلا شفعة لك في البناء و قال الشفيع لا، اشتريتها جميعا فالقول للشفيع مع يمينه علي العلم و البينة بينة المشتري عند أبي يوسف رحمه الله و عند محمد رحمه الله بينة الشفيع اولي[1]۔

ترجمہ: اگر مشتری نے کہا کہ میں نے پہلے عمارت خریدی ہے اس کے بعد یہ میدان خریدا ہے لہٰذا اس آبادی میں آپ کو شفعہ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ شفیع نے کہا کہ آپ نے زمین اور گھر دونوں اکھٹے خریدے ہیں۔ تو اس صورت میں امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک شفیع کی بات مع الیمین علیٰ علمہ معتبر ہوگی اور گواہ بھی اس کے معتبر ہونگے جبکہ امام محمدؒ صاحب کے نزدیک شفیع کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 155: اگر مشتری نے کہا کہ اس زمین کے اوپر آبادی میں نے کی ہے یا ان درختوں کو نال میں نے دیا ہے یا یہ فصل میں نے بوئی ہے جبکہ شفیع نے کہا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہے یہ پہلے سے اسی طرح تھا۔ تو اس صورت میں مشتری کی بات معتبر ہوگی۔ اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو شفیع کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 155: و لو قال المشتري احدثت فيها هذا البناء او الشجر او الزرع و كذبه الشفيع فالقول للمشتري و ان اقاما البينة فبينة الشفيع اولي[2]۔

ترجمہ: اگر مشتری نے کہا کہ اس زمین کے اوپر آبادی میں نے کی ہے یا ان درختوں کو نال میں نے دیا ہے یا یہ فصل میں نے بوئی ہے جبکہ شفیع نے اس کو جھٹلایا۔ تو اس صورت میں مشتری کی بات معتبر ہوگی۔ اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو شفیع کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 156: زید کے قبضے میں ایک گھر ہے۔ زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر خالد نے بطور امانت میرے سپرد کی ہے جبکہ بکر نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر زید نے غانم سے ہزار روپے کے عوض خریدا ہے۔ تو اس صورت میں بکر کیلئے شفعہ کا حکم کیا جائیگا کیونکہ زید بکر کیلئے خصم بن گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بکر نے زید پر ایک فعل (خریدنا) کا دعویٰ کیا ہے۔ اب

---

[1] غانم بغدادی، ملجأ القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص 106۔

[2] محولہ بالا۔

جب زید اس فعل کی نسبت کسی اور کی طرف کر رہا ہے(کہہ رہا ہے کہ خالد نے امانۃً دیا ہے)تو اس کی وجہ سے زید خصومت سے جان نہیں چھڑا سکتا۔

مسئلہ 156:دار في يد رجل اقام البينة ان فلانا اودعها اياه و اقام شفيعها البينة انه اشترها من آخر بالف قضي له بالشفعة لان ذاليد انتصب خصما للمدعي بدعوي الفعل عليه فلا تندفع الخصومة عنه باحالة الفعل الي غيره[1]۔

ترجمہ :ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر ہے۔اس نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں نے بطور امانت میرے سپرد کی ہے جبکہ شفیع نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر قابض نے ایک اور آدمی سے ہزار روپے کے عوض خریدا ہے۔تو اس صورت میں اس کے لئے شفعہ کا حکم کیا جائیگا کیونکہ قابض مدعی کیلئے خصم بن گیا ہے۔وجہ یہ ہے کہ مدعی نے قابض پر ایک فعل کا دعویٰ کیا ہے۔اب قابض اس فعل کی نسبت کسی اور کی طرف کرنے سے خصومت سے جان نہیں چھڑا سکتا۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجأالقضاۃ عند تعارض البینات۔ ص 107۔

اجارہ کے مسائل

مسئلہ 157: کسی نے کوئی جانور سواری کیلئے کرایے پر لیا۔ مستاجر نے دعویٰ کیا کہ یہ جانور میں نے دس درہم کے عوض فلاں جگہ تک سواری کیلئے لیا تھا جبکہ موجر نے کہا کہ میں نے اس جگہ کے نصف تک دس روپے کے عوض دیا تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔ تو اس صورت میں مستاجر کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 157:اذا ادعي المستأجر انه استأجرها بعشرة دراهم ليركبها الي موضع كذا فقال المؤجر اجرتها بعشرة الي نصفه و اقاما البينة فبينة المستأجر اولي[1]۔

ترجمہ: اگر مستاجر نے دعویٰ کیا کہ یہ جانور میں نے دس درہم کے عوض فلاں جگہ تک سواری کیلئے لیا تھا جبکہ موجر نے کہا کہ آپ نے اس جگہ کے نصف تک دس درہم کے عوض لیا تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔ تو اس صورت میں مستاجر کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 158: چرواہے سے ایک بکری ہلاک ہو گئی۔ بکری کے مالک نے کہا کہ میں نے آپ پر یہ بات لازم کی تھی کہ آپ اس بکری کو اس جگہ میں (جہاں پر ہلاک ہوئی ہے) نہیں چروائے گا بلکہ کسی اور جگہ میں چروائینگے جبکہ چرواہے نے کہا کہ آپ نے مجھے اسی جگہ چروانے کا کہا تھا۔ تو اس صورت میں بکری کے مالک کی بات مع الیمین معتبر ہوگی۔ اگر گواہ پیش ہوئے تو چرواہے کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 158:اذا هلكت شاة فقال رب الغنم شرطت لك ان ترعي في غير الموضع الذي هلكت فيه و قال الراعي لا بل شرطت علي الرعي في ذالك الموضع فاالقول لرب الغنم مع يمينه و ان اقاما البينة فبينة الراعي اولي[2]۔

ترجمہ: اگر ایک بکری ہلاک ہو گئی تو بکری کے مالک نے کہا کہ میں نے آپ پر یہ بات لازم کی تھی کہ آپ اس بکری کو اس جگہ میں نہیں چروائے گا بلکہ کسی اور جگہ میں چروائینگے جبکہ چرواہے نے کہا کہ آپ نے مجھے اسی جگہ چروانے کا کہا تھا۔ تو اس صورت میں بکری کے مالک کی بات مع الیمین معتبر ہوگی۔ اگر گواہ پیش ہوئے تو چرواہے کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 159: زید کے قبضے میں ایک گھر ہے۔ دو بندوں نے دعویٰ کرکے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے۔ میں نے دس روپے کے عوض ایک مہینے تک زید کو کرایے پر دیا ہے اور اس میں ایک مہینہ رہ چکا ہے۔ حال یہ ہے کہ زید دونوں کے دعوے سے منکر ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ یہ گھر میرا ہے۔ تو اس صورت میں گھر دونوں مدعیوں کو نصف نصف دیا جائیگا۔ زید سے دس روپے کرایہ لے کر پانچ ایک کو اور پانچ دوسرے کو دیا جائیگا۔ زید سے دس روپے کرایہ لینا استحساناً ہے ورنہ قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ہر ایک کو زید دس دس روپے دیدیں۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔۔ ص108۔

[2] محولہ بالا۔

مسئلہ 159:دار في يد رجل ادعاها رجلان كل واحد منهما اقام البينة انها داره آجرها للذي هي في يده شهرا بعشرة دراهم و انه سكنها شهرا والذي في يده ينكر دعواهما و يقول الدار لي فانهما يأخذان الدار بينهما و يأخذان منه عشرة دراهم تكون بينهما استحسانا والقياس ان يأخذ كل واحد منهما عشرة دراهم[1]۔

ترجمہ :ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر ہے۔دو بندوں نے دعویٰ کرکے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے۔میں نے دس درہم کے عوض ایک مہینے تک قابض کو کرایے پر دیا ہےاور اس میں ایک مہینہ رہ چکا ہے۔حال یہ ہے کہ قابض دونوں کے دعوے سے منکر ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ یہ گھر میرا ہے۔تو اس صورت میں گھر دونوں مدعیوں کو نصف نصف دیا جائیگا۔ قابض سے دس روپے کرایہ لے کر پانچ ایک کو اور پانچ دوسرے کو دیا جائیگا۔ قابض سے دس روپے کرایہ لینا استحساناً ہے ورنہ قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک قابض سے دس دس درہم لے لیں۔

مسئلہ 160 :ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے ڈرا کر مجبور کیا تھا کہ یہ دکان کرایے پر لے لو ورنہ میں آپ کو مار دونگا اور حاکم کے ذریعے جیل میں قید کروالونگا۔اس بات پر اس نے گواہ پیش کئے۔دکان کے مالک نے گواہ پیش کئے کہ اس نے یہ دکان رضامندی سے کرایے پر لیا ہے۔تو رضامندی والے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 160:ادعي علي رجل انه اكرهني بالتخويف بحبس الوالي و الضرب علي ان يستأجر منه حانوتا و اقام بينة و اقام المؤجر بينة بانه كان طائعا فبينة الطوع اولي[2]۔

ترجمہ : ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے ڈرا کر مجبور کیا تھا کہ یہ دکان کرایے پر لے لو ورنہ میں آپ کو مار دونگا اور حاکم کے ذریعے جیل میں قید کروالونگا۔اس بات پر اس نے گواہ پیش کئے۔دکان کے مالک نے گواہ پیش کئے کہ اس نے یہ دکان رضامندی سے کرایے پر لیا ہے۔تو رضامندی والے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 161 :ایک آدمی نے دوسرے سے دکان یا مکان وغیرہ کرایے پر لیا تھا۔اب اس کے دروازے کا ایک تختہ گر گیا ہے۔مستاجر دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ میرا ہے جبکہ موجر کہتا ہے کہ میرا ہے ۔تو اس صورت میں موجر کی بات معتبر ہوگی۔اگر گواہ پیش ہوئے تو مستاجر کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 161:سقط احد مصراعي باب المستأجر فادعاه المؤجر و المستأجر فالقول لرب الدار و ان اقاما البينة فبينة المستأجر اولي[3]۔

ترجمہ : مستاجر کے دروازے کا ایک تختہ گر گیا۔ مستاجر اور موجر دونوں نے اس کا دعویٰ کیا۔تو اس صورت میں مالک کی بات معتبر ہوگی۔اگر گواہ پیش ہوئے تو مستاجر کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص73۔

[2] غانم بغدادی، ملجاء القضاة عند تعارض البینات۔ص109۔

[3] محولہ بالا۔

مسئلہ 162: اگر موجر نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز جب سے میں نے متاجر کو اجرت پر دی ہے اس وقت سے میں نے اس کے حوالے کی ہے جبکہ متاجر نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز فلاں وقت سے ان کے پاس ہے(میرے حوالے نہیں کی ہے) میرے اوپر اس کی اجرت لازم نہیں ہے تو اس صورت میں موجر کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 162:لو اقام الآجر البينة انه سلم المستأجَر الي المستأجِر بعد ما آجره منه و اقام المستأجِرالبينة ان المستأجَر كان في يد الآجر هذه المدة ولم يجب عليَّ الاجر فبينة الآجر اولي[1]۔

ترجمہ: اگر موجر نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز جب سے میں نے متاجر کو اجرت پر دی ہے اس وقت سے میں نے اس کے حوالے کی ہے جبکہ متاجر نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز فلاں وقت سے ان کے پاس ہے میرے اوپر اس کی اجرت لازم نہیں ہے تو اس صورت میں موجر کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 163: زید نے بکر سے ایک گھر، جانور یا غلام اجرت پر لیا۔زید نے ابھی تک اس میں کچھ تصرف نہیں کیا تھا کہ دونوں کا آپس میں اختلاف ہوا۔زید نے کہا کہ اجرت پانچ درہم طے ہوئی ہے جبکہ بکر نے کہا کہ دس درہم اجرت طے ہوئی ہے۔اب حکم یہ ہے کہ دونوں قسم کھائینگے۔جس نے بھی قسم سے انکار کیا اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہو جائیگا۔پہلے زید قسم کھائیگا۔پس اگر دونوں نے قسمیں کھائی تو قاضی دونوں کے درمیان اس معاملے کو فسخ کر دیگا۔اگر کسی نے گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ قبول کئے جائینگے۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بکر کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ بکر اپنا حق ثابت کر رہا ہے۔

اگر متاجر اور موجر کا مدت اجارہ میں اختلاف ہوا مثلاً زید نے کہا کہ آپ نے یہ گھر دو مہینے تک دس درہم کے عوض اجرت پر دیا ہے جبکہ بکر نے کہا کہ نہیں، بلکہ ایک مہینے تک دس درہم کے عوض اجرت پر دیا ہے۔اب ان دونوں میں سے جس نے بھی گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ قبول کئے جائینگے۔

اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو زید کے گواہ معتبر ہونگے۔اگر دونوں کا اجرت اور مدت میں اختلاف ہوا(مثلاً زید نے کہا کہ اپ نے یہ گھر دو مہینے کیلئے پانچ درہم کے عوض کرایے پر دیا ہے جبکہ بکر نے کہا کہ نہیں، بلکہ ایک مہینے کیلئے دس درہم کے عوض کرایے پر دیا ہے)

یا دونوں کا اجرت اور مسافت میں اختلاف ہوا(مثلاً بکر نے کہا کہ میں نے آپ کو دس درہم کے عوض کرایے پر دیا ہے (بغداد سے) بصرہ شہر تک جبکہ زید نے کہا کہ آپ نے پانچ درہم کے عوض کوفہ شہر تک کرایے پر دیا ہے)۔تو اب حکم یہ ہے کہ دونوں قسمیں کھالیں۔قسمیں کھانے کے بعد ان کے درمیان اس معاملے کو فسخ کیا جائیگا۔اگر ان دونوں میں سے کسی نے گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ قبول ہیں۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو دونوں کے گواہوں کو لیا جائیگا۔لہٰذا قاضی کرایے میں زیادتی کا حکم دیگا کیونکہ بکر کے گواہوں نے اس پر گواہی دی ہیں اور

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ص 109۔

مسافت (مدت میں بھی) میں بھی زیادتی کا حکم دیگا کیونکہ زید کے گواہوں نے اس پر گواہی دی ہیں۔ (اگر قسم کھانا ہو) تو سب سے پہلے جس نے دعویٰ کیا ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے سے قسم لیا جائیگا۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اجرت پر دونوں متفق ہو کہ تمام اجرت درہم یا دنانیر تھے۔

اگر اجرت کے جنس میں اختلاف ہوا مثلاً زید نے کہا کہ یہ جانور میں نے آپ کو بصرہ شہر تک ایک دینار کرایے پر دیا تھا جبکہ زید نے کہا کہ آپ نے کوفہ شہر تک دس درہم کرایے پر دیا تھا۔ تو اس صورت میں جس نے گواہ پیش کئے اس کے گواہ قبول کئے جائینگے۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو قاضی حکم دیگا کہ کرایہ (بغداد سے) کوفہ تک ایک دینار اور پانچ درہم ہیں اس لئے کہ بصرہ بغداد اور کوفہ کے درمیان میں واقع ہے۔

اب قاضی حکم کریگا کہ بصرہ تک کرایہ ایک دینار کیونکہ بکر کے گواہوں نے گواہی دی اور بصرہ سے کوفہ تک پانچ درہم کیونکہ زید کے گواہوں نے گواہی دی۔

مسئلہ 163: رجل استأجر دارا أو دابة أو عبدا ولم يتصرف المستأجر بعدُ حتى اختلفا فادعى المستأجر أن الأجرة خمسة دراهم وقال الآجر عشرة دراهم فانهما يتحالفان فأيهما نكل لزمته دعوى الآخر ويبدأ بيمين المستأجر فاذا حلفا فسخ القاضي العقد بينهما وأيهما أقام البينة قبلت بينته وان أقاما يقضي ببينة الآجر لأنه يثبت حق تفسه۔و كذا لو اختلفا فى مدة الاجارة فقال المستأجر آجرتني شهرين بعشرة دراهم وقال الآجر لا بل شهرا واحدا بعشرة دراهم فأيهما أقام البينة قبلت بينته وان أقاما جميعا يقضي ببينة المستأجر ۔ وان اختلفا في الاجر والمدة جميعا أو في الأجرة والمسافة جميعا فقال الآجر آجرتك الى البصرة[1] بعشرة دراهم وقال المستأجر لا بل الى الكوفة[2] بخمسة دراهم فانهما يتحالفان واذا حلفا يفسخ العقد وأيهما أقام البينة قبلت بينته وان أقاما يقضى بالبينتين جميعا فيقضى بزيادة الأجر ببينة الآجر وبزيادة المدة والمسافة ببينة المستأجر وأيهما بدأ بالدعوى يحلف صاحبه أولا هذا اذا اتفقا أن الاجر كله دراهم أو دنانير فان اختلفا في الجنس فقال الآجر آجرتك هذه الدابة الى البصرة بدينار وقال المستأجر بل الى الكوفة بعشرة دراهم فانهما يتحالفان وأيهما نكل لزمه دعوى الآخر وأيهما أقام البينة قبلت وان أقاما البينة فانه يقضي الى الكوفة بدينار وخمسة دراهم اذا كانت البصرة على النصف من بغداد الى الكوفة ويقضي الى البصرة بدينار ببينة الآجر ومن البصرة الى الكوفة بخمسة دراهم ببينة المستأجر[3]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے کسی سے ایک گھر، جانور یا غلام اجرت پر لے۔ مستاجر نے ابھی تک اس میں کچھ تصرف نہیں کیا تھا کہ دونوں کا آپس میں اختلاف ہوا۔ مستاجر نے کہا کہ اجرت پانچ درہم طے ہوئی ہے جبکہ آجر نے کہا کہ دس درہم اجرت

---

[1] یہ عراق کا مشہور شہر ہے۔ اس میں کھجوریں بہت زیادہ ہے۔ فرات کے قریب ہے۔ اس کو عتبۃ بن غزوان نے فتح کیا تھا۔
الحموی، شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ الرومی۔ معجم البلدان۔ بیروت: دار صادر۔ الطبعۃ: الثانیۃ، 1995م۔ ج ۱ ص ۴۳۰۔

[2] یہ بھی عراق کا مشہور شہر ہے۔ یہ نوح علیہ السلام کا گھر تھا۔ اس میں انہوں نے مسجد بھی بنوائی تھی۔ اس کو بعد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ کے امر سے شہر بنایا تھا۔ الحموی۔ معجم البلدان ج ۴ ص ۴۹۰۔

[3] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 42۔

طے ہوئی ہے۔اب حکم یہ ہے کہ دونوں قسم کھائینگے۔جس نے بھی قسم سے انکار کیا اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہو جائیگا۔پہلے مستاجر قسم کھائیگا۔پس اگر دونوں نے قسمیں کھائی تو قاضی دونوں کے درمیان اس معاملے کو فسخ کردیگا۔اگر کسی نے گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ قبول کئے جائینگے۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو آجر کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ اپنا حق ثابت کررہاہے۔اسی طرح اگر مستاجر اور موجر کا مدت اجارہ میں اختلاف ہوا مثلاً مستاجر نے کہاکہ آپ نے یہ گھر دو مہینے تک دس درہم کے عوض اجرت پر دیا ہے جبکہ آجر نے کہاکہ نہیں، بلکہ ایک مہینے تک دس درہم کے عوض اجرت پر دیا ہے۔اب ان دونوں میں سے جس نے بھی گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ قبول کئے جائینگے۔

اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو مستاجر کے گواہ معتبر ہونگے۔

اگر دونوں کا اجرت اور مدت میں اختلاف ہوا یا دونوں کا اجرت اور مسافت میں اختلاف ہوا مثلاً آجر نے کہاکہ میں نے دس درہم کے عوض بصرہ تک اجرت پر دیا ہے جبکہ مستاجر نے کہاکہ نہیں بلکہ کوفہ تک پانچ درہم کے عوض اجرت پر دیا ہے تو اب حکم یہ ہے کہ دونوں قسمیں کھالیں۔قسمیں کھانے کے بعد ان کے درمیان اس معاملے کو فسخ کیا جائیگا۔اگر ان دونوں میں سے کسی نے گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ قبول ہیں۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو دونوں کے گواہوں کو لیا جائیگا۔لہٰذا قاضی کرایے میں زیادتی کا حکم آجر کے گواہوں کی وجہ سے اور مسافت ومدت میں میں زیادتی کا حکم دیگا مستاجر کے گواہوں کی وجہ سے۔اور جس نے سب سے پہلے دعویٰ کیا ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے سے قسم لیا جائیگا۔لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اجرت پر دونوں متفق ہو کہ تمام اجرت درہم یا دنانیر تھے۔

اگر اجرت کے جنس میں اختلاف ہوا مثلاً آجر نے کہاکہ یہ جانور میں نے آپ کو بصرہ شہر تک ایک دینار کرایے پر دیا تھا جبکہ مستاجر نے کہاکہ آپ نے کوفہ شہر تک دس درہم کرایے پر دیا تھا۔تو اس صورت میں جس نے گواہ پیش کئے اس کے گواہ قبول کئے جائینگے۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو قاضی حکم دیگا کہ کرایہ (بغداد سے) کوفہ تک ایک دینار اور پانچ درہم ہیں کیونکہ بصرہ بغداد اور کوفہ کے درمیان میں واقع ہے۔

اب قاضی حکم دیگا کہ بصرہ تک کرایہ ایک دینار آجر کے گواہوں کی وجہ سے اور بصرہ سے کوفہ تک پانچ درہم مستاجر کے گواہوں کی وجہ سے۔

مسئلہ 164: کسی نے رنگساز کو کپڑا دیا تاکہ اس کو سرخ رنگ دیدیں۔رنگساز نے کپڑے کو رنگ کیا۔اس کے بعد دونوں کا اجرت میں اختلاف ہوا۔رنگساز نے کہاکہ میں نے ایک درہم اجرت کے عوض رنگ کیا ہے جبکہ کپڑے والے نے کہاکہ درہم کے ایک تہائی اجرت طے ہوئی تھی۔تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس نے گواہ پیش کئے اس کے گواہ قبول کئے جائینگے۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو رنگساز کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 164: ولو دفع الى صباغ ثوبا ليصبغه أحمر بالعصفر ففعل ثم اختلفا في الاجر فقال الصباغ عملته بدرهم وقال صاحب الثوب بدانقين فأيهما أقام البينة قبلت وان أقاما يؤخذ ببينة الصباغ[1]۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3 ص 44۔

ترجمہ: اگر کسی نے رنگساز کو کپڑا دیا تاکہ اس کو سرخ رنگ دیدیں۔ رنگساز نے کپڑے کو رنگ کیا۔اس کے بعد دونوں کا اجرت میں اختلاف ہوا۔ رنگساز نے کہا کہ میں نے ایک درہم اجرت کے عوض رنگ کیا ہے جبکہ کپڑے والے نے کہا کہ درہم کے ایک تہائی اجرت طے ہوئی تھی۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس نے گواہ پیش کئے اس کے گواہ قبول کئے جائینگے۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو رنگساز کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 165: زید ترمذ سے لے کر آمد تک کسی کے کشتی میں پانچ درہم کے عوض گیا۔(پھر دونوں کا اختلاف ہوا) کشتی کے مالک نے کہا کہ آپ میرے کشتی میں ترمذ سے لے کر آمد تک پانچ درہم کے عوض گئے ہے۔اب مجھے کرایہ دیدو۔ زید نے کہا کہ آپ نے مجھے کشتی کی رسیاں کھینچنے کیلئے دس درہم کے عوض اجرت پر لیا تھا(لہٰذا آپ میری اجرت دیدیں)۔اب حکم یہ ہے کہ دونوں قسمیں کھالیں۔اگر دونوں نے قسم کھائی تو کسی کیلئے بھی اجرت نہیں ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے آزاد ہو جائینگے۔اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو زید (ملاح) کے گواہ معتبر ہونگے۔ کشتی کے مالک کو حکم دیا جائیگا کہ زید کو اس کی مزدوری دیدو۔ زید پر مالک کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔

مسئلہ 165: رجل ركب سفينة رجل من ترمذ[1] الى آمد[2] ثم اختلفا فقال صاحب السفينة للراكب حملتك الى آمد بخمسة دراهم وقال الراكب استأجرتني لأحفظ السكان الى آمد بعشرة دراهم يحلف كل واحد منهما فان حلفا لا أجر لأحدهما على صاحبه وان أقاما البينة كانت البينة بينة الراكب وهو الملاح يقضي له بالاجر على صاحب السفينة ولا أجر عليه لصاحب السفينة [3]۔

ترجمہ: ایک آدمی ترمذ سے لے کر آمد تک کسی کے کشتی میں گیا۔ پھر دونوں کا اختلاف ہوا کشتی کے مالک نے کہا کہ آپ میرے کشتی میں ترمذ سے لے کر آمد تک پانچ درہم کے عوض گئے ہے۔ راکب نے کہا کہ آپ نے مجھے کشتی کی رسیاں کھینچنے کیلئے دس درہم کے عوض اجرت پر لیا تھا اب حکم یہ ہے کہ دونوں قسمیں کھالیں۔اگر دونوں نے قسم کھائی تو کسی کیلئے بھی اجرت نہیں ہے۔اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو راکب (ملاح) کے گواہ معتبر ہونگے۔ کشتی کے مالک کو حکم دیا جائیگا کہ ملاح کو اس کی مزدوری دیدو۔ اُس پر مالک کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔

مسئلہ 166: ایک آدمی نے زید پر دعویٰ کیا کہ میں نے اپنا خچر زید کو ترمذ شہر سے بلخ تک سواری کیلئے دس درہم اجرت کے عوض دیا تھا جبکہ زید نے کہا کہ نہیں، بلکہ آپ نے مجھے پانچ درہم کے عوض اجرت پر لیا تھا تاکہ میں یہ خچر بلخ میں فلاں آدمی تک پہنچاؤ۔ تو اب حکم یہ ہے کہ دونوں قسمیں کھالیں۔اگر دونوں نے قسم کھالیں تو کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو خچر والے کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] یہ ایک مشہور شہر ہے جو دریا جیحون کے ارد گرد واقع ہے۔اس کی بازاریں پکی اینٹوں کے ساتھ بنائی گئی ہے۔ الحموی۔ معجم البلدان ج۱ص۵۶۔

[2] یہ ایک قلعہ نما خوبصورت گاؤں ہے جو دریا دجلہ کے قریب ہے۔اس میں پانی کے چشمے اور دریا ہے۔20ھ میں یہ فتح ہوا تھا۔ الحموی۔ معجم البلدان ج۱ص۵۲۔

[3] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3ص45۔

مسئلہ 166: رجل قال لرجل اني أركبتك بغلا من ترمذ الى بلخ بعشرة دراهم وقال المدعي عليه لا بل استأجرتني لابلغه الى فلان ببلخ[1] بخمس دراهم فانه يحلف كل واحد منهما فان حلفا لا يجب شيء وان أقاما البينة كانت البينة بينة صاحب البغل[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میں نے آپ کو ترمذ شہر سے بلخ تک اپنے خچر پر دس درہم کے عوض سوار کیا تھا مدعی علیہ نے کہا کہ نہیں، بلکہ آپ نے مجھے پانچ درہم کے عوض اجرت پر لیا تھا تاکہ میں یہ خچر بلخ میں فلاں آدمی تک پہنچاؤ۔ تو اب حکم یہ ہے کہ دونوں قسمیں کھالیں۔ اگر دونوں نے قسم کھالیں تو کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو خچر والے کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] یہ خراسان کابڑاشہر ہے۔ غلے کے حوالے سے، خیر کے حوالے سے، شہرت کے حوالے سے یہ خراسان کابڑاشہر ہے۔ اس کاغلہ تمام خراسان اور خوارزم کو جاتا ہے۔ اس کاپرانا نام اسکندریہ ہے۔ الحموی۔ معجم البلدان ج اص ۴۷۹-۴۸۰۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص44۔

باب سوم

اکراہ، ہبہ، عاریت، امانت اور غصب کے مسائل

اکراہ کے مسائل

مسئلہ 167: [اللہ تعالیٰ نہ کریں]اگر کسی عورت نے زنا کی یا چوری کی، تو خاوند نے اس کے ہاتھ پاوں یا کوئی اور عضو کاٹنے کا ارادہ کیا۔[خاوند نے کہا]کہ ویسے نہیں چھوڑونگا لیکن اگر مال کے بدلے میں نے طلاق دی تو اور کچھ نہیں کہونگا۔ عورت نے اپنا مال ہبہ کر دیا۔ مرد نے طلاق دیدی۔ تو اس صورت میں یہ طلاق، طلاق رجعی واقع ہوگی اور عورت کے ذمے کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس مسئلے میں اکراہ ہے[اور جبراً ہبہ صحیح نہیں ہے]۔
اور اگر اس صورت میں میاں بیوی کا اختلاف ہوا۔ بیوی نے کہا کہ آپ نے مجھے مال ہبہ کرنے پر مجبور کی تھی جبکہ خاوند نے انکار کیا۔ تو خاوند کی بات معتبر ہوگی۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 167:لو زنت امرأة او سرقت و قصد زوجها اتلاف عضو منها الا ان يطلقها علي مالها فوهبت له مالها فطلقها وقع رجعيا بلا شيئ لانه معني الاكراه ولو انكر الزوج ذالك فالقول قوله و ان اقاما البينة فبينة المرأة اولي[1]۔

ترجمہ: اگر کسی عورت نے زنا کی یا چوری کی، تو خاوند نے اس کا کوئی عضو کاٹنے کا ارادہ کیا مگر یہ کہ مال کے بدلے طلاق لے لیں۔ عورت نے اپنا مال ہبہ کر دیا۔ مرد نے طلاق دیدی۔ تو اس صورت میں یہ طلاق، طلاق رجعی واقع ہوگی اور عورت کے ذمے کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس مسئلے میں اکراہ ہے۔ اگر خاوند نے اس بات کا انکار کیا تو خاوند کی بات معتبر ہوگی۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاة عند ترجیح البینات۔ ص113۔

ہبہ کے مسائل

مسئلہ 168: ایک آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز مجھ سے جبراً ہبہ کرائی گئی ہے۔ موہوب لہ نے گواہ پیش کئے کہ واہب نے ہبہ کا عوض مجھ سے رضامندی سے لیا ہے۔ان گواہوں کی وجہ سے جبر کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

مسئلہ 168: لو ادعى الهبة مكرهاً فبرهن الموهوب له على أخذ العوض طوعاً، تندفع[1].

ترجمہ: : اگر کسی نے جبراً ہبہ کا دعویٰ کیا۔ موہوب لہ نے گواہ پیش کئے کہ واہب نے ہبہ کا عوض مجھ سے رضامندی سے لیا ہے تو ان گواہوں کی وجہ سے جبر کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

مسئلہ 169: زید کے قبضے میں ایک چیز ہے۔ بکر نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز زید نے مجھے ہبہ کیا ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے جبکہ خالد نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز زید نے میرے پاس بطور رہن رکھوائی ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے۔ بکر اور خالد دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں مدعی رہن [خالد] کے گواہ معتبر ہونگے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب ہبہ میں عوض کی شرط نہ رکھی گئی ہو۔ اگر ہبہ میں عوض کی شرط ہو تو پھر ہبہ کے گواہ معتبر ہونگے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ حکم بھی معلوم ہو گیا کہ اگر ایک آدمی نے زید سے خریدنے کا دعویٰ کیا جبکہ دوسرے نے رہن کا۔ تو اس صورت میں بیع کے گواہ معتبر ہونگے۔ فتفکر۔

مسئلہ 169: ادعي هبة عين و قبضها من ذي اليد و ادعي آخر ان ذااليد رهنها اياه و قبض و برهنا فبينة مدعي الرهن اولي۔هذا اذا لم تكن الهبة مشروطة بعوض فان كانت مشروطة فبينة مدعي الهبة اولي 2۔

ترجمہ: ایک آدمی نے کسی سے ہبہ اور اس پر قبضہ کرنے کا دعویٰ کیا جبکہ ایک اور آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز قابض نے میرے پاس بطور رہن رکھوائی ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں مدعی رہن کے گواہ معتبر ہونگے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب ہبہ میں عوض کی شرط نہ رکھی گئی ہو۔ اگر ہبہ میں عوض کی شرط ہو تو پھر ہبہ کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 170: اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز زید نے مجھے ہبہ کی ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے جبکہ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔ دونوں نے تاریخ ذکر کی یا دونوں نے ذکر نہیں کی تو اس صورت میں خریدنے والے کی بات معتبر ہو گی۔

اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو تاریخ والا معتبر ہوگا۔ اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو مقدم تاریخ والا معتبر ہوگا۔ اور اگر یہ چیز دونوں کے قبضے میں ہو تو دونوں کی مشترک ہو جائیگی۔ لیکن اگر

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1 ص141۔

[2] غانم بغدادی، ملجأ القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص113۔

دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم ہو تو یہ چیز مقدم تاریخ والے کی ہو جائیگی۔اور اگر دو بندوں نے صدقے اور خریدنے کا دعویٰ کیا[یعنی ایک نے کہاکہ یہ چیز مجھے زید نے بطور صدقہ دی ہے جبکہ دوسرے نے کہاکہ میں نے زید سے خریدی ہے]۔تو اس مسئلے کا حکم اس مسئلے کی طرح ہے کہ جس میں ایک مدعی ہبہ کی دعویٰ کر رہاہو جبکہ دوسرا خریدنے کا۔

اگر دو ہبہ جمع ہوئے [یعنی ایک نے کہاکہ یہ چیز زید نے مجھے ہبہ کی ہے جبکہ دوسرے نے کہاکہ مجھے ہبہ کی ہے]تو اس کا حکم اس مسئلے کی طرح ہے کہ جس میں دو بندے دعویٰ کرکے ہر ایک یہ کہے کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔اس کا حکم یہ ہے: کہ اگر مدعا فیہ چیز دونوں کے قبضے میں ہو اور دونوں نے گواہ بھی پیش کئے جبکہ دونوں نے تاریخ کا ذکر نہیں کیا یا تاریخ کا ذکر تو کیا لیکن دونوں کی تاریخ ایک ہو تو یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی۔

اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی ہو جبکہ دوسرے نے نہیں تو تاریخ والا معتبر ہوگا۔

اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم ہو تو مقدم تاریخ والا معتبر ہوگا۔

اگر یہ مدعا فیہ چیز دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو اس مسئلے کا حکم اس مسئلے جیساہے جس میں قابض مدعی اور غیر قابض کسی چیز کا دعویٰ کریں۔دونوں یہ کہے کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے [قد مر ھذا الحکم فی مسائل بیع الغلام]۔

اگر ہبہ مع القبض اور صدقہ مع القبض جمع ہو جائے [مثلاًایک دعویٰ کر رہاہو کہ یہ چیز زید نے مجھے ہبہ کی ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے جبکہ دوسرا دعویٰ کر رہاہو کہ یہ چیز زید نے مجھے خیرات میں دی ہے اور میں نے قبضہ بھی کیا ہواہے۔تو اس کا حکم ایساہے جیساکہ دو بندے ایک ہی آدمی سے کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ کر رہے ہو [قد مرّ]۔

اگر نکاح اور ہبہ جمع ہوئے یا نکاح اور رہن یا نکاح اور صدقہ [مثلاًایک دعویٰ کر رہاہو کہ یہ لونڈی زید نے میرے نکاح میں دی ہے جبکہ دوسرا دعویٰ کر رہاہے کہ یہ زید نے مجھے ہبہ کی ہے، یا یہ کہ بطور صدقہ دی ہے یا میرے پاس رہن رکھوائی ہے]تو ان صورتوں میں نکاح معتبر ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر نکاح اور ہبہ جمع ہوئے [یعنی ایک نکاح کا دعویٰ کر رہاہو جبکہ دوسرا ہبہ کا]اور گواہ دونوں جانب برابر ہو تو دونوں جانب شھادۃ پر عمل ہو سکتاہے بایں طور کہ یہ لونڈی کسی ایک کو ہبہ کر دی گئی ہو جبکہ دوسرے کے نکاح میں دی گئی ہو۔جس طرح ایک مرد نے اپنی لونڈی کسی کو ہبہ کی ہو جبکہ دوسرے کے نکاح میں دی ہو [تو یہ ہو سکتاہے]۔

تو مناسب بات یہی ہے کہ ہبہ کے گواہوں کو رد نہ کیا جائے اس لئے تاکہ کسی مسلمان کی طرف جھوٹ کی نسبت نہ کی جائے اور اس کی بات کی اصلاح کی جائے۔

ان صورتوں میں بھی اسی طرح کا حکم ہے جس میں نکاح اور صدقہ جمع ہو جائے یا نکاح اور رہن جمع ہو جائے۔

ان تمام صورتوں میں حکم یہ ہے کہ دونوں نے اگر تاریخ ذکر کی ہو اور ایک کی تاریخ مقدم ہو تو مقدم تاریخ والا معتبر ہوگا۔اگر مدعا فیہ چیز کسی ایک کے قبضے میں ہو تو قابض معتبر ہوگا۔لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور مدعی غیر قابض

کی تاریخ مقدم ہو تو یہ چیز مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی۔اور اگر یہ چیز دونوں کے قبضے میں ہو تو دونوں کی ہو جائیگی۔ لیکن اگر ایک کی تاریخ مقدم ہو تو وہی معتبر ہوگا۔

یہ حکم [کہ دونوں شریک ہونگے]اس صورت میں ہے کہ جب بیع اور ہبہ یا صدقہ جمع ہو۔ کیونکہ ہبہ اور صدقے میں جو شرکت بعد میں آتی ہے فتویٰ اس پر ہے کہ وہ صدقے اور ہبہ کو نہیں توڑتی ہیں [مثلاً زید نے کسی کو گھر ہبہ کیا تھا یا اس کو صدقے میں دیا تھا اس نے قبضہ بھی کیا تھا۔اس کے بعد اس میں بکر کا کوئی حق ثابت ہوا تو اس کی وجہ سے ہبہ یا صدقہ باطل نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ زید کے حصے میں صحیح رہ گیا ہے]۔

یہ حکم رہن کی صورت میں صحیح نہیں ہے کیونکہ جو شرکت رہن میں بعد میں آتی ہے وہ اس رہن کو باطل کر دیتی ہے۔ جس طرح کہ رہن ایک مشترک غیر مقسوم چیز کا باطل ہے اسی طرح اگر شرکت بعد میں آجائے تو رہن فاسد ہو جاتا ہے۔ تو جس صورت میں ایک بیع کا دعویٰ کرتا ہو اور دوسرا رہن کا [یعنی ایک مدعی کہتا ہے کہ میں نے زید سے خریدی ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ یہ چیز میں نے زید سے بطور رہن لی ہے۔ حال یہ ہو کہ وہ چیز دونوں کے قبضے میں ہو] تو اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ اس پوری چیز کا فیصلہ اس بندے کے حق میں کیا جائے جس نے بیع کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ مدعی نے اس رہن کو شرکت کی وجہ سے فاسد رہن ثابت کرایا ہے۔ کیونکہ نصف چیز جب مدعی رہن کا ہو جائے اور نصف مدعی بیع کا تو شرکت آگیا۔اور شرکت کی وجہ سے رہن فاسد ہو جاتا ہے۔ تو اب مدعی نے ایسا رہن رکھوایا ہے جو کہ فاسد ہے]۔ پس رہن والے کے گواہ رد ہو جائینگے اور یہ اس طرح ہو جائیگا گویا کہ صرف مدعی بیع نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے ہو [لہٰذا تمام چیز اس کی ہو جائیگی]۔

شیخ الاسلام خواہر زادہؒ صاحب نے ہبہ کو بیع کے ساتھ اوپر والے مسئلے کی طرح بتایا ہے [یعنی ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز زید نے مجھے ہبہ کی ہے جبکہ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے]۔ شیخ صاحب فرماتے ہے کہ اس صورت میں دونوں کیلئے اس چیز کی شرکت کا حکم کرنا اس وقت صحیح ہوگا جب یہ چیز قابل تقسیم نہ ہو [جیسے غلام یا جانور وغیرہ] اور اگر یہ چیز قابل تقسیم ہو [جیسا کہ گھر، زمین وغیرہ] تو اس صورت میں پورے کا پورا فیصلہ اس بندے کے حق میں کیا جائیگا جس نے خرید نے کا دعویٰ کیا ہے۔

پھر وہ فرماتے ہے کہ مناسب بات یہی ہے کہ اس صورت [بیع اور ہبہ] میں دونوں مدعی کیلئے اس چیز میں شرکت کا حکم کیا جائے۔ برابر ہے کہ وہ چیز قابل تقسیم ہو یا نہ ہو کیونکہ جو شرکت ہبہ یا صدقے میں بعد میں ثابت ہو جائے صحیح بات یہ ہے کہ وہ ہبہ اور صدقے کو فاسد نہیں کرتا ہے ہاں رہن کو فاسد کرتا ہے۔

یہ تمام احکام اس وقت ہے کہ اگر دونوں مدعی ایک ہی آدمی سے الگ الگ شھادتوں سے ملکیت حاصل کرنے کا دعویٰ کر رہے ہو۔ اگر دونوں مدعی دو الگ الگ آدمیوں سے الگ الگ شھادتوں سے ملکیت حاصل کرنے کا دعویٰ کر رہے ہو جس طرح ایک کہے کہ یہ چیز مجھے زید نے ہبہ کی ہے جبکہ دوسرا کہے کہ یہ چیز میں نے بکر سے خریدی ہے۔ دونوں اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کریں۔ حال یہ ہو کہ یہ مدعا فیہ چیز کسی اور کے قبضے میں ہو یا ان دونوں کے قبضے میں ہو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو۔ تو اس کا حکم اس مسئلے جیسا ہے کہ جس میں دو بندے ملک مطلق کا دعویٰ کرتے

*ہو کیونکہ یہ دونوں مدعی بھی اس بندے کیلئے ملک **مطلق** ثابت کر رہے ہیں جس نے اس کو مالک بنایا ہے۔اس کے بعد یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ ملکیت پھر میری طرف نقل ہوئی ہے۔[یعنی ایک مدعی یہ ثابت کر رہا ہے کہ اس کا مالک زید تھا۔اس نے مجھے ہبہ کرکے مجھے مالک بنایا ہے جبکہ دوسرا یہ ثابت کر رہا ہے کہ اس کا مالک بکر تھا اس نے مجھے قیمۃً مالک بنایا ہے۔تو اب یہ اس طرح ہوا گویا کہ زید اور بکر دونوں خود ہی حاضر ہو۔دونوں ملک **مطلق** کا دعویٰ کر رہے ہو اور دونوں اپنے دعوے پر گواہ پیش کریں تو ملک **مطلق** کا جہاں پر ذکر ہے کہ وہ چیز دونوں کی مشترک ہوگی اسی طرح کا حکم یہاں پر بھی ہوگا۔*

مسئلہ 170: ولو ادعى أحدهما هبة وقبضها من زيد وادعى الآخر شراءه من زيد ولم يؤرخا أو أرخا سواء فالشراء أولى ولو أرخ أحدهما لا الآخر فالمؤرخ أولى ولو أرخا وأحدهما أسبق فهو أولى ولو كان العين بيدهما فهو بينهما إلا أن يؤرخا وأحدهما أقدم فهو للأقدم والصدقة مع الشراء كالهبة مع الشراء ـ

ولو اجتمعت الهبتان فحكمه حكم ما اجتمع الشراآن والحكم فيه أن المدعي به لو كان بيدهما فبرهنا على الشراء من واحد ولم يؤرخا أو أرخا سواء فهو بينهما ولو أرخ أحدهما لا الآخر فالمؤرخ أولى ولو أرخا وأحدهما أسبق فهو أولى ولو في يد أحدهما فهو كدعوى الخارج مع ذي اليد.

ولو اجتمع الهبة مع القبض والصدقة مع القبض فهو كما اجتمع شراآن ولو اجتمع نكاح وهبة اورهن أو صدقة فالنكاح أولى ـ

أقول: لو اجتمع نكاح[1] وهبة يمكن أن يعمل بالبينتين لو استوتا بأن تكون منكوحة لذا وهبة للآخر بأن يهب أمته المنكوحة فينبغي أن لا تبطل بينة الهبة حذراً من تكذيب المؤمن وحملاً على الصلاح وكذا الصدقة مع النكاح وكذا الرهن مع النكاح ـ

وفي كل هذه الصور لو أرخا وأحدهما أقدم فهو أولى ولو كان العين بيد أحدهما في المسألة المذكورة فهو أولى إلا أن يؤرخا وتاريخ الخارج أسبق فهو للخارج ـولو كان بيدهما فهو بينهما إلا إذا سبق أحدهما تاريخاً فهو له ولكن هذا في الشراء والهبة والصدقة مستقيم إذ الشيوع الطاري لا يفسد الهبة والصدقة على ما عليه الفتوى، أما في الرهن فلا يستقيم إذ الشيوع الطاري يفسد فينبغي أن يقضي بالكل لمدعي الشراء فيما اجتمع رهن وشراء لأن مدعي الرهن أثبت رهنا فاسداً بالشيوع فترد بينته فصار كان مدعي الشراء تفرد بإقامة البينة ـ

وهكذا جعل "خواہرزادہ" الهبة مع الشراء قال إنما يصح أن يقضي بينهما لو كان المدعىٰ بہ مما لا يحتمل القسمة أما المحتمل فيقضي بكله لمدعي الشراء لما مر في الرهن ،ثم قال والصحيح في الهبة أن يقضي بينهما احتمل القسمة أو لا إذ الشيوع الطاري لا يفسد الهبة والصدقة في الصحيح ويفسد الرهن ـ

هذا لو ادعيا تلقى الملك من جهة واحد بسببين مختلفين فلو ادعياه من جهة اثنين بسببين مختلفين بأن

---

[1] جامع الفصولین والے نے ادھر نکاح سے ظاہری معنی لیا ہے اب یہ جو صورت ہم نے ذکر کی ہے وہ جامع الفصولین والے کی صورت ہے لیکن اس پر بحر الرائق والے نے اعتراض کیا ہے کہ ادھر نکاح کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے بلکہ فقہاء کرام نے ادھر نکاح سے مہر مراد لی ہے۔صورت مسئلہ اس طرح ہوگا کہ :زید کی بیوی نے دعویٰ کیا کہ یہ لونڈی زید نے مجھے مہر کے عوض دی ہے جبکہ ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ لونڈی زید نے مجھے ہبہ کی ہے یا اللہ کے نام پر دی ہے یا زید نے میرے پاس رہن رکھی ہے تو اس صورت میں بیوی کی بات معتبر ہوگی۔ج 7ص 240۔

ادعى أحدهما هبة والآخر شراء لو كان العين في يد ثالث أو بيدهما أو بيد أحدهما فحكمه كحكم ما ادعيا ملكا مطلقاً إذ كل منهما يثبت الملك المطلق لملكه ثم يثبت الانتقال إلى نفسه فكانّ المملكين ادعيا ملكا مطلقاً وبرهنا ففي كل موضع ذكرنا في دعوى الملك المطلق أنه يقضي بينهما، فكذا هنا كذا[1].

ترجمہ: اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز زید نے مجھے ہبہ کی ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے جبکہ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی یا دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی تو اس صورت میں خریدنے والے کی بات معتبر ہوگی۔

اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو تاریخ والا معتبر ہوگا۔اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو مقدم تاریخ والا معتبر ہوگا۔اور اگر یہ چیز دونوں کے قبضے میں ہو تو دونوں کی مشترک طور ہو جائیگی مگر یہ کہ دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو یہ چیز مقدم تاریخ والے کی ہو جائیگی۔

صدقہ اور شراء کا ایک جگہ جمع ہونا اس طرح ہے جیسا کہ ہبہ اور شراء ایک جگہ آجائے۔

اگر دو ہبہ جمع ہوئے تو اس کا حکم اس جیسا ہے جس طرح دو شراء جمع ہو جائے اس کا حکم یہ ہے: کہ اگر مدعا بہ چیز دونوں کے قبضے میں ہو اور دونوں نے گواہ بھی پیش کئے جبکہ دونوں نے تاریخ کا ذکر نہیں کیا یا تاریخ کا ذکر تو کیا لیکن دونوں کی تاریخ ایک تھی تو یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی۔اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی ہو جبکہ دوسرے نے نہیں تو تاریخ والا معتبر ہوگا۔اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم ہو تو مقدم تاریخ والا معتبر ہوگا۔

اگر یہ مدعا بہ چیز دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو اس مسئلے کا حکم اس طرح ہے جیسا کہ قابض کا دعویٰ غیر قابض کے ساتھ۔

اگر ہبہ مع القبض اور صدقہ مع القبض جمع ہو جائے تو اس کا حکم ایسا ہے جیسا کہ دو بندے ایک ہی آدمی سے کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ کر رہے ہو۔اگر نکاح اور ہبہ جمع ہوئے یا نکاح اور رہن یا نکاح اور صدقہ تو ان صورتوں میں نکاح معتبر ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر نکاح اور ہبہ جمع ہوئے اور گواہ دونوں جانب برابر ہو تو دونوں جانب شہادۃ پر عمل ہو سکتا ہے بایں طور کہ یہ لونڈی کسی ایک کو ہبہ کر دی گئی ہو جبکہ دوسرے کے نکاح میں دی گئی ہو۔جس طرح ایک مرد نے اپنی لونڈی کسی کو ہبہ کی ہو جبکہ دوسرے کے نکاح میں دی ہو۔تو مناسب بات یہی ہے کہ ہبہ کے گواہوں کو رد نہ کیا جائے اس لئے تاکہ کسی مسلمان کی طرف جھوٹ کی نسبت نہ کی جائے اور اس کی بات کی اصلاح کی جائے۔

ان تمام صورتوں میں حکم یہ ہے کہ دونوں نے اگر تاریخ ذکر کی ہو اور ایک کی تاریخ مقدم ہو تو مقدم تاریخ والا معتبر ہوگا۔اگر مدعا فیہ چیز کسی ایک کے قبضے میں ہو تو قابض معتبر ہوگا۔لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو اور مدعی غیر

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج1ص113-114۔

قابض کی تاریخ مقدم ہو تو یہ چیز مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی۔اور اگر یہ چیز دونوں کے قبضے میں ہو تو دونوں کی ہو جائیگی لیکن اگر ایک کی تاریخ مقدم ہو تو وہی معتبر ہوگا۔

یہ حکم ان صورتوں میں ہے کہ جب بیع اور ہبہ یا صدقہ جمع ہو کیونکہ ہبہ اور صدقے میں جو شرکت بعد میں آتی ہے فتویٰ اس پر ہے کہ وہ صدقے اور ہبہ کو نہیں توڑتی ہیں۔ یہ حکم رہن کی صورت میں صحیح نہیں ہے کیونکہ جو شرکت رہن میں بعد میں آتی ہے وہ اس رہن کو باطل کر دیتی ہے۔ تو جس صورت میں ایک بیع کا دعویٰ کرتا ہو اور دوسرا رہن کا۔ تو بہتر یہی ہے کہ اس پوری چیز کا فیصلہ اس بندے کے حق میں کیا جائے جس نے بیع کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ مدعی نے اس رہن کو شرکت کی وجہ سے فاسد رہن ثابت کرایا ہے اور یہ اس طرح ہو جائیگا گویا کہ صرف مدعی بیع نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے ہو۔

شیخ الاسلام خواہر زادہؒ صاحب نے ہبہ کو بیع کے ساتھ اوپر والے مسئلے کی طرح بتایا ہے۔ شیخ صاحب فرماتے ہے کہ اس صورت میں دونوں کیلئے اس چیز کی شرکت کا حکم کرنا اس وقت صحیح ہوگا جب یہ چیز قابل تقسیم نہ ہو اور اگر یہ چیز قابل تقسیم ہو تو اس صورت میں پورے کا پورا فیصلہ اس بندے کے حق میں کیا جائیگا جس نے خریدنے کا دعویٰ کیا ہے۔ پھر وہ فرماتے ہے کہ مناسب بات یہی ہے کہ اس صورت [بیع اور ہبہ] میں دونوں مدعی کیلئے اس چیز میں شرکت کا حکم کیا جائے۔برابر ہے کہ وہ چیز قابل تقسیم ہو یا نہ ہو کیونکہ جو شرکت ہبہ یا صدقے میں بعد میں ثابت ہو جائے صحیح بات یہ ہے کہ وہ ہبہ اور صدقے کو فاسد نہیں کرتا ہے ہاں رہن کو فاسد کرتا ہے۔

یہ تمام احکام اس وقت ہے کہ اگر دونوں مدعی ایک ہی آدمی سے الگ الگ شھادتوں سے ملکیت حاصل کرنے کا دعویٰ کر رہے ہو۔اگر دونوں مدعی دو الگ الگ آدمیوں سے الگ الگ شھادتوں سے ملکیت حاصل کرنے کا دعویٰ کر رہے ہو وہ اس طرح کہ ایک ہبہ کا دعویٰ کریں جبکہ دوسرا شراء کا حال یہ ہو کہ یہ مدعا فیہ چیز کسی اور کے قبضے میں ہو یا ان دونوں کے قبضے میں ہو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو۔ تو اس کا حکم اس مسئلے جیسا ہے کہ جس میں دو بندے ملک مطلق کا دعویٰ کرتے ہو کیونکہ یہ دونوں مدعی بھی اس بندے کیلئے ملک مطلق ثابت کر رہے ہیں جس نے اس کو مالک بنایا ہے۔اس کے بعد یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ ملکیت پھر میری طرف نقل ہوئی ہے تو گویا کہ مالک بنانے والوں نے ملک مطلق کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے ہو تو ملک مطلق کا جہاں پر ذکر ہے کہ وہ چیز دونوں کی مشترک ہوگی اسی طرح کا حکم یہاں پر بھی ہوگا۔

مسئلہ 171: کسی کے قبضے میں ایک چیز ہے۔دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔ایک اور آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز بکر نے مجھے ہبہ کی ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائینگی۔اور اگر دونوں نے ایک ہی جہت سے ملکیت حاصل کرنے پر گواہ پیش کئے [یعنی ایک نے کہا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے جبکہ دوسرے نے ہبہ پر گواہ پیش کئے] تو اس صورت میں بیع کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ دونوں مدعی نے ایک دوسرے کی تصدیق کر دی کہ یہ چیز سب سے پہلے زید کی تھی۔اب جھگڑا اس بات پر رہ گیا کہ آیا بیع پہلے ہوئی ہے یا ہبہ ؟

تو بیع مقدم ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا مقدم ہونا ثابت نہیں ہے تو ہم نے اس طرح کیا گویا کہ یہ دونوں ایک ہی وقت میں ہوئے ہیں۔اور اگر واقعی یہ ایک ہی وقت میں ہوتے تو بیع مقدم ہوتی کیونکہ ہبہ کی بنسبت بیع جلدی ثابت ہوتی ہے۔یہ اس لئے کیونکہ ہبہ اس وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ جب موہوب لہ ہبہ کی ہوئی چیز کو قبض کر لیں جبکہ بیع کے صحیح ہونے کیلئے قبض کرنا شرط نہیں ہے۔

مسئلہ 171: عين بيده برهن آخر أنه شراه من زيد وبرهن آخر أن بكرا أوهبه فهو بينهما ولو برهنا على التلقي من واحد فالشراء أولى إذ تصادقا على أنه لواحد فبقي النزاع في السبق فالشراء أسبق لأنه لما لم تبين سبق أحدهما جعلا كانهما وقعا معاً ولو تقارنا كان الشراء أسرع نفاذاً من الهبة لأنه لا تصح إلا بقبض والبيع يصح بدونه[1]۔

ترجمہ: کسی کے قبضے میں ایک چیز ہے۔دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔ایک اور آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز بکر نے مجھے ہبہ کی ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی۔اور اگر دونوں نے ایک ہی جہت سے ملکیت حاصل کرنے پر گواہ پیش کئے تو اس صورت میں بیع مقدم ہے کیونکہ دونوں مدعی نے ایک دوسرے کی تصدیق کر دی کہ یہ چیز سب سے پہلے زید کی تھی۔اب جھگڑا اس بات پر رہ گیا کہ آیا بیع پہلے ہوئی ہے یا ہبہ؟

تو بیع مقدم ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا مقدم ہونا ثابت نہیں ہے تو ہم نے اس طرح کیا گویا کہ یہ دونوں ایک ہی وقت میں ہوئے ہیں۔اور اگر واقعی یہ ایک ہی وقت میں ہوتے تو بیع مقدم ہوتی کیونکہ ہبہ کی بنسبت بیع جلدی ثابت ہوتی ہے۔یہ اس لئے کیونکہ ہبہ اس وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ جب موہوب لہ ہبہ کی ہوئی چیز کو قبض کر لیں جبکہ بیع کے صحیح ہونے کیلئے قبض کرنا شرط نہیں ہے۔

مسئلہ 172: دو بندے کسی چیز کا دعویٰ کر رہے ہیں ان میں سے ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز زید نے مجھے ہبہ کی ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے جبکہ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز زید نے مجھے بطور صدقہ دی ہے اور میں نے قبض بھی کی ہے۔تو اب یہ دونوں مدعی برابر ہے [یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی]۔

یہ حکم اس وقت ہے جب یہ چیز قابل تقسیم ہو۔امام ابو حنیفہ صاحب کے ہاں کسی چیز کا حکم نہیں کیا جائیگا۔بعض نے کہا ہیں کہ ہمارے تمام ائمہ کے ہاں کسی چیز کا حکم نہیں کیا جائیگا۔بعض کہتے ہیں کہ تمام ائمہ کے ہاں دونوں کیلئے حکم کیا جائیگا۔

مسئلہ 172: ولو ادعاها رجلان أقام أحدهما البينة على الهبة والقبض من رجل وأقام آخر البينة على الصدقة والقبض من ذلك الرجل فهما سواء إن كان شيئاً يحتمل القسمة وعند أبي حنيفة رحمه الله تعالى لايقضى بشيء وقيل بأنه يقضي لهما عند الكل وقال بعضهم لايقضى بشيء عند الكل[2]۔

ترجمہ: دو بندے کسی چیز کا دعویٰ کر رہے ہیں ان میں سے ایک نے کسی سے ہبہ اور قبضہ کرنے پر گواہ پیش کئے جبکہ

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج 1 ص 114-115۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3 ص 72۔

دوسرے نے اُسی آدمی سے صدقہ اور قبضہ کرنے پر گواہ پیش کئے۔ تواب یہ دونوں مدعی برابر ہے اگر وہ چیز قابل تقسیم ہو۔ امام صاحب کے ہاں کسی چیز کا حکم نہیں کیا جائیگا۔ بعض کہتے ہیں کہ تمام ائمہ کے ہاں دونوں کیلئے حکم کیا جائیگا۔ بعض نے کہا ہیں کہ ہمارے تمام ائمہ کے ہاں کسی چیز کا حکم نہیں کیا جائیگا۔۔

مسئلہ 173: زید مر گیا۔ ترکے میں مال چھوڑا۔ اس کے ورثاء میں سے ایک نے کسی چیز پر دعویٰ کرکے کہا کہ یہ چیز زید نے حالت صحت میں مجھے ہبہ کی ہے اور میں نے قبض بھی کی ہے جبکہ دوسرے ورثاء نے کہا کہ یہ ہبہ حالت مرض میں تھا۔ تو اس صورت میں اس کی بات معتبر ہوگی جو یہ کہہ رہے ہو کہ یہ ہبہ حالت مرض میں تھا۔ اور اگر گواہ پیش ہوئے تو گواہ اس کے معتبر ہونگے جو یہ دعویٰ کر رہاہے کہ یہ ہبہ حالت صحت میں ہوا تھا۔

مسئلہ 173: رجل مات وترك مالاً فادعى بعض الورثة عيناً من أعيان التركة أن المورث وهبه منه في صحته وقبضه وبقية الورثة قالوا كان ذلك في المرض فإن القول يكون قول من يدعي الهبة في المرض وأن أقاموا البينة فالبينة بينة من يدعي الهبة في الصحة[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی مر گیا اور ترکے میں مال چھوڑا۔ اس کے ورثاء میں سے ایک نے کسی چیز پر دعویٰ کرکے کہا کہ یہ چیز مورث نے حالت صحت میں مجھے ہبہ کی ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے جبکہ دوسرے ورثاء نے کہا کہ یہ ہبہ حالت مرض میں تھا۔ تو اس صورت میں اس کی بات معتبر ہوگی جو یہ کہہ رہے ہو کہ یہ ہبہ حالت مرض میں تھا۔ اور اگر گواہ پیش ہوئے تو گواہ اس کے معتبر ہونگے جو یہ دعویٰ کر رہاہے کہ یہ ہبہ حالت صحت میں ہوا تھا۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص82۔

عاریت کے مسائل

مسئلہ 174: ایک آدمی نے دوسرے سے کوئی جانور عاریۃً لیا۔ پھر دونوں کا اس کے واپسی میں اختلاف ہوا۔ مستعیر نے گواہ پیش کئے کہ وہ میں نے معیر کو واپس کیا ہے جبکہ معیر نے گواہ پیش کئے کہ وہ فلاں جگہ سے بھاگ گیا اس کے بعد وہ مر گیا[یعنی آپ نے اس جانور کو مجھ سے جس جگہ لے کے جانے کیلئے عاریۃً لیا تھا آپ اس سے آگے لے گئے تھے پس وہ مر گیا لہٰذا مجھے ضمان دیدے]۔ تو اس صورت میں معیر کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 174: اقام المستعير البينة انه رد العارية و اقام المعير البينة انها تلفت بعد ما جاوز الموضع المسمي فبينة المعير اولي[1]۔

ترجمہ: مستعیر نے گواہ پیش کئے کہ میں نے وہ جانور معیر کو واپس کیا ہے جبکہ معیر نے گواہ پیش کئے کہ وہ ہلاک ہوا بعد اُس کے کہ وہ مسمّٰی جگہ سے لے گئے تجاوز کر گیا تھا تو اس صورت میں معیر کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجأ القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص118۔

امانت کے مسائل

مسئلہ 175: زید کے قبضے میں بکر کی ایک امانت تھی ایک آدمی نے آکر دعویٰ کیا کہ میں بکر کا وکیل ہوں۔ ایک سال ہوا ہے کہ اس نے مجھے اس بات کا وکیل بنایا ہے کہ میں زید سے یہ امانت لے لو۔ اس بات پر اس نے گواہ پیش کئے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ بکر نے اس کو اپنی اس وکالت سے ختم کیا ہے جس کا یہ دعویٰ کر رہا ہے۔ تو اس صورت میں زید کے گواہ معتبر ہونگے۔
اسی طرح حکم ہے اگر زید نے گواہ پیش کئے کہ اس وکیل کے گواہ غلام ہیں [لہٰذا ان کی گواہی قبول نہیں ہے] تو اس صورت میں بھی زید کے گواہ قبول کئے جائینگے۔

مسئلہ 175: رجل في يديه وديعة لرجل فجاء رجل وادعى أنه وكيل المودع في قبض الوديعة وكله في ذلك منذ سنة وأقام البينة فأقام الذي في يديه الوديعة أن الموكل أخرجه من هذه الوكالة قبلت بينته .وكذا لو أقام البينة أن شهود الوكيل عبيد قبل ذلك منه 1.

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں کسی دوسرے کی امانت تھی ایک آدمی نے آکر دعویٰ کیا کہ میں مُودِع کا وکیل ہوں۔ ایک سال ہوا ہے کہ اس نے مجھے اس بات کا وکیل بنایا ہے کہ میں یہ امانت لے لو۔ اس نے گواہ بھی پیش کئے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ موکل نے اس کو اپنی وکالت سے نکالا ہے تو اس صورت میں اس کے گواہ قبول کئے جائینگے۔
اسی طرح حکم ہے اگر قابض نے گواہ پیش کئے کہ اس وکیل کے گواہ غلام ہیں تو اس کے گواہ قبول کئے جائینگے۔

مسئلہ 176: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے۔ تو مدعا علیہ نے جواب میں کہا کہ یہ گھر آدھا میرا ہے اور آدھا فلاں آدمی نے بطور امانت میرے حوالے کیا ہے۔ مدعا علیہ نے آدھے گھر کی امانت رکھوانے پر گواہ پیش نہیں کئے جبکہ مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے اس آدھے گھر کی امانت ہونے پر گواہ پیش کئے۔ پس مدعی کا اس آدھے گھر میں دعویٰ باطل ہوگیا۔ رہی یہ بات کہ تمام گھر میں اس کا دعویٰ باطل ہوگیا یا نہیں؟
تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ باطل ہوگیا۔ لیکن مصنفؒ صاحب فرماتے ہے کہ اس میں اعتراض ہے۔ امام محمدؒ صاحب نے جامع کبیر میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ پورے گھر میں اس کا دعویٰ باطل نہیں ہوتا ہے۔

مسئلہ 176: رجل ادعى دارا في يد رجل أنها له فقال المدعى عليه نصفها لي ونصفها وديعة عندي لفلان ولم يقم البينة على الوديعة فأقام المدعي البينة على دعواه ثم أقام المدعى عليه البينة أن نصفها وديعة عنده لفلان تبطل دعوى المدعي في النصف وهل تبطل في الكل قال بعضهم تبطل .قال المصنف رحمه الله تعالى وفيه نظر أشار في الجامع إلى أنه لا تبطل في الكل2 .

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص101۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص103۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے کے قبضے میں ایک گھر پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے۔ تو مدعا علیہ نے جواب میں کہا کہ یہ گھر آدھا میرا ہے اور آدھا فلاں آدمی نے بطور امانت میرے حوالے کیا ہے۔ مدعا علیہ نے آدھے گھر کی امانت رکھوانے پر گواہ پیش نہیں کئے جبکہ مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے اس آدھے گھر کی امانت ہونے پر گواہ پیش کئے۔ پس مدعی کا اس آدھے گھر میں دعویٰ باطل ہو گیا۔ رہی یہ بات کہ تمام گھر میں اس کا دعویٰ باطل ہو گیا یا نہیں؟

تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ باطل ہو گیا۔ لیکن مصنفؒ صاحب فرماتے ہے کہ اس میں اعتراض ہے۔ امام محمدؒ صاحب نے جامع کبیر میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ پورے گھر میں اس کا دعویٰ باطل نہیں ہوتا ہے۔

مسئلہ 177: ایک آدمی نے کسی اور کے قبضے میں ایک گھر پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے۔ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرے پاس زید [جو کہ غائب ہے] کی امانت ہے۔ پس یہ مدعی کی دعویٰ سے نکل گیا۔ پس اگر زید آگیا اور مدعا علیہ نے گھر اس کے حوالے کیا۔ مدعی اول نے زید پر از سر نو دعویٰ کیا اور زید نے جواب میں کہا کہ یہ گھر میرے پاس فلاں آدمی کی امانت ہے۔ اس پر زید نے گواہ پیش کئے تو یہ گواہ قبول کئے جائینگے۔ زید بھی اس مدعی کے خصومت سے نکل جائیگا۔

مسئلہ 177: رجل ادعى دارا في يد رجل أنها له فأقام المدعى عليه البينة أنها وديعة عنده لفلان اندفعت عنه دعوى المدعي فإن حضر فلان وسلم المدعى عليه الدار إليه فأعاد المدعي الأول دعواه على المقر له فأجاب أنها وديعة عنده لفلان آخر تقبل بينته وتندفع عنه خصومة المدعي[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے کسی اور کے قبضے میں ایک گھر کا دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے۔ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرے پاس فلاں کی امانت ہے۔ پس اس قابض سے مدعی کا دعویٰ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد اگر وہ فلاں آیا اور مدعا علیہ نے گھر اس کے حوالے کیا۔ مدعی اول نے مُقرِلہ پر از سر نو دعویٰ کیا اور اس نے جواب میں کہا کہ یہ گھر میرے پاس فلاں آدمی کی امانت ہے۔ اس کے یہ گواہ قبول کئے جائینگے اور اس سے بھی مدعی کا دعویٰ ختم ہو جائیگا۔

مسئلہ 178: اگر قابض نے کہا کہ یہ چیز میرے قبضے اور تصرف میں ہے۔ اس کے علاوہ اس نے کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میری ہے۔ اس کے بعد قابض نے امانت پر گواہ پیش کئے [کہ یہ چیز میرے پاس کسی کی امانت ہے] تو قاضی اس کی یہ بات نہیں سنے گا۔ اور اگر وہ پہلے یہ بات کرتا کہ یہ میرے قبضے میں ہے لیکن کسی اور کی امانت ہے تو قاضی اس کی بات کو سنتا۔

مسئلہ 178: ولو قال أنه في يدي ولم يزد فبرهن المدعي على أنه له ثم برهن ذو اليد على الإيداع لا تسمع ولو قال أولاً هو في يدي إلا أنه وديعة تسمع[2]۔

ترجمہ: اگر قابض نے کہا کہ یہ چیز میرے قبضے ہے۔ اس کے علاوہ اس نے کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد مدعی نے گواہ پیش کئے

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 103۔

[2] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج 1 ص 134۔

کہ یہ چیز میری ہے۔اس کے بعد قابض نے امانت پر گواہ پیش کیۓ تو قاضی اس کی یہ بات نہیں سنے گا۔ اگر اس نے پہلے یہ کہا کہ یہ میرے قبضے میں ہے لیکن کسی اور کی امانت ہے تو قاضی اس کی بات کو سنے گا۔

مسئلہ 179 : اگر کسی نے گواہ پیش کیۓ کہ میں نے اس آدمی کے پاس فلاں چیز بطور امانت رکھی ہے جبکہ دوسرا بندہ منکر ہے۔اب جب مودِع نے گواہ پیش کیۓ تو اس نے بھی گواہ پیش کیۓ کہ وہ امانت مجھ سے ضائع ہو گئ ہے تو اب اس مسئلے کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: کہ مودَع نے پہلے امانت رکھوانے سے انکار کیا ہو۔اس نے کہا ہو کہ آپ نے میرے پاس امانت نہیں رکھی ہے[پھر جب مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیۓ تو اس نے بھی امانت کے ضائع ہونے پر گواہ پیش کیۓ] تو اس صورت میں وہ ضامن ہے اور امانت کے ضائع ہو جانے پر اس کے جو گواہ ہیں وہ مردود ہیں۔برابر ہے کہ انہوں نے گواہی دی ہو کہ وہ امانت انکار سے پہلے ضائع ہوئی ہے یا گواہی دی ہو کہ وہ امانت انکار کرنے کے بعد ضائع ہوئی ہے۔

دوسری صورت: کہ مودَع نے امانت رکھوانے سے انکار نہیں کیا ہو بلکہ امانت سے انکار کیا ہو کہ میرے پاس امانت نہیں ہے۔ پھر جب مدعی نے گواہ پیش کیۓ تو اس نے بھی گواہ پیش کیۓ کہ وہ امانت میرے انکار سے پہلے ضائع ہوئی ہے۔تو اس صورت میں وہ ضامن نہیں ہوگا۔

مسئلہ 179: إذا أقام رب الوديعة البينة على الإيداع بعدما جحد المودع، وأقام المودع بينة على الضياع، فهذه المسألة على وجهين:الأول: أن يجحد المودع الإيداع بأن يقول للمودع: لم يودعني، وفي هذا الوجه المودع ضامن وبينته على الضياع مردودة، سواء شهد الشهود على الضياع قبل الجحود، أو بعد الجحود۔
والوجه الثاني: أن لا يجحد الإيداع وإنما يجحد الوديعة بأن قال: ليس لك عندي وديعة، ثم أقام بينة على الضياع قبل الجحود، فلا ضمان[1]۔

ترجمہ : مودَع کے انکار کرنے کے بعد جب ودیعت کے مالک نے امانت پر گواہ پیش کیۓ تو مودَع نے بھی امانت کے ضیاع پر گواہ پیش کیۓ تو اس مسئلے کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: کہ مودَع نے پہلے امانت رکھوانے سے انکار کیا ہو۔اس نے کہا ہو کہ آپ نے میرے پاس امانت نہیں رکھی ہے تو اس صورت میں وہ ضامن ہے اور امانت کے ضیاع پر اس کے گواہ مردود ہیں۔برابر ہے کہ انہوں نے گواہی دی ہو کہ وہ امانت انکار سے پہلے ضائع ہوئی ہے یا گواہی دی ہو کہ وہ امانت انکار کرنے کے بعد ضائع ہوئی ہے۔

دوسری صورت: کہ مودَع نے امانت رکھوانے سے انکار نہیں کیا ہو بلکہ امانت سے انکار کیا ہو کہ میرے پاس امانت نہیں ہے۔ پھر گواہ پیش کیۓ کہ وہ امانت میرے انکار سے پہلے ضائع ہوئی ہے۔تو اس صورت میں وہ ضامن نہیں ہوگا۔

مسئلہ 180 : اگر مُودَع نے مُودِع کو کہا کہ آپ کی امانت میں نے آپ کو واپس کی ہے یا یہ کہا کہ وہ امانت ضائع ہوئی ہے اور مُودِع نے انکار کیا کہ نہیں اس طرح نہیں ہے بلکہ آپ نے اس کو ہلاک کیا ہے۔تو اس صورت میں مُودَع کی بات

---

[1] المرغینانی ،ابو المعالی برہان الدین محمود بن احمد بن عبد العزیز البخاری الحنفی۔ المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی۔ بیروت: دار الکتب العلمیة، الطبعة: الأولی، 1424ھ-- 2004م۔ج 5ص 547۔

مع الیمین معتبر ہوگی۔اور اگر گواہ پیش ہوئے تو گواہ بھی اس کے معتبر ہونگے۔کیونکہ مُودِع کے گواہ عدم واپسی پر گواہی دے رہے ہیں جبکہ عدم والی گواہی قبول نہیں ہے۔اسی طرح وجیز میں بھی مذکور ہے۔
بعض نے کہا ہیں کہ مالک یعنی مُودِع کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ تاوان کو ثابت کر رہے ہیں لہٰذا وہ ایک چیز کے ثبوت کیلئے ہوئے۔یہ قول [جامع الفصولین کا ہے]۔

مسئلہ 180:لو قال المودَع رددت الوديعة اليك او ضاعت عندي و انكر المودِع و قال لا بل اتلفتها فالقول قول المودَع مع يمينه و البينة بينته ايضالان بينة المالك قامت علي نفي الرد و البينة علي الرد لا تقبل[1]۔ وقيل تقبل بينة المالك لأنها تثبت الضمان[2]۔

ترجمہ: اگر مُودَع نے کہا کہ آپ کی امانت میں نے آپ کو واپس کی ہے یا وہ امانت میرے پاس ضائع ہوئی ہے اور مُودِع نے انکار کیا کہ نہیں اس طرح نہیں ہے بلکہ آپ نے اس کو ہلاک کیا ہے۔تو اس صورت میں مُودَع کی بات مع الیمین معتبر ہوگی۔اور گواہ بھی اس کے معتبر ہونگے کیونکہ مُودِع کے گواہ عدم واپسی پر گواہی دے رہے ہیں جبکہ عدم والی گواہی قبول نہیں ہے۔ بعض نے کہا ہیں کہ مالک یعنی مُودِع کے گواہ معتبر ہونگے کیونکہ وہ تاوان کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 181:ایک آدمی کے قبضے میں ایک چیز ہے۔دو بندوں نے اس پر دعویٰ کیا۔ایک مدعی نے قابض کو کہا کہ آپ نے یہ چیز مجھ سے غصب کی ہے جبکہ دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ چیز آپ کو بطور امانت دی ہے۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کیے۔پس یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی۔اس لئے کہ یہ دونوں برابر ہیں کیونکہ قابض نے اگر امانت سے انکار کیا تو غاصب بن جائیگا [پس دونوں کے دعوے برابر ہوگئے]۔

مسئلہ 181:ادَّعى أحدُ الخارجين على ذي اليدِ أنَّك غصبتَ هذا الشيءَ مني، والآخرُ ادَّعى أني أودعتُ هذا الشيءَ عندك، وبَرْهنا، يُنَصَّفُ بينهما لاستوائِهما فإن المودعَ إذا جحدَ الوديعةَ صارَ غاصباً[3]۔

ترجمہ: دو بندوں نے قابض پر ایک چیز کا دعویٰ کیا۔ایک مدعی نے قابض کو کہا کہ آپ نے یہ چیز مجھ سے غصب کی ہے جبکہ دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ چیز آپ کو بطور امانت دی ہے۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔پس یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی۔اس لئے کہ یہ دونوں برابر ہیں کیونکہ مودع نے اگر امانت سے انکار کیا تو غاصب بن جائیگا۔

مسئلہ 182:اگر ایک مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز جو زید کے قبضے میں ہے یہ میں نے اس کے پاس ودیعۃ رکھی ہے جبکہ دوسرے مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میری ہے [ملکیت کا سبب ذکر نہیں کیا] تو اس صورت میں مدعی امانت کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجأ القضاۃ عند تعارض البینات۔ص 120۔
[2] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج 2 ص 144۔
[3] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص 121۔

مسئلہ182:لو قام احدھما البینة علي الایداع فیما في ید ثالث و اقام الآخر البینة علي الملك المطلق یقضي لمدعي الایداع[1]۔

ترجمہ: اگر ایک مدعی نے ودیعۃ پر گواہ پیش کئے جبکہ دوسرے مدعی نے ملک مطلق پر۔تو اس صورت میں مدعی امانت کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ183: زید کے قبضے میں ایک گھر ہے۔ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میں نے زید سے اتنی ثمن دے کر خرید اہے اور ثمن اس کے حوالے کی ہے اور گھر پر میں نے قبضہ کیا ہوا ہے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں غائب آدمی کا ہے۔اس نے میرے پاس بطور امانت رکھا ہے۔تو یہ گواہ قبول ہیں اور زید اس مدعی کے خصومت سے نکل جائیگا۔

مسئلہ183: رجل ادعي دارا في ید رجل انھا اشتراھا من ذي الید بكذا و نقدالثمن و قبضھا و اقام ذوالید البینة انھا لفلان الغائب اودعنیھا تقبل بینة المدعي علیه وتندفع عنه الخصومة[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے کے قبضے میں ایک گھر کا دعویٰ کیا کہ یہ گھر میں نے قابض سے اتنی ثمن دے کر خرید اہے اور ثمن اس کے حوالے کی ہے اور گھر پر میں نے قبضہ کیا ہوا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں غائب آدمی کا ہے۔اس نے میرے پاس بطور امانت رکھا ہے۔تو یہ گواہ قبول ہیں اور قابض اس مدعی کے خصومت سے نکل جائیگا۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص121۔

[2] قاضی خان، قاضی خان۔ج3ص74۔

غصب کے مسائل

مسئلہ 184: ایک آدمی نے کسی سے کوئی چیز غصب کی تھی۔اب اس نے گواہ پیش کئے کہ وہ چیز میں نے مالک کو واپس کی ہے جبکہ مالک نے گواہ پیش کئے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے اس نے وہ چیز ہلاک کی ہے۔تو اس صورت میں غاصب ضامن ہوگا۔

مسئلہ 184: اقام الغاصب البينة علي رد المغصوب الي المالك و اقام المالك البينة علي ان الغاصب اتلفه ضمن الغاصب[1]۔

ترجمہ: غاصب نے گواہ پیش کئے کہ وہ مغصوبہ چیز میں نے مالک کو واپس کی ہے جبکہ مالک نے گواہ پیش کئے کہ غاصب نے وہ چیز ہلاک کی ہے۔تو اس صورت میں غاصب ضامن ہوگا۔

مسئلہ 185: ایک آدمی نے مالک سے اس کا جانور غصب کیا۔جانور کے مالک نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور غاصب کے ہاں ہلاک ہوا ہے جبکہ غاصب نے گواہ پیش کئے کہ مالک کے ہاں ہلاک ہوا ہے۔تو اس صورت میں غاصب کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 185: وَلَوْ أَقَامَ الْمَالِكُ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ مَاتَ الْمَغْصُوبُ عِنْدَ الْغَاصِبِ وَأَقَامَ الْغَاصِبُ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ مَاتَ عِنْدَ الْمَالِكِ فَبَيِّنَةُ الْغَاصِبِ أَوْلى[2]۔

ترجمہ: اگر جانور کے مالک نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور غاصب کے ہاں ہلاک ہوا ہے جبکہ غاصب نے گواہ پیش کئے کہ مالک کے ہاں ہلاک ہوا ہے تو اس صورت میں غاصب کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ 186: زید کے قبضے میں ایک چیز ہے۔دو بندوں نے اس پر دعویٰ کیا۔ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز زید نے مجھ سے غصب کی ہے جبکہ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میری ہے [ملکیت کا سبب ذکر نہیں کیا] تو جس مدعی نے غصب کا دعویٰ کیا اس کے گواہ معتبر ہونگے۔مطلب یہ کہ اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 186: لو اقام احدهما البينة علي الغصب فيما في يد ثالث و اقام الآخر البينة علي الملك المطلق يقضي لمدعي الغصب[3]۔

ترجمہ: دو بندوں میں سے ایک نے کسی تیسرے کے قبضے میں ایک چیز کے غصب ہونے پر گواہ پیش کئے جبکہ دوسرے نے ملک مطلق پر گواہ پیش کئے تو جس مدعی نے غصب کا دعویٰ کیا اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص 122۔

[2] محولہ بالا۔

[3] محولہ بالا۔

مسئلہ 187: زید کے قبضے میں ایک غلام تھا۔ دو بندوں نے اس پر دعویٰ کیا۔ ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام زید نے مجھ سے غصب کیا ہے جبکہ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میں نے زید کو بطور امانت دیا ہے۔ تو اس صورت میں دونوں کیلئے مشترکہ طور پر فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ استحقاق میں دونوں برابر ہیں۔

مسئلہ187: وإذا كان عبد في يد رجل أقام رجلان عليه البينة أحدهما بغصب والآخر بوديعة فهو بينهما" لاستوائهما في الاستحقاق1.

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام پر دو بندوں نے گواہ پیش کئے ایک نے غصب کے اور دوسرے نے ودیعت کے۔ تو اس صورت میں دونوں کیلئے مشترکہ طور پر فیصلہ کیا جائیگا۔ کیونکہ استحقاق میں دونوں برابر ہیں۔

مسئلہ 188: اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ لونڈی میری ہے اور مجھ سے قابض نے غصب کی ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ لونڈی بکر کی تھی۔ اس نے آزاد کی۔ اس کے بعد بکر نے اس کے ساتھ نکاح کیا۔ بکر کے بعد میں نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ تو اس کی وجہ سے مدعی کے گواہ رد ہو جائینگے۔

مسئلہ188: ادعى أنها أمته وغصبها منه ذو اليد فبرهن ذو اليد أنها كانت أمة فلان وقد حررها و تزوجها والان أنا تزوجتها فهو دفع2۔

ترجمہ: اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری لونڈی ہے اور قابض نے مجھ سے غصب کی ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ لونڈی فلاں کی تھی۔ اس نے آزاد کی۔ اس کے بعد فلاں نے اس کے ساتھ نکاح کیا۔ اور اب میں نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے تو اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ ختم ہو جائیگا۔

مسئلہ 189: ایک آدمی نے زید کے خلاف گواہ پیش کئے کہ یہ لونڈی زید نے آج مجھ سے غصب کی ہے جبکہ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ ایک مہینہ ہوا ہے کہ زید نے یہ لونڈی مجھ سے غصب کی ہے۔ تو امام محمدؒ صاحب بنابر قول ابی خنیفہؒ فرماتے ہے کہ یہ لونڈی اس کی ہو جائیگی جس نے بعد والے وقت پر گواہ پیش کئے۔ اور زید اس دوسرے مدعی کیلئے لونڈی کی قیمت کا ضامن ہوگا جس نے پہلے وقت پر گواہ پیش کئے ہیں۔ اور بنابر قول ابی یوسفؒ فرماتے ہے کہ یہ لونڈی اس کی ہو جائیگی جس نے پہلے والے وقت پر گواہ پیش کئے اور زید دوسرے کیلئے کسی چیز کا ضامن نہیں ہے۔

مسئلہ189: رجل أقام البينة على رجل أنه غصب منه هذه الجارية اليوم وأقام آخر البينة على أن هذا المدعى عليه اغتصب منه هذه الجارية منذ شهر قال محمد رحمه الله تعالى في قياس قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى هي للذى أقام البينة على الوقت الآخر ويضمن المدعى عليه قيمتها لصاحب الوقت الاول و في قياس قول ابي يوسف رحمه الله هي للذي اقام البينة علي الوقت الاول ولا يضمن للآخر شيأ3۔

---

[1] المرغینانی، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ ج3 ص172۔

[2] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1 ص143۔

[3] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص59۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے کے خلاف گواہ پیش کئے کہ یہ لونڈی اس نے آج مجھ سے غصب کی ہے جبکہ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ ایک مہینہ ہوا ہے کہ اس نے یہ لونڈی مجھ سے غصب کی ہے۔تو امام محمدؒ صاحب بنابر قول ابی خنیفہؒ فرماتے ہے کہ یہ لونڈی اس کی ہو جائیگی جس نے بعد والے وقت پر گواہ پیش کئے۔اور مدعی علیہ اس دوسرے مدعی کیلئے لونڈی کی قیمت کا ضامن ہوگا جس نے پہلے وقت پر گواہ پیش کئے ہیں۔اور بنابر قول ابی یوسفؒ فرماتے ہے کہ یہ لونڈی اس کی ہو جائیگی جس نے پہلے والے وقت پر گواہ پیش کئے اور مدعی علیہ دوسرے کیلئے کسی چیز کا ضامن نہیں ہے۔

مسئلہ190: قاضی خان کے اسی فصل میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے سے کوئی چیز غصب کی۔اس دوسرے نے کہا کہ فلاں نے مجھ سے یہ چیز غصب کی ہے۔اس نے گواہ بھی پیش کئے اور گواہوں کی تعدیل بھی ہوئی۔اس کے بعد غاصب نے دعویٰ کیا کہ اس آدمی [جس سے میں نے یہ چیز غصب کی ہے] نے میرے حق میں اقرار کیا ہے کہ یہ چیز اس کی ہے۔تو کیا غاصب کے گواہ قبول ہیں اس حال میں کہ مغصوب چیز اس کے پاس ہو یا قاضی اس کو حکم دیگا کہ یہ مدعی کو واپس کردو اور اس کے بعد اس سے گواہوں کا مطالبہ کریگا اس اقرار کے دعوے پر جو اس نے کیا ہے؟

تو امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ اگر وہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میرے گواہ حاضر ہیں تو اس کے گواہ قبول کئے جائینگے اور مغصوب چیز اس کے پاس رہ جائیگی [یعنی وہ مدعی کے اقرار پر گواہ پیش کریں اور وہ چیز اس کے پاس رہ جائیگی]۔

مسئلہ190: رجل غصب من رجل شيأ فأقام المغصوب منه البينة على الغصب وعدلت فادعى الغاصب أن المغصوب منه أقر أنه للغاصب هل تقبل بينة الغاصب والغصب في يديه أو يأمر القاضي بتسليم الغصب إلى المدعي ثم يسأله البينة بعد ذلك على ما ادعى من الاقرار قال محمد رحمه الله تعالى ان أدعى ان البينة حاضرة تقبل بينته واقر الغصب في يده[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے سے کوئی چیز غصب کی۔مغصوب منہ نے غصب پر گواہ پیش کئے اور گواہوں کی تعدیل بھی ہوئی۔اس کے بعد غاصب نے دعویٰ کیا کہ مغصوب منہ نے میرے حق میں اقرار کیا ہے کہ یہ چیز اس کی ہے۔تو کیا غاصب کے گواہ قبول ہیں اس حال میں کہ مغصوب چیز اس کے پاس ہو یا قاضی اس کو حکم دیگا کہ یہ مدعی کو واپس کردو اور اس کے بعد اس سے گواہوں کا مطالبہ کریگا اس اقرار کے دعوے پر جو اس نے کیا ہے؟تو امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میرے گواہ حاضر ہیں تو اس کے گواہ قبول کئے جائینگے اور مغصوب چیز اس کے پاس رہ جائیگی۔

مسئلہ191: اگر کسی نے دوسرے سے گھر غصب کیا۔مالک نے گواہ پیش کئے کہ اس غاصب نے وہ گھر منہدم کیا ہے جبکہ غاصب نے گواہ پیش کئے کہ میں نے وہ گھر مالک کو واپس کیا ہے تو اس صورت میں مالک کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ191: لو كان المغصوب داراً فأقام صاحبها البينة أن الغاصب هدم الدار وأقام الغاصب بينة أنه ردها على صاحبها كانت بينة صاحبها أولى[2]۔

ترجمہ: اگر مغصوبہ چیز گھر ہو اور مالک نے گواہ پیش کئے کہ اس غاصب نے وہ گھر منہدم کیا ہے جبکہ غاصب نے گواہ پیش

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص62۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔4ص275۔

کئے کہ میں نے وہ گھر مالک کو واپس کیا ہے تو اس صورت میں مالک کے گواہ معتبر ہونگے۔
مسئلہ 192: اگر کسی فوت شدہ لونڈی کے مالک نے گواہ پیش کئے کہ وہ لونڈی زید نے مجھ سے غصب کی تھی۔ پھر زید کے پاس فوت ہو گئی جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ میں نے مالک کو واپس کی تھی پھر مالک کے پاس فوت ہو گئی۔ تو امام ابو یوسفؒ صاحب فرماتے ہے کہ اس صورت میں مالک کے گواہ معتبر ہیں جبکہ امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ زید کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 192: ولو أقام صاحبها البينة أنها ماتت عند الغاصب وأقام الغاصب بينة أنه ردها فماتت عند صاحبها قال أبو يوسف رحمه الله تعالى بينة صاحبها أولى وقال محمد رحمه الله تعالى يقضى ببينة الغاصب[1]۔

ترجمہ: اگر لونڈی کے مالک نے گواہ پیش کئے کہ وہ لونڈی غاصب کے پاس فوت ہو گئی جبکہ غاصب نے گواہ پیش کئے کہ میں نے مالک کو واپس کی تھی پھر مالک کے پاس فوت ہو گئی۔ تو امام ابو یوسفؒ صاحب فرماتے ہے کہ اس صورت میں مالک کے گواہ معتبر ہیں جبکہ امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ غاصب کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 193: اگر کسی زمین کے مالک نے غاصب کو کہا کہ آپ نے میری یہ زمین ایسی حالت میں غصب کی تھی کہ اس کے اوپر آبادی تھی جبکہ قابض نے کہا کہ میں نے ایسی حالت میں غصب کی تھی کہ اس کے اوپر آبادی نہیں تھی بعد میں، میں نے اس کے اوپر آبادی کی ہے۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کئے۔ تو غاصب کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 193: وإن قال رب الأرض غصبتها مني مبنية كان القول قوله وإن أقاما البينة كانت بينة الغاصب أولى[2]۔

ترجمہ: اگر زمین کے مالک نے غاصب کو کہا کہ آپ نے میری یہ زمین ایسی حالت میں غصب کی تھی کہ اس کے اوپر آبادی تھی تو اس کی بات معتبر ہوگی اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو غاصب کے گواہ معتبر ہیں۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 4 ص 275۔
[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 83۔

باب چہارم

جنایات، اقرار، صلح، رہن اور مضاربت کے مسائل

جنایات کے مسائل

مسئلہ 194: ایک آدمی نے دوسرے کو زخمی کیا۔ پھر وہ زخمی مر گیا۔ مقتول کے اولیاء نے گواہ پیش کئے کہ وہ اس زخم کی وجہ سے مر گیا ہے جبکہ ضارب نے گواہ پیش کئے کہ وہ اس زخم سے صحتیاب ہوا تھا۔ اس کے دس دن بعد مر گیا۔ تو اس صورت میں مقتول کے اولیاء کے گواہ معتبر ہیں۔

عام قاعدہ اس میں یہ ہے کہ جو گواہ یہ گواہی دے رہے ہو کہ زید کی موت زخم کی وجہ سے واقع ہوئی ہے وہ گواہ معتبر ہیں بمقابلہ ان گواہوں کے جو کہ گواہی دے رہے ہو کہ زید اس زخم سے صحتیاب ہوا تھا پھر اس کے بعد مر گیا۔ یہ بات مخفی نہیں ہے کہ یہ بیان صاحب قنیۃ کے اس بیان کے موافق ہے جو کہ انہوں نے باب البینتین المتضادتین میں ذکر کیا ہے۔

بعض علماء نے معتبر ہونے کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ مقتول کے اولیاء کے گواہ ثبوت [قصاص] لا رہے ہیں جبکہ ضارب کے گواہ نفی لا رہے ہیں [اور گواہ ثبوت کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ عدم کیلئے]

لیکن یہ بیان صاحب خلاصہ کے اس بیان کے مخالف ہے جو انہوں نے خلاصہ کے کتاب الدعویٰ میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے: کہ ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری لونڈی کے پیٹ میں وار کیا تھا اور اس وار کی وجہ سے مر گئی۔ اس کے جواب میں مدعا علیہ نے کہا کہ وہ لونڈی اس مار کے بعد بازار گئی تھی۔ تو یہ صحیح دفعیہ نہیں ہے [اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہو سکتا] اور اگر مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ وہ مار کے بعد صحتیاب ہو گئی تھی تو پھر یہ صحیح دفعیہ ہے۔

اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے، مدعا علیہ نے اس بات پر کہ وہ مارنے کے بعد صحتیاب ہو گئی تھی جبکہ مدعی نے اس بات پر کہ وہ اس مار کی وجہ سے مر گئی۔ تو اس صورت میں صحتیابی والے گواہ معتبر ہیں۔

اسی طرح فتاویٰ بزازیۃ اور مشتمل الاحکام میں بھی فرمایا ہے۔ اور فاضل کامل ابو سعود صاحب نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

مسئلہ 194: (بَيِّنَةُ الْمَوْتِ مِنْ الْجُرْحِ أَوْلَى مِنْ بَيِّنَةِ الْمَوْتِ بَعْدَ الْبُرْءِ) يَعْنِي جَرَحَ رَجُلٌ إنْسَانًا وَمَاتَ الْمَجْرُوحُ فَأَقَامَ أَوْلِيَاؤُهُ بَيِّنَةً أَنَّهُ مَاتَ بِسَبَبِ الْجُرْحِ وَأَقَامَ الضَّارِبُ بَيِّنَةً أَنَّهُ بَرِيءٌ وَمَاتَ بَعْدَ عَشرةِ أَيَّامٍ فَبَيِّنَةُ أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ أَوْلَى[1]۔ولا يخفي انه موافقٌ لما ذكره صاحب القنية في باب البينتين المتضادتين [2]،و علله بعضهم بان بينة الاولياء مُثبِتَةٌ و بينة الضارب نافيةٌ،لكنه مخالف لما ذكره صاحب الخلاصة في آخر كتاب الدعوي بقوله:رجل ادعي علي آخر انه ضرب بطنَ امته و ماتت بضربه ،فقال المدعي عليه في

---

[1] ملا خسرو، درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ ج2 ص383۔

[2] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص213۔

الدفع:انها خرجت الي السوق بعد الضرب ،لا يصح الدفع۔و لو اقام البينة انها صحت بعد الضرب يصح۔و لو اقاما البينة هذا علي الصحة و الآخر علي الموت بالضرب،فبينة الصحة اولي[1]۔و به افتي الفاضل ابو السعود[2] رحمہ اللہ۔

ترجمہ:زخم کی وجہ سے موت پر گواہی دینے والا گواہ اُن گواہوں سے معتبر ہیں جو یہ گواہی دیں کہ موت صحتیابی کے بعد ہوئی ہے۔یعنی ایک آدمی نے دوسرے کو زخمی کیا۔پھر وہ زخمی مر گیا۔مقتول کے اولیاء نے گواہ پیش کئے کہ وہ اس زخم کی وجہ سے مرگیا ہے جبکہ ضارب نے گواہ پیش کئے کہ وہ اس زخم سے صحتیاب ہوا تھا۔اس کے دس دن بعد مر گیا۔تو اس صورت میں مقتول کے اولیاء کے گواہ معتبر ہیں۔یہ بات مخفی نہیں ہے کہ یہ بیان صاحب قنیۃ کے اس بیان کے موافق ہے جو کہ انہوں نے باب البینتین المتضاد تین میں ذکر کیا ہے۔

بعض علماء نے معتبر ہونے کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ مقتول کے اولیاء کے گواہ ثبوت [قصاص] لا رہے ہیں جبکہ ضارب کے گواہ نفی لا رہے ہیں[اور گواہ ثبوت کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ عدم کیلئے]

لیکن یہ بیان صاحب خلاصہ کے اس بیان کے مخالف ہے جو انہوں نے خلاصہ کے کتاب الدعویٰ میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے:کہ ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری لونڈی کے پیٹ میں وار کیا تھا اور اس وار کی وجہ سے مر گئی۔اس کے جواب میں مدعا علیہ نے کہا کہ وہ لونڈی اس مار کے بعد بازار گئی تھی تو یہ صحیح دفعیہ نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ وہ مار کے بعد صحتیاب ہو گئی تھی تو پھر یہ صحیح دفعیہ ہے۔

اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے ،مدعا علیہ نے اس بات پر کہ وہ مارنے کے بعد صحتیاب ہو گئی تھی جبکہ مدعی نے اس بات پر کہ وہ اس مار کی وجہ سے مر گئی۔تو اس صورت میں صحتیابی والے گواہ معتبر ہیں۔

فاضل کامل ابو سعود صاحب نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

مسئلہ 195:ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ اس نے میرے بھائی کو قصداً قتل کیا ہے۔قاتل نے دعویٰ کیا کہ اس مقتول کا ایک بیٹا ہے اس نے میرے لئے اس قتل کی معافی کی ہے۔

تو اس کا حکم یہ ہے کہ قاضی قاتل کو حکم دیگا کہ قاتل کے بیٹے اور گواہوں کو حاضر کرو۔پس اگر قاتل نے ایک آدمی کو حاضر کیا اور دو گواہ پیش کئے اور انہوں نے گواہی دی کہ یہ آدمی مقتول کا بیٹا ہے اور اس نے ہمارے سامنے اس قتل کا عفو کیا ہے۔تو مصنف صاحب فرماتے ہے کہ قاضی ان کی گواہی کو قبول کریگا۔اس آدمی کا نسب مقتول سے ثابت ہو جائیگا اگرچہ وہ منکر ہو۔اور قصاص باطل ہو جائیگا۔

---

[1] غانم بغدادی،ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص 125-126۔

[2] یہ ابو السعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی ہے۔قسطنطنیہ کے قریب ایک گاؤں میں صفر کے مہینے میں 896یا 898ھ کو پیدا ہوئے۔فقہ کے بڑے امام تھے۔پورا دن لوگوں کو فارسی،عربی اور ترکی میں جوابات دیا کرتے تھے۔ان کے تصانیف یہ ہیں "ارشاد العقل السلیم الی مزایا القران الکریم"،"حاشیۃ علی تفسیر الکشاف،وغیرہ۔982ھ کو فوت ہوئے۔الزرکلی۔الاعلام:ج7ص59۔

مسئلہ 195: رجل ادعى على رجل أنه قتل أخاه عمدا وأقام البينة فادعى القاتل أن للمقتول ابنا وإنه قد عفا عنه فإن القاضي يأمره بإحضاره وإحضار شهوده فجاء القاتل برجل وشاهدين فشهدا أن هذا الرجل ابن المقتول وإنه قد عفا عنه قال تقبل شهادتهما ويثبت النسب وإن كان الرجل جاحدا ويبطل القصاص[1] .

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ اس نے میرے بھائی کو قصداً قتل کیا ہے۔ قاتل نے دعویٰ کیا کہ اس مقتول کا ایک بیٹا ہے اس نے میرے لئے اس قتل کی معافی کی ہے۔

تو اس کا حکم یہ ہے کہ قاضی قاتل کو حکم دیگا کہ قاتل کے بیٹے اور گواہوں کو حاضر کرو۔ پس قاتل نے ایک آدمی کو حاضر کیا اور دو گواہ پیش کئے اور انہوں نے گواہی دی کہ یہ آدمی مقتول کا بیٹا ہے اور اس نے ہمارے سامنے اس قتل کا عفو کیا ہے۔ تو مصنف صاحب فرماتے ہے کہ قاضی ان کی گواہی کو قبول کریگا۔ اس آدمی کا نسب مقتول سے ثابت ہو جائیگا اگرچہ وہ منکر ہو اور قصاص باطل ہو جائیگا۔

مسئلہ 196: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے فلاں دن [فلاح تاریخ] میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس کا باپ فلاں دن سے پہلے فوت ہوا ہے۔ تو فوت ہونے کے یہ گواہ قاضی قبول نہیں کریگا۔

مسئلہ 196: ادعى أنه قتل أباه يوم كذا فبرهن خصمه أن أباه كان ميتاً في ذلك اليوم لا تقبل بينة موته[2].

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے فلاں دن میں میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس کا باپ فلاں دن سے پہلے فوت ہوا ہے۔ تو فوت ہونے کے یہ گواہ قاضی قبول نہیں کریگا۔

مسئلہ 197: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ اس کے آنگور کے باغ میں میرا گدھا داخل ہوا تھا۔ اس نے ایک بچے کو کہا کہ اس گدھے کو مارو اور اس کو باغ سے باہر نکالو۔ بچے نے گدھے کو ایسا مارا کہ وہ مر گیا۔ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ وہ گدھا زندہ ہے۔ تو مدعا علیہ کے گواہوں کی یہ گواہی قبول نہیں ہے کیونکہ یہ گواہی موت کی عدم پر ہے [جبکہ گواہی عدم کیلئے نہیں ہوتی ہے]۔

مسئلہ 197: ادَّعَى عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ أَمَرَ صَبِيًّا لِيَضرِبَ حِمَارَهُ وَيخرِجَهُ عَنْ كَرْمِهِ فَضربَهُ الصَّبِيُّ حَتىَّ مَاتَ وَأَقَامَ عَلَيْهِ بَيِّنَةً وَأَقَامَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بَيِّنَةً أَنَّ ذَلِكَ الْحِمَارَ حَيٌّ لا تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ؛ لأَنها قَامَتْ عَلَى النَّفْيِ مَقْصُودًا[3].

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ اس نے ایک بچے کو حکم دیا کہ اس گدھے کو مارو اور اس کو باغ سے باہر نکالو۔ بچے نے گدھے کو ایسا مارا کہ وہ مر گیا۔ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ وہ گدھا زندہ ہے۔ تو مدعا علیہ کے گواہوں کو قبول نہیں کیا جائیگا کیونکہ یہ گواہی نفی پر ہے۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص101۔

[2] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1 ص154۔

[3] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص314۔

اقرار کے مسائل

مسئلہ 198: اگر کسی نے اپنے ورثاء میں سے ایک کیلئے کسی چیز کا اقرار کیا۔ پھر اقرار کرنے والا مر گیا۔ مقرلہ نے کہا کہ اس نے میرے لئے حالت صحت میں اقرار کیا تھا جبکہ دوسرے ورثاء نے کہا کہ حالت مرض میں اس نے اقرار کیا تھا۔ تو اس صورت میں ورثاء کی بات معتبر ہے۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو مُقِرلہ کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 198: وَلَوْ أَقَرَّ لِوَارِث، ثم مَاتَ فَقَالَ الْمُقَرُّ لَهُ: أَقَرَّ فِي الصِّحَّةِ وَقَالَتْ الْوَرَثَةُ فِي مَرَضِهِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْوَرَثَةِ.وَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمُقَرِّ لَهُ[1]۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنے ورثاء میں سے ایک کیلئے کسی چیز کا اقرار کیا۔ پھر وہ مر گیا۔ مقرِلہ نے کہا کہ اس نے میرے لئے حالت صحت میں اقرار کیا تھا جبکہ دوسرے ورثاء نے کہا کہ حالت مرض میں اس نے اقرار کیا تھا۔ تو اس صورت میں ورثاء کی بات معتبر ہے۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو مقِرلہ کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 199: اگر مُقِرلہ نے دعویٰ کیا کہ یہ اقرار رضامندی سے ہوا تھا جبکہ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ اقرار جبر اور اکراہ کے ساتھ ہوا تھا۔ تو جبر اور اکراہ کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 199: اذا ادعي المقِر له الاقرار عن طوع والآخر عن كره فبينة الكره اولي[2]۔

ترجمہ: اگر مُقِرلہ نے دعویٰ کیا کہ یہ اقرار رضامندی کے ساتھ ہوا تھا جبکہ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ اقرار اکراہ کے ساتھ ہوا تھا۔ تو اکراہ کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 200: اگر کسی نے دوسرے کے قبضے میں سامان یا گھر کا دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اس پر انہوں نے گواہ پیش کر کے قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ ابھی اس نے سامان کو اپنے قبضے میں لیا نہیں تھا کہ مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس نے قاضی کے سامنے تو نہیں البتہ کسی اور کے سامنے یہ اقرار کیا ہے کہ اس سامان یا گھر میں میرا کوئی حق نہیں ہے۔
تو اس مسئلے کا حکم یہ ہے کہ اگر گواہوں نے ایسی گواہی دی کہ اس مدعی نے قاضی کے حکم سے پہلے اقرار کیا تھا تو قاضی کا حکم ٹوٹ جائیگا۔ اور اگر انہوں نے ایسی گواہی دی ہو کہ قاضی کے حکم کے بعد اس نے یہ اقرار کیا ہے تو قاضی کا حکم نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ 200: رجل ادعى في يد رجل متاعا أو دارا أنها له وأقام البينة وقضى القاضي له فلم يقبضه حتى أقام الذي في يديه البينة أن المدعي أقر عند غير القاضي أنه لا حق له فيه قال إن شهدوا أنه أقر بذلك قبل القضاء بطل القضاء وإن شهدوا أنه أقر به بعد القضاء لا يبطل القضاء [3]۔

---

[1] ابن نجیم، الأشباہ والنظائر۔ ص55۔

[2] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص315۔

[3] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3ص136۔

ترجمہ: اگر کسی نے دوسرے کے قبضے میں سامان یا گھر کا دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اس پر انہوں نے گواہ پیش کرکے قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ ابھی اس نے سامان کو اپنے قبضے میں لیا نہیں تھا کہ مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس نے قاضی کے سامنے تو نہیں البتہ کسی اور کے سامنے یہ اقرار کیا ہے کہ اس سامان یا گھر میں میرا کوئی حق نہیں ہے۔
تو اس مسئلے کا حکم یہ ہے کہ اگر گواہوں نے ایسی گواہی دی کہ اس مدعی نے قاضی کے حکم سے پہلے اقرار کیا تھا۔ تو قاضی کا حکم ٹوٹ جائیگا۔ اور اگر انہوں نے ایسی گواہی دی ہو کہ قاضی کے حکم کے بعد اس نے یہ اقرار کیا ہے تو قاضی کا حکم نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ 201: ایک آدمی نے دوسرے پر ہزار روپے کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے۔ قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے بعد مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے قاضی کے حکم سے پہلے یہ اقرار کیا ہے کہ میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے تو مدعاعلیہ کے ذمے سے یہ مال اتر جائیگا۔

مسئلہ 201: رجل أدعى على رجل ألفا و اقام البينة و قضي القاضي بالمال ثم أقام المدعى عليه البينة أن المدعى أقر قبل القضاء أنه ليس له على المدعى عليه شيء يبطل عنه المال[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر ہزار روپے کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے۔ قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے بعد مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے قضاء سے پہلے یہ اقرار کیا ہے کہ میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے تو مدعاعلیہ کے ذمے سے یہ مال اتر جائیگا۔

مسئلہ 202: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر ہے۔ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملا ہے۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی کے باپ نے اقرار کیا تھا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے یا یہ کہا تھا کہ یہ گھر میرا نہیں تھا۔ تو اس کی وجہ سے مدعی میراث کے گواہ اور اس کا دعویٰ بے کار ہیں۔

مسئلہ 202: لو كان المدعي يدعي أنه ورث الدار من أبيه وأقام البينة فأقام ذو اليد البينة أن أباه الميت كان أقر أن الدار ليست لي أو قال ما كانت هذه الدار لي كان ذلك مبطلا لبينة المدعي ودعواه[2]۔

ترجمہ: اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملا ہے اور گواہ بھی پیش کئے۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی کے باپ نے اقرار کیا تھا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے یا یہ کہا تھا کہ یہ گھر میرا نہیں تھا۔ تو اس کی وجہ سے مدعی میراث کے گواہ اور اس کا دعویٰ باطل ہو جائیگا۔

مسئلہ 203: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملی ہے جبکہ اس کے خصم نے گواہ پیش کئے کہ آپ کے باپ نے میرے لئے اقرار کیا تھا کہ یہ چیز میری ملکیت ہے۔ تو خصم کی طرف سے یہ دفعیہ قبول ہے۔ اس کے بعد اگر مدعی میراث نے یہ دعویٰ کیا کہ آپ نے میرے حق میں اقرار کیا ہے کہ یہ اس کے باپ کا ہے تو یہ دفعیہ بھی قبول

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 59۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 99۔

ہے کیونکہ جس طرح دعوے کا دفعیہ قبول ہے اسی طرح دفعیے کا دفعیہ بھی قبول ہے۔پس دونوں دفعیے اپس میں ٹکرا کر دونوں کا اثر ختم ہو جائیگا۔اس کے بعد میراث کے گواہ بغیر کسی معارضے کے قبول کئے جائینگے۔پس اگر مدعا علیہ نے بیان کیا کہ اس مدعی کے باپ نے فلاں تاریخ کو اقرار کیا تھا جبکہ مدعی نے مدعا علیہ کے اقرار کا تاریخ ذکر نہیں کیا تو مدعی کے گواہ قبول کئے جائینگے۔

مسئلہ203: ادعاه إرثاً عن أبيه وبرهن فبرهن خصمه أن أباك أقر أنه ملكي يسمع الدفع فلو برهن المدعي أنك أقررت أنه ملك أبي يسمع أيضاً لانه كما يصح الدفع يصح دفع الدفع وقد تعارض الدفعان فتقبل بينة الإرث بلا تعارض فلو أرخ المدعي عليه إقرار المورث ولم يؤرخ المدعي إقرار المدعى عليه تقبل بينة المدعي1۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملی ہے اور گواہ بھی پیش کئے جبکہ اس کے خصم نے گواہ پیش کئے کہ آپ کے باپ نے میرے لئے اقرار کیا تھا کہ یہ چیز میری ملکیت ہے۔تو خصم کی طرف سے یہ دفعیہ قبول ہے۔اگر مدعی میراث نے یہ دعویٰ کیا کہ آپ نے میرے حق میں اقرار کیا ہے کہ یہ اس کے باپ کا ہے تو یہ دفعیہ بھی قبول ہے کیونکہ جس طرح دعوے کا دفعیہ قبول ہے اسی طرح دفعیے کا دفعیہ بھی قبول ہے۔پس دونوں دفعیے اپس میں ٹکرا کر دونوں کا اثر ختم ہو جائیگا۔اس کے بعد میراث کے گواہ بغیر کسی معارضے کے قبول کئے جائینگے۔اگر مدعا علیہ نے مورث کے اقرار کی تاریخ ذکر کی جبکہ مدعی نے مدعا علیہ کے اقرار کی تاریخ ذکر نہیں کی تو مدعی کے گواہ قبول کئے جائینگے۔

مسئلہ204: زید کے قبضے میں ایک چیز تھی۔دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہے اور زید نے بھی میرے لئے اس کا اقرار کیا ہے۔اس دعوے پر اس نے گواہ بھی پیش کئے جبکہ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ مدعی نے مجھے کہا تھا کہ یہ چیز مجھے ہبہ کر دے۔پس مدعی کے گواہ بے کار ہوئے اور زید اس کے خصومت سے نکل گیا کیونکہ ان دونوں نے جب ایک دوسرے کے اقرار پر گواہ پیش کئے تو دونوں جانب گواہی بے کار ثابت ہوئی کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے معارض ہیں۔تو یہ مخصومہ چیز زید کے قبضے میں رہ جائیگی۔

مسئلہ204: رجل ادعى عينا في يد رجل أنه له وإن صاحب اليد أقر له به وأقام البينة على ذلك فأقام المدعى عليه البينة أن المدعي استوهبه مني بطلت بينة المدعي وتندفع الخصومة عن ذي اليد لأن كل واحد منهما أقام البينة على إقرارصاحبه أنه له فبطلت البينتان لمكان التعرض فيترك العين في ذي اليد2۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے کے قبضے میں ایک چیز پر دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہے اور قابض نے بھی میرے لئے اس کا اقرار کیا ہے۔اس دعوے پر اس نے گواہ بھی پیش کئے جبکہ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ مدعی نے مجھے کہا تھا کہ یہ چیز مجھے ہبہ کر دے۔پس مدعی کے گواہ بے کار ہوئے قابض اس کے خصومت سے نکل گیا کیونکہ ان دونوں نے جب ایک دوسرے

---

1 ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج1ص155۔

2 قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص102۔

کے اقرار پر گواہ پیش کئے تو دونوں جانب کے گواہ باطل ہوئے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے معارض ہیں۔تو یہ مخصوصہ چیز قابض کے قبضے میں رہ جائیگی۔

مسئلہ 205: زید کے قبضے میں ایک چیز تھی۔دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہے۔زید نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ چیز زید کی ہے تو یہ صحیح دفعیہ ہے۔اور اگر دونوں نے ایک دوسرے کے اقرار پر گواہ پیش کئے [یعنی زید نے کہا کہ اس مدعی نے میرے لئے اقرار کیا ہے جبکہ مدعی نے کہا کہ زید نے میرے لئے اقرار کیا ہے] تو دونوں شہادتیں گر جائیگی اور قاضی قابض کے حق میں فیصلہ دیگا [جو کہ زید ہے]۔

مسئلہ205:ادعي عينا في يد رجل فاقام ذواليد بينة علي اقرارالخارج له بها صح ولو اقام كل واحد بينة علي اقرار صاحبه له تهاترتا و يقضي لذي اليد 1۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے کے قبضے میں ایک چیز پر دعویٰ کیا قابض نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ چیز قابض کی ہے تو یہ صحیح دفعیہ ہے۔اور اگر دونوں نے ایک دوسرے کے اقرار پر گواہ پیش کئے تو دونوں شہادتیں گر جائیگی اور قاضی قابض کے حق میں فیصلہ دیگا۔

مسئلہ 206: ایک آدمی نے دوسرے پر چھ دینار کا دعویٰ کیا۔مدعاعلیہ نے اس کے جواب میں کہا کہ اس مدعی نے ان دینار سے مجھے بری کیا تھا اور گواہ پیش کئے۔مدعی نے گواہ پیش کئے کہ میرے ابراء کے بعد انہوں نے میرے لئے چھ دینار کا اقرار کیا تھا۔تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ مدعاعلیہ کے جواب کے رد میں مدعی کے گواہ قبول کئے جائینگے جبکہ بعض فرماتے ہیں کہ قبول نہیں کئے جائینگے۔

مطلب یہ ہوا کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اقرار کرنے کا یہ دوسرا دعویٰ صحیح ہے جبکہ بعض فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے۔اور بعض فرماتے ہیں کہ اگر مدعاعلیہ نے ابراء کے دعوے میں قبولیت یا تصدیق کی ذکر کی ہو [کہ یہ ابراء مجھے قبول ہے] تو پھر اس پر اقرار کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر ذکر نہیں کی ہو تو پھر اقرار کا دعویٰ صحیح ہے۔

مسئلہ206:ادعي علي رجل ستة دنانير فقال المدعي عليه انه ابرأني عن هذه الدعوي و اقام بينة واقام المدعي بينة انه كان اقر لي بستة دنانير بعد ابرائي اياه فقيل تقبل بينة المدعي في دفع الدفع و قيل لا تقبل يعني يصح دعوي الاقرار ثانيا و قيل لا يصح و قيل ان ذكر الخصم القبول او التصديق في الابراء لا يصح و الا يصح2۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر چھ دینار کا دعویٰ کیا۔مدعاعلیہ نے کہا کہ اس مدعی نے ان دینار سے مجھے بری کیا تھا اور گواہ پیش کئے۔مدعی نے گواہ پیش کئے کہ میرے ابراء کے بعد انہوں نے میرے لئے چھ دینار کا اقرار کیا تھا۔تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ مدعاعلیہ کے جواب کے رد میں مدعی کے گواہ قبول کئے جائینگے جبکہ بعض فرماتے ہیں کہ قبول نہیں کئے

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص130۔

[2] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ص317۔

جائینگے۔ مطلب یہ ہوا کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اقرار کرنے کا یہ دوسرا دعویٰ صحیح ہے جبکہ بعض فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ اگر مدعا علیہ نے ابراء کے دعوے میں قبولیت یا تصدیق کی ذکر کی ہو تو پھر اس پر اقرار کا دعویٰ صحیح نہیں ہے وگرنہ نہیں۔

مسئلہ 207: ایک آدمی نے دوسرے پر زمین کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے۔ فیصلہ ہونے سے پہلے اس نے یہ دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ نے اس زمین کے نصف کا میرے لئے اقرار کیا ہے۔ قاضی نے اس کیلئے اس نصف کا حکم کیا اور یہ آدھی زمین اس کے حوالے کی۔ اس کے بعد ایک اور نے گواہ پیش کئے کہ اس بندے نے آپ کیلئے اس زمین کا جو اقرار کیا ہے اس اقرار سے تین سال پہلے یہ زمین میں نے اس سے خریدی ہے۔ اب قاضی نے کوئی حکم نہیں کیا تھا کہ مدعی نے دفعیے پر گواہ پیش کئے۔ انہوں نے گواہی دی کہ جس وقت آپ یہ زمین خرید رہے تھے اس سے ایک سال پہلے اس نے اقرار کیا تھا کہ اس زمین میں میرا کوئی حق نہیں ہے تو قاضی نے حکم کیا کہ بیع کا دعویٰ باطل ہے۔ اب قاضی نے جس نصف حصے کا حکم کیا ہے اس کا حکم باطل نہیں ہوسکتا ہے [قاضی کا یہ حکم صحیح ہے] اور مدعی کا یہ دفعیہ قبول ہے۔

لیکن امام باقرخی صاحب اور خمیر وبری صاحب نے فرمایا ہیں کہ یہ کوئی دفعیہ نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار کے وقت اس زمین میں کوئی حق نہ ہو بعد میں کسی ذریعہ سے مالک بن گیا ہو۔

اسی کتاب میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میرے اس کے ذمے اتنی رقم ہیں۔ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے اقرار کیا ہے کہ میں نے ان سے اتنی رقم وصول کی ہے۔ تو اس کی وجہ سے باقی ماندہ رقم کے بارے میں مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوگا۔

مسئلہ 207: ادعي عليه ضيعة و اقام بينة و قبل القضاء ادعي ان المدعي عليه اقر بنصف هذه الضيعة و اقام بينة و قضي القاضي له بالنصف و سلمه اليه ثم اقام البينة رجل آخر علي اني اشتريت جميع هذه الضيعة من المدعي عليه قبل اقراره لك بثلثة اشهر فقبل القضاءله اقام ذواليد دفعا بينة حاصلها ان المدعي عليه اقر قبل شرائك بسنة انه لا حق لي في هذه الضيعة فقضي القاضي ببطلان دعوي البيع فلا يبطل حكمه في النصف الذي حكم به للمدعي و دفعه هذا مسموعٌ قال الباقرخي[1] و خمير الوبري[2] ليس بدفع لانه يمكن ان لا يكون له حق وقت الاقرار ثم تجدد له الحق[3]۔

و فيه ايضا ادعي عليه مالا معلوما و اقام بينة فاقام المدعي عليه بينة علي اقرار المدعي انه استوفي من

---

[1] یہ حضرت محمد بن ابراہیم البغدادی الباقرخی ہے۔ باقرخ بغداد کے قریب ایک گاؤں ہے۔ ان کا گھرانہ علم اور حدیث میں مشہور تھا۔ 481ھ کو فوت ہوئے۔ ابو محمد عبد القادر۔ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ: ج2 ص31۔

[2] یہ صاحب محمد بن ابو بکر الخوارزمی، زین الائمۃ ہے۔ خمیر الوبری کے نام سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے ابو بکر الزرنجری سے فقہ حاصل کی۔ الاضاحی ان کی تصنیف ہے۔ 510ھ کو فوت ہوئے۔ البغدادی، إسماعیل بن محمد امین بن میر سلیم البابانی۔ ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنّفین۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربی۔، ج2 ص83۔

[3] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص332۔

هذاالمال كذا درهما لا يبطل دعواه فيما سوي ذالك[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر زمین کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے۔ فیصلہ ہونے سے پہلے اس نے یہ دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ نے اس زمین کے نصف کا میرے لئے اقرار کیا ہے۔ قاضی نے اس کیلئے اس نصف کا حکم کیا اور یہ آدھی زمین اس کے حوالے کی۔اس کے بعد ایک اور نے گواہ پیش کئے کہ اس بندے نے آپ کیلئے اس زمین کا جو اقرار کیا ہے اس اقرار سے تین مہینے پہلے یہ زمین میں نے اس سے خریدی ہے۔اب قاضی نے کوئی حکم نہیں کیا تھا کہ مدعی نے دفعیہ پر گواہ پیش کئے۔انہوں نے گواہی دی کہ جس وقت آپ یہ زمین خرید رہے تھے اس سے ایک سال پہلے اس نے اقرار کیا تھا کہ اس زمین میں میرا کوئی حق نہیں ہے تو قاضی نے حکم کیا کہ بیع کا دعویٰ باطل ہے۔اب قاضی نے جس نصف حصے کا حکم کیا ہے اس کا حکم باطل نہیں ہو سکتا ہے اور مدعی کا یہ دفعیہ قبول ہے۔

لیکن امام باقرخی صاحب اور خمیر وبری صاحب نے فرمایا ہیں کہ یہ کوئی دفعیہ نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مدعاعلیہ کا اقرار کے وقت اس زمین میں کوئی حق نہ ہو بعد میں کسی ذریعہ سے مالک بن گیا ہو۔

اسی کتاب میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کے اوپر دعویٰ کیا کہ میرے اس کے اوپر اتنی رقم ہیں۔مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے اقرار کیا ہے کہ میں نے ان سے اتنی رقم وصول کی ہے۔تو اس کی وجہ سے باقی ماندہ رقم کے بارے میں مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوگا۔

مسئلہ 208: زید کے قبضے میں ایک گھر تھا۔دوسرے آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے۔میں نے زید کے باپ سے خریدا تھا۔زید نے جواب میں کہا کہ یہ گھر کبھی بھی میرے باپ کا نہیں تھا یا یہ کہ اس کا اس گھر میں کوئی حق نہیں تھا۔اس کے بعد جب مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو زید نے بھی گواہ پیش کئے کہ میرے باپ نے حالت صحت میں اقرار کیا تھا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے[2]۔تو زید کے یہ گواہ قاضی قبول نہیں کریگا۔

مسئلہ 208: رجل في يده دار فجاء رجل وادعي انها له اشتراها من ابي ذي اليد فقال ذواليد هذه الدار ما كانت لابي قط او لم يكن فيها حق له قط فلما اقام المدعي البينة علي ما ادعاه اقام ذو اليد بينة علي ان اباه اقر في صحته انهالي قبلت بينته3۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔دوسرے آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے۔میں نے قابض کے باپ سے خریدا تھا۔ قابض نے جواب میں کہا کہ یہ گھر کبھی بھی میرے باپ کا نہیں تھا یا یہ کہ اس کا اس گھر میں کوئی حق نہیں تھا۔اس کے بعد جب مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو قابض نے بھی گواہ پیش کئے کہ میرے باپ نے حالت صحت میں اقرار کیا تھا کہ یہ گھر میرا ہے تو یہ گواہ قاضی قبول کریگا۔

---

[1] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص 334۔

[2] فتاوی وددویہ والے سے تسامح ہوا ہے۔ قاضی خان کی عبارت میں اس کی تصحیح ہوئی ہے۔

[3] قنیۃ میں نہیں ملا۔ فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص 104۔

مسئلہ 209 : زید نے بکر پر کچھ مال کا دعویٰ کیا۔ بکر نے گواہ پیش کئے کہ آپ نے ابراء کا اقرار کیا ہے۔ اب زید نے گواہ پیش کئے کہ اے بکر میں نے جو ابراء کا اقرار کیا تھا اس کے بعد آپ نے میرے مال کا آپ کے ذمے ہونے کے پر اقرار کیا ہے تو اب اس کی وجہ سے بکر کا دعویٰ رد ہوتا ہے یا نہیں ؟
اس سوال کے جواب میں شیخ الاسلام برھان الدین صاحب فرماتے ہے کہ اس کی وجہ سے بکر کے دعوے کا دفعیہ نہیں آتا۔ اور اگر زید نے گواہ پیش کئے کہ اے بکر آپ نے میرے اوپر ابراء کا جو دعویٰ کیا اس کے بعد آپ نے اس مال کا آپ کے ذمے ہونے کا اقرار کیا ہے۔ تو اس صورت میں زید کے گواہ قبول ہیں اور بکر کا دعویٰ دفع ہو جائیگا۔
فرق ان دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ :
جس وقت زید نے یہ کہا "کہ میں نے جب ابراء کا اقرار کیا تھا" تو اس بات کی وجہ سے اس نے ابراء کا اعلان کیا اور زید جو بکر پر اس مال کے اقرار کا دعویٰ کر رہا ہے تو وہ اقرار زید کے اس ابراء کے اقرار سے پہلے کا ہے جو کہ زید نے ابھی کیا ہے۔ دو اقراروں میں اعتبار بعد والے اقرار کا ہوتا ہے۔ تو اس وجہ سے زید کے گواہ بے کار ہو گئے اور بکر کا دعویٰ اپنی جگہ پر رہ گیا۔ بخلاف اس صورت کے کہ جس میں زید یہ کہے کہ "اے بکر اپ نے میرے اوپر ابراء کے اقرار کا جو دعویٰ کیا ہے" تو اس بات کی وجہ سے زید کا نیا اقرار ثابت نہیں ہوتا ہے۔ [پس بکر کا دعویٰ رد ہو گیا]۔
اسی مسئلے کی طرح یہ مسئلہ بھی ہے مثلاً زید نے بکر پر ایک گھر کا دعویٰ کیا کہ یہ گھر مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملا ہے۔ اس کے بعد بکر نے گواہ پیش کئے کہ اے زید آپ کے باپ نے اقرار کیا تھا کہ یہ گھر بکر کا ہے۔ زید نے گواہ پیش کئے کہ میرے باپ نے آپ کیلئے جو اقرار کیا تھا اس کے بعد آپ نے میرے باپ کیلئے اس گھر کا اقرار کیا ہے [یعنی آپ نے کہا تھا کہ یہ گھر اس کا ہے] تو اب اس کی وجہ سے بکر کا دعویٰ دفع ہو جاتا ہے یا نہیں؟
تو مناسب بات یہی ہے کہ اس مسئلے میں وہی تفصیل بیان ہو جو ابھی اوپر والے مسئلے میں گزر گیا۔

مسئلہ 209 :ادعى مالاً فبرهن خصمه إنك أقررت بالابراء فبرهن المدعي انك اقررت بهذا المال بعد إقراري بالبراءة هل تندفع دعوى المدعى عليه؟ أجاب: لا، ولو برهن أنك أقررت به بعد دعواك إقراري بالبراءة تقبل، والفرق أنه لما قال بعد إقراري بالبراءة صار مقراً في هذه الحالة فكان دعواه إقراره بالمال سابقاً على إقراره بالبراءة وفي الإقرارين تعتبر بينة الأخير بخلاف ما لو قال بعد دعواك إقراري بالبراءة لأنه لا يقتضي الإقرار بها، ونظيرها ادعى داراً إرثاً عن أبيه فبرهن خصمه أن أباك أقر أنه ملكي فبرهن المدعي أن خصمه بعد إقرار أبي له أقر أنه ملك أبي هل تندفع ينبغي أن يكون على تفصيل مر[1].

ترجمہ : ایک آدمی نے کچھ مال کا دعویٰ کیا۔ اس کے خصم نے گواہ پیش کئے کہ آپ نے ابراء کا اقرار کیا ہے۔ مدعی نے گواہ پیش کئے کہ میرے ابراء کے اقرار کے بعد آپ نے پھر اقرار کیا تھا۔
تو کیا اب اس کی وجہ سے مدعی علیہ کا دعویٰ رد ہوتا ہے یا نہیں؟

---

[1] ابن قاضی سماونة، جامع الفصولین۔ ج1 ص148۔

اس سوال کے جواب میں فرماتے ہے کہ اس کی وجہ سے دعوے کا دفعیہ نہیں آتا۔اور اگرمدعی نے گواہ پیش کئے کہ آپ نے میرےاوپر ابراء کاجو دعویٰ کیااس کے بعد آپ نے اس مال کاآپ کے ذمے ہونے کااقرار کیا ہے۔تو اس صورت میں مدعی کے گواہ قبول ہیں۔فرق ان دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ :

جس وقت مدعی نے یہ کہا "کہ میں نے جب ابراء کااقرار کیا تھا" تواس بات کی وجہ سے اس نے ابراء کااعلان کیااور مدعی جو مدعی علیہ پر اس مال کے اقرار کادعویٰ کر رہاہے تو وہ اقرار مدعی کے اس ابراء کے اقرار سے پہلے کا ہے جو کہ مدعی نے ابھی کیا ہے۔ دو اقراروں میں اعتبار بعد والے اقرار کا ہوتا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جس میں مدعی یہ کہے کہ "اپ نے میرےاوپر ابراء کے اقرار کاجو دعویٰ کیا ہے" تواس بات کی وجہ سے مدعی کانیااقرار ثابت نہیں ہوتا ہے۔

اس مسئلے کی نظیر یہ بھی ہے کہ کسی نے گھر کادعویٰ کیاکہ یہ گھر مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملاہے۔اس کے خصم نے گواہ پیش کئے کہ آپ کے باپ نے اقرار کیا تھاکہ یہ گھر میرا ہے۔مدعی نے گواہ پیش کئے کہ میرے باپ نےآپ کیلئے جو اقرار کیا تھااس کے بعدآپ نے میرے باپ کیلئے اس گھر کااقرار کیا ہے۔

تواب اس کی وجہ سےمدعی علیہ کادعویٰ دفع ہو جاتا ہے یانہیں ؟

تو مناسب بات یہی ہے کہ اس مسئلے میں وہی تفصیل بیان ہو جو ابھی اوپر والے مسئلے میں گزر گیا۔

صلح کے مسائل

مسئلہ 210: اگر ایک بندہ نے دعویٰ کیا کہ یہ صلح رضامندی سے ہوئی ہے جبکہ دوسرا نے دعویٰ کیا کہ یہ جبر واکراہ سے ہوئی ہے تو جبر واکراہ کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 210: اذا ادعي احدهما الصلح عن طوع و ادعي الآخر عن كره فبينة مدعي الكره اولي[1]۔

ترجمہ: اگر ایک بندہ نے دعویٰ کیا کہ یہ صلح رضامندی سے ہوئی ہے جبکہ دوسرا نے دعویٰ کیا کہ یہ اکراہ سے ہوئی ہے تو اکراہ کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 211: زید کا میراث رہ گیا۔اس کے میراث میں کسی چیز پر ایک آدمی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے۔ پھر زید کے ورثاء میں سے جس کے خلاف گواہ پیش ہوئے تھے اس نے نہیں بلکہ ایک اور نے وارث نے اس چیز کے کچھ حصے پر صلح کی۔مثلاً مدعی نے سو دینار کا دعویٰ کیا تھااور اس نے بیس دینار پر صلح کی [کہ یہ دینار لے لو اور اپنا دعویٰ چھوڑ دو۔] تو جس وقت مدعی نے صلح کا بدل طلب کر لیا تو زید کے وارث نے گواہ پیش کئے کہ زید نے آپ کو آپ کا حق دیا ہے اور آپ کا دعویٰ بے بنیاد ہے اور یہ صلح صحیح نہیں ہے۔تو اب حکم یہ ہے کہ اگر یہ ادائیگی کا مدعی [وارث] اس وارث کے علاوہ ہو جس نے صلح کیا ہے تو قاضی اس کو سنے گا اور اگر وہی ہو تو قاضی نہیں سنے گا۔

مسئلہ 211: رَجُلٌ ادَّعَى دَيْنًا فِي تَرِكَةِ مَيِّتٍ وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ ثم إنَّ وَارِثًا آخَرَ غَيرِ الَّذِي أُقِيمَتْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ صَالَحَ الْمُدَّعِيَ عَلَى بَعْضِ مَا ادَّعَى بِأَنْ ادَّعَى مِائَةَ دِينَارٍ وَالصُّلْحُ عَلَى عِشرِينَ فَلَمَّا طَالَبَهُ بِبَدَلِ الصُّلْحِ أَتَى بِالدَّفْعِ فَقَالَ: أَنَا أُقِيمِ الْبَيِّنَةَ أَنَّ مُورِثِي أَوْفَاكَ هذَا الْمَالَ وَدَعَوَاكَ بَاطِلٌ فَلَمْ يَقَعْ صحيحًا، إنْ كانَ مُدَّعِي الإِيفَاءِ غَيرِ الْمُصَالِحِ يُسْمَعُ الدَّفْعُ أَمَّا لَوْ أَرَادَ هذَا الْمُصَالِحُ أَنْ يُقِيمَ الْبَيِّنَةَ عَلَى هذَا الدَّفْعِ لا يُسْمَعُ[2]۔

ترجمہ: ایک میت کے میراث میں سے کسی چیز پر ایک آدمی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے۔ پھر میت کے ورثاء میں سے جس کے خلاف گواہ پیش ہوئے تھے اس نے نہیں بلکہ ایک اور نے وارث نے اس چیز کے کچھ حصے پر صلح کی۔مثلاً مدعی نے سو دینار کا دعویٰ کیا تھااور اس نے بیس دینار پر صلح کی تو جس وقت مدعی نے صلح کا بدل طلب کر لیا تو میت کے ایک وارث نے گواہ پیش کئے کہ میرے مورث نے آپ کو آپ کا حق دیا ہے اور آپ کا دعویٰ بے بنیاد ہے اور یہ صلح صحیح نہیں ہے۔تو اب حکم یہ ہے کہ اگر یہ ادائیگی کا مدعی اس وارث کے علاوہ ہو جس نے صلح کیا ہے تو قاضی اس کو سنے گا اور اگر وہی ہو تو قاضی نہیں سنے گا۔

---

[1] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص 315۔

[2] نظام الدین البلخی، الفتاوی الہندیۃ۔ ج 4 ص 56۔

رہن کے مسائل

مسئلہ 212: اگر رہن ہلاک ہو گیا راہن اور مرتہن کا اس کی قیمت میں اختلاف ہو گیا تو مرتہن کی بات معتبر ہو گی۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو راہن کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 212: اذا اختلف الراهن و المرتهن في قيمة الرهن بعد هلاكه فالقول للمرتهن و البينة للراهن[1] ۔

ترجمہ: رہن کے ہلاک ہونے کے بعد راہن اور مرتہن کا اس کی قیمت میں اختلاف ہو گیا تو مرتہن کی بات معتبر ہو گی اور گواہ راہن کے معتبر ہیں۔

مسئلہ 213: اگر مرتہن نے کہا کہ میں نے اپنا مال وصول کر لیا ہے اور آپ کی رہن کی ہوئی چیز آپ کو واپس کی ہے جبکہ راہن نے کہا کہ آپ نے مجھے واپس نہیں کی ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے تو اس صورت میں راہن کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 213: قال الْمُرْتهِنُ أَخَذْت الْمَالَ وَرَدَدْت الرَّهنَ وَأَنْكَرَ الرَّاهِنُ الرَّدَّ فَالْبَيِّنَةُ لِلرَّاهِنِ[2]۔

ترجمہ: مرتہن نے کہا کہ میں نے اپنا مال وصول کر لیا ہے اور آپ کی رہن کی ہوئی چیز آپ کو واپس کی ہے جبکہ راہن نے کہا کہ آپ نے مجھے واپس نہیں کیا ہے۔ تو اس صورت میں راہن کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 214: ایک آدمی نے زید کے پاس کوئی چیز رہن رکھی تھی۔ اس نے زید کو کہا کہ میں نے آپ کو یہ چیز رہن میں دی تھی۔ آپ نے قبضہ بھی کیا تھا۔ حال یہ ہے کہ وہ چیز زید کے قبضے میں ہے لیکن زید منکر ہے یا کہہ رہا ہے کہ آپ نے کوئی اور چیز رہن رکھی ہے۔ تو اس صورت میں زید کی بات معتبر ہے اور گواہ بھی زید کے معتبر ہیں۔ راہن کے گواہ قبول نہیں ہیں۔ ہاں اگر وہ رہن کی ہوئی چیز ہلاک ہو جائے اور اس چیز کی قیمت اتنی ہو جتنا راہن نے دعویٰ کیا ہے تو اس صورت میں راہن کے گواہ قبول ہیں۔

مسئلہ 214: قال الرَّاهِنُ رَهنتُك هذه الْعَينِ وَقَبَضْتها مِنِي وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ وَالْعَينِ قَائِمَةٌ فِي يَدِ الْمُرْتهِنِ وهو يُنْكِرُ أو قال بَلْ رَهنْتنِي عَيْنًا أُخْرَى فَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ تُقْبَلُ بَيِّنَةُ الْمُرْتهنِ وَالْقَوْلُ له ولا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ الرَّاهِنِ وإذا كانت الْعَينِ هالِكَةً فَالْبَيِّنَةُ لِلرَّاهِنِ إذَا كان قيمته ما يَدَّعِيهِ الرَّاهِنُ[3]۔

ترجمہ: راہن نے کہا کہ میں نے آپ کو یہ چیز رہن میں دی تھی۔ آپ نے قبضہ بھی کیا تھا اور گواہ پیش کئے حال یہ ہے کہ وہ چیز مرتہن کے قبضے میں ہے لیکن مرتہن منکر ہے یا کہہ رہا ہے کہ آپ نے کوئی اور چیز رہن میں دی تھی۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کئے تو اس صورت میں مرتہن کی بات معتبر ہے اور گواہ بھی اس کے معتبر ہیں۔ راہن کے گواہ قبول نہیں

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص134۔

[2] ابن نجیم، البحر الرائق۔ ج8 ص269۔

[3] ابن نجیم، البحر الرائق۔ ج8 ص273۔

ہیں۔ہاں اگر وہ رہن کی ہوئی چیز ہلاک ہو جائے اور اس چیز کی قیمت اتنی ہو جتنا راہن نے دعویٰ کیا ہے تو اس صورت میں راہن کے گواہ قبول ہیں۔

مسئلہ 215: دو بندوں نے ایک چیز کے رہن کا اور اس پر قبضہ کرنے کا دعویٰ کیا [یعنی ہر ایک نے کہا کہ فلاں چیز میں نے فلاں سے بطور رہن لی ہے اور اس پر قبضہ بھی کیا ہے]۔دونوں نے گواہ بھی پیش کئے۔

پس یہ چیز اگر راہن کے قبضے میں ہو تو ان دونوں میں سے کسی ایک کیلئے بھی حکم نہیں کیا جائیگا۔اور یہ قیاس کا تقاضہ ہے۔ اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم ہو تو مقدم تاریخ والا معتبر ہے۔اور اگر یہ چیز ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو قابض معتبر ہے۔لیکن اگر دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ میری تاریخ رہن دوسرے سے مقدم ہے تو مقدم تاریخ والا معتبر ہے۔

مسئلہ 215: برهن كل منهما أنه ارتهنه وقبضه فلو كان الرهن بيد الراهن لم يحكم به لواحد منهما قياساً فلو برهن أحدهما أنه أول أو أرخا فهو لأولهما وقتاً ولو كان بيد أحدهما فهو أولى إلا أن يبرهن الآخر أنه أول[1].

ترجمہ: دو بندوں میں سے ہر ایک نے ایک چیز کے رہن کا اور اس کے قبضہ کرنے پر گواہ پیش کئے پس یہ چیز اگر راہن کے قبضے میں ہو تو ان دونوں میں سے کسی ایک کیلئے بھی حکم نہیں کیا جائیگا۔اور یہ قیاس کا تقاضہ ہے۔اگر دونوں میں سے کسی ایک نے گواہ پیش کئے کہ وہ مقدم ہے یا دونوں نے تاریخ ذکر کی تو جو مقدم ہوگا وہ معتبر ہے اور اگر یہ چیز ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو قابض معتبر ہے۔لیکن اگر دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ میری تاریخ رہن دوسرے سے مقدم ہے تو مقدم تاریخ والا معتبر ہے۔

مسئلہ 216: اگر راہن اور مرتہن کا اختلاف ہوا۔راہن نے کہا کہ مرہونہ چیز آپ کے پاس ہلاک ہوئی ہے جبکہ مرتہن نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ آپ کے پاس ہلاک ہوئی ہے بعد اس کے کہ میں نے آپ سے رہن کے طور پر قبض کی تھی۔تو اس صورت میں راہن کی بات معتبر ہے اور گواہ بھی راہن کے معتبر ہیں۔اور اگر مرتہن نے کہا کہ وہ چیز آپ کے پاس ہلاک ہو گئی ہے اس حال میں کہ میں نے آپ سے ابھی تک بطور رہن قبض نہیں کی تھی۔تو اس صورت میں مرتہن کی بات معتبر ہے۔اور اگر گواہ پیش ہوئے تو راہن کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ216:اذا اختلف الراهن و المرتهن فقال الراهن هلك في يدك و قال المرتهن هلك في يدك بعد ما قبضت بحكم الرهن فالقول قول الراهن والبينة بينته ايضا و لو قال المرتهن هلك في يدك قبل ان قبضته منك بحكم الرهن فالقول للمرتهن و البينة بينة الراهن[2]۔

ترجمہ: اگر راہن اور مرتہن کا اختلاف ہوا۔راہن نے کہا کہ مرہونہ چیز آپ کے پاس ہلاک ہوئی ہے جبکہ مرتہن نے کہا کہ وہ آپ کے پاس ہلاک ہوئی ہے بعد اس کے کہ میں نے آپ سے رہن کے طور پر قبض کی تھی۔تو اس صورت میں راہن

---

[1] ابن قاضی سماونہ، جامع الفصولین۔ج1ص115۔

[2] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ص134-135۔

کی بات معتبر ہے اور گواہ بھی راہن کے معتبر ہیں۔اور اگر مرتہن نے کہاکہ وہ چیز آپ کے پاس ہلاک ہو گئی ہے اس حال میں کہ میں نے آپ سے ابھی تک بطور رہن قبض نہیں کی تھی۔تو اس صورت میں مرتہن کی بات معتبر ہے اور گواہ راہن کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 217 :زید نے بکر سے کوئی چیز بطور رہن لی تھی۔اب زید کہتا ہے کہ یہ چیز بکر کے پاس اس حال میں ضائع ہو گئی ہے کہ میں نے ابھی تک اس پر قبضہ نہیں کیا تھا[جبکہ بکر کہہ رہا ہے کہ قبضہ کرنے کے بعد زید سے ہلاک ہوئی ہے]۔تو اس صورت میں زید کی بات معتبر ہے اور اگر گواہ پیش ہوئے تو بکر کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 217 :ولو قال المرتهن هلك الرهن عند الراهن قبل أن أقبضه كان القول قوله والبينة بينة الراهن[1].

ترجمہ :اگر مرتہن نے کہاکہ رہن راہن کے پاس اس حال میں ہلاک ہوئی ہے کہ میں نے ابھی تک اس پر قبضہ نہیں کیا ہوا تھاتو اس صورت میں مرتہن کی بات معتبر ہو گی اور گواہ راہن کے معتبر ہو نگے۔

مسئلہ 218 :زید نے بکر کو کہاکہ آپ نے یہ دونوں کپڑے میرے پاس رہن رکھے ہیں اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے جبکہ بکر نے کہاکہ میں نے ان دونوں میں سے صرف ایک رہن رکھا ہے دوسرا کپڑا آپ مجھے دینگے۔تو اس صورت میں بکر کی بات معتبر ہے اور گواہ زید کے معتبر ہیں۔

مسئلہ 218 :ولو قال المرتهن رهنتني هذين الثوبين وقبضتهما وقال الراهن رهنت أحدهما كان القول قول الراهن والبينة بينة المرتهن[2].

ترجمہ :اگر مرتہن نے کہاکہ آپ نے یہ دونوں کپڑے میرے پاس رہن رکھے ہیں اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے جبکہ راہن نے کہاکہ میں نے صرف ایک کپڑا رہن رکھا ہے تو اس صورت میں بات راہن کی اور گواہ مرتہن کے معتبر ہو نگے۔

مسئلہ 219 :زید نے بکر کے پاس ایک غلام ہزار روپے کے بدلے رہن رکھا تھا۔اس کے بعد بکر کے پاس یہ غلام ایک آنکھ سے اندھا ہو گیا۔اب زید نے کہاکہ جس دن یہ غلام میں آپ کے پاس رہن میں دے رہا تھا اس دن اس کی قیمت ہزار روپے تھی۔اب اندھا ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت پانچ سو روپے رہ گئی ہے یعنی آدھا قرضہ ادا ہو گیا جبکہ بکر نے کہاکہ جس دن یہ غلام آپ میرے حوالے کر رہے تھے اس دن اس کی قیمت پانچ سو روپے تھی اب اندھا ہونے کی وجہ سے ڈھائی سو روپے قیمت کم ہو گئی۔یعنی قرضے کا چوتھائی ادا ہو گیا۔

تو اس صورت میں زید کی بات مع الیمین معتبر ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ بکر نے ہزار روپے کے بدلے ہزار روپے کا غلام یا اس سے زیادہ قیمت والا غلام رہن میں لیا ہو گا۔اور اگر گواہ پیش ہوئے تو گواہ بھی زید کے معتبر ہیں۔

مسئلہ 219 :ولو رهن عبدا فاعورّ فقال الراهن كانت قيمته يوم العقد ألفا ذهب بالإعورار خمسمائة نصف الدين وقال المرتهن كانت قيمته يوم الرهن خمسمائة وذهب بالإعورار ربع الدين كان القول قول الراهن مع

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج4ص488۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج4ص488۔

يمينه لأن الظاهر أنه لا يرهن بالألف إلا ما يساوي ألفا أو أكثر والبينة أيضا بينته[1].

ترجمہ: اگر کسی نے ایک غلام رہن رکھا۔اس کے بعد غلام ایک آنکھ سے اندھا ہو گیا۔اب راہن نے کہا کہ عقد کے دن اس کی قیمت ہزار روپے تھی۔اب اندھا ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت پانچ سو روپے رہ گئی ہے یعنی آدھا قرضہ ادا ہو گیا جبکہ مرتہن نے کہا کہ رہن کے دن اس کی قیمت پانچ سو روپے تھی اب اندھا ہونے کی وجہ سے قرضے کا چوتھائی ادا ہو گیا۔تو اس صورت میں راہن کی بات مع الیمین معتبر ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مرتہن نے ہزار روپے کے بدلے ہزار روپے کا غلام یا اس سے زیادہ قیمت والا غلام رہن میں لیا ہو گا۔اور گواہ بھی راہن کے معتبر ہیں۔

مسئلہ 220: اگر زید نے گواہ پیش کئے کہ اے بکر جس دن میں آپ کو یہ غلام رہن میں دے رہا تھا اس وقت یہ بالکل صحت مند اور عیب سے پاک تھا۔اس کی قیمت دس درہم تھی جبکہ بکر نے گواہ پیش کئے کہ جس دن یہ غلام میرے پاس رہن رکھ رہے تھے اس وقت یہ عیب دار تھا اور اس کی قیمت پانچ درہم تھی۔تو اس صورت میں زید کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 220:لو اقام الراهن بينة اني رهنت الرهن عندك سليما قيمته عشرة و اقام المرتهن بينة انك رهنت عندي معيبا قيمته خمسة فبينة الراهن اولي[2]۔

ترجمہ: اگر راہن نے گواہ پیش کئے کہ میں نے یہ غلام ہر عیب سے پاک آپ کے پاس رہن رکھا تھا۔اس کی قیمت دس درہم تھی جبکہ مرتہن نے گواہ پیش کئے کہ آپ نے یہ غلام میرے پاس رہن رکھا تھا اس حال میں کہ یہ عیب دار تھا اور اس کی قیمت پانچ سو درہم تھی۔تو اس صورت میں راہن کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 221: دو بندوں نے تیسرے آدمی کے قبضے میں ایک چیز کا دعویٰ کیا۔ایک مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے جبکہ دوسرے مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے زید سے بطور رہن لی ہے۔دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی یا دونوں نے ایک ہی تاریخ ذکر کی۔تو اس صورت میں بیع کے گواہ معتبر ہیں۔اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو تاریخ والا معتبر ہے۔اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو مقدم تاریخ والا معتبر ہے۔اور اگر یہ چیز دونوں مدعی میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو قابض معتبر ہے۔لیکن اگر تاریخ دوسرے کی مقدم ہو تو پھر مدعی غیر قابض معتبر ہے۔

مسئلہ 221: ادعيا عيناً بيد آخر فبرهن أحدهما أنه شراه من زيد وبرهن الآخر أنه ارتهنه من زيد ولم يؤرخا او ارخا سواء فالشراء أولى، ولو أرخ أحدهما لا الآخر فالمؤرخ أولى ولو أرخا وأحدهما أقدم فهو أولى ولو كان العين في يد أحدهما فهو أولى إلا إذا سبق تاريخ الخارج فهو للخارج[3]۔

ترجمہ: دو بندوں نے تیسرے آدمی کے قبضے میں ایک چیز کا دعویٰ کیا۔ایک مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے زید

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج4ص488۔

[2] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ص316۔

[3] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج1ص113۔

سے خریدی ہے جبکہ دوسرے مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے زید سے بطور رہن لی ہے۔دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی یا دونوں نے ایک ہی تاریخ ذکر کی۔تو اس صورت میں بیع اولیٰ ہیں۔اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو تاریخ والا معتبر ہے۔اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو مقدم تاریخ والا معتبر ہے۔اور اگر یہ چیز دونوں مدعی میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو قابض معتبر ہے لیکن اگر تاریخ دوسرے کی مقدم ہو تو پھر مدعی غیر قابض معتبر ہے۔

مسئلہ222:اگر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے زید کو ہزار درہم کے عوض ربیع الاول میں فروخت کیا ہے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے اس سے جمادی الاولیٰ میں پانچ سو درہم کے عوض بطور رہن لیا ہے تو شیخینؒ کے نزدیک بیع کے گواہ معتبر ہیں جبکہ امام محمدؒ صاحب کے ہاں رہن کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ222:اذا اقام البينة ذو اليد علي بيع داره من فلان بالف في ربيع و اقام فلان البينة انه ارتهنها منه بخمس مائة في جمادي فبينة البيع اولي عندهما و قال محمد رحمه الله بينة الرهن اولي1۔

ترجمہ:اگر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے فلاں کو ہزار درہم کے عوض ربیع الاول میں فروخت کیا ہے جبکہ فلاں نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے اس سے جمادی الاولیٰ میں پانچ سو درہم کے عوض بطور رہن لیا ہے تو شیخینؒ کے نزدیک بیع کے گواہ معتبر ہیں جبکہ امام محمدؒ صاحب کے ہاں رہن کے گواہ معتبر ہیں۔

---

[1] ابن ساعاتی، مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب۔مجمع البحرین وملتقی النیرین۔بیروت:دار الکتب العلمیۃ،الطبعۃ:الأولی،2005م۔ص775۔

مزارعت کے مسائل

مسئلہ 223: ایک آدمی نے دوسرے کو زمین اور تخم مزارعت کے جائز طریقے پر دی۔عامل نے کھیتی کاشت کی۔ فصل اُگ گئی۔عامل نے زمین کے مالک کو کہا کہ آپ نے میرے لئے زمین کے پیداوار کا نصف حصہ مقرر کیا تھا جبکہ مالک نے کہا کہ آپ کیلئے ثلث مقرر ہوا تھا۔تو اس صورت میں مالک کی بات مع الیمین معتبر ہوگی کیونکہ وہ اُجرت میں زیادتی سے منکر ہے [والیمین علی من انکر]۔

ہمارے آئمہ صاحبان فرماتے ہیں کہ وہ دونوں قسمیں نہیں کھائینگے کیونکہ مدعی اور مدعاعلیہ سے جب قسم لی جاتی ہے تو اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جو معاملہ انہوں نے کیا ہے اس کو فسخ کیا جائے لیکن ادھر کا معاملہ مکمل ہوا ہے، کھیتی کاشت ہوئی ہے، فصل اُگ گئی ہے۔تو اب مزارعت کے معالے کو ختم کرنا ناممکن ہے۔

اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو وہ قبول ہیں۔اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو عامل کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ وہ اجرت میں زیادتی کو ثابت کرتے ہیں۔

اور اگر ان دونوں کا یہ اختلاف کھیتی کاشت کرنے سے پہلے تھا تو دونوں قسمیں کھائینگے اس کے بعد ان کے درمیان معالے کو فسخ کیا جائیگا۔اور اگر کسی ایک نے گواہ پیش کئے تو وہ قبول ہیں۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عامل کے گواہ معتبر ہیں۔اگر تخم عامل کا ہو اور فصل اُگے پھر ان دونوں کا اس طریقے پر اختلاف ہوا تو عامل کی بات مع الیمین معتبر ہے اور دونوں قسمیں نہیں کھائینگے۔جس نے گواہ پیش کئے تو وہ قبول ہیں۔

اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو اس صورت میں اس کے گواہ معتبر ہونگے جس کا تخم نہ ہو [یعنی زمین کے مالک کے گواہ معتبر ہیں]۔اگر ان کا یہ اختلاف کاشت سے پہلے ہو تو دونوں قسمیں کھائینگے اور معالے کو فسخ کردینگے۔

مسئلہ 223: رجل دفع أرضاً وبذراً مزارعة جائزة فزرعها العامل وأخرجت زرعاً فقال المزارع شرطت لی نصف الخارج وقال رب الأرض شرطت لك الثلث كان القول لصاحب الأرض مع يمينه لأنه ينكر زيادة الأجر ولا يتحالفان عندنا لأن فائدة التحالف الفسخ وبعد استيفاء المنفعة لا يمكن الفسخ وأيها أقام البينة قبلت وإن أقاما البينة يقضى ببينة المزارع لأنها تثبت الزيادة وإن اختلفا قبل الزرع تحالفا وترادا المزارعة وأيها أقام البينة قبلت وإن أقاما البينة يقضى ببينة المزارع- وإن كان البذر من قبل العامل وقد أخرجت الأرض زرعاً فاختلفا على هذا الوجه كان القول قول العامل مع يمينه ولا يتحالفان وأيها أقام البينة قبلت وإن أقاما البينة يقضى ببينة من لا بذر منه وإن اختلفا قبل الزرع تحالفا وترادا[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے کو زمین اور تخم مزارعت کے جائز طریقے پر دی۔عامل نے کھیتی کاشت کی۔ فصل اُگ گئی۔عامل نے زمین کے مالک کو کہا کہ آپ نے میرے لئے زمین کے پیداوار کا نصف حصہ مقرر کیا تھا جبکہ مالک نے کہا کہ آپ کیلئے ثلث مقرر ہوا تھا۔تو اس صورت میں مالک کی بات مع الیمین معتبر ہوگی کیونکہ وہ اُجرت میں زیادتی سے

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج4ص232۔

منکر ہے۔ ہمارے آئمہ صاحبان فرماتے ہیں کہ وہ دونوں قسمیں نہیں کھائینگے کیونکہ قسم کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جو معاملہ انہوں نے کیا ہے اس کو فسخ کیا جائے لیکن منفعت کے مکمل ہونے کے بعد معاملے کو ختم کرنا ناممکن ہے۔

اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے گواہ پیش کئے تو وہ قبول ہیں۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عامل کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ وہ اجرت میں زیادتی کو ثابت کرتے ہیں۔

اور اگر ان دونوں کا یہ اختلاف کھیتی کاشت کرنے سے پہلے تھا تو دونوں قسمیں کھائینگے اس کے بعد ان کے درمیان معاملے کو فسخ کیا جائیگا۔ اور اگر کسی ایک نے گواہ پیش کئے تو وہ قبول ہیں۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عامل کے گواہ معتبر ہیں۔ اگر تخم عامل کا ہو اور فصل اُگے پھر ان دونوں کا اس طریقے پر اختلاف ہوا تو عامل کی بات مع الیمین معتبر ہے اور دونوں قسمیں نہیں کھائینگے۔ جس نے گواہ پیش کئے تو وہ قبول ہیں۔

اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو اس صورت میں اس کے گواہ معتبر ہونگے جس کا تخم نہ ہو اگر ان کا یہ اختلاف کاشت سے پہلے ہو تو دونوں قسمیں کھائینگے اور معاملے کو فسخ کردینگے۔

مسئلہ 224: ایک آدمی نے اپنے زمین دوسرے کو مزارعت پر دی۔ اس نے عامل کو کہا کہ آپ یہ زمین اپنے بیل اور اپنے تخم سے کاشت کردیں پیداوار دونوں کا نصف نصف ہوگا۔ جب فصل اُگی تو تخم والے نے کہا کہ میں نے آپ کیلئے اس کے بیس پیمانے مقرر کئے تھے جبکہ دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ اپ نے نصف پیداوار مقرر کیا تھا۔ تو اس صورت میں تخم والے کی بات معتبر ہے اور اگر گواہ پیش ہوئے تو گواہ دوسرے کے معتبر ہیں۔

اگر کاشت کے بعد کچھ پیداوار نہ نکلا اور تخم والے نے کہا کہ میں نے آپ کیلئے پیداوار کا نصف مقرر کیا تھا جبکہ زمین کے مالک نے کہا کہ آپ نے میرے لئے بیس پیمانے مقرر کئے تھے لہٰذا اب مجھے زمین کی اجرت دیدو۔

تو اس صورت میں عامل کی بات معتبر ہے کیونکہ زمین والا اس پر اجرت کا دعویٰ کررہا ہے اور وہ منکر ہے۔ اور اگر گواہ پیش ہوئے تو گواہ بھی عامل کے معتبر ہیں۔

مسئلہ 224: رجل دفع إلى رجل أرضاً ليزرعها المزارع ببذره وبقره على أن الخارج بينهما فلما حصل الخارج قال صاحب البذر شرطت لك عشرين قفيزاً من الخارج وقال الآخر شرطت لي نصف الخارج كان القول قول صاحب البذر والبينة بينة الآخر۔ وإن لم تخرج الأرض شيئاً بعد الزرع فقال صاحب البذر شرطت لك نصف الخارج وقال صاحب الأرض شرطت لي عشرين قفيزاً ولي عليك أجر الأرض كان القول قول المزارع لأن رب الأرض يدعي عليه أجر الأرض وهو ينكر فإن أقاما البينة كانت البينة بينة المزارع أيضاً[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے اپنے زمین دوسرے کو مزارعت پر دی کہ وہ یہ زمین اپنے بیل اور اپنے تخم سے کاشت کریں پیداوار دونوں کا نصف نصف ہوگا۔ جب فصل اُگی تو تخم والے نے کہا کہ میں نے آپ کیلئے بیس پیمانے مقرر کئے تھے جبکہ دوسرے نے کہا کہ اپ نے میرے لئے نصف پیداوار مقرر کیا تھا۔ تو اس صورت میں تخم والے کی بات معتبر ہے اور گواہ دوسرے

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 4 ص 232۔

کے معتبر ہیں۔اگر کاشت کے بعد کچھ پیداوار نہ نکلااور تخم والے نے کہاکہ میں نے آپ کیلئے پیداوار کا نصف مقرر کیا تھاجبکہ زمین کے مالک نے کہاکہ آپ نے میرے لئے بیس پیمانے مقرر کئے تھے لہٰذااب مجھے زمین کی اجرت دیدو۔تواس صورت میں عامل کی بات معتبر ہے کیونکہ زمین والااس پر اجرت کادعویٰ کررہاہےاور وہ منکر ہے۔اور اگر گواہ پیش ہوئے تو گواہ بھی عامل کے معتبر ہیں۔

مسئلہ 225:اگر دونوں کامزارعت کے جواز وعدم جواز میں اختلاف ہوااایک نے دعویٰ کیاکہ میں نے آپ کیلئے پیداوار کا تہائی مثلاً مقرر کیا تھا[لہٰذا یہ معاملہ جائز ہے]جبکہ دوسرے نے کہاکہ نہیں آپ نے میرے لئے بیس پیمانے مقرر کئے تھے[لہٰذا یہ معاملہ فاسد ہے]اور مجھے اجرت دیدو۔تواگر یہ اختلاف کاشت کرنے سے پہلے ہو توجوبندہ فاسد ہونے کی دعویٰ کررہاہےاس کی بات معتبر ہے۔اگر یہ اختلاف کاشت کرنے کے بعد ہو تو تخم والے کی بات معتبر ہے خواہ اس کادعویٰ جواز کا ہو یافساد کا۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے توجوجائز ہونے کادعویٰ کررہاہےاس کے گواہ دونوں خالتوں میں [کاشت سے پہلے ہو یابعد میں]معتبر ہیں۔

مسئلہ225:لو اختلفا في جواز المزارعة و فسادها بان ادعي احدهما النفقة و ادعي الآخر اقفزة معلومة فالقول قبل المزارعة لمدعي الفساد و بعدها القول لصاحب البذر[1]۔

ترجمہ:اگر دونوں کامزارعت کے جواز وعدم جواز میں اختلاف ہوااایک نے دعویٰ کیاکہ میں نے آپ کیلئے پیداوار کا تہائی مثلاً مقرر کیا تھاجبکہ دوسرے نے معلوم پیمانے کادعویٰ کیاتواگر یہ اختلاف کاشت کرنے سے پہلے ہو توجوبندہ فاسد ہونے کی دعویٰ کررہاہےاس کی بات معتبر ہے۔اگر یہ اختلاف کاشت کرنے کے بعد ہو تو تخم والے کی بات معتبر ہے۔

مسئلہ 226:اگر تخم زمین والے کا ہو اور اس نے عامل کو کہاکہ میں نے آپ کیلئے پیداوار کانصف اور بیس پیمانے اضافی مقرر کئے تھے جبکہ مزارع نے کہاکہ نہیں بلکہ آپ نے صرف پیداوار کا نصف مقرر کیا تھا۔تواس صورت میں مزارع کی بات معتبر ہے۔اور اگر گواہ پیش ہوئے توزمین کے مالک کے گواہ معتبر ہیں.برابر ہے کہ دونوں کااختلاف کاشت سے پہلے ہو یابعد میں۔

مسئلہ226:لو كان البذر من رب الارض فقال شرطت لك النصف و زيادة عشرة اقفزة و قال العامل النصف فالقول للعامل و البينة لرب الارض سواء اختلفا قبل الزراعة او بعدها[2]۔

ترجمہ:اگر تخم زمین والے کاہو اور اس نے عامل کو کہاکہ میں نے آپ کیلئے پیداوار کانصف اور بیس پیمانے اضافی مقرر کئے تھے جبکہ مزارع نے کہاکہ پیداوار کانصف مقرر کیا تھا۔تواس صورت میں مزارع کی بات معتبر ہے۔اور گواہ زمین کے مالک کے معتبر ہیں.برابر ہے کہ دونوں کااختلاف کاشت سے پہلے ہو یابعد میں۔

---

[1] غانم بغدادی۔،ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص138۔

[2] محولہ بالا۔

مسئلہ 227: اگر کسی نے ایسی زمین کا دعویٰ کیا کہ جس پر فصل کھڑی ہو کہ یہ میری ہے اور گواہ پیش کئے۔ تو قاضی نے اس کیلئے فیصلہ کیا کہ یہ زمین اور فصل دونوں آپ کی ہے۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ یہ فصل میری ہے اور گواہ پیش کئے کہ یہ فصل میں نے اپنی تخم سے کاشت کی ہے تو یہ گواہ قبول ہیں۔ اور اگر کسی نے ایسی زمین کا دعویٰ کیا کہ جس پر درختیں کھڑی تھی کہ یہ میری ہے اور گواہ پیش کئے تو قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ درختیں میں نے کھڑی کی ہے۔ حال یہ ہو کہ مدعی کے گواہوں نے صرف زمین کی گواہی دی ہو تو اس صورت میں مدعا علیہ کا یہ دعویٰ سنا جائیگا۔
اور اگر مدعی کے گواہوں نے زمین اور درختوں کی گواہی دی ہو تو قاضی مدعا علیہ کے دعوے کو نہیں سنے گا۔

مسئلہ 227: لو اقام البينة علي ارض فيها زرع فقضي القاضي بالارض و الزرع ثم ادعي المدعي عليه ان الزرع له و اقام البينة انه زرعه ببذره قبلت۔ لو ادعي ارضا فيها اشجار و اقام البينة فقضي له ثم ان المدعي عليه ادعي انه غرس الاشجار وقد كانو ا شهدو بالارض لا غير تسمع دعواه و لو شهدوا بالارض و الغرس ايضا لا[1]۔

ترجمہ: اگر کسی نے ایسی زمین پر گواہ پیش کئے کہ جس پر فصل کھڑی تھی کہ یہ میری ہے تو قاضی نے اس کیلئے فیصلہ کیا کہ یہ زمین اور فصل دونوں آپ کی ہے۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ یہ فصل میری ہے اور گواہ پیش کئے کہ یہ فصل میں نے اپنی تخم سے کاشت کی ہے تو یہ گواہ قبول ہیں۔
اگر کسی نے ایسی زمین کا دعویٰ کیا کہ جس پر درختیں کھڑی تھی کہ یہ میری ہے اور گواہ پیش کئے تو قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ درختیں میں نے کھڑی کی ہے۔ حال یہ ہو کہ مدعی کے گواہوں نے صرف زمین کی گواہی دی ہو تو اس صورت میں مدعا علیہ کا یہ دعویٰ سنا جائیگا۔
اور اگر مدعی کے گواہوں نے زمین اور درختوں کی گواہی دی ہو تو قاضی مدعا علیہ کے دعوے کو نہیں سنے گا۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص138-139۔

باب پنجم

مضاربت، شرکت، تقسیم، گھریلو اشیاء پر دعویٰ اور نسب کے مسائل

مضاربت [1] کے مسائل

مسئلہ 228: ایک آدمی نے دوسرے کو کچھ رقم دی تھی۔اب جس نے رقم دی ہے کہتا ہے کہ وہ رقم میں نے آپ کو بطور قرض دیے تھے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ آپ نے بطور مضاربت دیے تھے [یعنی آپ نے کہا تھا کہ اس سے تجارت کرو اور منافع ہمارے درمیان نصف نصف ہوگا مثلاً]

تو اس صورت میں اس دوسرے آدمی کی بات معتبر ہے کیونکہ رقم والا اس پر ضامن ہونے کا دعویٰ کررہا ہے اور یہ دونوں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ رقم اس کے مالک کے رضا اور اجازت کے ساتھ لئے گئے ہیں [تو گویا رقم والا کہتا ہے کہ یہ رقم قرض ہے اگر ہلاک ہوئے تو آپ ضامن ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ یہ قرض نہیں ہے اس لئے میں ضامن نہیں ہو]۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو رقم والے کے گواہ معتبر ہیں۔

وجیز میں مذکور ہے کہ اگر رقم والے نے کہا کہ وہ رقم میں نے آپ کو بطور قرض دیے تھے جبکہ دوسرے نے کہا کہ وہ آپ نے بطور مضاربت دیے تھے حال یہ ہو کہ اس نے ان رقوم سے تجارت شروع کی ہو تو اس صورت میں رقم والے کی بات معتبر ہے۔گواہ بھی اسی کے معتبر ہیں۔اور رقم لینے والا ضامن ہے [کیونکہ وہ پہلے قرض تھے]۔

اور اگر رقم لینے والے نے ابھی تک اس میں کچھ تصرف نہیں کیا ہو تو پھر اس کی بات معتبر ہے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

مسئلہ 228: ولو قال رب المال أقرضتك وقال المدفوع إليه لا بل مضاربة كان القول للمضارب لأن رب المال يدعي عليه الضمان بعد ما اتفقا أنه أخذ المال بإذنه والبينة لرب المال[2]۔

لَوْ قَالَ رَبُّ الْمَالِ: هوَ قَرْضٌ، وَالْقَابِضُ: مُضَارَبَةٌ، فَإِنْ بَعْدَ مَا تَصَرَّفَ فَالْقَوْلُ لِرَبِّ الْمَالِ وَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَتُهُ أَيْضًا، وَالْمُضَارِبُ ضَامِنٌ، وَإِنْ قَبْلَهُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ، وَلا ضمانَ عَلَيْهِ أَيْ الْقَابِضِ[3]۔

---

[1] کسی کو رقم دینا اور یہ کہنا کہ آپ ان سے کاروبار کریں جو منافع ہو جائے گا وہ ہمارے درمیان مشترک ہوگا۔اس کو مضاربت کہتے ہے۔اس کے لئے کچھ شرائط ہیں اگر شرائط موجود نہ ہو تو یہ معاملہ صحیح نہیں ہے۔ا: جتنی رقم دینی ہے وہ متعین کرکے مضارب کے حوالے کریں اگر حوالے نہیں کی تو یہ معاملہ فاسد ہے۔۲: منافع کی شرح متعین کریں کہ مضارب کو اتنا ملے گا اور رب المال کو اتنا۔اگر منافع کی شرح متعین نہیں کی تو یہ معاملہ فاسد ہے۔۳: منافع میں سے حصہ متعین نہیں کرینگے مثلاً کہ ایک کو منافع میں سے دس روپے متعین ملیں گے بلکہ منافع کو فی صد کے ساتھ تقسیم کریں۔اسی کے ساتھ اگر یہ بات کی کہ اگر تجارت میں نفع نہیں ہوا تو رب المال اصلی راس المال سے رقم دیگا۔اس کی وجہ سے بھی معاملہ فاسد ہو جائیگا۔اسی طرح اگر یہ کہا کہ اگر تجارت میں نقصان ہوا تو یہ مضارب کے اوپر ہوگا اس کی وجہ سے بھی معاملہ فاسد ہو جائیگا۔

مضاربت کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ معاملہ صحیح شرائط کے ہوا تو جو نفع ہوگا اس کو اسی ترتیب کے ساتھ تقسیم کریں جو ان کے درمیان طے ہوا تھا۔اگر نقصان ہوا تو مضارب کو کچھ بھی نہیں ملے گا اور اس کے اوپر کوئی تاوان بھی نہیں ہوگا۔اگر معاملہ کسی شرط کی وجہ سے فاسد ہو جائے تو پھر مضارب کو نفع نہیں ملے گا بلکہ مناسب مزدوری ملے گی۔لیکن اگر مزدوری اس کے مقرر شدہ نفع سے زیادہ آرہا تھا تو پھر وہی نفع دیدیں نہ کہ مزدوری۔ابراہیم بونیری۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 4 ص 219۔

[3] ابن عابدین، الدر المختار۔ج 5 ص 660۔

ترجمہ: اگر رب المال نے کہا کہ وہ رقم میں نے آپ کو بطور قرض دیے تھے جبکہ مدفوع الیہ نے کہا کہ آپ نے بطور مضاربت دیے تھے تو اس صورت میں مضارب کی بات معتبر ہے کیونکہ رب المال اس پر ضامن ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے بعد اس کے کہ وہ دونوں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ رقم رب المال کے رضا اور اجازت کے ساتھ لئے گئے ہیں اور گواہ رب المال کے معتبر ہیں۔

اگر رب المال نے کہا کہ وہ رقم میں نے آپ کو بطور قرض دیے تھے جبکہ قابض نے کہا کہ وہ آپ نے بطور مضاربت دیے تھے اگر یہ اختلاف مضارب کے تصرف کرنے کے بعد ہو تو اس صورت میں رب المال کی بات معتبر ہے۔ گواہ بھی اسی کے معتبر ہیں اور مضارب ضامن ہوگا۔ اور اگر مضارب نے ابھی تک اس میں کچھ تصرف نہیں کیا ہو تو پھر اس کی بات معتبر ہے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

مسئلہ 229: اگر رب المال اور مضارب کا اس منافع کے مقدار میں اختلاف ہوا جو مضارب کیلئے مقرر کیا گیا تھا [مثلاً رب المال نے کہا کہ میں نے آپ کیلئے منافع کا تہائی حصہ مقرر کیا تھا جبکہ مضارب نے کہا کہ آپ نے میرے لئے نصف حصہ مقرر کیا تھا] تو اس صورت میں رب المال کی بات مع الیمین معتبر ہے۔ اور اگر گواہ پیش ہوئے تو مضارب کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 229: لو اختلفا في قدر ما شرطا من الربح للمضارب فالقول لرب المال مع يمينه و البينة للمضارب[1]۔

ترجمہ: اگر رب المال اور مضارب کا اس منافع کے مقدار میں اختلاف ہوا جو مضارب کیلئے مقرر کیا گیا تھا تو اس صورت میں رب المال کی بات مع الیمین معتبر ہے۔ اور گواہ مضارب کے معتبر ہیں۔

مسئلہ 230: اگر رب المال نے مضارب کو کہا کہ میں نے آپ کو خاص غلے کی تجارت کا کہا تھا جبکہ مضارب نے کہا کہ آپ نے مجھے خاص تجارت کا نہیں کہا تھا۔ تو اب حکم یہ ہے کہ یہ اختلاف اگر تصرف کرنے سے پہلے ہو [یعنی مضارب نے اس میں کوئی تصرف نہیں کیا تھا اور دونوں کا اس طرح کا اختلاف ہوا] تو اس صورت میں مضارب کی بات تجارت کے عام ہونے میں معتبر نہیں ہے [بلکہ خاص تجارت کریگا]۔ اور اگر یہ اختلاف تصرف کرنے کے بعد ہو [یعنی مضارب نے اس میں تصرف کیا تھا] تو اس صورت میں مضارب کی بات معتبر ہے۔ اور اگر گواہ پیش ہوئے تو رب المال کے گواہ معتبر ہیں۔ اور اگر ان دونوں کا اتفاق تھا کہ ہم خاص تجارت [مثلاً غلے کا] کرینگے لیکن تجارت کے جنس میں اختلاف ہوا [مثلاً رب المال نے کہا کہ میں نے خاص گندم کے تجارت کا کہا تھا جبکہ مضارب نے کہا کہ آپ نے گندم خاص نہیں کئے تھے] تو رب المال کی بات معتبر ہے اور گواہ مضارب کے معتبر ہیں۔

مسئلہ 230: لو قال رب المال دفعت مضاربة في الطعام خاصة و قال المضارب ما سميت لي تجارة بعينها فان كان قبل التصرف لا يكون قول المضارب في العموم و ان اختلفا بعدالتصرف فالقول للمضارب و البينة لرب المال ان اتفقا علي المضاربة الخاصة و ان اختلفا في جنس التجارة فالقول لرب المال و البينة

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص 140۔

للمضارب[1]۔

ترجمہ: اگر رب المال نے مضارب کو کہا کہ میں نے آپ کو خاص غلے کی تجارت کا کہا تھا جبکہ مضارب نے کہا کہ آپ نے مجھے خاص تجارت کا نہیں کہا تھا۔ تو اب حکم یہ ہے کہ یہ اختلاف اگر تصرف کرنے سے پہلے ہو تو اس صورت میں مضارب کی بات تجارت کے عام ہونے میں معتبر نہیں ہے اور اگر یہ اختلاف تصرف کرنے کے بعد ہوا تو اس صورت میں مضارب کی بات معتبر ہے اور گواہ رب المال کے معتبر ہیں اگر ان دونوں کا اتفاق تھا کہ ہم خاص تجارت کرینگے۔ اگر تجارت کے جنس میں اختلاف ہوا تو رب المال کی بات معتبر ہے اور گواہ مضارب کے معتبر ہیں۔

مسئلہ 231: اگر مضارب نے کہا کہ آپ نے مجھے نقد اور ادھار دونوں طرح سے تجارت کا کہا تھا جبکہ رب المال نے کہا کہ میں نے صرف نقدی سے تجارت کا کہا تھا۔ تو اس صورت میں مضارب کی بات معتبر ہے۔ اور اگر گواہ پیش ہوئے تو جو خاص دعویٰ کر رہا ہے اس کے گواہ معتبر ہیں [یعنی رب المال کے]۔

مسئلہ 231: لَوْ قَالَ الْمُضَارِبُ: أَمَرْتَنِي بِالنَّقْدِ وَالنَّسِيئَةِ، وَقَالَ رَبُّ الْمَالِ: أَمَرْتُكَ بِالنَّقْدِ، فَالْقَوْلُ لِلْمُضَارِبِ والبينة لمدعي التخصيص[2]۔

ترجمہ: اگر مضارب نے کہا کہ آپ نے مجھے نقد اور ادھار دونوں طرح سے تجارت کا کہا تھا جبکہ رب المال نے کہا کہ میں نے صرف نقدی سے تجارت کا کہا تھا۔ تو اس صورت میں مضارب کی بات معتبر ہے۔ اور اگر گواہ پیش ہوئے تو جو خاص دعویٰ کر رہا ہے اس کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 232: اگر رب المال اور مضارب نے منافع تقسیم کیا اس کے بعد مضارب نے کہا کہ آپ نے اپنی اصلی رقم لینے کے بعد منافع تقسیم کیا ہے جبکہ رب المال منکر ہے کہ میں نے اپنی اصلی رقم نہیں لی ہے۔ تو اس صورت میں رب المال کی بات معتبر ہے۔ اور اگر گواہ پیش ہوئے تو مضارب کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 232: ولو اختلف المضارب مع رب المال بعد قسمة الربح فقال المضارب قسمناه بعد قبض رأس المال وأنكر رب المال قبض رأس المال كان القول لرب المال ولو أقاما البينة [3]كانت البينة بينة المضارب[4]۔

ترجمہ: اگر رب المال اور مضارب کا منافع تقسیم کرنے کے بعد اختلاف ہوا مضارب نے کہا کہ آپ نے اپنی اصلی رقم لینے

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص 140۔

[2] نظام الدین البلخی، الفتاوی الہندیۃ۔ ج 4 ص 323۔

[3] اگر گواہ نہیں ہوئے تو دونوں قسم اٹھائیں گے۔ رب المال قسم کھائیگا کہ میں نے اصلی رقم نہیں لی ہے جبکہ مضارب قسم کھائیگا کہ میں یہ رقم ضائع نہیں کی ہے۔ اب مثلاً اگر ان کا منافع ہزار روپے تھا اور راس المال بھی ہزار تھا۔ منافع دونوں نے تقسیم کرکے ہر ایک کے حصے میں پانچ سو آئے تھے۔ اب ہم یہ کہیں گے کہ رب المال کے جو پانچ سو ہے وہ منافع نہیں ہے بلکہ وہ اصلی سرمایہ ہے اور پانچ سو جو مضارب کے پاس ہے وہ بھی اصل سرمایہ شمار کرکے ان سے لے کر رب المال کو دے دیے جائینگے۔ اس کے بعد ہم یہ کہیں گے کہ ہزار روپے نفع ہوا تھا وہ ہلاک ہوگیا۔ مضارب باقی پانچ سو کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ اس نے ضائع نہیں کیئے ہے۔ ابراہیم بونیری۔

[4] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 4 ص 219۔

کے بعد منافع تقسیم کیا ہے جبکہ رب المال منکر ہے کہ میں نے اپنی اصلی رقم نہیں لی ہے۔ تو اس صورت میں رب المال کی بات معتبر ہے۔ اور اگر گواہ پیش ہوئے تو مضارب کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 233: اگر رب المال نے مضارب کو کہا کہ میں نے آپ کیلئے منافع کا تہائی حصہ مقرر کیا تھا لیکن دس کم [لہٰذا یہ معاملہ فاسد ہوا] جبکہ مضارب نے کہا کہ آپ نے میرے لئے پورا تہائی حصہ مقرر کیا تھا[لہٰذا یہ معاملہ صحیح ہے اور آپ مجھے تہائی دینگے]۔ تو اس صورت میں رب المال کی بات معتبر ہے اگر چہ اس میں مضاربت کا فساد آ رہا ہے۔[اس کی بات اس لئے معتبر ہے] کیونکہ وہ اس زیادتی [دس روپے] کا منکر ہے جس کا مضارب دعویٰ کر رہا ہے۔ اور اا گر گواہ پیش ہوئے تو مضارب کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 233: ولو قال رب المال شرطت لك ثلث الربح إلا عشرة وقال المضارب لا بل شرطت لي ثلث الربح كان القول قول رب المال وإن كان فيه فساد العقد لأن ينكر زيادة يدعيها المضارب والبينة بينة المضارب لأنها قامت على إثبات الزيادة[1]۔

ترجمہ: اگر رب المال نے مضارب کو کہا کہ میں نے آپ کیلئے منافع کا تہائی حصہ مقرر کیا تھا لیکن دس کم جبکہ مضارب نے کہا کہ آپ نے میرے لئے پورا تہائی حصہ مقرر کیا تھا تو اس صورت میں رب المال کی بات معتبر ہے اگر چہ اس میں عقد کا فساد آ رہا ہے کیونکہ وہ اس زیادتی کا منکر ہے جس کا مضارب دعویٰ کر رہا ہے۔ اور گواہ مضارب کے معتبر ہیں کیونکہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 234: اگر رب المال نے مضارب کو کہا کہ میں نے آپ کیلئے منافع کا نصف مقرر کیا تھا جبکہ مضارب نے کہا کہ آپ نے میرے لئے سو درہم مقرر کئے تھے یا یہ کہ کچھ بھی مقرر نہیں کیا تھا لیکن مجھے مناسب مزدوری دینگے۔ تو اس صورت میں رب المال کی بات معتبر ہے۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو مضارب کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ وہ مضارب کیلئے رب المال پر زیادتی کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 234: ولو قال رب المال شرطت لك نصف الربح وقال المضارب شرطت لي مائة درهم أو لم تشترط لي شيئا ولي أجر المثل كان القول لرب المال وإن أقاما البينة فالبينة بينة المضارب لأنها قامت على إثبات الدين في ذمة الآخر[2]۔

ترجمہ: اگر رب المال نے مضارب کو کہا کہ میں نے آپ کیلئے منافع کا نصف مقرر کیا تھا جبکہ مضارب نے کہا کہ آپ نے میرے لئے سو درہم مقرر کئے تھے یا یہ کہ کچھ بھی مقرر نہیں کیا تھا لیکن مجھے مناسب مزدوری دینگے۔ تو اس صورت میں رب المال کی بات معتبر ہے۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو مضارب کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ وہ دوسرے کے ذمے دین کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 235: اگر مضارب نے کہا کہ آپ نے یہ رقم مجھے قرض دیے تھے جبکہ رب المال نے کہا کہ بطور مضاربت یا بطور

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 4 ص 219۔

[2] محولہ بالا۔

بضاعت دیے تھے۔تو اس صورت میں رب المال کی بات معتبر ہے۔اور اگر گواہ پیش ہوئے تو مضارب کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 235:لو قال المضارب أقرضتني1 وقال رب المال مضاربة أو بضاعة كان القول لرب المال والبينة للمضارب2۔

ترجمہ: اگر مضارب نے کہا کہ آپ نے یہ رقم مجھے قرض دیے تھے جبکہ رب المال نے کہا کہ بطور مضاربت یا بطور بضاعت [احسان] دیے تھے۔تو اس صورت میں رب المال کی بات معتبر ہے۔اور گواہ مضارب کے معتبر ہیں۔

مسئلہ 236:اگر رب المال اور مضارب کا اختلاف ہوا تو مضارب نے کہا کہ جس وقت ہم نے منافع تقسیم کیا اس وقت میں نے آپ کو آپ کی اصل رقم واپس کی ہے جبکہ رب المال نے انکار کیا کہ نہیں آپ نے مجھے اصل سرمایہ واپس نہیں کیا ہے تو اس صورت میں رب المال کی بات معتبر ہے۔اور اگر رب المال نے گواہ پیش کئے کہ اس مضارب نے اقرار کیا ہے کہ میں نے رب المال کو اصل سرمایہ واپس نہیں کیا ہے جبکہ مضارب نے گواہ پیش کئے کہ رب المال نے اقرار کیا ہے کہ مضارب نے مجھے اصل سرمایہ واپس کیا ہے تو اس مسئلے کی کئی صورتیں ہیں۔

1۔اگر دونوں نے اقرار کی تاریخ ذکر کی اور ان میں ایک کی تاریخ مقدم ہو تو آخری تاریخ والے کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

2۔اگر دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی یا دونوں نے تاریخ ذکر ہی نہیں کی تو اس صورت میں مضارب کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 236:إذا اختلف رب المال مع المضارب فقال المضارب رددت عليك رأس المال بعدما اقتسمنا وأنكر رب المال كان القول قول رب المال فإن أقاما البينة بان أقام رب المال أن المضارب أقر أنه لم يرد عليه رأس المال وأقام المضارب البينة على إقرار رب المال أنه رد عليه رأس المال فهذا على وجوه إن أرخا وتاريخ أحدهما أسبق يقضي لآخر التارخين وإن أرخا وتاريخهما سواء أو أطلقا يقضى ببينة المضارب3۔

ترجمہ: اگر رب المال اور مضارب کا اختلاف ہوا تو مضارب نے کہا کہ منافع تقسیم کرنے کے بعد میں نے آپ کو راس المال واپس کیا ہے جبکہ رب المال نے انکار کیا تو اس صورت میں رب المال کی بات معتبر ہے۔اور اگر رب المال نے گواہ پیش کئے کہ اس مضارب نے اقرار کیا ہے کہ میں نے رب المال کو اصل سرمایہ واپس نہیں کیا ہے جبکہ مضارب نے گواہ پیش کئے کہ رب المال نے اقرار کیا ہے کہ مضارب نے مجھے اصل سرمایہ واپس کیا ہے تو اس مسئلے کی کئی صورتیں ہیں۔اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور ان میں ایک کی تاریخ مقدم تھی تو آخری تاریخ والے کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔اگر دونوں نے ایک ہی تاریخ ذکر کی یا دونوں نے تاریخ ذکر ہی نہیں کی ہو تو اس صورت میں مضارب کے گواہ معتبر ہیں۔

---

[1] مضارب کا مطلب یہ ہے کہ یہ رقم آپ نے مجھے قرض دیے تھے اب اس سے جتنا بھی نفع ہوگا وہ سارا میں خود رکھ لوں گا جبکہ رب المال کہتا ہے کہ میں نے یہ مضاربت کے طور پر دیے تھے جتنا حصہ آپ کا بنتا ہے وہ لے باقی نفع میرا ہوگا یا میں بطور احسان دیے تھے کہ آپ میرے لئے تجارت کریں آپ کا میرے اوپر احسان ہوگا۔آپ کا اس میں ایک روپے بھی نہیں ہوگا۔ابراہیم بونیری۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 4 ص 219۔

[3] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3 ص 59-60۔

شرکت[1] کے مسائل

مسئلہ 237: دو بندوں کے درمیان شرکت مفاوضہ ہے۔ان میں سے ایک نے دو اور بندوں کو حکم دیا کہ آپ ہمارے لئے ایک غلام خرید لوں۔غلام کی قسم اور قیمت بھی بتائی۔ان وکیلوں نے ان کیلئے ایک غلام خرید لیا لیکن یہ دونوں شریک آپس میں جدا ہو گئے تھے۔اب جس شریک نے غلام خریدنے کا حکم دیا تھا اس نے کہا کہ ان وکیلوں نے غلام اس وقت خریدا ہے جب ہماری شرکت ختم ہو گئی تھی لہٰذا یہ غلام صرف میرا ہے جبکہ دوسرے شریک نے کہا کہ اس غلام کو ایسے وقت میں خریدا گیا ہے کہ ہماری شرکت ابھی تک قائم تھی۔تو اس صورت میں جس شریک نے غلام خریدنے کا حکم دیا تھا اس کی بات معتبر ہے۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو گواہ دوسرے شریک کے معتبر ہیں۔[اس معاملے میں ان وکیلوں کی گواہی معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ اپنے کام پر گواہی دیتی ہے اور یہ معتبر نہیں ہے]۔
اور اگر جس نے حکم دیا تھا اس نے کہا کہ ان وکیلوں نے غلام کو ایسے وقت میں خریدا ہے کہ ہماری شرکت قائم تھی جبکہ دوسرے نے کہا کہ اس غلام کو اس وقت خریدا گیا ہے جس وقت ہماری شرکت ختم ہوئی تھی تو دوسرے شریک کی بات معتبر ہے۔اور اگر گواہ پیش ہوئے تو گواہ اس کے معتبر ہیں جس نے حکم دیا تھا۔اسی طرح کا اختلاف اگر شرکت عنان میں ہوا تو بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ 237: ولو أمر أحد المتفاوضين رجلين يشتريان عبدا لهما وسمى جنس العبد والثمن فاشترياه وقد افترق المتفاوضان عن الشركة فقال الآمر اشترياه بعد التفرق فهو لي خاصة وقال الآخر اشترياه قبل التفرق فهو بيننا كان القول قول الآمر والبينة بينة الآخر إن أقاما البينة. ولا تقبل فيه شهادة الوكيلين لأنهما يشهدان على فعل أنفسهما.وإن قال الآمر اشترياه قبل الفرقة وقال الآخر اشترياه بعد الفرقة كان القول قول الذي لم يأمره والبينة بينة الآمر.ولو كان هذا في شركة العنان فهو كذلك[2].

---

[1] شرکت سے مراد یہ ہے کہ دو بندے اپنے مال میں اصل اور نفع دونوں میں حصہ دار ہو۔شرکت کی کئی ساری قسمیں ہیں لیکن ادھر ہم صرف دو کا ذکر کرینگے۔ا:شرکت مفاوضہ: شرکت مفاوضہ اس کو کہتے ہے کہ دو عاقل، بالغ، مسلمان یا ذمی ایک دوسرے کے پورے کے پورے نقد مال میں شریک ہو۔اور مال، تصرف اور نفع میں برابر ہو۔ہر ایک دوسرے کا وکیل اور ضامن ہوگا۔اب ان دونوں میں سے اگر کسی نے بھی کوئی چیز خرید لی سوائے بچوں کے خوراک اور کپڑوں کے تو اس میں دونوں شریک ہونگے۔جس مال میں شرکت جائز ہو اس مال میں سے اگر کسی ایک پر قرضہ آگیا تو دوسرا اس کا ضامن ہوگا اس سے قرضے کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔ان دونوں میں سے اگر کسی ایک کے لئے کسی سے میراث میں ایسا مال مل گیا جس میں شرکت جائز تھی یا کسی نے ہبہ کی تو شرکت مفاوضہ ختم ہو کر یہ شرکت عنان میں تبدیل ہو گئی۔شرکت مفاوضہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ شرکت درہم یا دینار یا مروجہ کرنسی سے ہو۔
۲،شرکت عنان: وہ یہ ہے کہ دو بندے کسی خاص یا عام تجارت کے لئے کچھ رقم اکٹھی کرلے۔اور نفع مقرر کرلیں۔اس میں سرمایے کی برابری اور نفع کی برابری ضروری نہیں ہے۔اگر ایک طرف سے درہم ہو دوسری طرف سے دینار تو کوئی مسئلہ نہیں۔اگر سرمایہ دونوں کا برابر ہو لیکن نفع برابر نہ ہو پھر بھی کوئی بات نہیں۔شرکت مفاوضہ اور عنان دونوں میں یہ ضروری ہے کہ منافع متعین نہیں کرینگے۔شرکت عنان میں ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے لیکن ضامن نہیں ہوتا۔مترجم محمد ابراہیم بونیری۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج4ص495۔

ترجمہ: شرکت مفاوضہ کے دو شریکوں میں سے ایک نے دو اور بندوں کو حکم دیا کہ آپ ہمارے لئے ایک غلام خرید لوں۔غلام کی قسم اور قیمت بھی بتائی۔ان وکیلوں نے ان کیلئے ایک غلام خرید لیا لیکن یہ دونوں شریک آپس میں جدا ہو گئے تھے۔اب جس شریک نے غلام خریدنے کا حکم دیا تھا اس نے کہا کہ ان وکیلوں نے غلام اس وقت خریدا ہے جب ہماری شرکت ختم ہو گئی تھی لہٰذا یہ غلام صرف میرا ہے جبکہ دوسرے شریک نے کہا کہ اس غلام کو ایسے وقت میں خریدا گیا ہے کہ ہماری شرکت ابھی تک قائم تھی۔تو اس صورت میں جس شریک نے غلام خریدنے کا حکم دیا تھا اس کی بات معتبر ہے۔اور گواہ دوسرے شریک کے معتبر ہیں۔اس معاملے میں ان وکیلوں کی گواہی معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ اپنے کام پر گواہی دیتی ہے۔اور اگر جس نے حکم دیا تھا اس نے کہا کہ ان وکیلوں نے غلام کو ایسے وقت میں خریدا ہے کہ ہماری شرکت قائم تھی جبکہ دوسرے نے کہا کہ اس غلام کو اس وقت خریدا گیا ہے جس وقت ہماری شرکت ختم ہوئی تھی تو دوسرے شریک کی بات معتبر ہے۔اور گواہ اس کے معتبر ہیں جس نے حکم دیا تھا۔اسی طرح کا اختلاف اگر شرکت عنان میں ہوا تو بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ 238: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے مال میں شریک کیا ہے جبکہ مدعاعلیہ نے انکار کیا۔مال مدعاعلیہ کے قبضے میں تھا۔اس کے بعد مدعی نے گواہ پیش کئے۔ گواہوں نے گواہی دی کہ "یہ دونوں شرکت مفاوضہ سے شریک ہیں اور مدعاعلیہ کے قبضے میں جو مال ہے یہ شرکت کا ہے۔

یا انہوں نے یہ کہا کہ یہ مال دونوں کا نصف نصف ہے یا اس طرح نہیں کہا لیکن گواہی دی "کہ یہ دونوں شرکت مفاوضہ سے شریک ہیں"۔

تو اس صورت میں قاضی حکم دیگا کہ یہ مال دونوں کا نصف نصف ہے۔یہ حکم ان صورتوں میں ہے کہ جس میں گواہوں نے گواہی دی ہو کہ یہ دونوں شرکت مفاوضہ سے شریک ہیں اور یہ مال دونوں کا نصف نصف ہے، یا یہ گواہی دی ہو کہ یہ مال ان دونوں کے شرکت کا ہے۔تو ظاہر بات ہے کہ شرکت مفاوضہ مال میں برابری کو چاہتا ہے۔[اس وجہ سے ہم نے کہا کہ قاضی حکم دیگا کہ مال کو نصف نصف کر دو]۔

رہی وہ صورت کہ جس میں گواہ صرف یہ گواہی دیں کہ یہ دونوں شرکت مفاوضہ میں شریک ہیں اس کے علاوہ اضافی کچھ بھی نہیں کہا ہو تو اس صورت میں شمس الائمہ سرخسیؒ صاحب فرماتے ہے کہ پہلی والی گواہی اور اس گواہی کا ایک ہی حکم ہے۔ قاضی حکم دیگا کہ نصف مال مدعی کا اور نصف مدعاعلیہ کا ہو جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شرکت مفاوضہ میں مال میں برابری ہوتی ہے۔[پھر یہ بات ذہن نشین کر لیں] کہ جب قاضی نے نصف نصف مال کا حکم دیا اس کے بعد مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ مال مجھے میرے نسبی وارث سے میراث میں ملا ہے یا کسی نے ہبہ یا صدقہ دیا ہے اور واہب، صدقے والے کا ایسا نام ذکر کیا جو مدعی کے علاوہ تھا تو اب دیکھا جائے گا کہ پہلے مدعی کے گواہوں نے اگر ایسی گواہی دی ہو کہ یہ دونوں شرکت مفاوضہ میں شریک ہیں اور یہ مال دونوں کا نصف نصف ہے یا یہ گواہی دی ہو کہ مدعاعلیہ کے پاس جو مال ہے ان دونوں کے شرکت کا ہے

تو پھر مدعی علیہ کے جو گواہ ہبہ، میراث یا صدقے پر گواہی دے رہے ہیں ان کی یہ گواہی قبول نہیں کی جائیگی۔اور اگر مدعی کے گواہوں نے صرف یہ گواہی دی ہے کہ یہ دونوں شرکت مفاوضہ میں شریک ہیں اس کے علاوہ کچھ نہ کہا ہو تو شمس الائمہ سرخسیؒ صاحب نے اس صورت میں اختلاف ذکر کیا ہے۔

امام ابو یوسفؒ صاحب کا قول یہ ہے کہ مقضی علیہ کے گواہ قبول [1] ہیں۔اور اگر مدعی کے گواہوں نے ایسی گواہی دی ہو کہ جو مال مدعا علیہ کے قبضے میں ہے یہ ان دونوں کے شرکت کا ہے یا ان دونوں کا نصف نصف ہے تو اس صورت میں مدعاعلیہ کے گواہ میراث، ہبہ یا صدقے پر قبول نہیں ہیں۔

اور اگر مدعاعلیہ نے ایک خاص چیز کا دعویٰ کیا کہ یہ خاص چیز میری ہے میرے شریک نے مجھے ہبہ کرکے میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے۔اس نے ہبہ اور قبضے پر گواہ پیش کئے تو یہ گواہ قبول ہیں [کیونکہ اس میں قاضی کے پہلے حکم کا تائید ہے۔

مسئلہ 238:رجل ادّعى على رجل أنه شاركه وجحد المدعى عليه ذلك والمال في يد الجاحد فأقام المدعي بينة فشهد الشهود أنه مفاوضة وأن هذا المال الذي في يده من شركتهما أو قالوا هو بينهما نصفان أولم يقولوا ذلك ولكنهم شهدوا أنه مفاوضة فإنه يقضي للمدعي بنصفه.أما إذا شهدوا أنه مفاوضة وأن المال بينهما أو شهدوا أن المال من شركتهما فالظاهر أن المفاوضة تقتضي المساواة في المال.وأما إذا شهدوا أنه مفاوضة ولم يزيدوا على ذلك قال الشيخ الإمام شمس الأئمة السرخسي رحمه الله تعالى هذا والأول سواء يقضى بالمال بينهما لأنهم قالوا هو مفاوضة وقضية المفاوضة المساواة في مال الشركة.وإذا قضى بما في يده بينهما فلو أن المدعى عليه أقام البينة على أن المال له ميراثا من مورثه أو هبة أو صدقة من غير المقضي له إن كان شهود المدعي الأول شهدوا أنه مفاوضة وأن المال الذي في يديه من شركتهما أو شهدوا أنه مفاوضة وأن المال الذي في يديه بينهما نصفان لا تقبل بينة المدعى عليه على الميراث والهبة والصدقة و إن كان شهود المدعي شهدوا أنه مفاوضة ولم يزيدوا على ذلك ذكر شمس الأئمة السرخسي رحمه الله تعالى فيه خلاف فقال على قول أبي يوسف رحمه الله تعالى لا تقبل بينة المقضي عليه وعلى قول محمد رحمه الله تعالى في هذا الوجه تقبل بينة المقضي عليه بالهبة والصدقة وغير ذلك.و فيما إذا شهدوا أن المال الذي في يديه من شركتهما أو هو بينهما لا تقبل بينة المدعى عليه.ولو أن المدعى عليه ادّعى عينا أنه له خاصة وهب شريكه منه حصته وأقام البينة على الهبة والقبض قبلت بينته[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے مال میں شریک کیا ہے جبکہ مدعاعلیہ نے انکار کیا۔مال مدعاعلیہ کے قبضے میں تھا۔اس کے بعد مدعی نے گواہ پیش کئے۔گواہوں نے گواہی دی کہ "یہ دونوں شرکت مفاوضہ سے

---

[1] وددویہ والے سے تسامح ہوا ہے۔اس صورت میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں گواہی قبول نہیں کی جائیگی۔امام محمد رحمہ اللہ کے ہاں قبول کی جائیگی۔جیساکہ قاضی خان کے عبارت سے واضح ہے۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج4ص495۔

شریک ہیں اور مدعاعلیہ کے قبضے میں جو مال ہے یہ شرکت کا ہے۔ یاانہوں نے یہ کہاکہ یہ مال دونوں کانصف نصف ہے یا اس طرح نہیں کہالیکن گواہی دی "کہ یہ دونوں شرکت مفاوضہ سے شریک ہیں"۔

تواس صورت میں قاضی حکم دیگاکہ یہ مال دونوں کانصف نصف ہے۔ یہ حکم ان صورتوں میں ہے کہ جس میں گواہوں نے گواہی دی ہو کہ یہ دونوں شرکت مفاوضہ سے شریک ہیں اور یہ مال دونوں کانصف نصف ہے، یا یہ گواہی دی ہو کہ یہ مال ان دونوں کے شرکت کا ہے۔ توظاہر بات ہے کہ شرکت مفاوضہ مال میں برابری کو چاہتا ہے۔

اگر گواہوں نے صرف یہ گواہی دی کہ ان دونوں کے درمیان شرکت مفاوضہ ہیں اس کے علاوہ اضافی کچھ بھی نہیں کہا تو اس صورت میں شمس الائمہ سرخسیؒ صاحب فرماتے ہے کہ پہلی والی گواہی اور اس گواہی کاایک ہی حکم ہے۔ قاضی حکم دیگا کہ نصف مال مدعی کااور نصف مدعاعلیہ کا ہو جائے کیونکہ انہوں نے کہاکہ یہ شرکت مفاوضہ ہےاور شرکت مفاوضہ میں مال میں برابری ہوتی ہے۔

جب قاضی نے نصف نصف مال کا حکم دیااس کے بعد مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ مال مجھے میرے نسبی وارث سے میراث میں ملا ہے یا کسی نے ہبہ یا صدقہ دیا ہےاور واہب، صدقے والے کاایسا نام ذکر کیاجو مدعی کے علاوہ ہو تواب دیکھا جائے گاکہ پہلے مدعی کے گواہوں نے اگر ایسی گواہی دی ہو کہ ان کے درمیان شرکت مفاوضہ ہیں اور یہ مال دونوں کا نصف نصف ہے یا یہ گواہی دی ہو کہ مدعاعلیہ کے پاس جو مال ہے ان دونوں کے شرکت کا ہے تو پھر مدعی علیہ کے جو گواہ ہبہ، میراث یا صدقے پر گواہی دے رہے ہیں ان کی یہ گواہی قبول نہیں کی جائیگی۔اور اگر مدعی کے گواہوں نے صرف یہ گواہی دی ہے کہ ان کے درمیان شرکت مفاوضہ ہیں اس کے علاوہ کچھ بھی نہ کہاہو تو شمس الائمہ سرخسیؒ صاحب نے اس صورت میں اختلاف ذکر کیاہے۔

امام ابو یوسفؒ صاحب کا قول یہ ہے کہ مقضی علیہ کے گواہ قبول نہیں ہیں۔امام محمدؒ صاحب کے قول کے مطابق مقضی علیہ کے گواہ ہبہ اور صدقے وغیرہ پر قبول ہیں۔اور اگر مدعی کے گواہوں نے ایسی گواہی دی ہو کہ جو مال مدعاعلیہ کے قبضے میں ہے یہ ان دونوں کے شرکت کا ہے یا ان دونوں کانصف نصف ہے تواس صورت میں مدعاعلیہ کے گواہ میراث، ہبہ یا صدقے پر قبول نہیں ہیں۔

اور اگر مدعاعلیہ نے ایک خاص چیز کادعویٰ کیاکہ یہ خاص چیز میری ہے میرے شریک نے مجھے ہبہ کی ہے۔اس نے ہبہ اور قبضے پر گواہ پیش کئے تو یہ گواہ قبول ہیں۔

مسئلہ 239: ایک آدمی نے دوسرے پر ایک غلام کادعویٰ کیاکہ یہ غلام ہمارے درمیان مشترک ہےاس نے گواہ بھی پیش کئے۔ پھر قاضی نے فیصلہ دیاکہ غلام دونوں کانصف نصف ہوگا۔اس کے بعد قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام مجھے اپنے باپ سے میراث میں ملا ہے۔ تو قابض کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں۔ہاں اگر وہ ملکیت کادعویٰ مدعی کی طرف سے کریں [مثلاً وہ کہے کہ یہ غلام اس مدعی نے مجھے ہبہ کیاہے یا صدقے میں دیاہے] تواس صورت میں اس کے گواہ قبول ہیں۔

مسئلہ239:ولو أن رجلا ادعى عبدا في يد رجل أنه شريك ذي اليد في هذا العبد وأقام البينة وقضى له بنصف العبد فادعى ذو اليد بعد ذلك أنه ميراث له من أبيه لا تقبل بينته إلا أن يدعى التلقي من المقضى له[1].

ترجمہ :اگر ایک آدمی نے دوسرے پر ایک غلام کا دعویٰ کیا کہ یہ غلام ہمارے درمیان مشترک ہے اس نے گواہ بھی پیش کئے۔ پھر قاضی نے اس کے لئے نصف غلام کا فیصلہ دیا۔اس کے بعد قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام مجھے اپنے باپ سے میراث میں ملا ہے۔تو قابض کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں ہاں اگر وہ ملکیت کا دعویٰ مدعی کی طرف سے کریں۔

مسئلہ 240: شرکت مفاوضہ کے شریکوں میں ایک شریک مر گیا اور مال زندہ شریک کے قبضے میں رہ گیا۔ فوت شدہ شریک کے ورثاء نے شرکت مفاوضہ کا دعویٰ کیا جبکہ زندہ شریک نے انکار کیا ۔ورثاء نے گواہ پیش کئے کہ ہمارا باپ [مرحوم] آپ کے ساتھ اس مال میں شرکت مفاوضہ سے شریک تھا۔تو اس صورت میں ورثاء کیلئے کسی چیز کا حکم نہیں کیا جائیگا۔لیکن اگر انہوں نے گواہ پیش کئے کہ یہ مال جو زندہ آدمی کے قبضے میں ہے یہ ہمارے باپ کے شرکت کا مال ہے یا انہوں گواہ پیش کئے کہ یہ مال زندگی کے ایام میں ہمارے والد کے قبضے میں تھا تو اس صورت میں یہ گواہ قبول ہیں ۔اور اگر مال ورثاء کے قبضے میں تھا اور وہ شرکت سے منکر ہو۔اس کے بعد اس زندہ شریک نے شرکت مفاوضہ پر گواہ پیش کئے جبکہ ورثاء نے گواہ پیش کئے کہ ہمارا باپ مر گیا ہے اور اس نے یہ مال بغیر کسی شرکت کے ہمارے لئے وراثت میں چھوڑا ہے تو ورثاء کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں اور حکم کیا جائیگا کہ نصف مال اس مدعی کا ہے۔یہ قول امام ابو حنیفہؒ صاحب کا ہے۔امام محمدؒ صاحب کا قول یہ ہے کہ ورثاء کے گواہ میراث پر قبول ہیں۔

مسئلہ240: وإذا مات أحد المتفاوضين والمال في يد الباقي منهما فادعى ورثة الميت المفاوضة وجحد الحي وأقام الورثة البينة أن أباهم كان شريكه شركة مفاوضة لا يقضى لهم بشيء مما في يد الحي إلا أن يقيموا البينة أنه من شركة أبيهم أو يقيموا البينة أن المال كان في يد الميت في حياته تقبل بينة الوارث.ولو كان المال في يد الورثة وهم يجحدون الشركة فأقام الحي البينة على شركة المفاوضة وأقام ورثة الميت أن أباهم مات وترك هذا ميراثا من غير شركة بينهما لا تقبل بينة الوارث ويقضى بنصف المال للمدعي في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى.وفي قول محمد رحمه الله تعالى تقبل بينة الوارث[2].

ترجمہ : شرکت مفاوضہ کے شریکوں میں ایک شریک مر گیا اور مال زندہ شریک کے قبضے میں رہ گیا۔ فوت شدہ شریک کے ورثاء نے شرکت مفاوضہ کا دعویٰ کیا جبکہ زندہ شریک نے انکار کیا۔ورثاء نے گواہ پیش کئے کہ ہمارا باپ آپ کے ساتھ اس مال میں شرکت مفاوضہ سے شریک تھا۔تو اس صورت میں ورثاء کیلئے کسی چیز کا حکم نہیں کیا جائیگا۔لیکن اگر انہوں نے گواہ پیش کئے کہ یہ ہمارے باپ کے شرکت کا مال ہے یا انہوں نے گواہ پیش کئے کہ یہ مال زندگی کے ایام میں ہمارے والد کے قبضے میں تھا تو اس صورت میں یہ گواہ قبول ہیں۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج4ص496۔

[2] محولہ بالا۔

اور اگر مال ورثاء کے قبضے میں تھا اور وہ شرکت سے منکر ہو۔اس کے بعد اس زندہ شریک نے شرکت مفاوضہ پر گواہ پیش کئے جبکہ ورثاء نے گواہ پیش کئے کہ ہمارا باپ مر گیا ہے اور اس نے یہ مال بغیر کسی شرکت کے ہمارے لئے وراثت میں چھوڑا ہے تو ورثاء کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں اور حکم کیا جائیگا کہ نصف مال اس مدعی کا ہے۔یہ قول امام ابو حنیفہؒ صاحب کا ہے۔امام محمدؒ صاحب کا قول یہ ہے کہ ورثاء کے گواہ قبول ہیں۔

تقسیم کے مسائل

مسئلہ 241: دو بندے ایک گھر میں شریک تھے۔ پھر انہوں نے گھر تقسیم کر کے ہر ایک نے اپنا حصہ لے لیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے پر ایک ایسے کمرے کا دعویٰ کیا جو کہ اس دوسرے کے قبضے میں تھا کہ یہ کمرا میرے حصے میں آیا ہے [جبکہ قابض نے کہا کہ یہ میرے حصے میں آیا ہے] دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

اور اگر ان دونوں کا ایک ایسے حد/باونڈری یا دیوار پر اختلاف ہوا جو ان دونوں کے درمیان مشترک تھا ہر ایک نے کہا کہ یہ میرا ہے جو کہ دوسرے کے حصے میں آیا ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے تو اس صورت میں ہر ایک کیلئے اس حصے کا حکم کیا جائیگا جو کہ دوسرے کے قبضے میں ہے۔

مسئلہ 241: لو اقتسما دارا و اخذ کل واحد طائفة و ادعي احدهما بيتا في يد الآخر وقع في قسمته و اقاما البينة اخذ ببينة المدعي و لو اختلفا في حد او حائط بين النصيبين فقال كل واحد هذا نصيبي داخل في نصيب صاحبي و اقام البينة قضي لكل واحد منهما باالذي في يد صاحبه[1]۔

ترجمہ: اگر دو بندوں نے گھر تقسیم کر کے ہر ایک نے اپنا حصہ لے لیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کے قبضے میں ایک کمرے کا دعویٰ کیا دونوں نے گواہ پیش کئے تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

اور اگر ان دونوں کا ایک ایسے حد/باونڈری یا دیوار پر اختلاف ہوا جو ان دونوں کے درمیان مشترک تھا ہر ایک نے کہا کہ یہ میرا ہے جو کہ دوسرے کے حصے میں آیا ہے۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کئے تو اس صورت میں ہر ایک کیلئے اس حصے کا حکم کیا جائیگا جو کہ دوسرے کے قبضے میں ہے۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاة عند تعارض البینات۔ ص146۔

نتاج کے مسائل

[یعنی جو جانور اپنے ہی گھر میں پیدا ہو]

مسئلہ 242: دو بندے دعویٰ کرکے ہر ایک گواہ پیش کرتا ہے کہ یہ بکری [میری ہے] میرے گھر میں پیدا ہوئی ہے [یعنی میری اپنی ہی بکری سے پیدا ہوئی ہے]۔ تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

اس کے بعد اگر کسی اور نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے [کہ یہ بکری میرے گھر میں پیدا ہوئی ہے] تو اس صورت میں اس مدعی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ ہاں اگر قابض نے دوبارہ اس بکری کے نتاج ہونے پر گواہ پیش کئے تو پھر قابض کے حق میں فیصلہ ہوگا۔

مسئلہ 242: اذا تنازع اثنان في شاة و اقاما البينة علي النتاج قضي لصاحب اليد[1] ثم اذا ادعي آخر و اقام البينة علي النتاج قضي له الا ان يعيد صاحب اليد البينة علي النتاج[2]۔

ترجمہ: اگر دو بندوں کا ایک بکرے کے بارے میں جھگڑا ہوگیا اور دونوں نے نتاج پر گواہ پیش کئے تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ اس کے بعد اگر کسی اور نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے [کہ یہ بکری میرے گھر میں پیدا ہوئی ہے] تو اس صورت میں اس مدعی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ ہاں اگر قابض نے دوبارہ اس بکری کے نتاج ہونے پر گواہ پیش کئے۔

مسئلہ 243: اگر دو بندوں کا ایک لونڈی پر اختلاف ہوا۔ ہر ایک نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ لونڈی میری ملکیت میں میری ہی لونڈی سے پیدا ہوئی ہے تو اس صورت میں قابض کیلئے اس لونڈی کا حکم کیا جائیگا۔

مسئلہ 243: لو تنازعا في جارية و اقام كل واحد منها بينة انها ولدت في ملكه من امته قضي للذي في يده[3]۔

ترجمہ: اگر دو بندوں کا ایک لونڈی پر اختلاف ہوا۔ ہر ایک نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ لونڈی میری ملکیت میں میری ہی لونڈی سے پیدا ہوئی ہے تو اس صورت میں قابض کیلئے اس لونڈی کا حکم کیا جائیگا۔

---

[1] اس میں تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں ہے لیکن اگر قابض نے اس جانور کی ایسی تاریخ ذکر کی جو اس جانور کی عمر کے بالکل مخالف ہو جبکہ غیر قابض کی تاریخ اس جانور کے عمر کے موافق ہو تو پھر غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ ابن نجیم۔ بحر الرائق ج ۷ ص ۲۴۳۔

دوسرا مسئلہ یہ جان لیں کہ غیر قابض نے اگر دعویٰ کیا کہ یہ جانور میرا ہے یا یہ دعویٰ کیا کہ یہ جانور جو کہ دوسرے کے قبضے میں ہے یہ میرا ہے میرے جانور سے پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد اس نے گواہ پیش کرکے قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے بعد قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے میرے اپنے جانور سے ہی پیدا ہوا ہے تو پھر قاضی اس کی یہ بات سنے گا اور اپنا حکم توڑ دیگا۔ المرغینانی۔ الہدایہ ج ۳ ص ۱۷۰۔ لیکن صاحب فصولین نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

[2] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص 147۔

[3] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص 147۔

مسئلہ 244: اگر ایک آدمی نے زید کے قبضے میں ایک لونڈی کا دعویٰ کیا کہ [یہ لونڈی میری ہے] اس لونڈی نے میری ملکیت میں بچہ جنا ہے۔اس دعوے پر اس نے گواہ پیش کیے۔زید نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کیے تو اس صورت میں قاضی فیصلہ دیگا کہ یہ بچہ اور لونڈی دونوں مدعی غیر قابض کی ہیں۔

مسئلہ 244:لو اقام المدعي البينة علي الجارية التي عند المدعي عليه انها امته ولدت في ملكه و اقام صاحب اليد البينة علي مثل ذالك قضي بها و بولدها للمدعي[1]۔

ترجمہ: اگر مدعی نے مدعیٰ علیہ کے قبضے میں ایک لونڈی پر دعویٰ کرکے گواہ پیش کیے کہ یہ لونڈی میری ہے اس لونڈی نے میری ملکیت میں بچہ جنا ہے۔ قابض نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کیے تو اس صورت میں قاضی فیصلہ دیگا کہ یہ بچہ اور لونڈی دونوں مدعی کی ہیں۔

مسئلہ 245: ایک جانب سے مال پر گواہ پیش ہوئے [یعنی اس بات پر کہ بکر پر زید کا اتنا قرضہ ہے مثلاً] جبکہ دوسری جانب سے ابراء پر گواہ پیش ہوئے [یعنی اس بات پر کہ زید نے بکر کو اس قرضے سے بری کیا ہے] دونوں نے تاریخ بھی ذکر کی [یعنی زید کے گواہوں نے کہا کہ زید نے یہ مال فلاں تاریخ پر بکر کو دیا ہے جبکہ بکر کے گواہوں نے کہا کہ زید نے فلاں تاریخ پر بکر کو بری کیا ہے]۔

تو اب دیکھا جائے گا اگر ابراء کی تاریخ مقدم ہو تو حکم کیا جائیگا کہ بکر کے ذمے یہ مال واجب ہے اور اگر ابراء کی تاریخ مؤخر ہو تو فیصلہ یہ ہوگا کہ زید نے بکر کو بری کیا ہے اور بکر کے ذمے کچھ بھی نہیں ہے۔

اگر دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی یا ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں یا دونوں نے ایک ہی تاریخ ذکر کی تو ان تینوں صورتوں میں ابراء کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ ابراء اس لئے لکھی جاتی ہے تاکہ بوقت ضرورت صحیح سند بن جائے اور اس کا صحیح ہونا اس وقت ہو سکتا ہے کہ پہلے مقروض کے ذمے قرض یا مال واجب ہو اور پھر اس بارے میں بات ہو چکی ہو۔تو ظاہر ہے کہ ابراء بھی مال کے واجب ہونے کے بعد ہوئی ہے۔

مسئلہ 245:قامت بينة علي المال و بينة علي البراءة و ارخا فان كان تاريخ البراءة سابقا يقضي بالمال و ان كان لاحقا يقضي بالبراءة۔ و ان لم يؤرخا او ارخ احدهما دون الآخر او ارخا و تاريخهما سواء فالبراءة اولي لان البراءة انما تكتب لتكون حجة صحيحة ولا صحة لها الا بعد وجوب المال والكلام و الظاهر انه كان بعد وجوب المال[2]۔

ترجمہ: ایک جانب سے مال پر گواہ پیش ہوئے جبکہ دوسری جانب سے ابراء پر گواہ پیش ہوئے دونوں نے تاریخ بھی ذکر کی تو اب دیکھا جائے گا اگر ابراء کی تاریخ مقدم ہو تو حکم کیا جائیگا کہ یہ مال واجب ہے اور اگر ابراء کی تاریخ مؤخر ہو تو ابراء کا حکم کیا جائیگا۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص 147۔

[2] غانم بغدادی۔ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص 147۔

اگر دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی یا ایک نے تاریخ ذکر کی ہو جبکہ دوسرے نے نہیں یا دونوں نے ایک ہی تاریخ ذکر کی تو ان صورتوں میں ابراء کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ ابراء اس لئے لکھی جاتی ہے تاکہ بوقت ضرورت صحیح سند بن جائے اور اس کا صحیح ہونا اس وقت ہو سکتا ہے کہ پہلے مقروض کے ذمے قرض یا مال واجب ہو اور پھر اس بارے میں بات ہو چکی ہو۔تو ظاہر ہے کہ ابراء بھی مال کے واجب ہونے کے بعد ہوئی ہے۔

مسئلہ 246: ایک آدمی نے دوسرے کے میراث کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ اس فلاں میت کا میں ایسے چچا کا بیٹا ہوں جو اس کے باپ کا سگہ بھائی تھا جبکہ مدعا علیہ نے رد کیا اور گواہ پیش کئے کہ یہ مدعی اس میت کے ایسے چچا کا بیٹا ہے کہ وہ اس کے باپ کا ماں شریک تھا [یعنی ان دونوں کی ماں ایک تھی جبکہ باپ ان کے الگ الگ تھے] حال یہ ہو کہ قاضی نے مدعی کیلئے ابھی تک حکم نہیں کیا ہو تو مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

اسی طرح حکم ہے اگر مدعی علیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس میت نے اس مدعی کے بارے میں اقرار کیا تھا کہ یہ صرف میرے ماں شریک چچا کا بیٹا ہے تو اس کی وجہ سے بھی مدعی کا دعویٰ دفع ہو جائیگا۔

مسئلہ 246: بَرْهنَ أَنَّهُ ابْنُ عمِهِ لأَبِيهِ وَأُمِّهِ وَبَرْهنَ الدَّافِعُ أَنَّهُ ابْنُ عمِهِ لأُمِّهِ لا لابيه قبل الحكم بالاول تندفع و كذا لو برهن ان الميت اقر انه ابن عمي لامي لا لابي تندفع[1]۔

ترجمہ: : ایک آدمی نے دوسرے کے میراث کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ میں اس فلاں میت کا ایسے چچا کا بیٹا ہوں جو اس کے باپ کا سگہ بھائی تھا جبکہ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ مدعی اس میت کے ایسے چچا کا بیٹا ہے کہ وہ اس کے باپ کا ماں شریک تھا حال یہ ہو کہ قاضی نے مدعی کیلئے ابھی تک حکم نہیں کیا ہو تو مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

اسی طرح حکم ہے اگر مدعی علیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس میت نے اس مدعی کے بارے میں اقرار کیا تھا کہ یہ صرف میرے ماں شریک چچا کا بیٹا ہے تو اس کی وجہ سے بھی مدعی کا دعویٰ دفع ہو جائیگا۔

مسئلہ 247: ایک آدمی نے زید پر گواہ پیش کئے کہ آپ پر میرا اتنا قرضہ ہے۔اس کے دعوے کو دفع کرنے کیلئے زید نے کہا کہ آپ نے اقرار کیا تھا کہ میں نے زید کو اس مال سے بری کیا ہے۔

مدعی نے اس دفعیے کو رد کرنے کیلئے ایک اور دفعیہ پیش کیا کہ آپ نے اس مال کا اقرار کیا ہے بعد اس کے کہ میں نے ابراء کا اقرار کیا تھا۔ تو آیا اس کی وجہ سے زید کا دعویٰ دفع ہو جائیگا یا نہیں؟

تو شیخ الاسلام برھان الدینؒ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کی وجہ سے زید کا دعویٰ دفع نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر مدعی نے اس طرح کہا کہ آپ میرے اوپر ابراء کا جو دعویٰ کر رہے ہو اس کے بعد آپ نے اقرار کرکے یہ کہا ہے کہ یہ مال میرے ذمے ہے اور اس پر اس نے گواہ بھی پیش کئے تو یہ گواہ قبول ہیں اور زید کا دعویٰ دفع ہو جائیگا۔

مسئلہ 247: اذا ادعي علي آخر مالا معلوما فقال المدعي عليه علي وجه الدفع ايضا انك قد اقررت بالبراءة و اقامالبينة ثم قال المدعي علي وجه الدفع ايضا انك قد اقررت بهذا المال بعد اقراري بالبراءة هل تندفع

---

[1] ملا خسرو، درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ ج 2 ص 355۔

دعوي المدعي عليه؟ قال الشيخ الامام برهان الدين انها لا تندفع۔لو قال انك اقررت بعد اقراري بالبراءة و اقام البينة تقبل1۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر مال معلوم کا دعویٰ کیا۔اس کے دعوے کو دفع کرنے کیلئے مدعی علیہ نے کہا کہ آپ نے ابراء کا اقرار کیا تھا۔دونوں نے گواہ پیش کئے۔پھر مدعی نے اس دفعیے کو رد کرنے کیلئے کہا کہ آپ نے اس مال کا اقرار کیا ہے بعد اس کے کہ میں نے ابراء کا اقرار کیا تھا۔تو آیا اس کی وجہ سے مدعی علیہ کا دعویٰ دفع ہو جائیگا؟

تو شیخ الاسلام برھان الدینؒ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کی وجہ سے مدعی علیہ کا دعویٰ دفع نہیں ہو سکتا ہے۔لیکن اگر مدعی نے کہا کہ آپ میرے اوپر ابراء کا جو دعویٰ کر رہے ہو اس کے بعد آپ نے اقرار کرکے یہ کہا ہے کہ یہ مال میرے ذمے ہے اور گواہ بھی پیش کئے تو یہ گواہ قبول ہیں۔

مسئلہ 248: زید کے قبضے میں ایک چیز پر ایک مدعی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ بیس سالوں سے یہ چیز میری ہے جبکہ ایک اور مدعی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ پچاس سالوں سے یہ چیز میری ہے۔

تو اس صورت میں مقدم تاریخ والے کے گواہ معتبر ہیں [یعنی جس نے پچاس سالوں کا دعویٰ کیا ہے اس کے گواہ معتبر ہیں]۔اگر دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی تو وہ چیز دونوں کی مشترک ہو جائیگی۔

اسی طرح حکم ہے اگر دونوں کا کسی غلام یا جانور کے بارے میں اختلاف ہوا۔ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ [جانور یا غلام] میرا ہے اور میرے گھر میں پیدا ہوا ہے۔

اور اگر ایک مدعی نے نتاج [گھریلو پیدائش] پر گواہ پیش کئے جبکہ دوسرے نے نہیں تو جس نے گواہ پیش کئے وہ معتبر ہے۔اور اگر دونوں نے نتاج پر گواہ پیش کرکے دونوں نے اس جانور کی پیدائش کی تاریخ بھی ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو جس کے گواہوں کی تاریخ کے ساتھ اس جانور کی عمر برابر ہو،جانور اسی کا ہو جائیگا۔

اور اگر اس کی عمر معلوم کرنا مشکل ہو تو پھر جانور دونوں کا مشترک ہوگا۔

مسئلہ 248:عين في يد رجل ثالث اقام احدهما البينة انها ملكه منذ عشرين سنة و اقام الآخر البينة انها ملكه منذ خمسين سنة فهي لصاحب الوقت الاول۔ و لو لم يؤرخا فهو بينهما و كذا لو اقاما البينة علي النتاج وان اقام احدهما البينة علي النتاج دون الآخر فصاحب النتاج اولي و ان اقاما البينة علي النتاج و ارخا و تاريخ احدهما اسبق فهو لمن وافق السن بينته و ان كانت مشكلا فهو بينهما2۔

ترجمہ: ایک تیسرے آدمی کے قبضے میں ایک چیز پر ایک مدعی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ بیس سالوں سے یہ چیز میری ہے جبکہ ایک اور مدعی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ پچاس سالوں سے یہ چیز میری ہے۔

تو اس صورت میں یہ چیز مقدم تاریخ والے کی ہو جائیگی۔اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی تو وہ چیز دونوں کی مشترک

---

1 غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ص148۔

2 غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ص148۔

ہو جائیگی۔اسی طرح حکم ہے اگر دونوں کا نتاج کے بارے میں اختلاف ہوا۔
اور اگر ایک مدعی نے نتاج پر گواہ پیش کئے جبکہ دوسرے نے نہیں تو جس نے گواہ پیش کئے وہ معتبر ہے۔اور اگر دونوں نے نتاج پر گواہ پیش کرکے دونوں نے اس جانور کی پیدائش کی تاریخ بھی ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو جس کے گواہوں کی تاریخ کے ساتھ اس جانور کی عمر برابر ہو، جانور اسی کا ہو جائیگا۔
اور اگر اس کی عمر معلوم کرنا مشکل ہو تو پھر جانور دونوں کا مشترک ہوگا۔
مسئلہ 249 :ایک بندے کے قبضے میں ایک جانور پر دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ [میرا ہے] میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے بھی اسی طرح کے گواہ پیش کئے تو اس صورت میں قابض کیلئے قضاء ملک کا فیصلہ کیا جائیگانہ کہ قضاء ترک کا [یعنی قاضی اس کے مالک ہونے کا حکم کریگا،اس کے ساتھ کا نہیں] جس طرح عیسیٰ ابن ابانؒ صاحب نے فرمایا ہے۔
اسی طرح کا حکم ہے اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے ایک سال ہوا ہے کہ میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے دو سال ہوئے ہیں کہ میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔تو اس جانور کا قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 249: عين في يد رجل اقام آخر البينة أنه له ولد في ملكه واقام ذو اليد أيضاً على مثل ذلك يقضي به لذي اليد قضاء ملك لا قضاء ترك كما قال عيسى[1] رحمه الله و كذا لو اقام الخارج بينة انه له ولد في ملكه منذ سنة و اقام ذواليد انه له ولد في ملكه منذ سنتين فهو لذي اليد[2]۔
ترجمہ : ایک بندے کے قبضے میں ایک جانور پر دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے بھی اسی طرح کے گواہ پیش کئے تو اس صورت میں قابض کیلئے قضاء ملک کا فیصلہ کیا جائیگانہ کہ قضاء ترک کا جس طرح عیسیٰ ابن ابانؒ صاحب نے فرمایا ہے۔
اسی طرح کا حکم ہے اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے ایک سال ہوا ہے کہ میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے دو سال ہوئے ہیں کہ میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے تو اس جانور کا قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔
مسئلہ 250 :اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے اور پانچ سالوں سے میری ملکیت میں ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے اور میری ملکیت میں ہے۔ملکیت کی تاریخ ذکر نہیں کی۔یا مدعی قابض کے گواہوں نے ملکیت کی تاریخ ذکر کی لیکن مدعی غیر قابض کے گواہوں نے ذکر نہیں کی۔

---

[1] ابو موسی، عیسی بن ابان بن صدقۃ۔احناف کے بڑے فقہاء میں سے قاضی تھے۔بصرہ میں دس سال قاضی رہے۔امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہے کہ میں نے اسلام میں ان سے بڑا کوئی قاضی نہیں دیکھا۔"إثبات القياس" و "اجتهاد الرای" و "الجامع" وغیرہ ان کے تصانیف ہیں۔بصرہ میں 221ھ کو فوت ہوئے۔الزرکلی۔الاعلام۔ج 5ص 100۔
[2] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ص 148۔

تو ان صورتوں میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔مطلب یہ ہے کہ مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔لیکن اگر قابض نے نتاج[گھریلو پیدائش]کا دعویٰ کیا[کہ یہ جانور میرا ہے اور میرے اپنے ہی جانور سے پیدا ہوا ہے]تو پھر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ250:لو اقام المدعي البينة انه له و في ملكه منذ خمس سنين و اقام ذو اليد انه له في ملكه و لم يوقت او وقت شهود ذو اليد دون شهود المدعي فهو للخارج فصار الحاصل ان بينة الخارج اولي الا اذا ادعي ذو اليد النتاج فبينته اولي[1]۔

ترجمہ: اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے اور پانچ سالوں سے میری ملکیت میں ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے اور میری ملکیت میں ہے۔ملکیت کی تاریخ ذکر نہیں کی۔یا مدعی قابض کے گواہوں نے ملکیت کی تاریخ ذکر کی لیکن مدعی غیر قابض کے گواہوں نے ذکر نہیں کی۔

توان صورتوں میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔مطلب یہ ہے کہ مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں مگر یہ کہ قابض نے نتاج کا دعویٰ کیا تو پھر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ251:اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں تاریخ سے میرا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں تاریخ سے میرا ہے حال یہ ہو کہ مدعی قابض کی تاریخ غیر قابض سے مقدم ہو تو امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک قابض کے گواہ معتبر ہیں۔امام محمدؒ صاحب سے بھی اس طرح کا ایک روایت موجود ہے لیکن اس نے اس قول سے اس طرف رجوع کیا تھا کہ مدعی قابض کے گواہ قبول نہیں ہیں کیونکہ دونوں جانب گواہوں نے ملک مطلق پر گواہی دی ہیں[یعنی ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے]ملکیت کا سبب ذکر نہیں کیا ہے[کہ خریدا ہے یا کسی نے ہبہ دیا ہے وغیرہ وغیرہ]لہٰذا تقدیم وتاخیر اس میں برابر ہے[اس لئے مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہونگے]۔

شیخین اپنے دلیل میں فرماتے ہیں کہ ملکیت کی تاریخ ذکر کرکے گواہی دینے میں دفع کا معنی موجود ہے[یعنی مدعی غیر قابض کا دعویٰ دفع ہو سکتا ہے]کیونکہ ایک چیز کی ملکیت کسی کیلئے ایک وقت میں جب ثابت ہو جائے اس کے بعد اس چیز کی ملکیت کسی اور کیلئے تب تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک وہ بندہ خود کسی کو مالک نہ بنادیں[یعنی مالک اس کو یہ چیز فروخت کریں یا ہبہ کردیں تو پھر اس دوسرے کی ملکیت ثابت ہو سکتی ہے]۔

اور[یہ قاعدہ ہے کہ]قابض کے گواہ دفعیے پر قبول کئے جاتے ہیں[اس وجہ سے ہم نے کہا کہ اس کے گواہ معتبر ہیں]۔

اسی طرح کا اختلاف ہے اس صورت میں کہ گھر دونوں مدعی کے قبضے میں ہو اور دونوں دعویٰ کررہے ہو تو اس صورت میں بھی یہی اختلاف اور یہی بیان ہے۔

اور اگر قابض اور غیر قابض نے کسی گھر کے ملکیت مطلقہ پر گواہ پیش کئے[یعنی ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے]ایک جانب کے گواہوں نے ملکیت کی تاریخ ذکر کی جبکہ دوسری جانب نے نہیں۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاة عند تعارض البینات۔ص148۔

تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ صاحب کے قول کے مطابق قابض معتبر ہے جبکہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے بھی ایک قول یہ ہے کہ تاریخ والا معتبر ہے کیونکہ وہ مقدم ہے [وجہ یہ ہے کہ تاریخ والا اپنے لئے ملکیت اس وقت میں ثابت کر رہا ہے جو اس نے بتایا ہے جبکہ دوسرا خالی زمانے میں اپنے لئے ملکیت ثابت کر رہا ہے] اور یہ اس طرح ہوا جس طرح بیع کے دعوے میں ہوتا ہے کہ ایک بندہ دعویٰ کر رہا ہو کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔ دوسرا بھی دعویٰ کر رہا ہو کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔ دونوں گواہ بھی پیش کریں۔ ایک جانب کے گواہ بیع کی تاریخ ذکر کریں جبکہ دوسری جانب نہیں۔ تو اس صورت میں تاریخ والا معتبر ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ مدعی قابض کے گواہ اس وقت معتبر ہوتے ہیں جب ان کی گواہی کی وجہ سے غیر قابض کے گواہوں کا رد/دفع آسکتا ہو اور یہاں یہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ [دفعہ اس وقت آسکتا تھا جب یہ بات خاص ہو جاتی کہ مدعی غیر قابض نے قابض کی طرف سے ملکیت حاصل کی ہے مثلاً قابض سے خریدا ہے یا اس نے ہبہ کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ بات ادھر نہیں ہے] اس میں شک آگیا ہے کہ اس غیر قابض نے قابض کی طرف سے اس گھر کی ملکیت حاصل کی ہے یا نہیں [لہٰذا قابض کے گواہ معتبر نہیں ہوئے بلکہ غیر قابض کے گواہ معتبر ہوئے]۔

اسی طرح کا بیان اور اختلاف اس صورت میں بھی ہے کہ جب مدعا فیہ گھر دونوں کے قبضے میں ہو [ہر ایک گواہ پیش کریں کہ یہ گھر میرا ہے۔ ایک کے گواہ ملکیت کی تاریخ ذکر کریں جبکہ دوسرے کے نہیں۔ تو طرفین کے نزدیک تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں ہے جبکہ امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک تاریخ والا معتبر ہے]۔

اور اگر مدعا فیہ گھر کسی تیسرے کے قبضے میں ہو باقی مسئلہ اسی طرح ہو [یعنی دو غیر قابض بندوں میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے اور دونوں نے گواہ بھی پیش کئے لیکن ایک کے گواہوں نے تاریخ بھی ذکر کی جبکہ دوسرے کے گواہوں نے نہیں] تو امام ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ دونوں مدعی برابر ہیں۔ امام ابو یوسفؒ صاحب کا قول یہ ہے کہ تاریخ والا معتبر ہے۔ امام محمدؒ صاحب کا قول یہ ہے کہ جس کے گواہوں نے تاریخ ذکر نہیں کی ہو وہ معتبر ہے کیونکہ اس نے ملکیت کی مقدم ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ وہ مستحق بنتا ہے ان چیزوں کا جو اس مدعا فیہ چیز کے ساتھ متعلق ہیں اور بعض بائع بعض پر رجوع کرتے ہیں [مثلاً زید نے ایک لونڈی بکر کو فروخت کی۔ بکر نے یہ لونڈی خالد کو فروخت کی۔ پھر غانم نے آکر خالد پر دعویٰ کر کے گواہ پیش کئے کہ یہ لونڈی میری ہے۔ پس غانم اس لونڈی کا مستحق ہوا اور اگر اس کے ساتھ بچہ ہو تو اس بچے کا بھی مستحق ہوگا۔ اس کے بعد خالد اپنی رقم بکر سے لے لیگا اور بکر زید سے۔ پس مدعی ملکیت نے مطلق ملکیت کا دعویٰ کیا ہے نہ کہ اصل ملکیت کا جبکہ اصل ملکیت معتبر ہوتا ہے اس ملکیت سے جو کہ ایک خاص تاریخ سے ہو]۔

امام ابو یوسفؒ صاحب کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ کا ذکر کرنا اس بات کو لازم کرتا ہے کہ اس تاریخ سے اس کی ملکیت یقین سے ثابت ہے اور تاریخ کے ذکر نہ کرنے میں اس بات کا احتمال ہے کہ اس کی ملکیت اس تاریخ کے بعد ہو۔ اور معتبر ہونا یقین کے ساتھ آتا ہے [لہٰذا ہم نے کہا کہ تاریخ والا معتبر ہے] تو یہ اس طرح ہوا گویا کہ دو بندے خریدنے کا دعویٰ کر رہے

ہو [ہر ایک یہ کہہ رہا ہو کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے اور گواہ بھی پیش کریں۔ایک کے گواہ تاریخ ذکر کریں جبکہ دوسرے کے گواہ نہیں۔تو اِدھر تاریخ والا معتبر ہے] لہٰذا اسی طرح کا حکم ادھر بھی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ صاحب کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ والے نے اگرچہ تاریخ ذکر کی ہے لیکن اس میں احتمال ہے کہ یہ تاریخ دوسرے مدعی کی ملکیت کی تاریخ کے بعد ہو لہٰذا تاریخ معتبر نہیں ہوئی [دونوں تاریخ کے بغیر رہ گئے]۔تو یہ اس طرح ہوا گویا کہ دونوں نے مطلق ملکیت پر گواہ پیش کئے [یعنی ہر ایک نے یہ گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے اور تارِیخ دونوں نے ذکر نہیں کی۔برخلاف خریدنے کے [جس طرح امام ابو یوسفؒ نے مثال میں بیان فرمایا ہے اس طرح نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کا خریدنا ایک نیا فعل ہے۔پس یہ قریب والے وقت کی طرف منسوب ہوگا اور وہ تاریخ ہے لہٰذا ادھر تاریخ والا معتبر ہے [اور اُدھر تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں ہے]۔

مسئلہ 251:وإن أقام الخارج البينة على ملك مؤرخ وصاحب اليد بينة على ملك أقدم تاريخا كان أولى" وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف وهو رواية عن محمد. وعنه أنه لا تقبل بينة ذي اليد رجع إليه لأن البينتين قامتا على مطلق الملك ولم يتعرضا لجهة الملك فكان التقدم والتأخر سواء.

ولهما أن البينة مع التاريخ متضمنة معنى الدفع، فإن الملك إذا ثبت لشخص في وقت فثبوته لغيره بعده لا يكون إلا بالتلقي من جهته وبينة ذي اليد على الدفع مقبولة، وعلى هذا الخلاف لو كانت الدار في أيديهما والمعنى ما بينا، ولو أقام الخارج وذو اليد البينة على ملك مطلق ووقت إحداهما دون الأخرى فعلى قول أبي حنيفة ومحمد الخارج أولى.

وقال أبو يوسف وهو رواية عن أبي حنيفة: صاحب الوقت أولى لأنه أقدم وصار كما في دعوى الشراء إذا أرخت إحداهما كان صاحب التاريخ أولى. ولهما أن بينة ذي اليد إنما تقبل لتضمنها معنى الدفع، ولا دفع هاهنا حيث وقع الشك في التلقي من جهته وعلى هذا إذا كانت الدار في أيديهما ولو كانت في يد ثالث، المسألة بحالها فهما سواء عند أبي حنيفة. وقال أبو يوسف: الذي وقت أولى. وقال محمد: الذي أطلق أولى لأنه ادعى أولية الملك بدليل استحقاق الزوائد ورجوع الباعة بعضهم على البعض. ولأبي يوسف أن التاريخ يوجب الملك في ذلك الوقت بيقين. والإطلاق يحتمل غير الأولية، والترجيح بالتيقن؛ كما لو ادعيا الشراء. ولأبي حنيفة أن التاريخ يضامه احتمال عدم التقدم فسقط اعتباره فصار كما لو أقاما البينة على ملك مطلق، بخلاف الشراء لأنه أمر حادث فيضاف إلى أقرب الأوقات فيترجح جانب صاحب التاريخ[1]۔

ترجمہ: اگر غیر قابض نے کسی گھر پر گواہ پیش کئے اور تاریخ بھی ذکر کی جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے لیکن تاریخ اس غیر قابض سے مقدم والی ذکر کی تو امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک قابض کے گواہ معتبر ہیں۔امام محمدؒ صاحب سے بھی اس طرح کا ایک روایت موجود ہے لیکن اس نے اس قول سے اس طرف رجوع کیا تھا کہ قابض کے گواہ قبول نہیں ہیں کیونکہ دونوں جانب گواہوں نے ملک مطلق پر گواہی دی ہیں ملکیت کا سبب ذکر نہیں کیا ہے لہٰذا تقدیم و تاخیر اس میں برابر ہے۔ شیخین اپنے دلیل میں فرماتے ہیں کہ ملکیت کی تاریخ ذکر کرکے گواہی دینے میں دفع کا معنی موجود ہے

---

[1] المرغینانی۔الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ج 3 ص-170-169۔

کیونکہ ایک چیز کی ملکیت کسی کیلئے ایک وقت میں جب ثابت ہو جائے اس کے بعد اس چیز کی ملکیت کسی اور کیلئے تب تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک وہ بندہ خود کسی کو مالک نہ بنادیں اور قابض کے گواہ دفعیے پر قبول کئے جاتے ہیں۔
اسی طرح کااختلاف ہے اس صورت میں بھی ہے کہ گھر دونوں مدعی کے قبضے میں ہو اور دونوں دعویٰ کر رہے ہو۔
اور اگر قابض اور غیر قابض نے کسی گھر کے ملکیت مطلقہ پر گواہ پیش کئے ایک جانب کے گواہوں نے ملکیت کی تاریخ ذکر کی جبکہ دوسری جانب نے نہیں۔ تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ صاحب کے قول کے مطابق قابض معتبر ہے جبکہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے بھی ایک قول یہ ہے کہ تاریخ والا معتبر ہے کیونکہ وہ مقدم ہے اور یہ اس طرح ہوا جس طرح بیع کے دعوے میں ہوتا ہے کہ ایک جانب کے گواہ بیع کی تاریخ ذکر کریں تو اس صورت میں تاریخ والا معتبر ہے۔
طرفین کی دلیل یہ ہے کہ مدعی قابض کے گواہ اس وقت معتبر ہوتے ہیں جب ان کی گواہی کی وجہ سے غیر قابض کے گواہوں کارد/دفع آسکتا ہو اور یہاں یہ بات نہیں ہے کیونکہ اس میں شک آگیا ہے کہ اس غیر قابض نے قابض کی طرف سے اس گھر کی ملکیت حاصل کی ہے یا نہیں؟
یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب مدعا فیہ گھر دونوں کے قبضے میں ہو۔ اگر مدعا فیہ گھر کسی تیسرے کے قبضے میں ہو باقی مسئلہ اسی طرح ہو تو امام ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ دونوں مدعی برابر ہیں۔ امام ابو یوسفؒ صاحب کا قول یہ ہے کہ تاریخ والا معتبر ہے۔ امام محمدؒ صاحب کا قول یہ ہے کہ جس کے گواہوں نے تاریخ ذکر نہیں کی ہو وہ معتبر ہے کیونکہ اس نے ملکیت کی مقدم ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس دلیل سے کہ وہ مستحق بنتا ہے ان چیزوں کا جو اس مدعا فیہ چیز کے ساتھ متعلق ہیں اور بعض بائعین کے بعض پر رجوع کرنے کا۔
امام ابو یوسفؒ صاحب کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ کا ذکر کرنا اس بات کو لازم کرتا ہے کہ اس تاریخ سے اس کی ملکیت یقین سے ثابت ہے اور تاریخ کے ذکر نہ کرنے میں اس بات کا احتمال ہے کہ اس کی ملکیت اس تاریخ کے بعد ہو۔ اور معتبر ہونا یقین کے ساتھ آتا ہے تو یہ اس طرح ہوا گویا کہ بیع میں ہوتا ہے۔
امام ابو حنیفہؒ صاحب کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ والے نے اگرچہ تاریخ ذکر کی ہے لیکن اس میں احتمال ہے کہ یہ تاریخ دوسرے مدعی کی ملکیت کی تاریخ کے بعد ہو لہذا تاریخ معتبر نہیں ہوئی تو یہ اس طرح ہوا گویا کہ دونوں نے مطلق ملکیت پر گواہ پیش کئے ہو برخلاف خریدنے کے کیونکہ کسی چیز کا خریدنا ایک نیا فعل ہے۔ پس یہ قریب والے وقت کی طرف منسوب ہوگا اور وہ تاریخ ہے لہذا اُدھر تاریخ والا معتبر ہے۔
مسئلہ 252: دو بندوں میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرے قبضے میں ہے جبکہ یہ بات معلوم نہ ہو کہ ان دونوں میں سے قابض کون ہے تو ہم کہیں گے کہ ہر ایک کے قبضے میں نصف نصف گھر ہے۔
اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے گواہ پیش کئے [اس گھر کے قبضے پر کہ یہ گھر میرے قبضے میں ہے] تو اس کیلئے قبضہ ثابت ہو جائیگا اور وہ مدعا علیہ بن جائیگا۔ اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی گواہ پیش نہیں کئے تو ان دونوں پر قسم ہے۔ پس اگر انہوں نے قسم کھائی تو یہ گھر اس وقت تک موقوف ہوگا جب تک پتہ نہ چلے۔ اور اگر ان میں سے کسی

ایک نے قسم سے انکار کیا تو جس نے قسم کھائی ہے اس کے قبضے کا اعتبار نہیں کیا جائیگا بلکہ دونوں کو اس گھر میں تصرف کرنے منع کیا جائیگا۔

مسئلہ252:رجلان اقام كل واحد بينة علي دار انها في يده ولم يعرف ذو اليد منهما جعل في يد كل واحد نصف المدعي به فان اقام احدهما البينة تثبت له اليد فصار هو المدعي عليه و ان لم تقم لواحد منهما البينة فعلي كل واحد منهما اليمين فان حلفا توقف هذه الدار الي ان تعرف حقيقة الحال فان نكل احدهما لا يقضي للحالف باليد ولكن يمنعان من التعرض لهذه الدار[1]۔

ترجمہ: دو بندوں میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرے قبضے میں ہے جبکہ یہ بات معلوم نہ ہو کہ ان دونوں میں سے قابض کون ہے تو ہم کہیں گے کہ ہر ایک کے قبضے میں نصف نصف گھر ہے۔
اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے گواہ پیش کئے جو کہ اس کے لئے قبضہ ثابت کرتے ہو تو وہ مدعا علیہ بن جائیگا۔اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی گواہ پیش نہیں کئے تو ان دونوں پر قسم ہے۔پس اگر انہوں نے قسم کھائی تو یہ گھر اس وقت تک موقوف ہوگا جب تک حقیقت حال کا پتہ نہ چلے۔اور اگر ان میں سے کسی ایک نے قسم سے انکار کیا تو جس نے قسم کھائی ہے اس کے قبضے کا اعتبار نہیں کیا جائیگا بلکہ دونوں کو اس گھر میں تصرف کرنے منع کیا جائیگا۔
مسئلہ 253: اگر قابض نے گواہ پیش کئے کہ دو سالوں سے یہ گھر میرے قبضے میں ہے جبکہ غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر ایک سال سے میرا ہے تو اس صورت میں غیر قابض کیلئے حکم کیا جائیگا۔

مسئلہ253:لو اقام ذو اليد البينة انها في يده منذ سنتين و اقا الخارج انها له منذ سنة قضي للخارج[2]۔

ترجمہ: اگر قابض نے گواہ پیش کئے کہ دو سالوں سے یہ گھر میرے قبضے میں ہے جبکہ مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر ایک سال سے میرا ہے تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کیلئے حکم کیا جائیگا۔
مسئلہ 254: قابض اور غیر قابض نے ایک گھر کے مطلق ملکیت پر گواہ پیش کئے مثلاً[غیر قابض نے کہا کہ یہ گھر میرا ہے جبکہ قابض نے کہا کہ یہ میرا ہے] دونوں نے ملکیت کی تاریخ بھی ذکر کی لیکن دونوں کی تاریخ ایک تھی تو اس صورت میں غیر قابض کیلئے حکم کیا جائیگا۔اور اگر یہ گھر ان دونوں کے قبضے میں ہو اور ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے تو ہر ایک کیلئے اس حصے کا حکم کیا جائیگا جو دوسرے مدعی کے قبضے میں ہے۔

مسئلہ254:خارج و ذو اليد اقاما البينة علي ملك مطلق و ارخا و تاريخهما سواء يقضي للخارج، صاحباليد ان اقام كل واحد منهما البينة بانها داره يقضي لكل واحد بما في يد صاحبه[3]۔

ترجمہ: قابض اور غیر قابض نے مطلق ملکیت پر گواہ پیش کئے اور دونوں نے ملکیت کی تاریخ بھی ذکر کی لیکن دونوں کی تاریخ ایک تھی تو اس صورت میں غیر قابض کیلئے حکم کیا جائیگا۔اور اگر یہ گھر ان دونوں کے قبضے میں ہو اور ہر ایک نے

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ص151۔
[2] محولہ بالا۔
[3] محولہ بالا۔

گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے تو ہر ایک کیلئے اس حصے کا حکم کیا جائیگا جو دوسرے مدعی کے قبضے میں ہے۔
مسئلہ 255: اگر ایک مدعی میراث کا دعویٰ کر رہا تھا [کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ سے میراث میں ملی ہے] جبکہ دوسرا ملک مطلق کا دعویٰ کر رہا تھا [کہ یہ چیز میری ہے] دونوں نے گواہ بھی پیش کئے تو اس صورت میں یہ حکم کیا جائیگا کہ یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہے۔

مسئلہ 255: لو اقام احدهما البينة علي الارث و الآخر علي الملك المطلق يقضي بينهما نصفين[1]۔
ترجمہ: اگر ایک مدعی نے میراث پر گواہ پیش کئے جبکہ دوسرے نے ملک مطلق پر تو یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو گی۔
مسئلہ 256: ایک مدعی نے میراث پر گواہ پیش کئے [مثلاً زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ سے میراث میں ملی ہے] جبکہ دوسرے مدعی نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اس مدعی کے مورث سے ایک صحیح سبب کے ساتھ اس چیز کی ملکیت حاصل کی ہے۔ [مثلاً بکر نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میں نے زید کے باپ سے خریدی ہے] تو اس صورت میں ملکیت کا حکم کیا جائیگا [یعنی بکر کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا]۔

مسئلہ 256: اقام احدهما البينة علي الارث و الآخر علي الملك من مورث مدعي الارث بسبب صحيح يقضي بالملك[2]۔
ترجمہ: ایک مدعی نے میراث پر گواہ پیش کئے جبکہ دوسرے مدعی نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اس مدعی کے مورث سے ایک صحیح سبب کے ساتھ اس چیز کی ملکیت حاصل کی ہے۔ تو اس صورت میں ملکیت کا حکم کیا جائیگا۔
مسئلہ 257: دو بندوں نے کسی اور کے قبضے میں ایک چیز کی مطلق ملکیت کا دعویٰ کیا [یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ یہ چیز میری ہے] دونوں نے اپنی ملکیت کی تاریخ بھی ذکر کی [کہ فلاں تاریخ سے اس کا مالک ہو] لیکن ان میں سے ایک کی تاریخ مقدم تھی جبکہ دوسرے کی مؤخر۔ تو اس صورت میں مقدم تاریخ والا معتبر ہے۔ امام محمدؒ صاحب سے ایک روایت ہے کہ یہ مدعا فیہ چیز دونوں کی ہو جائیگی۔ اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو امام ابو حنیفہؒ صاحب کے ہاں دونوں کیلئے حکم کیا جائیگا۔ تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں۔ امام ابو یوسفؒ صاحب کے ہاں تاریخ والا معتبر ہے۔ امام محمدؒ صاحب کے ہاں وہی مدعی معتبر ہے جس نے تاریخ ذکر نہیں کی۔
اگر یہ مدعا فیہ چیز ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو اور دونوں نے ملکیت کی تاریخ ذکر نہیں کی یا دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی تو اس صورت میں غیر قابض معتبر ہے۔ اور اگر ایک کی تاریخ دوسرے سے مقدم ہو تو شیخین کے نزدیک وہی معتبر ہے جبکہ امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ اس صورت میں یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی۔
اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی دوسرے نے نہیں یا مدعی غیر قابض نے کہا "کہ یہ چیز ایک سال سے میری ہے" جبکہ قابض کے گواہوں نے شک کے ساتھ گواہی دی یعنی انہوں نے یہ کہا کہ یہ چیز ایک سال سے یا دو سال سے قابض کی ہے

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص 151۔
[2] محولہ بالا۔

یا قابض نے کہا کہ یہ چیز دو سالوں سے میری ہے جبکہ مدعی غیر قابض کے گواہوں نے شک کے ساتھ گواہی دی۔ تو ان صورتوں میں طرفین کے نزدیک مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تاریخ والا معتبر ہے۔
اور اگر یہ مدعا فیہ چیز ان دونوں کے قبضے میں ہو اور دونوں نے ملکیت کی تاریخ بھی ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو شیخین کے نزدیک تاریخ والا معتبر ہے جبکہ امام محمدؒ صاحب کے نزدیک یہ چیز دونوں کی ہو جائیگی۔
اسی طرح حکم ہے اگر دونوں دو الگ الگ بندوں سے بسبب میراث کے یا بیع کے ملکیت حاصل کرنے کا دعویٰ کر رہے ہو [یعنی ایک نے کہا کہ یہ مجھے زید سے وراثت میں ملی ہے جبکہ دوسرے نے کہا کہ یہ چیز مجھے بکر سے میراث میں ملی ہے یا ایک نے کہا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے جبکہ دوسرے نے کہا کہ میں نے بکر سے خریدی ہے]۔ اور اگر ایک ہی بندے سے ملکیت حاصل کرنے کا دعویٰ کر رہے تھے [یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک یہ کہہ رہا تھا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے مثلاً] حال یہ ہو کہ یہ چیز اس [زید] کے قبضے میں ہو تو پھر یہ چیز دونوں کی مشترک ہو جائیگی۔ لیکن اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کی تاریخ مقدم ہو تو وہ معتبر ہے۔
اسی طرح اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو تاریخ والا معتبر ہے اور اس حکم پر ہمارے تمام ائمہ احناف کا اتفاق ہیں۔ اور اگر یہ چیز ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو پھر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور ایک کی تاریخ مقدم تھی تو مقدم تاریخ والا معتبر ہے۔

مسئلہ 257: ادعیا ملکا مطلقا في عین في ید ثالث و ارخا و تاریخ احدهما اسبق فالاسبق اولي الا في روایةعن محمد رحمه الله انه بینهما و ان ارخ احدهما و لم یؤرخ الآخر فعند ابي حنیفة رحمه الله یقضي بینهما ولا عبرة بالتاریخ و عند ابي یوسف رحمه الله المؤرخ اولي و عند محمد رحمه الله المبهم اولي۔
ان کان العین في ید احدهما و لم یؤرخا او ارخا و تاریخهما سواء فالخارج اولي و ان کان تاریخ احدهما اسبق فهو اولي عندهما و قال محمد رحمه الله هو بینهما و ان ارخ احدهما ولم یؤرخا الآخر او ارخ الخارج سنة و شك شهود ذي الید في السنة و السنتین او ارخ ذو الید سنتین و شك شهود الخارج في التاریخ قضي للخارج عندهما و عند ابي یوسف رحمه الله بینة صاحب الوقت اولي۔
ان کان العین في ایدیهما او ارخا و تاریخ احدهما اسبق فعندهما لاسبقهما تاریخا و عند محمد رحمه الله هو بینهما و کذالك لو ادعیا تلقي الملك من اثنین بالمیراث او بالشراء ، و ان ادعیا تلقي الملك من واحد و العین في یده فهو بینهما الا اذا کان تاریخ احدهما اسبق فهو له و کذا ان ارخ احدهما و لم یؤرخ الآخر فهو للمؤرخ بالاجماع و ان کان العین في ید احدهما یقضي لذي الید الا ان یؤرخا و تاریخ احدهما اسبق فهو لاسبقهما[1]۔
ترجمہ: دو بندوں نے کسی اور کے قبضے میں ایک چیز کی مطلق ملکیت کا دعویٰ کیا دونوں نے اپنی ملکیت کی تاریخ بھی ذکر کی لیکن ان میں سے ایک کی تاریخ مقدم تھی تو اس صورت میں مقدم تاریخ والا معتبر ہے۔ امام محمدؒ صاحب سے ایک روایت ہے کہ یہ مدعا فیہ چیز دونوں کی ہو جائیگی۔ اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو امام ابو حنیفہؒ صاحب کے

[1] غانم بغدادی۔ ملجاء القضاة عند تعارض البینات۔ ص 151-152۔

ہاں دونوں کیلئے حکم کیا جائیگا۔ تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں۔ امام ابو یوسفؒ صاحب کے ہاں تاریخ والا معتبر ہے۔ امام محمدؒ صاحب کے ہاں وہی مدعی معتبر ہے جس نے تاریخ ذکر نہیں کی۔

اگر یہ مدعا فیہ چیز ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو اور دونوں نے ملکیت کی تاریخ ذکر نہیں کی یا دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی تو اس صورت میں مدعی غیر قابض معتبر ہے۔ اور اگر ایک کی تاریخ دوسرے سے مقدم تھی تو شیخین کے نزدیک وہی معتبر ہے جبکہ امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ اس صورت میں یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی۔

اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی دوسرے نے نہیں یا مدعی غیر قابض نے کہا "کہ یہ چیز ایک سال سے میری ہے" جبکہ قابض کے گواہوں نے شک کے ساتھ گواہی دی یعنی انہوں نے یہ کہا کہ یہ چیز ایک سال سے یا دو سال سے قابض کی ہے یا قابض نے کہا کہ یہ چیز دو سالوں سے میری ہے جبکہ مدعی غیر قابض کے گواہوں نے شک کے ساتھ گواہی دی۔ تو ان صورتوں میں طرفین کے نزدیک مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تاریخ والا معتبر ہے۔ اور اگر یہ مدعا فیہ چیز ان دونوں کے قبضے میں ہو یا دونوں نے ملکیت کی تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو شیخین کے نزدیک تاریخ والا معتبر ہے جبکہ امام محمدؒ صاحب کے نزدیک یہ چیز دونوں کی ہو جائیگی۔

اسی طرح حکم ہے اگر دونوں دو الگ الگ بندوں سے بسبب میراث کے یا بیع کے ملکیت حاصل کرنے کا دعویٰ کر رہے ہو۔ اور اگر ایک ہی بندے سے ملکیت حاصل کرنے کا دعویٰ کر رہے تھے حال یہ ہو کہ یہ چیز اس کے قبضے میں ہو تو پھر یہ چیز دونوں کی مشترک ہو جائیگی۔ لیکن اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کی تاریخ مقدم ہو تو وہ معتبر ہے۔

اسی طرح اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو بالاتفاق تاریخ والا معتبر ہے اور اگر یہ چیز ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو پھر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور ایک کی تاریخ مقدم تھی تو مقدم تاریخ والا معتبر ہے۔

مسئلہ 258: ایک گھر کسی تیسرے آدمی کے قبضے میں تھا۔ دو بندوں نے اس پر دعویٰ کرکے ان میں سے ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ پورا گھر میرا ہے جبکہ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ نصف گھر میرا ہے۔ تو امام ابو حنیفہؒ صاحب کے نزدیک جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے، گھر کے چار حصوں میں سے اس کے تین حصے ہو جائینگے اور جس نے آدھے گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کو یہ چوتھائی حصہ مل جائیگا جبکہ صاحبین کے نزدیک جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کو اس گھر کے تین حصوں میں سے دو حصے دیے جائینگے جبکہ باقی تیسرا حصہ اس کا ہو جائیگا جس نے آدھے گھر کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اگر گھر دونوں کے قبضے میں ہو تو پھر پورا گھر اسی کا ہو جائیگا جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے۔

مسئلہ258: دار في يد ثالث ادعي كل الدار و الآخر نصفها و اقاما البينة فعند ابي حنيفة لصاحب الجميع ثلثة ارباعها و لصاحب النصف ربعها و عندهما لصاحب الجميع ثلثاها و لصاحب النصف الثلث و ان كانت الدار في ايديهما يقضي بالكل لصاحب الجميع[1]۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ ص151-152۔

ترجمہ: ایک گھر کسی تیسرے آدمی کے قبضے میں تھا۔ایک نے پورے گھر کا دعویٰ کیا جبکہ دوسرے نے نصف کا۔دونوں نے گواہ پیش کیئے۔تو امام ابو حنیفہؒ صاحب کے نزدیک جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے، گھر کے چار حصوں میں سے اس کے تین حصے ہو جائینگے اور جس نے آدھے گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کو چوتھائی حصہ مل جائیگا جبکہ صاحبین کے نزدیک جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کو اس گھر کے تین حصوں میں سے دو حصے دیے جائینگے جبکہ باقی تیسرا حصہ اس کا ہو جائیگا جس نے آدھے گھر کا دعویٰ کیا ہے۔اور اگر گھر دونوں کے قبضے میں ہو تو پھر پورا گھر اسی کا ہو جائیگا جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے۔

مسئلہ 259: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ پورا گھر میرا ہے جبکہ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر دو تہائی $2/3$ میرا ہے تیسرے نے دعویٰ کیا کہ آدھا میرا ہے۔ان تینوں میں سے ہر ایک نے گواہ بھی پیش کیئے۔تو امام ابو حنیفہؒ صاحب کے نزدیک [گھر کے بارہ حصے کرکے] جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے ،اس کے بارہ حصوں میں سے سات حصے ہو جائینگے۔جس نے دو حصوں کا دعویٰ کیا ہے اس کے تین حصے ہو جائینگے اور جس نے نصف گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کے دو حصے ہو جائینگے۔صاحبین کے نزدیک گھر کے 13 حصے کر دیے جائینگے۔جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کے چھ حصے ہو جائینگے اور جس نے دو حصوں کا دعویٰ کیا ہے اس کے چار حصے ہو جائینگے اور جس نے نصف گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کے تین حصے ہو جائینگے۔

مسئلہ 259:لو ادَّعَى رَجُلٌ جَمِيعَهَا وَآخَرُ ثُلُثَيها وَآخَرُ نِصْفَهَا وَأَقَامُوا الْبَيِّنَةَ فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ الله تَعَالى لِصَاحِبِ الْجَمِيعِ سَبْعَةٌ مِنْ اثْنَي عَشرَ وَلِصَاحِبِ الثُّلُثَينِ ثَلاثَةٌ وَلِصَاحِبِ النِّصْفِ سَهْمَانِ وَعِنْدَهما الدَّارُ بَيْنهم عَلى ثَلاثَةَ عَشرَ لِصَاحِبِ الْجَمِيعِ سِتَّةٌ وَلِصَاحِبِ الثُّلُثَينِ أَرْبَعَةٌ وَلِصَاحِبِ النِّصْفِ ثَلاثَةٌ[1]۔

ترجمہ: اگر ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ پورا گھر میرا ہے جبکہ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر دو تہائی $2/3$ میرا ہے تیسرے نے دعویٰ کیا کہ آدھا میرا ہے۔ان تینوں نے گواہ بھی پیش کیئے۔تو امام ابو حنیفہؒ صاحب کے نزدیک جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے ،اس کے بارہ حصوں میں سے سات حصے ہو جائینگے۔جس نے دو حصوں کا دعویٰ کیا ہے اس کے تین حصے ہو جائینگے اور جس نے نصف گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کے دو حصے ہو جائینگے۔صاحبین کے نزدیک گھر کے 13 حصے کر دیے جائینگے۔جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کے چھ حصے ہو جائینگے اور جس نے دو حصوں کا دعویٰ کیا ہے اس کے چار حصے ہو جائینگے اور جس نے نصف گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کے تین حصے ہو جائینگے۔

مسئلہ 260: مدعی قابض اور غیر قابض میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کیئے کہ یہ جانور میرا ہے میری ملکیت میں [اپنے ہی جانور سے پیدا ہوا ہے] تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔نتاج [گھریلو پیدائش] کے دعاوی میں تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں۔ہاں اگر دونوں نے جانور کی تاریخ پیدائش ذکر کی اور دونوں کی تاریخ ایک دوسرے سے الگ تھی اور مدعی غیر قابض نے جو تاریخ بتلائی وہ اس جانور کے عمر کے لگ بھگ ہو تو پھر اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں

---

[1] نظام الدین البلخی، الفتاوی الہندیۃ۔ج4ص91۔

فیصلہ کیا جائیگا۔اور اگر اس جانور کی عمر قابض کی تاریخ کے موافق ہو یا اس کی عمر معلوم کرنا مشکل ہو یا دونوں کی تاریخ اس جانور کی عمر سے مخالف ہو تو پھر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ260:خارج و ذو الید اقام کل واحد البينة علي نتاج حيوان في ملك قضي لذي اليد ولا عبرة للتاريخ مع النتاج الا اذا ارخا وقتين مختلفين ووافق سن الدابة تاريخ الخارج فانه يقضي به للخارج و ان وافق تاريخ ذي اليد او كان مشكلا او خالفهما قضي لذي اليد[1]۔

ترجمہ : قابض اور غیر قابض میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے میری ملکیت میں [اپنے ہی جانور سے پیدا ہوا ہے]تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔نتاج کے دعاوی میں تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں۔ہاں اگر دونوں نے ایک دوسرے سے مختلف تاریخ ذکر کی اور مدعی غیر قابض کی تاریخ اس جانور کے عمر کے لگ بھگ ہو تو پھر اس صورت میں غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔اور اگر اس جانور کی عمر قابض کی تاریخ کے موافق ہو یا اس کی عمر معلوم کرنا مشکل ہو یا دونوں کی تاریخ اس جانور کی عمر سے مخالف ہو تو پھر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 261 : دو بندوں نے کسی تیسرے کے قبضے میں ایک جانور کا دعویٰ کیا۔ان دونوں میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے۔ میرے اپنے ہی جانور سے پیدا ہوا ہے تو اس صورت میں دونوں کیلئے اس جانور کے مشترک ہونے کا حکم کیا جائیگا۔برابر ہے کہ دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو یا نہیں۔ہاں اگر اس جانور کی عمر کسی ایک کی تاریخ سے مخالف ہو تو پھر اس دوسرے کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔اور اگر اس جانور کی عمر معلوم کرنا مشکل ہو یا دونوں کی تاریخ اس جانور کی عمر سے مخالف ہو تو پھر دونوں کیلئے مشترک طور پر حکم کیا جائیگا۔

مسئلہ261:خارجان اقاما البينة علي حيوان في يد آخر انه نتج في ملكه يقضي بينهم ارخا او لم يؤرخا الا اذا خالف السن تاريخ احدهما فيقضي للآخر و ان اشكل او خالفهما قضي بينهما 2۔

ترجمہ : دو بندوں نے کسی تیسرے کے قبضے میں ایک جانور پر گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے۔ میرے اپنے ہی جانور سے پیدا ہوا ہے تو اس صورت میں دونوں کیلئے اس جانور کے مشترک ہونے کا حکم کیا جائیگا۔برابر ہے کہ دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو یا نہیں۔ہاں اگر اس جانور کی عمر کسی ایک کی تاریخ سے مخالف ہو تو پھر اس دوسرے کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔اور اگر اس جانور کی عمر معلوم کرنا مشکل ہو یا دونوں کی تاریخ اس جانور کی عمر سے مخالف ہو تو پھر دونوں کیلئے مشترک طور پر حکم کیا جائیگا۔

مسئلہ 262 : جامع الفصولین کے آٹھویں فصل میں مذکور ہے کہ یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ جب بھی دو بندے کسی چیز کا دعویٰ کر رہے ہو اور گواہ بھی پیش کرتے ہو تو وہ تین حالتوں سے خالی نہیں ہونگے۔

1۔دونوں ملک مطلق کا دعویٰ کر رہے ہونگے [یعنی ہر ایک یہ کہتا ہوگا کہ یہ چیز میری ہے۔ ملکیت کا سبب ذکر نہیں کر

---

[1] غانم بغدادی۔ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ص153۔

[2] محولہ بالا۔

رہے ہونگے]۔2۔دونوں میراث کا دعویٰ کر رہے ہونگے [یعنی کہتے ہونگے کہ یہ مجھے میراث میں ملی ہے]3۔دونوں خریدنے کا دعویٰ کر رہے ہونگے۔

ان تینوں صورتوں کی پھر تین تین قسمیں ہیں۔کیونکہ وہ جس چیز کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ چیز 1۔کسی تیسرے کے قبضے میں ہوگی۔یا 2۔ان دونوں کے قبضے میں ہوگی۔یا 3۔ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہوگی [اسی طرح کل نو[9]صورتیں ہوئی۔پھر ان تمام صورتوں کی چار چار صورتیں ہیں کیونکہ یا1۔دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی ہو گی یا2۔دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو گی یا 3۔دونوں نے تاریخ ذکر ہو گی لیکن ایک کی تاریخ مقدم ہو گی۔یا 4۔ان میں سے ایک نے تاریخ ذکر کی ہو گی جبکہ دوسرے نے نہیں۔اسی طرح یہ ٹوٹل **36** صورتیں بن گئ۔

اب ہر ایک قسم کا حکم تفصیل اور ترتیب کے ساتھ سن لیں۔

اگر دونوں مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا [یعنی ہر ایک نے کہا کہ یہ چیز میری ہے]حال یہ ہو کہ یہ چیز کسی تیسرے کے قبضے میں ہو اور (1)دونوں نے اپنی ملکیت کی تاریخ ذکر نہیں کی [یہ نہیں بتایا کہ کونسی تاریخ سے میں اس کا مالک ہو] یا (2)دونوں نے تاریخ ذکر کرکے دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیۓ تو حکم کیا جائیگا کہ یہ چیز ان دونوں کی مشترک ہے [نصف ایک کی نصف دوسرے کی] کیونکہ دونوں دلیل میں برابر ہیں [یعنی گواہ دونوں کے پاس ہیں]۔

اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن (3)ایک کی تاریخ دوسرے سے مقدم تھی تو مقدم تاریخ والے کے حق میں حکم کیا جائیگا کیونکہ اس نے اپنے لئے ملکیت ایسے وقت میں ثابت کر دیا ہے کہ اس وقت اس کے ساتھ کسی کا جھگڑا نہیں تھا۔اور یہ دوسرا مدعی جو دعویٰ کر رہا ہے اس نے اپنی ملکیت کی تاریخ مؤخر بتلائی ہے لہٰذا حکم یہ کیا جائیگا کہ اس پہلے وقت میں مقدم تاریخ والا اس چیز کا مالک تھا۔اس کے بعد اس دوسرے کیلئے ملکیت کا حکم اس وقت کیا جائیگا کہ جب وہ اس سے کسی بھی ذریعہ سے ملکیت حاصل کرلے [مثلاً خرید لیں]۔اب چونکہ مؤخر تاریخ والے نے اس سے ملکیت حاصل نہیں کی ہے لہٰذا اس کیلئے اس چیز کا حکم نہیں کیا جائیگا [بلکہ مقدم تاریخ والے کیلئے فیصلہ کیا جائیگا]۔اور اگر(4) ایک مدعی نے اپنی ملکیت کی تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں لہٰذا ان دونوں کیلئے مشترکہ طور پر فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ ایک مدعی کے تاریخ بیان کرنے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ملکیت اس کی مقدم ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس دوسرے کی ملکیت اس سے مقدم ہو اور ہو سکتا ہے کہ مؤخر ہو۔تو اب جب دونوں کا احتمال پیدا گیا لہٰذا ہم نے ان دونوں باتوں کا لحاظ کرکے کہا کہ گویا دونوں کی ملکیت کی تاریخ آگے پیچھے نہیں ہے بلکہ ایک ہے [لہٰذا ان دونوں کیلئے مشترک طور پر حکم کیا جائیگا]۔

امام ابو یوسفؒ صاحب کے ہاں تاریخ والے کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ اس نے اپنے لئے اس چیز کی ملکیت یقین کے ساتھ ثابت کی ہے اس وقت میں جس میں اس نے بتایا ہے۔اور جس مدعی نے تاریخ کا ذکر نہیں کیا وہ اب اس ملکیت کو یقین کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔باقی رہی یہ بات کہ کیا اس کی ملکیت اس وقت ثابت تھی جس وقت یہ تاریخ والا بتا رہا ہے تو یہ شک والی بات ہے اس وجہ سے مقابلہ نہیں کر سکتا [لہٰذا وہ اپنی موجودہ ملکیت ثابت کر رہا ہے اور وہ مقدم ملکیت]۔پس ہم نے مقدم والے کے حق میں فیصلہ دیا۔

امام محمدؒ صاحب کے نزدیک اس مدعی کیلئے فیصلہ کیا جائیگا جس نے تاریخ ذکر نہیں کی ہے کیونکہ تاریخ کی وجہ سے تاریخ والے کی ملکیت کا دعویٰ خاص ہے اور مطلق ملکیت [جو بغیر تاریخ کے ہو] کا دعویٰ وہ اصل سے ہی ملکیت کا دعویٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض بائع بعض پر رجوع کرتے ہیں اور جو زائد چیزیں اس مدعا فیہ چیز کے ساتھ متعلق ہو حقدار اس کا بھی مستحق بنتا ہے۔ پس جس مدعی نے تاریخ ذکر نہیں کی ہے اس کی ملکیت مقدم ہے اس وجہ سے وہ معتبر ہے۔[یہ ساری تفصیل] اس وقت ہے جب مدعا فیہ چیز کسی تیسرے کے قبضے میں ہو۔

اور اگر ان دونوں کے قبضے میں ہو (5,6,7,8) تو بھی یہی حکم ہے [جس طرح پہلے چار قسموں کا بیان ہوا] کیونکہ دونوں کا قبضہ ہے۔ لہٰذا قبضے کی وجہ سے ایک معتبر نہیں ہے اور دوسرا قبضے کی وجہ سے کم نہیں ہے۔

اور اگر یہ چیز ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو اور دونوں نے اپنی ملکیت کی تاریخ ذکر کی (9) یا ذکر نہیں کی (10) تو یہ چیز مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی کیونکہ اس کے گواہ اثبات میں زیادہ قوی ہیں۔

اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی (11) لیکن ایک کی تاریخ مقدم ہو تو پھر یہ چیز مقدم تاریخ والے کی ہو جائیگی اور اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ صاحب نے اپنے اس قول سے رجوع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ قابض کے گواہ اس مدعی غیر قابض جس نے تاریخ ذکر کی ہے یا کسی اور سے معتبر نہیں ہے کیونکہ دونوں نے مطلق ملکیت پر گواہ پیش کیئے ہیں اور دونوں نے ملکیت کا سبب ذکر نہیں کیا ہے۔ لہٰذا تقدیم و تاخیر برابر ہوئی اس لئے مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت دونوں نے اپنی ملکیت کی تاریخ بتلائی جبکہ ایک کی تاریخ دوسرے سے مقدم تھی تو اس تقدیم کی وجہ سے دفع آتا ہے [یعنی اس کی وجہ سے دوسرے مدعی کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے] کیونکہ کسی چیز کی ملکیت کسی وقت میں جب ایک بندے کیلئے ثابت ہو جائے تو اس کے بعد دوسرے بندے کیلئے اس وقت ثابت ہو سکتا ہے کہ جب وہ اسی مالک کی طرف سے ملکیت حاصل کریں [مثلاً اس سے خریدے یا مالک اس کو ہبہ کریں] لہٰذا قابض کے گواہ تاریخ ذکر کرنے کی وجہ سے غیر قابض کے گواہوں کو رد کرنے والے ہو گئے۔ اسی وجہ سے یہ گواہ قبول نہیں ہیں مگر یہ اس وقت قبول ہیں جب یہ مالک [قابض] سے ملکیت حاصل کریں۔ لہٰذا قابض کے گواہ دفع کرنے پر قبول ہیں۔

اسی وجہ سے اگر مدعا فیہ گھر دونوں کے قبضے میں ہو [دونوں ملکیت کا دعویٰ کر رہے ہو اور دونوں گواہ بھی پیش کریں۔ دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ دوسرے سے مقدم ہو] تو شیخین کے نزدیک مقدم تاریخ والا معتبر ہے جبکہ امام محمدؒ صاحب کے نزدیک یہ گھر دونوں کا مشترک طور پر ہو جائیگا۔

اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں (12) تو امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک تاریخ والے کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ اس کے گواہ اس بندے کے گواہوں سے مقدم ہیں جس نے تاریخ ذکر نہیں کی ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہو جائیگی جیسے دو بندے کسی چیز کا دعویٰ کر رہے ہو۔ ہر ایک یہ کہہ رہا ہو کہ یہ چیز میں زید سے خریدی ہے۔ ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں۔ تو اس صورت میں تاریخ والا معتبر ہے۔

طرفین کے نزدیک مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ [تو جس صورت میں غیر قابض کے گواہوں نے تاریخ ذکر کی جبکہ قابض کے گواہوں نے نہیں تو اس صورت میں تو اتفاق ہیں کہ غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔ اور اگر قابض کے گواہوں نے تاریخ ذکر کی ہو جبکہ غیر قابض کے گواہوں نے نہیں تو اس صورت میں طرفین کے نزدیک غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں] کیونکہ قابض کے گواہ اس وقت قبول کئے جاتے ہیں جب ان کی وجہ سے دفع/رد آتا ہو۔ اِدھر دفع کا آنا اس وجہ سے مشکوک ہے کہ قابض نے یہ ملکیت خاص غیر قابض سے حاصل کی ہے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ مدعی غیر قابض کے گواہ تاریخ ذکر کریں اور وہ مقدم بھی ہو۔ تو جب اس بات میں شک آگیا کہ قابض کی گواہوں کی وجہ سے مدعی غیر قابض کے گواہوں کا دفع آسکتا ہے یا نہیں؟ لہٰذا قابض کے گواہ شک اور احتمال کے ساتھ قبول نہیں ہے بلکہ مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 262: اعلم أن الرجلين إذا ادعيا عيناً وبرهنا فلا يخلو إما أن يدعيا ملكاً مطلقاً أو ارثاً أو شراء وكل قسم ثلاثة أقسام لأنه إما أن يكون المدعىٰ في يد ثالث أو في يدهما أو في يد أحدهما وكل وجه على أربعة أقسام لأنه إما أن لم يؤرخا أو أرخا تاريخاً واحداً أو أرخا وتاريخ أحدهما أسبق أو أرخ أحدهما لا الآخر وجملة ذلك ستة وثلاثون فصلاً، أما لو ادعيا ملكاً مطلقاً والعين في يد ثالث ولم يؤرخا أو أرخا تاريخاً واحداً وبرهنا يقضي بينهما لاستوائهما في الحجة، وإن أرخا وتاريخ أحدهما أسبق يقضي للأسبق لأنه أثبت الملك لنفسه في زمان لا ينازعه فيه غيره فيقضي بالملك له ثم لا يقضي بعده لغيره إلا إذا تلقى الملك منه ومن ينازعه لم يتلق الملك منه فلا يقضي له به ولو أرخ أحدهما إلا الآخر فعند ابي حنيفة رحمه الله لا عبرة للتاريخ ويقضي بينهما نصفين لأن توقيت أحدهما لا يدل على تقدم ملكه لأنه يجوز أن يكون الآخر أقدم منه ويحتمل أن يكون متأخراً عنه فجعل مقارناً رعايةً للاحتمالين وعندابي يوسف رحمه الله للمؤرخ لأنه أثبت لنفسه الملك في ذلك الوقت يقيناً ومن لم يؤرخ يثبت للحال يقيناً وفي ثبوته في وقت تاريخ صاحبه شك فلا يعارضه وعند محمد رحمه الله أنه يقضي لمن أطلق لأن دعوى الملك المطلق دعوى الملك من الأصل ودعوى المؤرخ يقتصر على وقت التاريخ ولذا يرجع الباعة بعضهم على بعض ويستحق الزوائد المتصلة والمنفصلة فكان المطلق أسبق تاريخاً فكان أولى۔ هذا إذا كان المدعي في يد ثالث فإن كان في يدهما فكذلك الجواب لأنه لم يترجح أحدهما على الآخر باليد ولم ينحط حاله عن حال الآخر باليد وإن كان في يد أحدهما فإن أرخا سواء أو لم يؤرخا فهو للخارج لأن بينته أكثر إثباتاً وإذا أرخا وأحدهما أسبق فهو لأسبقهما لما مر وعن محمد رحمه الله - قيل أنه رجع عن هذا القول- وقال لا تقبل بينة ذي اليد على ذى الوقت ولا على غيره لأن البينتين قامتا على مطلق الملك ولم يتعرضا لجهة الملك فاستوى التقدم والتأخر فيقضي للخارج ولهما أن البينة مع التاريخ تتضمن معنى الدفع فإن الملك إذا ثبت لشخص في وقت فثبوته لغيره بعده لا يكون إلا بالتلقي منه فصارت بينة ذي اليد بذكر التاريخ متضمنة دفع بينة الخارج على معنى أنها لا تصح إلا بعد إثبات التلقي من قبله وبينته على الدفع مقبولة وعلى هذا إذا كانت الدار في أيديهما فصاحب الوقت الأولى أولى عندهما وعنده تكون بينهما فإن أرخ أحدهما لا الآخر فعند ابي يوسف رحمه الله يقضي للمؤرخ لأن بينته أقدم من المطلق كما لو ادعى رجلان شراء من واحد وأرخ أحدهما لا الآخر كان المؤرخ أولى وعندابي حنيفة و محمد رحمهما الله يقضي للخارج ولا عبرة للوقت لأن بينة ذي اليد إنما تقبل إذا كانت متضمنة معنى الدفع وهنا وقع الاحتمال في معنى الدفع لوقوع الشك في وجوب التلقي من جهته لجواز أن

شهود الخارج لو وقتوا لكان أقدم فإذا وقع الشك في تضمنه معنى الدفع فلا تقبل مع الشك والاحتمال[1]۔

ترجمہ: یہ بات جان لیں کہ اگر دو بندوں نے کسی چیز کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کئے تو وہ تین حالتوں سے خالی نہیں ہونگے۔ یا تو دونوں نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا ہوگا یا میراث کا یا خریدنے کا۔

ان تینوں صورتوں کی پھر تین تین قسمیں ہیں کیونکہ مدعیٰ فیہ چیز کسی تیسرے کے قبضے میں ہوگی یا ان دونوں کے قبضے میں ہوگی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہوگی پھر ان تمام صورتوں کی چار چار صورتیں ہیں کیونکہ دونوں نے تاریخ ذکر کی ہوگی یا نہیں، یا دونوں نے تاریخ ذکر ہوگی لیکن ایک کی تاریخ مقدم ہوگی یا ان میں سے ایک نے تاریخ ذکر کی ہوگی جبکہ دوسرے نے نہیں۔اسی طرح یہ ٹوٹل 36 صورتیں بن گئی۔اب ہر ایک قسم کا حکم تفصیل اور ترتیب کے ساتھ سن لیں۔

اگر دونوں مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا حال یہ ہو کہ یہ چیز کسی تیسرے کے قبضے میں ہو اور دونوں نے اپنی ملکیت کی تاریخ ذکر نہیں کی یا دونوں نے ایک ہی تاریخ ذکر کرکے دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو حکم کیا جائیگا کہ یہ چیز ان دونوں کی مشترک ہے کیونکہ دونوں دلیل میں برابر ہیں۔

اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ دوسرے سے مقدم تھی تو مقدم تاریخ والے کے حق میں حکم کیا جائیگا کیونکہ اس نے اپنے لئے ملکیت ایسے وقت میں ثابت کر دیا ہے کہ اس وقت اس کے ساتھ کسی کا جھگڑا نہیں تھا اس کے بعد اس دوسرے کیلئے ملکیت کا حکم اس وقت کیا جائیگا کہ جب وہ اس سے کسی بھی ذریعہ سے ملکیت حاصل کرلے اب چونکہ مؤخر تاریخ والے نے اس سے ملکیت حاصل نہیں کی ہے لہٰذا اس کیلئے اس چیز کا حکم نہیں کیا جائیگا۔ اور اگر ایک مدعی نے اپنی ملکیت کی تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں لہٰذا ان دونوں کیلئے مشترکہ طور پر فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ ایک مدعی کے تاریخ بیان کرنے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ملکیت اس کی مقدم ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس دوسرے کی ملکیت اس سے مقدم ہو اور ہو سکتا ہے کہ مؤخر ہو لہٰذا ہم نے ان دونوں باتوں کا لحاظ کرکے کہا کہ گویا دونوں کی ملکیت کی تاریخ ایک ہے۔

امام ابو یوسفؒ صاحب کے ہاں تاریخ والے کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ اس نے اپنے لئے اس چیز کی ملکیت یقین کے ساتھ ثابت کی ہے اس وقت میں جس میں اس نے بتایا ہے۔اور جس مدعی نے تاریخ کا ذکر نہیں کیا وہ اب اس ملکیت کو یقین کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ کیا اس کی ملکیت اس وقت ثابت تھی جس وقت یہ تاریخ والا بتا رہا ہے تو یہ شک والی بات ہے اس وجہ سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔

[1] ابن قاضی سماونۃ۔ جامع الفصولین۔ ج 1 ص 103-104۔

امام محمدؒ صاحب کے نزدیک اس مدعی کیلئے فیصلہ کیا جائیگا جس نے تاریخ ذکر نہیں کی ہے کیونکہ مطلق ملکیت کا دعویٰ وہ اصل سے ہی ملکیت کا دعویٰ ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض بائع بعض پر رجوع کرتے ہیں اور جو زائد چیزیں اس مدعا فیہ چیز کے ساتھ متعلق ہو حقدار اس کا بھی مستحق بنتا ہے۔پس جس مدعی نے تاریخ نہیں ذکر کی ہے اس کی ملکیت مقدم ہے اس وجہ سے وہ معتبر ہے۔[یہ ساری تفصیل] اس وقت ہے جب مدعا فیہ چیز کسی تیسرے کے قبضے میں ہو۔

اگر یہ چیز ان دونوں کے قبضے میں ہو تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ دونوں کا قبضہ ہے لہٰذا قبضے کی وجہ سے ایک معتبر نہیں ہے اور دوسرا قبضے کی وجہ سے کم نہیں ہے۔

اگر یہ چیز ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو اور دونوں نے اپنی ملکیت کی تاریخ ذکر کی یا ذکر نہیں کی تو یہ چیز مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی کیونکہ اس کے گواہ اثبات میں زیادہ قوی ہیں۔

اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو پھر یہ چیز مقدم تاریخ والے کی ہو جائیگی اور اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔امام محمدؒ صاحب سے روایت ہے (بعض فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ صاحب نے اپنے اس قول سے رجوع فرمایا ہے) کہ قابض کے گواہ اس غیر قابض جس نے تاریخ ذکر کی ہے یا کسی اور سے معتبر نہیں ہے کیونکہ دونوں نے مطلق ملکیت پر گواہ پیش کیئے ہیں اور دونوں نے ملکیت کا سبب ذکر نہیں کیا ہے۔لہٰذا تقدیم و تاخیر برابر ہوئی اس لئے مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت دونوں نے اپنی ملکیت کی تاریخ بتلائی جبکہ ایک کی تاریخ دوسرے سے مقدم ہو تو اس تقدیم کی وجہ سے دفع آتا ہے کیونکہ کسی چیز کی ملکیت کسی وقت میں جب ایک بندے کیلئے ثابت ہو جائے تو اس کے بعد دوسرے بندے کیلئے اس وقت ثابت ہو سکتا ہے کہ جب وہ اسی مالک کی طرف سے ملکیت حاصل کریں لہٰذا قابض کے گواہ تاریخ ذکر کرنے کی وجہ سے مدعی غیر قابض کے گواہوں کو رد کرنے والے ہو گئے۔لہٰذا قابض کے گواہ دفع پر قبول ہیں۔

اسی طرح اگر مدعا فیہ گھر دونوں کے قبضے میں ہو تو شیخین کے نزدیک مقدم تاریخ والا معتبر ہے جبکہ امام محمدؒ صاحب کے نزدیک یہ گھر دونوں کا مشترک ہو جائیگا۔

اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک تاریخ والے کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ اس کے گواہ اس بندے کے گواہوں سے مقدم ہیں جس نے تاریخ ذکر نہیں کی ہے۔اس کی مثال اس طرح ہو جائیگی جیسے دو بندوں نے کسی چیز کا ایک ہی بائع سے خریدنے کا دعویٰ کیا۔ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو اس صورت میں تاریخ والا معتبر ہے۔

طرفین کے نزدیک مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ قابض کے گواہ اس وقت قبول کیئے جاتے ہیں جب ان کی وجہ سے دفع/رد آتا ہو۔اِدھر دفع کا آنا اس وجہ سے مشکوک ہے کہ قابض

نے یہ ملکیت خاص مدعی غیر قابض سے حاصل کی ہے؟ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ مدعی غیر قابض کے گواہ تاریخ ذکر کریں اور وہ مقدم بھی ہو۔ تو جب اس بات میں شک آگیا کہ قابض کی گواہوں کی وجہ سے مدعی غیر قابض کے گواہوں کا دفع آسکتا ہے یا نہیں؟ لہٰذا قابض کے گواہ شک اور احتمال کے ساتھ قبول نہیں ہے بلکہ مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 263: اگر دونوں مدعی میراث کا دعویٰ کر رہے تھے اور دونوں نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملی ہے حال یہ ہو کہ مدعافیہ چیز کسی تیسرے کے قبضے میں ہو۔ دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی (13) یا دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی (14) کہ کس تاریخ سے مجھے میراث میں یہ چیز ملی ہے تو ان صورتوں میں یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی کیونکہ دونوں دلیل میں برابر ہیں۔

اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی (15) تو پھر یہ چیز مقدم تاریخ والے کی ہو جائیگی۔ امام ابو یوسفؒ صاحب پہلے فرمایا کرتے تھے کہ دونوں کی نصف نصف ہو گی لیکن بعد میں اس نے اوپر والے قول کی طرف رجوع کیا۔ امام محمدؒ صاحب سے اس کے شاگرد ابو حفصؒ نے امام ابو حنیفہؒ جیسا حکم نقل کیا ہے جبکہ اس کے ایک اور شاگرد ابو سلمانؒ نے جو بات نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ میراث میں تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں ہے لہٰذا دونوں کیلئے شرکت کا حکم کرکے یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی اگرچہ کسی ایک کی تاریخ مقدم ہو۔ وجہ یہ ہے کہ ان دونوں نے اپنی ملکیت کے تقدیم کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مناسب بات یہی ہے کہ اس کا حکم اس صورت کے حکم جیسا ہو جس میں دو مدعی دو الگ الگ بندوں سے کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ کرتے ہو [ایک کہتا ہو کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے جبکہ دوسرا کہتا ہو کہ میں نے یہ چیز بکر سے خریدی ہے]۔ کیونکہ جن دو بندوں کے میراث کا دعویٰ یہ دونوں مدعی کر رہے ہیں وہ گویا کہ بائعین ہیں کہ ملکیت ان کی طرف سے حاصل کی گئی ہے جس طرح مشتری بائع سے ملکیت حاصل کرتا ہے۔ تو جن حضرات نے الگ الگ بندوں سے خریدنے کی صورت میں تاریخ کا اعتبار نہیں کیا ہے تو مناسب یہی ہے کہ وہ میراث میں بھی تاریخ کا اعتبار نہ کریں۔ جس نے اس سے اختلاف کیا ہے اس پر اعتراض لازم آتا ہے اور اس اعتراض سے چھٹکارا پانا مشکل ہے لیکن اگر ہم یہ کہے کہ روایتیں دو ہیں [تو پھر اعتراض سے چھٹکارا پانا آسان ہے]۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ الگ الگ بندوں سے خریدنے کی دعوے کی صورت میں تاریخ کا اعتبار ہے یا نہیں؟ تو اس میں مختلف روایات ہیں جو کہ بعد میں ذکر کرینگے اسی طرح میراث میں بھی ہے۔ لہٰذا دونوں کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کوئی اعتراض لازم نہیں ہوا۔ [گویا کہ جس روایت میں خریدنے کی دعوے میں بائع الگ الگ ہو تاریخ کا اس میں اعتبار کیا گیا ہو اس روایت کی بناپر میراث میں بھی تاریخ کا اعتبار ہے اور جس روایت میں اُدھر تاریخ کا اعتبار نہیں ہے اس بناء پر میراث میں بھی تاریخ کا اعتبار نہیں ہے]

اور اگر ایک مدعی نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں (16) تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ یہ چیز نصف ایک کی نصف دوسرے کی۔ کیونکہ انہوں نے الگ الگ بندوں سے ملکیت کا دعویٰ کیا ہے اور اس میں تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں

ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک تاریخ والا معتبر ہے اور اگر مدعا فیہ چیز ان دونوں کے قبضے میں ہو تو بھی اسی طرح کا حکم ہے (17,18,19,20) جس طرح ابھی چار صورتوں کا بیان ہوا۔ اور اگر یہ چیز ایک مدعی کے قبضے میں ہو اور دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی (21) یا دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی (22) تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی (23) لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو پھر یہ چیز مقدم تاریخ والے کی ہو جائیگی۔ امام محمدؒ صاحب کے نزدیک مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی کیونکہ اِدھر امام محمدؒ کے نزدیک تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں۔

اگر ایک نے تاریخ ذکر کی (24) جبکہ دوسرے نے نہیں تو پھر بالاتفاق یہ چیز غیر قابض کی ہو جائیگی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک یہ چیز تاریخ والے کی ہو جائیگی۔ اگر ان دونوں نے اپنے اپنے مورِث کی ملکیت کی تاریخ ذکر کی [مثلاً ہر ایک نے کہا کہ یہ مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملی ہے اور میرا باپ فلاں تاریخ سے اس کا مالک تھا] تو اس صورت میں تاریخ کا مقدم ہونا بالاتفاق معتبر ہے۔

مسئلہ 263: وإن ادعى كل واحد منهما الإرث من أبيه فلو كان العين في يد ثالث ولم يؤرخا أو أرخا سواء فهو بينهما نصفان لاستوائهما في الحجة وإن أرخا وأحدهما أسبق فهو لأسبقهما عند ابي حنيفة رحمه الله وكان ابو يوسف رحمه الله يقول أولاً يقضي به بينهما نصفين في الإرث والملك المطلق ثم رجع إلى ما قلنا، وقال محمد رحمه الله في رواية أبي حفص[1] كما قاله ابو حنيفة رحمه الله وقال في رواية أبي سليمان[2] لا عبرة للتاريخ في الإرث فيقضي بينهما نصفين وإن سبق تاريخ أحدهما لأنهما لا يدعيان الملك لأنفسهما ۔

أقول: ينبغي أن حكم ذلك كحكم دعوى الشراء من اثنين لأن المورثين كبائعين في تلقي الملك منهما فمن لم يعتبر التاريخ في الشراء من البايعين ينبغي أن لا يعتبر التاريخ في الإرث أيضاً فيرد الإشكال على من خالف فيشكل التفصي إلا بالحمل على الروايتين.

والحاصل: أن في اعتبار تاريخ التلقي من البائعين اختلاف الروايات على ما سيجيء فكذا الإرث فلا فرق بينهما في الحكم فلا إشكال حينئذ قال وإن أرخ أحدهما لا الآخر قضى بينهما نصفين إجماعاً لأنهما ادعيا تلقي الملك من رجلين فلا عبرة للتاريخ وقيل يقضي للمؤرخ عند ابي يوسف رحمه الله ولو كان العين في أيديهما فكذا الجواب۔

وإن كان العين في يد أحدهما ولم يؤرخا أو أرخا سواء يقضي للخارج وإن أرخا وأحدهما أسبق فهو لأسبقهما وعند محمد رحمه الله للخارج لأنه لا عبرة للتاريخ هنا وإن أرخ أحدهما لا الآخر فهو للخارج إجماعاً وقيل عند ابي يوسف رحمه الله للمؤرخ ولو ارخا لملك مورثهما يعبتر سبق التاريخ اتفاقا[3]۔

---

[1] اس سے مراد احمد بن حفص ،ابو حفص البخاری الکبیر ہے۔ما وراء النہر کے شیخ تھے ۔ محمد بن الحسن سے علم حاصل کیا۔ بخارا میں ۲۶۴ھ کو فوت ہوئے۔ دیکھئے: الفوائد البہیۃ ص ۱۸۔

[2] اس سے مراد ابو سلیمان، موسی بن سلیمان الجوزجانی الحنفی ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ سے فقہ پڑھی۔ "السیر الصغیر"، "النوادر" وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ ۲۰۰ھ کے بعد فوت ہوئے۔ دیکھئے: الفوائد البہیۃ ص ۲۱۶۔

[3] ابن قاضی سماونۃ۔ جامع الفصولین۔ ج1 ص 104-105۔

ترجمہ: اگر دونوں نے میراث کا دعویٰ کیا کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملی ہے حال یہ ہو کہ مدعافیہ چیز کسی تیسرے کے قبضے میں ہو۔ دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی یا دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی تو ان صورتوں میں یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی کیونکہ دونوں دلیل میں برابر ہیں۔

اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک یہ چیز مقدم تاریخ والے کی ہو جائیگی۔ امام ابو یوسفؒ صاحب پہلے فرمایا کرتے تھے کہ دونوں کی نصف نصف ہو گی لیکن بعد میں اس نے اوپر والے قول کی طرف رجوع کیا۔

امام محمدؒ صاحب سے اس کے شاگرد ابو حفصؒ نے امام ابو حنیفہؒ جیسا حکم نقل کیا ہے جبکہ اس کے ایک اور شاگرد ابو سلیمانؒ نے جو بات نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ میراث میں تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں ہے لہٰذا دونوں کیلئے شرکت کا حکم کرکے یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی اگرچہ کسی ایک کی تاریخ مقدم ہو۔ وجہ یہ ہے کہ ان دونوں نے اپنی ملکیت کے تقدیم کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مناسب بات یہی ہے کہ اس کا حکم اس صورت کے حکم جیسا ہو جس میں دو مدعی دو الگ الگ بندوں سے کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ کرتے ہو کیونکہ جن دو بندوں کے میراث کا دعویٰ یہ دونوں مدعی کر رہے ہیں وہ گویا کہ بائعین ہیں کہ ملکیت ان کی طرف سے حاصل کی گئی ہے۔ تو جن حضرات نے الگ الگ بندوں سے خریدنے کی صورت میں تاریخ کا اعتبار نہیں کیا ہے تو مناسب یہی ہے کہ وہ میراث میں بھی تاریخ کا اعتبار نہ کریں۔ جس نے اس سے اختلاف کیا ہے اس پر اعتراض لازم آتا ہے اور اس اعتراض سے چھٹکارا پانا مشکل ہے لیکن اگر ہم یہ کہے کہ روایتیں دو ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ الگ الگ بندوں سے خریدنے کی دعوے کی صورت میں تاریخ کا اعتبار ہے یا نہیں؟ تو اس میں مختلف روایات ہیں جو کہ بعد میں ذکر کرینگے اسی طرح میراث میں بھی ہے۔ لہٰذا دونوں کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کوئی اعتراض لازم نہیں ہوا۔

اگر ایک مدعی نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ یہ چیز نصف ایک کی نصف دوسرے کی کیونکہ انہوں نے الگ الگ بندوں سے ملکیت کا دعویٰ کیا ہے اور اس میں تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک تاریخ والا معتبر ہے اور اگر مدعافیہ چیز ان دونوں کے قبضے میں ہو تو بھی اسی طرح کا حکم ہے۔

اور اگر یہ چیز ایک مدعی کے قبضے میں ہو اور دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی یا دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو پھر یہ چیز مقدم تاریخ والے کی ہو جائیگی۔ امام محمدؒ صاحب کے نزدیک مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی کیونکہ اِدھر امام محمدؒ کے نزدیک تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں۔

اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو بالاتفاق یہ چیز مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک یہ چیز تاریخ والے کی ہو جائیگی۔

اگران دونوں نے اپنے اپنے مورِث کی ملکیت کی تاریخ ذکر کی تو اس صورت میں تاریخ کا مقدم ہونا بالاتفاق معتبر ہے۔
مسئلہ 264: اگر دو بندوں نے کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ کیا [مثلاًہر ایک نے کہا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے]اور دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی(25) یا دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی (26)تو اس صورت میں یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی کیونکہ دونوں دلیل میں برابر ہے۔
اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی(27)تو بالاتفاق مقدم تاریخ والے کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔بخلاف اس صورت کے کہ جس میں دونوں مدعی الگ الگ بندوں سے خریدنے کا دعویٰ کریں [مثلاًایک کہتا ہے کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ میں نے بکر سے خریدی ہے تو اس صورت میں تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں ہے] کیونکہ یہ دونوں اس چیز کی ملکیت اپنے اپنے بائعین کیلئے ثابت کر رہے ہیں [ایک کہتا ہے کہ زید اس کا مالک تھا جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ بکر اس کا مالک تھا]اور بائع کی ملکیت کی تاریخ نہیں ذکر کی گئی ہے [کہ کس تاریخ سے مالک ہو گیا تھا]اب مدعی جو اپنے بیع کی تاریخ بتا رہا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔یہ اس طرح ہوا گویا کہ دونوں بائع زید اور بکر خود حاضر ہوئے ہو۔دونوں نے اپنی اپنی ملکیت کے اوپر تاریخ ذکر کئے بغیر گواہ پیش کئے ہو تو اس صورت میں یہ دونوں کی مشترک ہو جائیگی۔
اور جہاں تک اس مسئلے کی بات ہے [کہ جس میں دونوں مدعی ایک ہی بندے [زید] سے خریدنے کا دعویٰ کر رہے ہو]تو اُدھر دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ ملکیت پہلے زید کی تھی۔ان کا اختلاف بعد والے ملکیت میں ہے۔تو مقدم تاریخ والے نے زید سے اپنی ملکیت کو ایسے وقت میں ثابت کیا کہ اس وقت اس دوسرے مدعی کی کوئی خصومت نہیں تھی [یعنی مقدم تاریخ کے معاملے میں۔بلکہ جس نے دعویٰ کیا ہے اس نے اپنی تاریخ بعد والی ذکر کی ہے]۔لہٰذا حکم کیا جائیگا کہ مقدم تاریخ والا اس کا مالک ہے۔اس کے بعد دوسرے کیلئے حکم نہیں کیا جائیگا مگر اس وقت جب یہ ملکیت اس مالک سے حاصل کریں [مثلاًاس سے خرید لیں وغیرہ]۔اب اس دوسرے مدعی نے اس سے ملکیت حاصل نہیں کی ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ میں نے زید سے خریدی ہے تو اس وجہ سے مقدم تاریخ والا معتبر ہے]۔
اور اگر ایک نے بیع کی تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں(28)تو پھر یہ چیز بالاتفاق تاریخ والے کی ہوگی کیونکہ تاریخ والے نے اپنے لئے خریدنا ایسے وقت میں ثابت کیا ہے کہ اس وقت اس کے ساتھ دوسرا خصم نہیں تھا لہٰذا اس کیلئے اس وقت تک حکم کیا جائیگا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس دوسرے مدعی نے اس سے پہلے خریدی ہے [یعنی اس کی بیع اس سے مقدم ہے تو پھر اس کیلئے فیصلہ کیا جائیگا]۔بخلاف اس صورت کے کہ جس میں دو بندے دو الگ الگ بندوں سے خریدنے کا دعویٰ کر رہے ہو [ایک کہتا ہے کہ میں نے زید سے خریدی ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ میں نے بکر سے خریدی ہے]ایک مدعی بیع کی تاریخ ذکر کر رہا ہو جبکہ دوسرا نہیں۔تو اس صورت میں دونوں مدعی کیلئے فیصلہ کیا جائیگا کہ یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہے کیونکہ دونوں مدعی ایک دوسرے سے تقدیم کا احتمال رکھتے ہیں [ہو سکتا ہے کہ ایک کی بیع مقدم ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے کی بیع مقدم ہو] پھر ہر ایک اپنے بائع کی طرف سے ملکیت ثابت کرنے میں خصم ہیں۔[گویا کہ ایک کہتا ہے کہ اس کا مالک زید تھا جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ اس کا مالک بکر تھا]اور یہ مدعی جو کہ تاریخ ذکر کرتا ہے اس

سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس کے بائع کی ملکیت مقدم تھی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس دوسرے مدعی کے مالک کی ملکیت مقدم ہو لہٰذا ہم نے کہا کہ یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی۔اور ہمارے اُس مسئلے میں [یعنی اس صورت میں کہ جب دونوں مدعی ایک ہی بندے سے خریدنے کا دعویٰ کر رہے ہو۔ایک مدعی نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں] دونوں مدعی اس بات کے اوپر متفق ہیں کہ پہلے ملکیت ایک ہی بندے کی تھی [مثلاً زید تھا جس نے یہ چیز فروخت کی ہے]۔اس صورت میں دونوں مدعی اس بات کی طرف محتاج ہیں کہ وہ دونوں اس سبب کو ثابت کریں جس کی وجہ سے یہ ملکیت زید سے اس کی طرف منتقل ہوئی ہے۔اور اس بات کی طرف کوئی اختیاج نہیں ہے کہ وہ اپنے بائع کی ملکیت ثابت کریں۔لہٰذا جس مدعی نے تاریخ ذکر کی ہے اس کے حق میں ملکیت کا سبب مقدم ہے [جو کہ بیع ہے] اس لئے تاریخ والا معتبر ہے۔

اور اگر یہ مدعا فیہ چیز دونوں کے قبضے میں ہو تو پھر دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی (29,30,31) لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی (32) تو پھر مقدم تاریخ والے کیلئے فیصلہ کیا جائیگا۔اور اگر یہ چیز ایک مدعی کے قبضے میں ہو تو پھر یہ چیز قابض کی ہو جائیگی (33,34,35)۔برابر ہے کہ دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو یا نہیں۔لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور مدعی غیر قابض کی تاریخ مقدم تھی (36) تو پھر یہ چیز مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مدعی قابض اور غیر قابض نے اگر مطلق ملکیت کا دعویٰ کیا [ہر ایک نے کہا کہ یہ چیز میری ہے] تو تمام صورتوں میں مدعی غیر قابض معتبر ہے لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور مدعی قابض کی تاریخ مقدم تھی تو پھر مدعی قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا جس طرح قابض کے حق میں فیصلہ کیا جاتا ہے اس صورت میں جس میں دونوں کسی گھریلو پیدائش [نتاج] کا دعویٰ کر رہے ہو [مثلاً ایک کہتا ہو کہ یہ جانور میرا ہے میرے اپنے ہی جانور سے پیدا ہوا ہے] یا کسی ایسے سبب ملکیت کا دعویٰ کر رہے ہو جو کہ ایک ہی دفعہ ہو جیسا کہ دودھ دھونا [مثلاً وہ کہتا ہو کہ یہ دودھ میرا ہے میں نے اپنی بکری سے دھویا ہے] یہ دعویٰ بھی معنیً نتاج کے دعوے کی طرح ہے [تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا]۔

اور اگر دعویٰ کسی ایسے سبب کا ہو جو کہ بار بار ہو سکتا ہو جس طرح کہ آبادی کرنا/عمارت بنانا [مثلاً قابض کہتا ہو کہ میرا ہے میں نے بنایا ہے جبکہ مدعی غیر قابض بھی اسی طرح کہتا ہو] تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 264: وإن ادعيا الشراء من واحد ولم يؤرخا أو أرخا سواء فهو بينهما نصفان لاستوائهما في الحجة وإن أرخا وأحدهما أسبق يقضي لأسبقهما اتفاقاً بخلاف ما لو ادعيا الشراء من رجلين لأنهما يثبتان الملك لبائعهما ولا تاريخ لملك البائعين فتاريخه لملكه لا يعتد به وصار كلنهما حضرا وبرهنا على الملك بلا تاريخ فيكون بينهما أما هنا فقد اتفقا على ان الملك كان لهذا الرجل وإنما اختلفا في التلقي منه وهذا الرجل أثبت التلقي لنفسه في وقت لا ينازعه فيه صاحبه فيقضي له به ثم لا يقضي به لغيره بعده إلا إذا تلقى منه وهو لم يتلق منه وإن أرخ أحدهما لا الآخر فهو للمؤرخ اتفاقاً لأنه أثبت شراءه لنفسه في زمان لا ينازعه فيه غيره فيقضي له به حتى يتبين تقدم شراء غيره عليه بخلاف ما لو ادعيا الشراء من رجلين ووقت أحدهما لا

الآخر فإنه يقضي بينهما نصفين لأن كل واحد منهما يحتمل السبق ثم خصم عن بائعه في إثبات الملك له وتوقيت أحدهما لا يدل على سبق ملك بائعه ولعل ملك البائع الآخر أسبق فلهذا قضينا بينهما وهنا اتفقا على أن الملك لبائع واحد فاحتاج كل منهما إلى إثبات سبب الانتقال إليه لا إلى إثبات الملك لبائع وسبب الملك في حق من وقت شهوده أسبق فكان هو بالمدعي أحق وإن كان العين في أيديهما فهو بينهما إلا إذ أرخا وأحدهما أسبق فحينئذ يقضي لأسبقهما وإن كان في يد أحدهما فهو لذي اليد سواء أرخ أو لم يؤرخ إلا إذا أرخا وتاريخ الخارج أسبق فيقضي به للخارج فالحاصل أن الخارج مع ذي اليد لو ادعيا ملكا مطلقاً فالخارج أولى في كل الصور إلا إذا برهن ذو اليد على النتاج أو سبق تاريخ ذي اليد، وفيه: وكذلك كل سبب للملك لا يتكرر لأنه في معنى النتاج كلبد وحلب لبن ولو كان يتكرر قضى به للخارج وهوكبناء وغرس[1].

ترجمہ: اگر دونوں نے خریدنے کا دعویٰ کیااور دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی یا دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی تو اس صورت میں یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی کیونکہ دونوں دلیل میں برابر ہے۔

اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو بالاتفاق مقدم تاریخ والے کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔بخلاف اس صورت کے کہ جس میں دونوں مدعی الگ الگ بندوں سے خریدنے کا دعویٰ کریں کیونکہ اس صورت میں دونوں اس چیز کی ملکیت اپنے اپنے بائعین کیلئے ثابت کرتے ہیں اور بائع کی ملکیت کی کوئی تاریخ نہیں ہے اب مدعی جو اپنے بیع کی تاریخ بتا رہا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔یہ اس طرح ہوا گویا کہ دونوں بائع خود حاضر ہوئے ہو۔دونوں نے اپنی اپنی ملکیت پر تاریخ ذکر کئے بغیر گواہ پیش کئے ہو تو اس صورت میں یہ دونوں کی مشترک ہو جائیگی۔

اور جہاں تک اس مسئلے کی بات ہے تو اُدھر دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ ملکیت پہلے فلاں کی تھی۔ان کا اختلاف بعد والے ملکیت میں ہے۔تو مقدم تاریخ والے نے فلاں سے اپنی ملکیت کو ایسے وقت میں ثابت کیا کہ اس وقت اس دوسرے مدعی کی کوئی خصومت نہیں تھی لہٰذا حکم کیا جائیگا کہ مقدم تاریخ والا اس کا مالک ہے۔اس کے بعد دوسرے کیلئے حکم نہیں کیا جائیگا مگر اس وقت جب یہ ملکیت اس مالک سے حاصل کریں۔

اور اگر ایک نے بیع کی تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو پھر یہ چیز بالاتفاق تاریخ والے کی ہو گی کیونکہ تاریخ والے نے اپنے لئے خریدنا ایسے وقت میں ثابت کیا ہے کہ اس وقت اس کے ساتھ دوسرا خصم نہیں تھا لہٰذا اس کیلئے اس وقت تک حکم کیا جائیگا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس دوسرے مدعی نے اس سے پہلے خریدی ہے۔بخلاف اس صورت کے کہ جس میں دو بندوں نے دو الگ الگ بندوں سے خریدنے کا دعویٰ کیا ایک مدعی نے بیع کی تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو اس صورت میں دونوں مدعی کیلئے فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ دونوں مدعی ایک دوسرے سے تقدیم کا احتمال رکھتے ہیں پھر ہر ایک اپنے بائع کی طرف سے ملکیت ثابت کرنے میں خصم ہیں اور یہ مدعی جو کہ تاریخ ذکر کرتا ہے اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس کے بائع کی ملکیت مقدم تھی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس دوسرے مدعی کے مالک کی ملکیت مقدم ہو لہٰذا ہم نے کہا

---

[1] قاضی ابن سماونۃ۔جامع الفصولین۔ج1ص105-106۔

کہ یہ چیز دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی۔اور ہمارے اُس مسئلے میں دونوں مدعی اس بات پر متفق ہیں کہ پہلے ملکیت ایک ہی بندے کی تھی۔اس صورت میں دونوں مدعی اس بات کی طرف محتاج ہیں کہ وہ دونوں اس سبب کو ثابت کریں جس کی وجہ سے یہ ملکیت فلاں سے اس کی طرف منتقل ہوئی ہے اور اس بات کی طرف کوئی احتیاج نہیں ہے کہ وہ اپنے بائع کی ملکیت ثابت کریں۔لہٰذا جس مدعی نے تاریخ ذکر کی ہے اس کے حق میں ملکیت کا سبب مقدم ہے اس لئے تاریخ والا معتبر ہے۔

اور اگر یہ مدعافیہ چیز دونوں کے قبضے میں ہو تو پھر دونوں کی نصف نصف ہو جائیگی لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی لیکن ایک کی تاریخ مقدم تھی تو پھر مقدم تاریخ والے کیلئے فیصلہ کیا جائیگا۔اور اگر یہ چیز ایک مدعی کے قبضے میں ہو تو پھر یہ چیز قابض کی ہو جائیگی برابر ہے کہ دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو یا نہیں۔لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور مدعی غیر قابض کی تاریخ مقدم تھی تو پھر یہ چیز مدعی غیر قابض کی ہو جائیگی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قابض اور غیر قابض نے اگر مطلق ملکیت کا دعویٰ کیا تو تمام صورتوں میں مدعی غیر قابض معتبر ہے لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور قابض کی تاریخ مقدم تھی تو پھر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا جس طرح قابض کے حق میں فیصلہ کیا جاتا ہے اس صورت میں جس میں دونوں کسی گھریلو پیدائش [نتاج] کا دعویٰ کرے یا کسی ایسے سبب ملکیت کا دعویٰ کرے جو کہ ایک ہی دفعہ ہو جیسا کہ دودھ دھونا تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

اور اگر دعویٰ کسی ایسے سبب کا ہو جو کہ بار بار ہو سکتا ہو جس طرح کہ آبادی کرنا/عمارت بنانا تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 265:اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز دو سالوں سے میری ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز تین سالوں سے میرے قبضے میں ہے تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ قابض نے اپنی ملکیت پر گواہ پیش نہیں کئے [کہ میں اس کا مالک ہو بلکہ اس نے گواہ پیش کئے کہ میں اس کا قابض ہو]۔امام ابو حنیفہؒ صاحب سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ چیز قابض کی ہو جائیگی۔

مسئلہ265: برهن الخارج أنه له منذ سنتين وبرهن ذو اليد أنه بيده منذ ثلاث سنين فهو للخارج لأن ذا اليد لم يبرهن على الملك وعن ابو حنيفة رحمه الله أنه لذي اليد[1]۔

ترجمہ: غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز دو سالوں سے میری ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز تین سالوں سے میرے قبضے میں ہے تو اس صورت میں غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ قابض نے اپنی ملکیت پر گواہ پیش نہیں کئے۔امام ابو حنیفہؒ صاحب سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ چیز قابض کی ہو جائیگی۔

مسئلہ 266:ایضاح الاصلاح میں ذخیرے سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر ایک چیز کے بارے میں دو بندوں کا اختلاف ہوا ہر ایک نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔پس اگر ایک کی تاریخ مقدم ہو تو وہی معتبر ہے۔اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ

---

[1] قاضی ابن سماونۃ۔جامع الفصولین۔ج1ص106۔

دوسرے نے نہیں یا دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی [یا دونوں نے تاریخ ذکر ہی نہیں کی]پس اگر دونوں قابض ہو تو دونوں برابر ہیں۔اسی طرح اگر دونوں غیر قابض ہو اور مطلق ملکیت کا دعویٰ کیا ہو پھر بھی دونوں برابر ہیں۔اسی طرح اگر ملکیت کا دعویٰ کیا ہو اور ملکیت کا سبب بھی ذکر کیا ہو[پھر بھی دونوں برابر ہیں] لیکن اگر دونوں نے ایک ہی بندے سے ملکیت حاصل کی ہو[مثلاًہر ایک دعویٰ کر رہاہو کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے]اور ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو تاریخ والا معتبر ہے۔

اور اگر ایک قابض ہو جبکہ دوسرا غیر قابض تو غیر قابض معتبر ہے۔مطلق ملکیت کا دعویٰ ان تمام صورتوں کو شامل ہیں۔لیکن اگر دونوں نے ملکیت کے ساتھ ساتھ کسی فعل کا بھی دعویٰ کیا[مثلاًہر ایک نے کہاکہ یہ میرا غلام ہے میں نے آزاد کیاہے یااس کو مدبر بنایا ہے تو پھر قابض معتبر ہے.بخلاف اس صورت کے کہ جس میں دونوں مدعی دعویٰ کر رہے ہو کہ یہ غلام میرا ہے اور میں نے اس کو مکاتب بنایا ہے کیونکہ اس صورت میں دونوں غیر قابض ہونے کی وجہ سے برابر ہیں وجہ یہ ہے کہ مکاتب پر کسی کا قبضہ نہیں ہوتا.بخلاف اس صورت کے جو کہ آزاد کر دیا گیا ہو کیونکہ وہ مالک کے قبضے میں ہوتا ہے جب چھوٹا ہوتا ہے۔

اور اگر ایک مدعی نے کہاکہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کے ساتھ کتابت کا معاملہ کیا ہے جبکہ دوسرے نے کہاکہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو مدبر بنایا ہے یا آزاد کیا ہے تو اس دوسرے مدعی کے گواہ معتبر ہیں۔قاعدہ یہ ہے کہ جو گواہ کسی چیز کے اثبات میں قوی ہو وہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 266:ان برهن المدعيان فان كان تاريخ احدهما سابقا فهو حق ، وان لم يكن، سواء لم يؤرخا او ارخ احدهما او ارخا ولم يكن احدهما سابقا فان كان كل منهما ذا يد فهما متساويان وكذا ان كان كل منهما خارجا في الملك المطلق وكذا في الملك بسبب الا اذا تلقيا من واحد و ارخ احدهما فقط فانه احق و ان كان احدهما ذا يد و الاخر خارج فالخارج احق في الملك المطلق، شاملا للصور المذكور الا اذا ادعيا مع الملك فعلا كما اذا قال هو عبدي اعتقته او دبرته فذو اليد احق بخلاف ما اذا قال كل واحد، هو عبدي كاتبته فهما سواء لانهما خارجا اذ لا يد علي المكاتب بخلاف المعتق فانه في يد المولي اذا كان صغيرا و لو قال احدهما هو عبدي كتبته و قال الآخر دبرته او اعتقته فهذا اولي فالضابط ان كل بينة تكون اكثر اثباتا فهو احق[1]۔

ترجمہ:اگر ایک چیز کے بارے میں دو بندوں کا اختلاف ہوا ہر ایک نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔پس اگر ایک کی تاریخ مقدم ہو تو وہی معتبر ہے۔اگر ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں یا دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی [یا دونوں نے تاریخ ذکر ہی نہیں کی]پس اگر دونوں قابض ہو تو دونوں برابر ہیں۔اسی طرح اگر دونوں غیر قابض ہو اور مطلق ملکیت کا دعویٰ کیا ہو پھر بھی دونوں برابر ہیں۔اسی طرح اگر ملکیت کا دعویٰ کیا ہو اور ملکیت کا سبب بھی ذکر کیا ہو[پھر بھی دونوں برابر ہیں] لیکن اگر دونوں نے ایک ہی بندے سے ملکیت حاصل کی ہو اور ایک نے تاریخ ذکر کی جبکہ دوسرے نے نہیں تو تاریخ والا معتبر ہے۔

---

[1] غانم بغدادی۔ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص160۔

اور اگر ایک قابض ہو جبکہ دوسرا غیر قابض تو مطلق ملکیت میں غیر قابض معتبر ہے جو کہ ان تمام صورتوں کو شامل ہیں لیکن اگر دونوں نے ملکیت کے ساتھ ساتھ کسی فعل کا بھی دعویٰ کیا [مثلاً ہر ایک نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے میں نے آزاد کیا ہے یا اس کو مدبر بنایا ہے تو پھر قابض معتبر ہے۔بخلاف اس صورت کے کہ جس میں دونوں مدعی دعویٰ کر رہے ہو کہ یہ غلام میرا ہے اور میں نے اس کو مکاتب بنایا ہے کیونکہ اس صورت میں دونوں غیر قابض ہونے کی وجہ سے۔برابر ہیں وجہ یہ ہے کہ مکاتب پر کسی کا قبضہ نہیں ہوتا۔بخلاف اس صورت کے جو کہ آزاد کر دیا گیا ہو کیونکہ وہ مالک کے قبضے میں ہوتا ہے جب چھوٹا ہوتا ہے۔

اور اگر ایک مدعی نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کے ساتھ کتابت کا معاملہ کیا ہے جبکہ دوسرے نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو مدبر بنایا ہے یا آزاد کیا ہے تو اس دوسرے مدعی کے گواہ معتبر ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو گواہ کسی چیز کے اثبات میں قوی ہو وہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 267: ہشام نے امام محمدؒ صاحب سے اونٹوں کے قطار کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ اگر پہلے والے اونٹ پر ایک آدمی سوار تھا درمیان میں بھی اونٹ پر ایک آدمی سوار تھا اسی طرح آخری اونٹ پر بھی ایک آدمی سوار تھا۔ان تینوں میں سے ہر ایک پوری قطار کا دعویٰ کر رہا تھا[یعنی ہر ایک کہہ رہا تھا کہ یہ پوری قطار میری ہے] تو اس صورت میں ہر ایک کا وہی اونٹ ہوگا جس پر وہ سوار ہے اور پہلے اور درمیان والے اونٹوں کے درمیان جتنے اونٹ ہیں وہ پہلے والے آدمی کے ہو جائینگے۔درمیان والے اور آخری اونٹوں کے درمیان جتنے اونٹ ہیں وہ نصف اول آدمی کے اور نصف اونٹ درمیان والے آدمی کے ہو جائینگے۔جو آدمی سب سے آخری اونٹ پر سوار ہے اس کا صرف وہی اونٹ ہو جائیگا جس پر وہ سوار ہے۔

اگر تینوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو جس اونٹ پر جو آدمی سوار ہے وہ اونٹ مشترک طور پر دوسرے مدعیوں کی ہو جائیگی۔اور پہلے والے اونٹ اور وسط والے اونٹ کے درمیان جتنے اونٹ ہیں وہ وسط والے آدمی اور آخری آدمی کے نصف نصف ہو جائینگے۔اور جو اونٹ وسط والے اونٹ اور آخری اونٹ کے درمیان ہیں وہ نصف آخری آدمی کے ہو جائینگے اور باقی نصف میں سے نصف وسط والے آدمی کے اور نصف پہلے والے آدمی کے ہو جائینگے۔

مسئلہ267:روي هشام[1] عن محمد رحمه الله في قطار ابل علي البعير الاول راكب و علي وسطها راكب و علي اخرها راكب فادعي كل واحد القطار كله فلكل واحد البعير الذي هو راكبه وما بين البعير الاول و الاوسط للاول وما بين الاوسط و الاخر بين الاول والاوسط نصفان،وليس للآخر الا ما ركبه ـ فان قامت لهم البينة فما ركبه كل واحد منهم بين الاخرين نصفان و ما بين الاول و الاوسط بين الاوسط و الاخر نصفان و ما بين الاوسط و الاخر نصفه للآخر و نصفه بين الاول و الاوسط نصفان [2]۔

---

[1] ان سے مراد ہشام بن عبید اللہ الرازی السنی ہے۔ سن بغداد کے قریب ایک گاؤں ہے۔علم کے سمندر تھے۔امام محمد رحمہ اللہ سے علم حاصل کیا۔محمد بن الحسن رحمہ اللہ ان کے گھر میں وفات ہوئے۔آپ 221ھ کو وفات ہوئے۔الذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان۔تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام۔بیروت: دار الکتاب العربی،ج16ص439۔

[2] غانم بغدادی۔ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ص161۔

ترجمہ: ہشام نے امام محمدؒ صاحب سے اونٹوں کے قطار کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ اگر پہلے والے اونٹ پر ایک آدمی سوار تھا درمیان میں بھی اونٹ پر ایک آدمی سوار تھا اسی طرح آخری اونٹ پر بھی ایک آدمی سوار تھا۔ان تینوں میں سے ہر ایک نے پوری قطار کا دعویٰ کیا تو اس صورت میں ہر ایک کا وہی اونٹ ہوگا جس پر وہ سوار ہے اور پہلے اور درمیان والے اونٹوں کے درمیان جتنے اونٹ ہیں وہ پہلے والے آدمی کے ہو جائینگے۔ جو آدمی سب سے آخری اونٹ پر سوار ہے اس کا صرف وہی اونٹ ہو جائیگا جس پر وہ سوار ہے۔

اگر تینوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو جس اونٹ پر جو آدمی سوار ہے وہ اونٹ مشترک طور پر دوسرے مدعیوں کی ہو جائیگی۔اور پہلے والے اونٹ اور وسط والے اونٹ کے درمیان جتنے اونٹ ہیں وہ وسط والے آدمی اور آخری آدمی کے نصف نصف ہو جائینگے۔اور جو اونٹ وسط والے اونٹ اور آخری اونٹ کے درمیان ہیں وہ نصف آخری آدمی کے ہو جائینگے اور باقی نصف میں سے نصف اونٹ وسط والے آدمی کے اور نصف پہلے والے آدمی کے ہو جائینگے۔

مسئلہ 268: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام تھا۔دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام فلاں آدمی کا تھا دس دن ہوئے ہیں کہ میں نے اس سے خریدا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ فلاں آدمی کا تھا ایک مہینہ ہوا ہے کہ میں نے اس سے اتنے میں خریدا ہے اور قیمت بھی بتائی [مثلاً سو درہم کے عوض] تو امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے مطابق یہ غلام مقدم تاریخ والے [قابض] کا ہو جائیگا۔امام محمد صاحبؒ نے اپنے بعد والے قول میں فرمایا ہے کہ یہ مدعی غیر قابض کا ہو جائیگا۔امام محمدؒ صاحب کے پہلے قول کے مطابق یہ قابض کا ہو جائیگا کیونکہ اس کی تاریخ مقدم ہے اور امام ابو یوسفؒ صاحب کے پہلے قول کے مطابق مدعی غیر قابض کا ہوگا۔

مسئلہ268:عبد في يد رجل برهن رجل على أنه كان لفلان اشتراه منه عشرة أيام وبرهن ذو اليد على أنه كان لآخر اشتراه منه منذ شهر بكذا وسماه قال الثاني رحمه الله في قوله الثاني هو الذي هو لأسبقهما تاريخاً وهو ذو اليد وقال محمد رحمه الله في قوله الآخر هو للمدعي وعلى قياس قول الثاني أولاً كذلك وعلى قياس قول محمد أولاً هو لذي اليد لأنه اسبقهما تاريخاً[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام تھا۔دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام فلاں آدمی کا تھا دس دن ہوئے ہیں کہ میں نے اس سے خریدا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ فلاں آدمی کا تھا ایک مہینہ ہوا ہے کہ میں نے اس سے اتنے میں خریدا ہے اور قیمت بھی بتائی تو امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے مطابق یہ غلام مقدم تاریخ والے [قابض] کا ہو جائیگا۔امام محمد صاحبؒ نے اپنے بعد والے قول میں فرمایا ہے کہ یہ مدعی غیر قابض کا ہو جائیگا اسی طرح امام ابو یوسفؒ صاحب کے پہلے قول کے مطابق مدعی غیر قابض کا ہوگا امام محمدؒ صاحب کے پہلے قول کے مطابق یہ قابض کا ہو جائیگا کیونکہ اس کی تاریخ مقدم ہے۔

مسئلہ 269: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر دو بندوں نے دعویٰ کیا۔ایک نے پورے گھر کا دعویٰ کیا جبکہ دوسرے نے

---

[1] البزازی۔الفتاوی البزازیۃ۔ج1ص592-593۔

نصف گھر کا۔ دونوں نے بھی پیش کیئے تو [گھر کے چار حصے کر دیے جائینگے] جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کے تین حصے ہو جائینگے اور جس نے نصف گھر کا دعویٰ کیا ہے ایک حصہ وہ لے لیگا۔ یہ امام ابوحنیفہؒ صاحب کا قول ہے اور اس نے منازعة کو اختیار کرکے یہ قول بیان فرمایا ہے کیونکہ جس مدعی نے نصف گھر کا دعویٰ کیا ہے وہ دوسرے مدعی کے ساتھ نصف گھر میں کوئی خصومت نہیں کرتا جبکہ نصف میں کرتا ہے لہٰذا نصف حصہ دوسرے مدعی کیلئے باقی رہ گیا اور دوسرے نصف حصے کو ہم نے ان دونوں کے درمیان تقسیم کیا [تو جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا تھا اس کے تین حصے ہوگئے اور جس نے نصف گھر کا دعویٰ کیا تھا اس کا ایک حصہ ہوگیا]۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ گھر کے تین حصے کر دیے جائینگے۔ صاحبین نے عول [خاص زیادتی] اور مضاربت [شرکت] کے طریقے کو ترجیح دی ہے۔ تو جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے وہ دو حصے لے لیگا اور جس نے نصف گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کا ایک حصہ ہو جائیگا۔

صاحب ھدایة فرماتے ہے کہ اس مسئلے کیلئے مثالیں بھی موجود ہیں جن میں امام ابوحنیفہؒ صاحب نے منازعة کے طریقے کو ترجیح دی ہے جبکہ صاحبین نے عول اور مضاربت کے طریقے کو۔

اس مسئلے کیلئے اضداد بھی موجود ہیں جن میں امام ابوحنیفہ صاحب نے عول کے طریقے کو اپنایا ہے جبکہ صاحبین نے منازعة کے طریقے کو۔ لیکن اس مختصر کتاب [ھدایة] میں ان مسائل کیلئے گنجائش نہیں ہے ان کو میں نے زیادات میں ذکر کیا ہے۔ اگر صورت مسئلہ اس طرح ہو کہ گھر زید اور بکر دونوں کے قبضے میں ہو زید نے پورے گھر کا دعویٰ کیا جبکہ بکر نے نصف گھر کا۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کیئے تو اس صورت میں پورا گھر زید کا ہو جائیگا۔ نصف گھر تو اس کا ویسے بھی ہے اور نصف گھر کا قاضی حکم دیگا کیونکہ زید اس نصف گھر کے بارے میں مدعی غیر قابض ہے لہٰذا اس کے گواہ معتبر ہیں اور جو نصف حصہ زید کے قبضے میں ہے بکر نے اس کا دعویٰ نہیں کیا [اس لئے یہ اعتراض لازم نہیں آئیگا کہ بکر بھی اس نصف حصے کے بارے میں مدعی غیر قابض ہے جس کی وجہ سے اس نصف حصے میں بکر کے گواہ معتبر ہو]۔ کیونکہ بکر نے نصف گھر کا دعویٰ کیا ہے اور وہ نصف اس کے قبضے میں ہے۔ اگر بکر کا دعویٰ اس نصف کی طرف نہ پھیرا گیا جو اس کے قبضے میں ہے تو پھر بکر اس نصف پر قبضہ کرنے کی وجہ سے ظالم سمجھا جائیگا [اس وجہ سے ہم نے کہا کہ بکر کا دعویٰ خاص اس نصف میں ہے اور دوسرے نصف میں نہیں] اور قاضی بغیر دعویٰ کے حکم نہیں کر سکتا اس لئے وہ نصف حصہ زید کے قبضے میں ویسے رہ جائیگا۔

مسئلہ 269: وإذا كانت دار في يد رجل ادعاها اثنان أحدهما جميعها والآخر نصفها وأقاما البينة فلصاحب الجميع ثلاثة أرباعها ولصاحب النصف ربعها عند أبي حنيفة" اعتبارا بطريق المنازعة، فإن صاحب النصف لا ينازع الآخر في النصف فسلم له بلا منازع واستوت منازعتهما في النصف الآخر فينصف بينهما "وقالا: هي بينهما أثلاثا" فاعتبرا طريق العول والمضاربة، فصاحب الجميع يضرب بكل حقه سهمين وصاحب النصف بسهم واحد فتقسم أثلاثا، ولهذه المسألة نظائر وأضداد لا يحتملها هذا المختصر وقد ذكرنا في الزيادات.
قال: "ولو كانت في أيديهما سلم لصاحب الجميع نصفها على وجه القضاء ونصفها لا على وجه القضاء" لأنه

خارج في النصف فيقضي ببينته، والنصف الذي في يديه صاحبه لا يدعيه لأن مدعاه النصف وهو في يده سالم له، ولو لم ينصرف إليه دعواه كان ظالما بإمساكه ولا قضاء بدون الدعوى فيترك في يده[1].

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر دو بندوں نے دعویٰ کیا۔ایک نے پورے گھر کا دعویٰ کیا جبکہ دوسرے نے نصف گھر کا۔دونوں نے گواہ بھی پیش کئے تو جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کے تین حصے ہو جائینگے اور جس نے نصف گھر کا دعویٰ کیا ہے ایک حصہ وہ لے لیگا۔یہ امام ابوحنیفہؒ صاحب کا قول ہے اور اس نے منازعۃ کو اختیار کرکے یہ قول بیان فرمایا ہے۔کیونکہ جس مدعی نے نصف گھر کا دعویٰ کیا ہے وہ دوسرے مدعی کے ساتھ نصف گھر میں کوئی خصومت نہیں کرتا جبکہ نصف میں کرتا ہے لہٰذا نصف حصہ دوسرے مدعی کیلئے باقی رہ گیا اور دوسرے نصف حصے کو ہم نے ان دونوں کے درمیان تقسیم کیا۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ گھر کے تین حصے کردیے جائینگے۔صاحبین نے عول اور مضاربت کے طریقے کو ترجیح دی ہے۔تو جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے وہ دو حصے لے لیگا اور جس نے نصف گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کا ایک حصہ ہو جائیگا۔

صاحب ھدایۃ فرماتے ہے کہ اس مسئلے کیلئے مثالیں بھی موجود ہیں اور اضداد بھی لیکن اس مختصر کتاب [ھدایۃ] میں ان مسائل کیلئے گنجائش نہیں ہے ان کو میں نے زیادات میں ذکر کیا ہے۔

اگر صورت مسئلہ اس طرح ہو کہ گھر دونوں کے قبضے میں ہو تو جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے پورا گھر اس کا ہو جائیگا۔نصف گھر تو اس کا ویسے بھی ہے اور نصف گھر کا قاضی حکم دیگا کیونکہ وہ اس نصف گھر کے بارے میں مدعی غیر قابض ہے لہٰذا اس کے گواہ معتبر ہیں اور جو نصف حصہ دوسرے کے قبضے میں ہے دوسرے نے اس کا دعویٰ نہیں کیا کیونکہ اس دوسرے نے نصف گھر کا دعویٰ کیا ہے اور وہ نصف اس کے قبضے میں ہے۔اگر اس دوسرے بندے کا دعویٰ اس نصف کی طرف نہ پھیرا گیا جو اس کے قبضے میں ہے تو پھر وہ اس نصف پر قبضہ کرنے کی وجہ سے ظالم سمجھا جائیگا اور قاضی بغیر دعویٰ کے حکم نہیں کرسکتا اس لئے وہ نصف حصہ پہلے والے کے قبضے میں ویسے رہ جائیگا۔

مسئلہ 270: ایک آدمی نے دوسرے پر ہزار روپے کا دعویٰ کیا۔اس کے جواب میں مدعاعلیہ نے کہا کہ آپ کا میرے ذمے کچھ بھی نہیں ہے۔[پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے] تو مدعاعلیہ نے بھی گواہ پیش کئے کہ وہ میں نے آپ کو ادا کئے ہیں یا اس نے گواہ پیش کئے کہ آپ نے مجھے بری کیا ہے تو یہ گواہی قبول ہے۔

اگر مدعی کے دعوے کے جواب میں مدعاعلیہ نے کہا کہ آپ کا میرے اوپر کچھ تھا ہی نہیں، میں آپ کو جانتا تک نہیں۔اس کے بعد جب مدعی نے گواہ پیش کئے [قرض پر مثلاً] تو مدعاعلیہ نے بھی گواہ پیش کئے کہ آپ نے مجھے بری کیا ہے تو امام محمدؒ صاحب نے جامع الصغیر میں فرمایا ہے کہ یہ گواہی قبول نہیں[2] ہے لیکن قدوری میں ہمارے علماء کی طرف سے مذکور

---

[1] المرغینانی۔الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ج3ص172۔

[2] فتاویٰ ودودیہ والے سے اس ادھر تسامح ہوا ہے۔امام محمد رحمہ اللہ کے ہاں اس صورت میں گواہی قبول ہے جبکہ ہمارے علماء کے نزدیک قبول نہیں ہے جیسا کہ قاضی خان کے عبارت سے واضح ہے۔

ہے کہ یہ گواہی قبول ہے۔

مسئلہ270:ولو ادعى ألفا فقال المدعى عليه ما كان لك على شيء قط فاقام المدعي بينة على المال ثم اقام المدعى عليه بينة على القضاء او الابراء قبلت وان ادعى الفا فقال المدعى عليه ما كان لك علي شيء قط ولا أعرفك فأقام المدعي البينة على المال ثم أقام المدعى عليه البينة على القضاء أو الابراء ذكر في الجامع الصغير انها تقبل وذكر القدوري عن أصحابنا انها لا تقبل[1]۔

ترجمہ:اگر ایک آدمی نے دوسرے پر ہزار روپے کا دعویٰ کیا۔اس کے جواب میں مدعاعلیہ نے کہا کہ آپ کا میرے ذمے کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے تو مدعاعلیہ نے بھی گواہ پیش کئے کہ وہ میں نے آپ کو ادا کئے ہیں یا آپ نے مجھے بری کیا ہے تو یہ گواہی قبول ہے۔اگر مدعی کے دعوے کے جواب میں مدعاعلیہ نے کہا کہ آپ کا میرے اوپر کچھ تھا ہی نہیں، میں آپ کو جانتا تک نہیں۔اس کے بعد جب مدعی نے گواہ پیش کئے تو مدعاعلیہ نے بھی گواہ پیش کئے کہ وہ میں نے ادا کئے ہے یا آپ نے مجھے بری کیا ہے تو امام محمدؒ صاحب نے جامع الصغیر میں فرمایا ہے کہ یہ گواہی قبول ہے لیکن قدوری میں ہمارے علماء کی طرف سے مذکور ہے کہ یہ گواہی قبول نہیں ہے۔

مسئلہ 271:اگر ایک مقروض نے اپنے مفلس ہونے پر گواہ پیش کئے [کہ میں عاجز غریب ہو] جبکہ قرض خواہ نے اس کے مالداری پر گواہ پیش کئے تو مالداری کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ271:ولو أقام المديون بينته على العسار وصاحب الدين على اليسار كانت بينته اليسار أولى[2]۔

ترجمہ:اگر مدیون نے مفلس ہونے پر گواہ پیش کئے جبکہ قرض خواہ نے اس کے مالداری پر گواہ پیش کئے تو مالداری کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 272:ایک آدمی نے زید پر ہزار روپے کا دعویٰ کیا کہ آپ نے مجھ سے ہزار روپے لئے ہے اور اس کا پورا بیان کیا۔اس کے بعد زید نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ مال جس کا اس نے ابھی بیان کیا ہے اس سے ایک اور آدمی نے لیا ہے اور وہ فلاں تھا۔مدعی نے اس اقرار سے انکار کیا۔تو امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ باطل نہیں ہوتا ہے اور گواہ بھی اس کے بے کار نہیں ہونگے کیونکہ دونوں جانب کے گواہی میں تاریخ کا ذکر نہیں ہے لہٰذا ہم کہیں گے کہ پہلے یہ مال فلاں نے اس مدعی سے لیا تھا پھر اس نے اس مدعی کو واپس کیا ہے اور پھر اس مدعی سے زید نے لیا ہے [لہٰذا مدعی کیلئے زید پر ان رقم کا حکم کیا جائیگا]۔اور اگر مدعی نے یہ دعویٰ کیا کہ زید نے مجھ سے ہزار روپے لئے ہیں اور گواہ بھی پیش کئے اس کے بعد زید نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے اقرار کرکے کہا ہے کہ یہ مال مجھ سے زید کے فلاں وکیل نے لیا ہے تو اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا اور گواہ بھی بے کار ہو جائینگے۔

مسئلہ272:رجل ادعى على رجل انه أخذ منه الفا ووصف الألف فأقام المدعى عليه البينة أن المدعي أقر

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص50۔

[2] محولہ بالا۔ص52۔

أن هذا المال المفسر المسمى أخذ منه فلان آخر وأنكر المدعي الأول اقراره قال محمد رحمه الله تعالى لا تبطل بهذا دعوى المدعي الاول ولا تبطل بينته لأن الوقت غير مذكور في الشهادتين فيجعل كان فلانا أخذا أولا ثم ردها على المدعي ثم اخذها منه المدعى عليه ولو ادعى المدعي أولا أن هذا أخذ منه ألفا وأقام البينة ثم ان المدعى عليه أقام البينة أن هذا المدعي اقر أن فلان بن فلان وكيل المدعى عليه اخذ منه هذا المال كان ذلك ابطالا لدعوى المدعي الأول وتكذيبا لبينته[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر ہزار روپے کا دعویٰ کیا کہ آپ نے مجھ سے ہزار روپے لئے ہے اور اس کا پورا بیان کیا۔ اس کے بعد مدعی علیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ مال جس کا اس نے ابھی بیان کیا ہے اس سے ایک اور آدمی نے لیا ہے اور وہ فلاں تھا۔ مدعی نے اس اقرار سے انکار کیا۔ تو امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ باطل نہیں ہوتا ہے اور گواہ بھی اس کے بے کار نہیں ہونگے کیونکہ دونوں جانب کے گواہی میں تاریخ کا ذکر نہیں ہے لہٰذا ہم کہیں گے کہ پہلے یہ مال فلاں نے اس مدعی سے لیا تھا پھر اس نے اس مدعی کو واپس کیا ہے اور پھر اس مدعی سے مدعیٰ علیہ نے لیا ہے۔ اور اگر مدعی نے یہ دعویٰ کیا کہ مدعیٰ علیہ نے مجھ سے ہزار روپے لئے ہیں اور گواہ بھی پیش کئے اس کے بعد مدعیٰ علیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے اقرار کر کے کہا ہے کہ یہ مال مجھ سے مدعیٰ علیہ کے فلاں وکیل نے لیا ہے تو اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا اور گواہ بھی بے کار ہو جائینگے۔

مسئلہ 273: ایک آدمی نے کسی دوسرے کے قبضے میں ایک چیز پر دعویٰ کر کے گواہ پیش کئے کہ یہ میری ہے۔ مدعیٰ علیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس آدمی کے گواہوں نے اپنے لئے اس چیز کا دعویٰ کیا تھا تو اس صورت میں مدعیٰ علیہ کے یہ گواہ قبول ہیں اور مدعی کے گواہ باطل ہو جائینگے۔

مسئلہ 273: رجل ادعى عينا في يد انسان وأقام البينة انها له ثم ان المدعى عليه أقام البينة ان الشهود قد ادعوا هذاالعين جازت شهادتهم وبطلت بينة المدعي[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے کسی دوسرے کے قبضے میں ایک چیز پر دعویٰ کر کے گواہ پیش کئے کہ یہ میری ہے۔ مدعیٰ علیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس آدمی کے گواہوں نے اپنے لئے اس چیز کا دعویٰ کیا تھا تو اس صورت میں مدعیٰ علیہ کے یہ گواہ قبول ہیں اور مدعی کے گواہ باطل ہو جائینگے۔

مسئلہ 274: دو بندوں کا ایک چیز کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز ایک مہینے سے میرے قبضے میں ہے جبکہ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ ابھی میرے قبضے میں ہے تو جس نے صرف قبضے کا دعویٰ کیا ہے قاضی یہ چیز اس کے قبضے میں دے دیگا۔ اسی طرح کا حکم ہے کہ اگر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز ایک مہینے سے میرے قبضے میں

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 54۔

[2] قاضی خان۔ ج 3 ص 55۔

ہے جبکہ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ جمعے کے دن سے میرے قبضے میں ہے تو قاضی اس چیز کو جمعے والے کے قبضے میں دے دیگا۔

مسئلہ 274:ولو تنازع رجلان في شيء فاقام أحدهما البينة أنه كان في يده منذ شهر وأقام الآخر البينة أنه كان في يده منذ جمعة جعله القاضي في يد مدعي الجمعة[1]۔

ترجمہ: دو بندوں کاایک چیز کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز ایک مہینے سے میرے قبضے میں ہے جبکہ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ جمعے کے دن سے میرے قبضے میں ہے تو قاضی اس چیز کو جمعے والے کے قبضے میں دے دیگا۔

مسئلہ 275: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام پر دوسرے آدمی نے دعویٰ کیا [کہ یہ میرا ہے]۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام بیس سالوں سے میرا ہے جبکہ مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے ایک سال سے میرے قبضے میں تھا حتیٰ کہ قابض نے مجھ سے زبردستی غصب کیا تو یہ غلام قابض کا ہو جائیگا۔

مسئلہ 275:عبد في يد رجل أقام البينة أنه كان عبده منذ عشرين سنة وأقام آخر البينة أنه عبده وكان في يده منذ سنة حتى اغتصبه الذي في يده فهو لمن في يده[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام تھا۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام بیس سالوں سے میرا ہے جبکہ مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے ایک سال سے میرے قبضے میں تھا حتیٰ کہ قابض نے مجھ سے زبردستی غصب کیا تو یہ غلام قابض کا ہو جائیگا۔

مسئلہ 276: ایک آدمی اور عورت کا تنازع ہوگیا۔ مرد نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے اور یہ عورت میری لونڈی ہے جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے اور یہ مرد میرا غلام ہے۔حال یہ ہو کہ یہ گھر دونوں کے قبضے میں نہ ہو تو اس صورت میں یہ گھر دونوں کا نصف نصف ہو جائیگا۔اور اگر یہ گھر ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو اس کے قبضے میں چھوڑ دیا جائیگا کیونکہ دونوں کی شھادتیں گھر کے معاملے میں ٹکرا گئیں [دونوں شھادتیں رد ہو کر گھر قابض کے پاس ہی رہ جائیگا] دونوں کے آزادی کا حکم کیا جائیگا [یعنی آدمی آزاد ہے غلام نہیں ہے اسی طرح عورت بھی آزاد ہے لونڈی نہیں ہے]۔ان دونوں کے گواہ ایک دوسرے کے غلام ہونے پر قبول نہیں ہیں کیونکہ دونوں شھادتیں آپس میں ٹکرا گئی ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر گھر ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو مناسب بات یہی ہے کہ مدعی غیر قابض کے گواہوں کو ترجیح دی جائے کیونکہ ملک مطلق کے دعوے میں مدعی غیر قابض کے گواہوں کے ساتھ قابض کے گواہ

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص58۔

[2] حوالہ بالا۔

مقابلہ نہیں کر سکتے۔[جب دونوں دعویٰ کر رہے ہو کہ یہ چیز میری ہے لیکن ملکیت کی سبب ذکر نہیں کرتے تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں]۔

مسئلہ 276:لو أقام الرجل البينة الدار داره والمرأة أمته وأقامت المرأة البينة أن الدار لها وأن الرجل عبدها وليست الدار في يدهما فالدار بينهما نصفان فأن كانت في يد أحدهما تترك في يده لتعارض البينتين في الدار ويحكم لكل واحد منهما بالحرية ولا تقبل بينة أحدهما على صاحبه بالرق لمكان التعارض * قال مولانا رضي الله عنه وينبغي أن الدار إذا كانت في يد أحدهما يقضي ببينة الخارج لان بينة صاحب اليد في الملك المطلق لاتعارض بينة الخارج[1]۔

ترجمہ: اگر مرد نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے اور یہ عورت میری لونڈی ہے جبکہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے اور یہ مرد میرا غلام ہے حال یہ ہو کہ یہ گھر دونوں کے قبضے میں نہ ہو تو اس صورت میں یہ گھر دونوں کا نصف نصف ہو جائیگا۔اور اگر یہ گھر ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو اس کے قبضے میں چھوڑ دیا جائیگا کیونکہ دونوں کی شھادتیں گھر کے معاملے میں ٹکرا گئی۔دونوں کے آزادی کا حکم کیا جائیگا۔ان دونوں کے گواہ ایک دوسرے کے غلام ہونے پر قبول نہیں ہیں تعارض کی وجہ سے۔

مصنفؒ صاحب فرماتے ہے کہ اگر گھر ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو مناسب بات یہی ہے کہ مدعی غیر قابض کے گواہوں کو ترجیح دی جائے کیونکہ ملک مطلق کے دعوے میں مدعی غیر قابض کے گواہوں کے ساتھ قابض کے گواہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مسئلہ 277: امام محمدؒ صاحب سے منقول ہے کہ اگر ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام پر دوسرے آدمی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے میری ملکیت میں [میری لونڈی سے] پیدا ہوا ہے اسی طرح ایک اور مدعی نے بھی گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے اور میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔پس قاضی نے ان دونوں کیلئے مشترک طور پر حکم کیا۔اس کے بعد تیسرے مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے اور میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے تو اب قاضی حکم دیگا کہ یہ غلام اس تیسرے مدعی کا ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ پہلے والے دونوں مدعی اپنے دعوے پر دوبارہ گواہ پیش نہ کرسکے۔اگر ان دونوں میں سے ایک نے گواہ پیش کئے تو حکم کیا جائیگا کہ نصف اس کا اور نصف غلام اس تیسرے مدعی کا۔

مسئلہ 277:عبد في يد رجل أقام رجل البينة أنه عبده ولد في ملكه ثم أقام آخر البينة أنه عبده ولد في ملكه فقضى القاضي به لهما ثم أقام ثالث البينة أنه عبده ولد في ملكه فأن القاضي يقضي به للثالث أن لم يعد المقضي لهما البينة أنه عبدهما ولد في ملكهما فأن أعاد ذلك أحدهما قضى بالنصف للذي أعاد البينة ويقضى بالنصف للثالث[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام پر دوسرے آدمی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے میری ملکیت

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص61۔

[2] فتاوی قاضی خان۔ج3ص62۔

میں پیدا ہوا ہے اسی طرح ایک اور مدعی نے بھی گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے اور میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔ پس قاضی نے ان دونوں کیلئے مشترک طور پر حکم کیا۔ اس کے بعد تیسرے مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے اور میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے تو اب قاضی حکم دیگا کہ یہ غلام اس تیسرے مدعی کا ہے اگر پہلے والے دونوں مدعی نے اپنے دعوے پر دوبارہ گواہ پیش نہ کئے۔ اگر ان دونوں میں سے ایک نے گواہ پیش کئے تو حکم کیا جائیگا کہ نصف اس کا اور نصف غلام اس تیسرے مدعی کا۔

مسئلہ 278: بکر کے قبضے میں ایک بکری پر زید نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے۔ زید نے گواہ بھی پیش کئے۔ تو قاضی نے فیصلہ کیا کہ یہ بکری زید کی ہے۔ اس کے بعد عمرو نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ بکری میری ہے اور میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے تو اب زید کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے گواہ دوبارہ پیش کریں کیونکہ پہلی والی گواہی اس خصم [عمرو] کے خلاف نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ عمرو کے خلاف دلیل نہیں بن سکتی۔

اب اگر زید نے دوبارہ گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ عمرو کے گواہوں کے مقابلے میں معتبر ہیں کیونکہ زید قابض ہے۔ اور اگر زید نے گواہ پیش نہیں کئے تو بکری عمرو کی ہو جائیگی لیکن جس وقت عمرو کیلئے حکم کر دیا گیا اس کے بعد اگر زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ بکری میری ہے اور میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے تو پھر قاضی حکم کریگا کہ یہ بکری زید کی ہو گئی کیونکہ زید نے ایک ایسی چیز پر گواہ پیش کئے کہ اگر اس پر پہلے گواہ پیش کرتا تو زید معتبر ہوتا اسی طرح بعد میں بھی وہ معتبر ہو گیا۔

میں کہتا ہوں کہ اس بناء پر اگر بکر نے بھی گواہ پیش کئے کہ یہ بکری میری ہے اور میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے بعد اس کے کہ جب زید کیلئے دوبارہ حکم کیا گیا تو مناسب یہی ہے کہ بکر کے حق میں بھی فیصلہ کیا جائے کیونکہ زید بنسبت بکر غیر قابض ہے اگرچہ زید بنسبت عمرو کے قابض ہے۔ اس بات کی تائید بعد میں بھی ذکر ہو جائیگی۔

مسئلہ 278: بید بكر شاة برهن زيد أنها له ولدت في ملكه وحكم له بها ثم برهن عمرو أنها له ولدت في ملكه يؤمر زيد بإعادة البينة إذ الأولى قامت على غير عمرو فلم تكن حجة على عمرو فلو أعادها فهو أولى لأنه ذو اليد وإن لم يعد فهي لعمرو المدعي فإذا قضى له ثم برهن زيد على النتاج حكم له بها إذ برهن على شيء لو برهن عليه في الابتداء كان أحق به فكذا في الانتهاء.

أقول: فعلى هذا لو برهن بكر على النتاج بعد الحكم الثاني لزيد ينبغي أن يحكم لبكر أيضاً لأن زيدا خارج بالنسبة إلى بكر وإن كان زيد ذا يدٍ بالنسبة إلى عمرو وسيجيء تأييده والله أعلم[1]۔

ترجمہ: بکر کے قبضے میں ایک بکری پر زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ میری ہے میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے۔ تو قاضی نے فیصلہ کیا کہ یہ بکری زید کی ہے۔ اس کے بعد عمرو نے گواہ پیش کئے کہ یہ بکری میری ہے اور میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے تو اب زید کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے گواہ دوبارہ پیش کریں کیونکہ پہلی والی گواہی اس خصم [عمرو] کے خلاف نہیں ہوئی ہے لہٰذا وہ عمرو کے خلاف دلیل نہیں بن سکتی۔

---

[1] ابن قاضی سماونۃ۔ جامع الفصولین۔ ج1 ص107۔

اب اگر زید نے دوبارہ گواہ پیش کیئے تو اس کے گواہ عمرو کے گواہوں کے مقابلے میں معتبر ہیں کیونکہ زید قابض ہے۔اور اگر زید نے گواہ پیش نہیں کیئے تو بکری عمرو کی ہو جائیگی لیکن جس وقت عمرو کیلیئے حکم کر دیا گیا اس کے بعد اگر زید نے گواہ پیش کیئے کہ یہ بکری میری ہے اور میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے تو پھر قاضی حکم دیگا کہ یہ بکری زید کی ہے کیونکہ زید نے ایک ایسی چیز پر گواہ پیش کیئے کہ اگر اس پر پہلے گواہ پیش کرتا تو زید معتبر ہوتا اسی طرح بعد میں بھی وہ معتبر ہو گیا۔

میں کہتا ہوں کہ اس بناء پر اگر بکر نے بھی گواہ پیش کیئے کہ یہ بکری میری ہے اور میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے بعد اس کے کہ جب زید کیلیئے دوبارہ حکم کیا گیا تو مناسب یہی ہے کہ بکر کے حق میں بھی فیصلہ کیا جائے کیونکہ زید بنسبت بکر غیر قابض ہے اگرچہ زید بنسبت عمرو کے قابض ہے۔اس بات کی تائید بعد میں بھی ذکر ہو جائیگی۔

مسئلہ 279: کسی کیلیئے نتاج کا فیصلہ ہو گیا۔اگر [اس کے ساتھ اس جانور میں کسی اور کا جھگڑا ہو گیا اور]اس نے اپنے گواہ دوبارہ پیش کیئے تو اس صورت میں وہی معتبر ہے۔[مثلاًزید اور عمرو کا کسی جانور پر جھگڑا ہو گیا۔دونوں نے گواہ پیش کیئے لیکن قاضی نے زید کے حق میں فیصلہ دیدیا۔پھر بکر نے اس جانور کا دعویٰ کیا اور زید نے دوبارہ گواہ پیش کیئے تو پھر بھی زید کے گواہ معتبر ہیں]۔اور اگر اس نے دوبارہ گواہ پیش نہیں کیئے حتیٰ کہ قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ دیدیا [یعنی زید نے دوبارہ گواہ پیش نہیں کیئے تو قاضی نے حکم دیا کہ یہ جانور بکر کا ہو گیا]اس کے بعد زید نے گواہ پیش کیئے [یعنی اس فیصلے کے بعد زید نے دوبارہ گواہ پیش کیئے] تو بعض فرماتے ہیں کہ یہ گواہ [زید کے] قبول ہیں اس کی وجہ سے قاضی کا حکم ٹوٹ جائیگا [جو اس نے بکر کے حق میں دیا تھا] جبکہ بعض فرماتے ہیں کہ یہ گواہ قبول نہیں ہیں [یعنی جانور بکر کا ہو گیا اور زید کے گواہ قبول نہیں ہیں]۔

مسئلہ 279: لو أعاد المقضي له بالنتاج بينة حكم له، وإن لم يعد حتى قضى للمدعي ثم أعاد قيل تقبل وينتقض الحكم وقيل لا[1]۔

ترجمہ :اگر مقضی لہ نے دوبارہ نتاج پر گواہ پیش کیئے تو اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا لیکن اگر اس نے دوبارہ گواہ پیش نہیں کیئے یہاں تک کہ مدعی کے حق میں فیصلہ ہوا اس کے بعد اس نے گواہ پیش کیئے تو بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ گواہی قبول ہے اور اس کی وجہ سے قاضی کا حکم ٹوٹ جائیگا۔بعض فرماتے ہیں کہ یہ گواہی قبول نہیں ہے۔

مسئلہ 280:اگر کسی کے خلاف نتاج کا یا مطلق ملکیت کا فیصلہ ہوا[مثلاًزید اور بکر کا ایک جانور کے معاملے میں جھگڑا ہو گیا۔زید نے گواہ پیش کیئے کہ یہ جانور میرا ہے میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے یا اس نے گواہ پیش کیئے کہ یہ جانور میرا ہے اور قاضی نے زید کے حق میں فیصلہ کیا۔اس کے بعد اگر بکر نے گواہ پیش کیئے کہ یہ جانور میرے گھر میں پیدا ہوا ہے یا اس نے گواہ پیش کیئے کہ میں نے اس مدعی سے اس کی ملکیت حاصل کی ہے [مثلاًزید سے خریدا ہے] تو یہ گواہ قبول ہیں۔

مسئلہ 280:وإذا قضى على الرجل بنتاج أو ملك مطلق ثم أقام هو البينة على النتاج أو على التلقي من المدعي قبلت بينة1۔

---

[1] ابن قاضی سماونة۔جامع الفصولین۔ج1ص107۔

ترجمہ: اگر کسی کے خلاف نتاج کا یا مطلق ملکیت کا فیصلہ ہوا اس کے بعد اس نے نتاج پر گواہ پیش کئے یا اس نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اس مدعی سے اس کی ملکیت حاصل کی ہے تو یہ گواہ قبول ہیں۔

مسئلہ 281: ایک آدمی نے گواہ پیش کئے کہ [میرا اور اس مدعی کا اس بکری یا لونڈی پر جھگڑا تھا تو] فلاں قاضی نے میرے حق میں فیصلہ کیا تھا [کہ یہ تیری ہے] جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میری ہے میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے۔ تو اس صورت میں مدعی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ قابض کے گواہوں کو نہیں سنا جائیگا۔

امام محمدؒ صاحب نے اختلاف کیا ہے وہ فرماتے ہے کہ قابض کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ قاضی نے غیر قابض کے لئے جو فیصلہ کیا تھا وہ غیر قابض نے نتاج کا دعویٰ کیا ہو۔ اب جب قابض نے نتاج پر گواہ پیش کئے تو یہ گواہ قبول ہیں۔

مسئلہ 281: رجل أقام البينة على أن قاضي بلد كذا قضى له بهذه الجارية أو بهذه الشاة وأقام ذو اليد البينة على النتاج يقضى ببينة المدعى ولا يقضى ببينة ذي اليد على النتاج خلافاً لمحمد رحمه الله تعالى لاحتمال أن القاضي قضى للخارج بالنتاج[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے گواہ پیش کئے کہ فلاں شہر کے قاضی نے میرے حق میں فیصلہ کیا تھا جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میری ہے میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے۔ تو اس صورت میں مدعی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ قابض کے گواہوں کو نہیں سنا جائیگا۔ امام محمدؒ صاحب نے اختلاف کیا ہے وہ فرماتے ہے کہ قابض کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ قاضی نے غیر قابض کے لئے جو فیصلہ کیا تھا وہ غیر قابض نے نتاج کا دعویٰ کیا ہو۔

مسئلہ 282: ایک آدمی کے قبضے میں ایک جانور پر دو بندوں نے دعویٰ کیا۔ ایک مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے میرے گھر میں پیدا ہوا ہے [یعنی میرے اپنے جانور سے پیدا ہوا ہے] جبکہ دوسرے مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے میں اس کا مالک ہوں۔ تو اس صورت میں نتاج والا معتبر ہے. برابر ہے کہ وہ قابض ہو یا غیر قابض۔

مسئلہ 282: ولو أن رجلين ادعيا دابة في يد رجل أقام أحدهما البينة النتاج والآخر على الملك فصاحب النتاج أولى خارجا كان أو صاحب يد[3]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک جانور پر اگر دو بندوں نے دعویٰ کیا۔ ایک مدعی نے نتاج پر گواہ پیش کئے جبکہ دوسرے مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے میں اس کا مالک ہوں۔ تو اس صورت میں نتاج والا معتبر ہے. برابر ہے کہ وہ قابض ہو یا غیر قابض۔

مسئلہ 283: اگر دو بندوں نے ایک جانور کے گھریلو پیدائش کا دعویٰ کیا [یعنی ہر ایک نے کہا کہ یہ میرا ہے اور میرے گھر میں پیدا ہوا ہے] تو حکم کیا جائیگا کہ یہ دونوں کی مشترک ہے۔ اور اگر دونوں جانب کے گواہوں نے اس جانور کی تاریخ پیدائش ذکر کی اور اس جانور کی عمر ایک کی تاریخ کے ساتھ موافق ہو حال یہ ہو کہ جانور دونوں کے قبضے میں نہ ہو یا صرف

---

[1] فتاویٰ قاضی خان۔ ج 3 ص 62۔

[2] محولہ بالا۔

[3] محولہ بالا۔

ایک کے قبضے میں ہو تو اس صورت میں اس کیلئے حکم کیا جائیگا جس کی تاریخ اس جانور کے عمر کے موافق ہو۔اور اگر اس جانور کی عمر معلوم کرنا مشکل ہو اور دونوں مدعی غیر قابض ہو تو اس صورت میں دونوں کیلئے حکم کیا جائیگا۔
اور اگر ایک کے قبضے میں ہو تو پھر اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔اور اگر دونوں کی تاریخ اس جانور کی عمر کے مخالف ہو تو ایک روایت یہ ہے کہ دونوں کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا جبکہ دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں کے گواہ رد ہو جائینگے۔

مسئلہ 283:ولو ادعيا نتاج دابة يقضى بينهما فأن وقتت كل واحدة من البينتين وقتاوسن الدابة يوافق إحدى البينتين وهما خارجان أو أحدهما يقضي للذي وافق له سن الدابة و ان كانت مشكلافان كانا خارجين يقضي لهما وأن كان أحدهما صاحب يد يقضي له وأن خالف سن الدابة الوقتين في رواية يقضى لهما وفي رواية تبطل البينتان[1]۔

ترجمہ: اگر دو بندوں نے ایک جانور کے نتاج کا دعویٰ کیا تو حکم کیا جائیگا کہ یہ دونوں کی مشترک ہے۔اور اگر دونوں جانب کے گواہوں نے اس جانور کی تاریخ پیدائش ذکر کی اور اس جانور کی عمر ایک کی تاریخ کے ساتھ موافق ہو حال یہ ہو کہ جانور دونوں کے قبضے میں نہ ہو یا صرف ایک کے قبضے میں ہو تو اس صورت میں اس کیلئے حکم کیا جائیگا جس کی تاریخ اس جانور کے عمر کے موافق ہو۔اور اگر اس جانور کی عمر معلوم کرنا مشکل ہو اور دونوں مدعی غیر قابض ہو تو اس صورت میں دونوں کیلئے حکم کیا جائیگا۔اگر ان میں سے ایک قابض ہو تو پھر اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔اور اگر دونوں کی تاریخ اس جانور کی عمر کے مخالف ہو تو ایک روایت یہ ہے کہ دونوں کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا جبکہ دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں کے گواہ رد ہو جائینگے۔

مسئلہ 284: ایضاح الاصلاح میں امام زیلعیؒ سے منقول ہے کہ دو مدعی نے اگر نتاج پر گواہ پیش کئے [مثلاً ہر ایک نے کہا کہ یہ جانور میرا ہے میرے گھر میں پیدا ہوا ہے]اور دونوں نے اس جانور کی تاریخ پیدائش بھی ذکر کی۔تو اس صورت میں اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا جس کی تاریخ اس جانور کی عمر کے موافق ہو۔اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جانور ان دونوں کے قبضے میں ہو یا ایک کے قبضے میں ہو یا کسی تیسرے کے قبضے میں ہو کیونکہ معنیٰ میں اختلاف نہیں آتا بخلاف اس صورت کے کہ جس میں دونوں مدعی جانور کی تاریخ پیدائش ذکر کئے بغیر نتاج کا دعویٰ کرتے ہو کیونکہ اُدھر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جاتا ہے اگر جانور ایک کے قبضے میں ہو۔اگر دونوں کے قبضے میں ہو یا کسی تیسرے کے قبضے میں ہو تو دونوں کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

اور اگر اس جانور کی عمر معلوم کرنا مشکل ہو تو دونوں کی مشترک ہے۔اور اگر دونوں کی تاریخ اس جانور کی عمر سے مختلف ہو تو پھر دونوں کی شہادتیں باطل ہو جائیگی [رد ہو جائیگی]اور جانور اس کے قبضے میں رہ جائیگا جس کے قبضے میں فی الحال ہے۔

پھر یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ مدعی قابض کے گواہ نتاج کے مسائل میں مدعی غیر قابض کے گواہوں سے اس وقت تک معتبر ہوتے ہیں جب تک مدعی غیر قابض نے قابض پر کسی فعل کا دعویٰ نہ کیا ہو۔اور اگر کسی فعل کا دعویٰ کیا [اس

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3 ص 62-63۔

طرح کہ قابض دعویٰ کر رہا تھا کہ یہ میرا ہے اور میرے گھر میں پیدا ہوا ہے جبکہ مدعی غیر قابض دعویٰ کر رہا تھا کہ یہ جانور میرا ہے میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے لیکن قابض نے مجھ سے غصب کیا ہے یا بطور اجارہ یا عاریت لیا ہے یا میں نے اس کے پاس بطور امانت رکھوایا ہے۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کئے]تو پھر مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

نتاج کی طرح وہ چیزیں بھی ہیں جو کہ نتاج کے معنی میں ہو جیسا کہ اون کاتنا۔ مثلاً ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ روئی میری ہے میں نے کاتی ہے آپ نے میرے سے غصب کی ہے جبکہ قابض عورت نے کہا کہ یہ میری ہے میں نے کاتی ہے۔ دونوں نے گواہ پیش کئے تو اس صورت میں قابض عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قابض کے گواہ نتاج کے معاملے میں مدعی غیر قابض کے گواہوں کے مقابلے میں معتبر ہیں جب تک مدعی غیر قابض مدعی قابض پر ایک فعل جیسے رہن، غصب وغیرہ کا دعویٰ نہ کریں [یعنی مدعی غیر قابض یہ دعویٰ نہ کریں کہ یہ میرا ہے میرے گھر میں پیدا ہوا ہے لیکن قابض کے پاس رہن رکھوایا ہے یا اس نے غصب کیا ہے]اور اگر مدعی غیر قابض نے ساتھ ساتھ ایک فعل کا بھی دعویٰ کیا ہو تو پھر اس کے گواہ معتبر ہیں۔ فصولین میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام یا جانور میرا ہے اور اس قابض نے بطور عاریت یا بطور رہن مجھ سے لیا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے میرے ہاں پیدا ہوا ہے تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ اس نے ملکیت میں پیدائش کا دعویٰ کیا ہے جبکہ دوسرے نے عاریت، اجارے یا رہن کا اور پیدائش ان تمام سے مقدم ہے۔

اسی طرح اگر مدعی غیر قابض نتاج کے ساتھ ساتھ آزادی کا دعویٰ کر رہا ہو یا اس بات کا دعویٰ رہا ہو کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس صورت میں بھی مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 284: وَلَوْ بَرْهَنَا عَلَى نِتَاجِ دَابَّةٍ وَأَرَّخَا قُضِيَ لِمَنْ وَافَقَ سِنها تَارِيخَهُ) وَلَا فَرْقَ فِي ذَلِكَ بَيْنَ أَنْ تَكُونَ الدَّابَّةُ فِي أَيْدِيهِمَا أَوْ فِي يَدِ أَحَدِهِمَا أَوْ فِي يَدِ ثَالِثٍ لِأَنَّ الْمَعْنَى لَا يَخْتَلِفُ بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَتْ الدَّعْوَى فِي النِّتَاجِ مِنْ غَيْرِ تَارِيخٍ حَيْثُ يَحْكُمُ بِهَا لِذِي الْيَدِ إنْ كَانَتْ فِي يَدِ أَحَدِهِمَا أَوْ لَهُمَا إنْ كَانَتْ فِي أَيْدِيهِمَا أَوْ فِي يَدِ ثَالِثٍ قَالَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - (وَإِنْ أَشْكَلَ ذَلِكَ فَلَهُمَا) وَإِنْ خَالَفَ سِنُّ الدَّابَّةِ التَّارِيخَيْنِ بَطَلَتْ الْبَيِّنَتَانِ فَيُتْرَكُ فِي يَدِ مَنْ كَانَتْ فِي يَدِهِ[1]

هذا إذا لم يدع الخارج على ذي اليد فعلاً أما لو ادعى عليه فعلاً بأن ادعى ذو اليد نتاجاً وادعى الخارج أن له غصبه منه ذو اليد اوآجره أو أعاره أو أودعه أي من ذي اليد فبرهنا فهو للخارج ويماثل النتاج ما هو في معنى النتاج كغزل قالت هو لي غزلته وغصبته مني وقالت صاحبة اليد هو لي غزلته فبرهنتا حكم ببينة الخارجة لما مر من دعوى الفعل۔

والحاصل: أن بينة ذي اليد على النتاج إنما تترجح على بينة الخارج على مطلق الملك أو على النتاج إذا لم يدع الخارج عليه فعلاً كرهن وغصب ونحوه أما لو ادعى الخارج فعلاً مع ذلك فبينته أولى[2]۔

---

[1] الزیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق۔ ج4ص 324۔

[2] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1ص 107۔

ترجمہ: دو مدعی نے اگر نتاج پر گواہ پیش کئے اور دونوں نے اس جانور کی تاریخ پیدائش بھی ذکر کی تو اس صورت میں اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا جس کی تاریخ اس جانور کی عمر کے موافق ہو۔اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جانور ان دونوں کے قبضے میں ہو یا ایک کے قبضے میں ہو یا کسی تیسرے کے قبضے میں ہو کیونکہ معنیٰ میں اختلاف نہیں آتا بخلاف اس صورت کے کہ جس میں دونوں مدعی جانور کی تاریخ پیدائش ذکر کئے بغیر نتاج کا دعویٰ کرتے ہو کیونکہ اُدھر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جاتا ہے اگر جانور ایک کے قبضے میں ہو۔اگر دونوں کے قبضے میں ہو یا کسی تیسرے کے قبضے میں ہو تو دونوں کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

اور اگر اس جانور کی عمر معلوم کرنا مشکل ہو تو دونوں کی مشترک ہے۔اور اگر دونوں کی تاریخ اس جانور کی عمر سے مختلف ہو تو پھر دونوں کی شہادتیں باطل ہو جائیگی اور جانور اس کے قبضے میں رہ جائیگا جس کے قبضے میں فی الحال ہے۔

پھر یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ مدعی قابض کے گواہ نتاج کے مسائل میں مدعی غیر قابض کے گواہوں سے اس وقت تک معتبر ہوتے ہیں جب تک مدعی غیر قابض، قابض پر کسی فعل کا دعویٰ نہ کرے۔اور اگر کسی فعل کا دعویٰ کیا [اس طرح کہ قابض نتاج کا دعویٰ کریں جبکہ مدعی غیر قابض دعویٰ کرے کہ یہ جانور میرا ہے میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے لیکن قابض نے مجھ سے غصب کیا ہے یا بطور اجارہ یا عاریت لیا ہے یا میں نے اس کے پاس بطور امانت رکھوایا ہے۔دونوں نے گواہ بھی پیش کئے] تو پھر مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔نتاج کی طرح وہ چیزیں بھی ہیں جو کہ نتاج کے معنی میں ہو جیسا کہ اون کاتنا۔مثلاً ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ روئی میری ہے میں نے کاتی ہے آپ نے میرے سے غصب کی ہے جبکہ قابض عورت نے کہا کہ یہ میری ہے میں نے کاتی ہے۔دونوں نے گواہ پیش کئے تو اس صورت میں قابض عورت کے گواہ معتبر ہونگے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قابض کے گواہ نتاج کے معاملے میں مدعی غیر قابض کے گواہوں کے مقابلے میں اس وقت تک معتبر ہوتے ہیں جب تک مدعی غیر قابض مدعی قابض پر ایک فعل جیسے رہن، غصب وغیرہ کا دعویٰ نہ کریں اور اگر مدعی غیر قابض نے ساتھ ساتھ ایک فعل کا بھی دعویٰ کیا تو پھر اس کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 285: اشباہ کتاب میں مذکور ہے کہ اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے اور قابض نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کئے تو اس صورت میں قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

متون میں اسی طرح عام مذکور ہے مگر میں کہتا ہوں کہ دو مسئلوں میں جو کہ خزانۃ میں مذکور ہے [مدعی قابض کے گواہ معتبر نہیں ہیں]۔

ایک مسئلہ یہ ہے کہ تنازع غلام میں ہو۔مدعی غیر قابض کہہ رہا ہو کہ یہ غلام میری اپنی لونڈی سے پیدا ہوا ہے اور میں نے آزاد کیا ہے جبکہ قابض صرف یہ کہتا ہو کہ یہ غلام میرا ہے میری لونڈی سے پیدا ہوا ہے [تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں]۔

بخلاف اس صورت کے کہ جس میں مدعی غیر قابض کہتا ہو کہ یہ میری لونڈی سے پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کو مدبر بنایا ہے [یعنی میرے مرنے کے بعد آپ آزاد] یا اس کو مکاتب بنایا ہے [کہ اتنا مال دیدو تو تم آزاد ہو] تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر نہیں ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مدعی غیر قابض دعویٰ کر رہا ہو کہ یہ غلام میری ملکیت میں میری لونڈی سے پیدا ہوا ہے اور یہ میرا بیٹا ہے۔ تو اس صورت میں بھی غیر قابض کے گواہ بمقابلہ قابض کے معتبر ہیں۔

وجیز میں نتاج کے دعاوی میں مذکور ہے کہ اس بات کے گواہ کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اس کو آزاد کیا ہے یا میں نے اس کو مدبر بنایا ہے یا یہ میری لونڈی ہے مجھ سے اس کا بچہ پیدا ہوا ہے معتبر ہیں اس بات کے گواہوں سے کہ یہ غلام میرے گھر میں پیدا ہوا ہے یا یہ لونڈی میرے گھر میں پیدا ہوئی ہے۔

اسی طرح یہ گواہ کہ یہ غلام میرے گھر میں پیدا ہوا ہے اور میں نے آزاد کیا ہے معتبر ہیں ان گواہوں سے جو اس بات کے ہو کہ یہ غلام میرے گھر میں پیدا ہوا ہے میں نے اس کو مدبر بنایا ہے۔ اسی طرح یہ گواہ کہ یہ میری لونڈی ہے میرے گھر میں پیدا ہوئی ہے میں نے اس کو آزاد کیا ہے، معتبر ہیں ان گواہوں کے مقابلے میں کہ یہ لونڈی میرے گھر میں پیدا ہوئی ہے اور مجھ سے اس کا بچہ پیدا ہوا ہے۔

اسی طرح یہ گواہ کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو مدبر بنایا ہے معتبر ہیں ان گواہوں کے مقابلے میں کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کے ساتھ کتابت والا معاملہ کیا ہے۔

مسئلہ 285:إِذَا أَقَامَ الْخَارِجُ بَيِّنَةً عَلَى النِّتَاجِ فِي مِلْكِهِ وَذُو الْيَدِ كَذَلِكَ قُدِّمَتْ بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ.هكَذَا أَطْلَقَهُ أَصحابُ الْمُتُونِ.

قُلْت: إلا فِي مَسْأَلَتَينِ ذَكَرَهما فِي خِزَانَةِ الأَكْمَلِ مِنْ دَعْوَى النَّسَبِ: لَوْ كانَ النزاعُ فِي عَبْدٍ فَقَالَ الْخَارِجُ: إنَّهُ وُلِدَ فِي مِلْكِي وَأَعْتَقْته وَبَرْهنَ، وَقَالَ ذُو الْيَدِ: وُلِدَ فِي مِلْكِي فَقَطْ بِخِلافِ مَا إذَا قَالَ الْخَارِجُ: دَبَّرْته أَوْ كاتَبْته فَإِنَّهُ لا يُقَدَّمُ.الثَّانِيَةُ: لَوْ قَالَ الْخَارِجُ: وُلِدَ فِي مِلْكِي مِنْ أَمَتِي هذِهِ وَهوَ ابْنِي قُدِّمَ عَلَى ذِي الْيَدِ.[1]

و في الوجيز من دعوي النتاج وبينة العتق والتدبير والاستيلاد اولي من بينة النتاج وحده وكذا بينة العتق مع النتاج اولي من بينة التدبير والاستيلاد مع النتاج و بينة التدبير اولي من بينة الكتابة[2]۔

ترجمہ: اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے اور قابض نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کئے تو اس صورت میں قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

متون میں اسی طرح عام مذکور ہے مگر میں کہتا ہوں کہ دو مسئلوں میں جو کہ خزانۃ میں مذکور ہے [مدعی قابض کے گواہ معتبر نہیں ہیں]۔

---

[1] ابن نجیم، الأشباہ والنظائر۔ ص209۔

[2] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص169۔

اگر تنازع غلام میں ہو۔مدعی غیر قابض نے کہاکہ یہ غلام میری اپنی لونڈی سے پیدا ہوا ہے اور میں نے آزاد کیا ہے اور گواہ بھی پیش کئے جبکہ قابض نے صرف یہ کہاکہ یہ غلام میرا ہے میری لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔بخلاف اس صورت کے کہ جس میں مدعی غیر قابض نے کہاکہ یہ میری لونڈی سے پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کو مدبر بنایا ہے یا اس کو مکاتب بنایا ہے تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر نہیں ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مدعی غیر قابض نے کہاکہ یہ غلام میری ملکیت میں میری لونڈی سے پیدا ہوا ہے اور یہ میرا بیٹا ہے۔تو اس صورت میں بھی غیر قابض کے گواہ بمقابلہ قابض کے معتبر ہیں۔

وجیز میں مذکور ہے کہ آزادی کے گواہ،مدبر بنانے کے گواہ اور ام ولد بنانے کے گواہ نتاج کے گواہوں سے اولی ہیں۔اسی طرح آزادی کے گواہ مع نتاج کے ام ولد اور مدبر مع نتاج کے گواہوں سے اولی ہیں۔اسی طرح مدبر بنانے کے گواہ کتابت کے گواہوں سے اولیٰ ہیں۔

مسئلہ 286: دو بندوں کا ایک کپڑے پر جھگڑا ہو گیا اور یہ کپڑا ان دونوں میں سے ایک کے قبضے میں تھا۔مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ کپڑا میرا ہے آدھا میں نے بُنا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ کپڑا میرا ہے آدھا میں نے بُنا ہے۔تو امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ اگر دو الگ الگ حصے معلوم ہو سکتے ہو تو پھر ہر ایک کیلئے اس نصف کا فیصلہ ہو گا جو اس نے بُنا ہے۔اور اگر حصے معلوم نہیں ہو سکتے ہو تو پھر یہ سارا کپڑا مدعی غیر قابض کا ہو جائیگا۔

مسئلہ 286: وَلَوْ تَنَازَعَا فِي ثَوْبٍ هوَ فِي يَدِ أَحَدِهِا أَقَامَ أَحَدُهما الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ نَسَجَ نِصْفَهُ وَأَقَامَ الَّذِي فِي يَدَيْهِ أَنَّهُ نَسَجَ نِصْفَهُ قَالَ محمَّدٌ - رَحِمَهُ الله إنْ كانَ يُعْرَفُ النِّصْفَانِ فَلِكلِّ وَاحِدٍ مِنهمَا النِّصْفُ الَّذِي نَسَجَهُ وَإِنْ لَمْ يُعْرَفْ ذَلِكَ فَكلّهُ لِلْخَارِجِ[1].

ترجمہ: اگر دو بندوں کا ایک کپڑے پر جھگڑا ہو گیا اور یہ کپڑا ان دونوں میں سے ایک کے قبضے میں تھا۔مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ کپڑا میرا ہے آدھا میں نے بُنا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ کپڑا میرا ہے آدھا میں نے بُنا ہے۔تو امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ اگر دو الگ الگ حصے معلوم ہو سکتے ہو تو پھر ہر ایک کیلئے اس نصف کا فیصلہ ہو گا جو اس نے بُنا ہے۔اور اگر حصے معلوم نہیں ہو سکتے ہو تو پھر یہ سارا کپڑا مدعی غیر قابض کا ہو جائیگا۔

مسئلہ 287: اگر دو بندوں کا اُون پر جھگڑا ہو گیا۔قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ اُون میری ہے میں نے اپنی بھیڑ سے الگ کیا ہے جبکہ مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ اُون میری ہے میں نے اپنی بھیڑ سے الگ کیا ہے۔تو اس صورت میں قابض معتبر ہیں۔

مسئلہ 287:ولو تنازعافي صوف أقام ذو اليد البينة أنه ملكه جزه من شاة يملكها وأقام آخر البينة أنه ملكه جزه من شاة يملكها يقضي به لذي اليد[2]۔

---

[1] نظام الدین،الفتاوی الہندیۃ۔ج4ص85۔

[2] قاضی خان،فتاوی قاضی خان۔ج3ص63۔

ترجمہ: اگر دو بندوں کا اُون پر جھگڑا ہو گیا۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ اُون میری ہے میں نے اپنی بھیڑ سے الگ کیا ہے جبکہ غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ اُون میری ہے میں نے اپنی بھیڑ سے الگ کیا ہے تو اس صورت میں قابض معتبر ہیں۔

مسئلہ 288: اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ بھیڑ جو زید کے قبضے میں ہے میری ہے یہ اُون میں نے اس سے الگ کیا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ بھیڑ میری ہے یہ اُون میں نے اس سے الگ کیا ہے تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 288: ولو أقام خارج البينة على شاة في يدغيره أنها شاته وجز هذا الصوف منها وأقام البينة ذو اليد أن الشاة التي يد عيهاله وجز الصوف منها فأنه يقضى بالشاة للمدعى[1]۔

ترجمہ: اگر مدعی غیر قابض نے کسی اور کے قبضے میں ایک بھیڑ پر گواہ پیش کئے کہ یہ میری ہے یہ اُون میں نے اس سے الگ کیا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ بھیڑ میری ہے یہ اُون میں نے اس سے الگ کیا ہے تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 289: اگر دو بندوں کا پنیر کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ پنیر میرا ہے میں نے اپنی بکری کے دودھ سے بنایا ہے جبکہ مدعی غیر قابض نے بھی اس طرح کا دعویٰ کر کے گواہ پیش کئے تو حکم کیا جائیگا کہ یہ بھیڑ اور پنیر دونوں مدعی غیر قابض کی ہیں۔

مسئلہ 289: ولو قال ذو اليد هذا الجبن لي صنعته من لبن شاتي هذه وأقام الخارج البينة على مثل ذلك فأنه يقضي بالشاة والجبن للخارج[2]۔

ترجمہ: اگر دو بندوں کا پنیر کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ پنیر میرا ہے میں نے اپنی بکری کے دودھ سے بنایا ہے جبکہ مدعی غیر قابض نے بھی اس طرح کا دعویٰ کر کے گواہ پیش کئے تو حکم کیا جائیگا کہ یہ بھیڑ اور پنیر دونوں مدعی غیر قابض کی ہیں۔

مسئلہ 290: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام تھا۔ اس نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے اور میری ملکیت میں میری لونڈی اور غلام سے پیدا ہوا ہے جبکہ غیر قابض نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کئے تو حکم کیا جائیگا کہ یہ غلام قابض کا ہے۔

مسئلہ 290: ولو أن عبدا في يد رجل أقام هو البينة أنه عبده ولد في ملكه من امته وعبده وأقام خارج البينة على مثل ذلك يقضى بالعبد لذى اليد[3]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام تھا۔ اس نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے اور میری ملکیت میں میری لونڈی

---

1 قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 63۔

2 محولہ بالا۔

3 محولہ بالا۔

اور غلام سے پیدا ہوا ہے جبکہ غیر قابض نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کیئے تو حکم کیا جائیگا کہ یہ غلام قابض کا ہے۔
مسئلہ 291: اگر قابض نے گواہ پیش کیئے کہ یہ لونڈی میری ہے میری ملکیت میں یہ غلام بچہ اس سے پیدا ہوا ہے جبکہ مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کیئے کہ یہ میری لونڈی ہے اور یہ بچہ میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ لونڈی مدعی غیر قابض کی ہے۔
لیکن غلام بچے کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا ہے کہ یہ کس کا ہو جائیگا۔
جامع الفصولین کے آٹھویں فصل میں مذکور ہے کہ اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کیئے کہ یہ لونڈی میری ہے یہ بچہ میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کیئے تو فیصلہ کیا جائیگا کہ یہ لونڈی مدعی غیر قابض کی ہے کیونکہ دونوں نے لونڈی کے بارے میں مطلق ملکیت کا دعویٰ کیا ہے۔ پھر غیر قابض مدعی اس بچے کا بھی مستحق بنتا ہے کیونکہ یہ غلام بچہ اپنی ماں کا تابع ہے۔

مسئلہ 291: ولو أقام ذو اليد البينة على أمة في يده أنها أمته ولدت هذا العبد في ملكي وأقام خارج البينة على أن هذه أمته ولدت هذا العبد في ملكي فأنه للمدعي[1]۔
برهن الخارج أن هذه أمته ولدت هذا القن في ملكي وبرهن ذو اليد على مثله يحكم بها للمدعي لأنها ادعيا في الأمة ملكاً مطلقاً فيقضي بها للمدعي ثم يستحق القن تبعاً[2]۔
ترجمہ: اگر قابض نے گواہ پیش کیئے کہ یہ لونڈی میری ہے میری ملکیت میں یہ غلام بچہ اس سے پیدا ہوا ہے جبکہ مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کیئے کہ یہ میری لونڈی ہے اور یہ بچہ میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ لونڈی مدعی غیر قابض کی ہے۔
مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کیئے کہ یہ لونڈی میری ہے یہ بچہ میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کیئے تو فیصلہ کیا جائیگا کہ یہ لونڈی مدعی غیر قابض کی ہے کیونکہ دونوں نے لونڈی کے بارے میں مطلق ملکیت کا دعویٰ کیا۔ پھر غیر قابض مدعی اس بچے کا بھی مستحق بنتا ہے کیونکہ یہ غلام بچہ اپنی ماں کا تابع ہے۔
مسئلہ 292: ایک مدعی غیر قابض نے [ملک مطلق] کا دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے جبکہ قابض نے کہا کہ یہ میرے پاس زید جو کہ غائب ہے نے بطور امانت رکھا ہے لیکن اس نے امانت پر گواہ پیش نہیں کیئے یہاں تک کہ قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ دیدیا کہ یہ آپ کا ہو گیا۔ اس کے بعد زید نے آکر گواہ پیش کیئے کہ یہ میری ملکیت میں میرے گھر میں پیدا ہوا ہے۔ اور جس نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا تھا اس نے بھی گواہ پیش کیئے کہ یہ میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں مدعی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا نہ کہ زید کے حق میں، کیونکہ مدعی قابض بن گیا اور اب گھریلو پیدائش پر گواہ بھی پیش کیئے۔ پس یہ جانور مدعی کا ہے اور اس کا قبضہ اب اس پر ثابت ہے کیونکہ قاضی نے پہلے اس کیلئے حکم کیا تھا اور جس نے امانت کا دعویٰ کیا تھا اس نے گواہ پیش نہیں کیئے تھے کہ یہ زید کا ہے تاکہ ہم زید کا پہلا والا قبضہ ثابت کر سکیں اور کہے کہ یہ

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص63۔
[2] ابن قاضی سماونة، جامع الفصولین۔ ج1 ص108۔

جن کے پاس امانت رکھا گیا تھا بذریعہ ان کے زید کا قبضہ ثابت ہوگیا۔ لہٰذا اس وجہ سے ہم نے کہا کہ مدعی کے حق میں حکم کیا جائیگا۔

ہاں اگر مُودِع نے گواہ پیش کئے کہ یہ میں نے ان کے پاس امانت رکھا تھا تو پھر اس کے گھریلو پیدائش پر حکم کیا جائیگا۔ پھر یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ مدعی کیلئے ملک مطلق کا جو فیصلہ پہلے ہوا تھا وہ ایک ایسے آدمی کے خلاف ہوا تھا جو کہ خصم نہیں تھا لہٰذا وہ حکم جاری نہیں ہوا تھا۔

مسئلہ 292: ادعى أنه ملكه فقال ذو اليد أودعنيه فلان ولم يبرهن على الإيداع حتى قضى للمدعي ثم جاء المودع وبرهن على النتاج ومدعي الملك المطلق برهن على النتاج أيضاً يحكم للمدعي لا للمودع إذ المدعي ذو اليد وبرهن على النتاج فهو له ويده في الحال ثابتة بالحكم والمودع لم يبرهن على أنه كان لمودعه ليثبت يده السابقة ليصير المودع ذا اليد بواسطة يد مودعه فلذا يقضي له حتى لو برهن المودع أني أودعته يقضي بالنتاج للمودع فظهر أن الحكم الأول للمدعي بمطلق الملك كان حكماً على غير خصم فلم يكن نافذاً[1]۔

ترجمہ: ایک مدعی غیر قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے جبکہ قابض نے کہا کہ یہ میرے پاس فلاں نے بطور امانت رکھا ہے لیکن اس نے امانت پر گواہ پیش نہیں کئے یہاں تک کہ قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ دیدیا کہ یہ آپ کا ہوگیا۔ اس کے بعد فلاں نے آکر نتاج پر گواہ پیش کئے۔ اور جس نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا تھا اس نے بھی نتاج پر گواہ پیش کئے تو اس صورت میں مدعی کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا نہ کہ مودِع کے حق میں، کیونکہ مدعی قابض ہے اور اس نے نتاج پر گواہ بھی پیش کئے۔ پس یہ جانور مدعی کا ہے اور اس کا قبضہ اب اس پر ثابت ہے کیونکہ قاضی نے پہلے اس کیلئے حکم کیا تھا اور جس نے امانت کا دعویٰ کیا تھا اس نے گواہ پیش نہیں کئے تھے کہ یہ مودِع کا ہے تاکہ ہم مودِع کا پہلا والا قبضہ ثابت کر سکیں اور کہے کہ یہ جن کے پاس امانت رکھا گیا تھا بذریعہ ان کے مودِع کا قبضہ ثابت ہوگیا۔ لہٰذا اس وجہ سے ہم نے کہا کہ مدعی کے حق میں حکم کیا جائیگا۔

ہاں اگر مُودِع نے گواہ پیش کئے کہ یہ میں نے ان کے پاس امانت رکھوایا تھا تو پھر مودِع کے حق میں نتاج کا حکم کیا جائیگا۔ پھر یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ مدعی کیلئے ملک مطلق کا جو فیصلہ پہلے ہوا تھا وہ ایک ایسے آدمی کے خلاف ہوا تھا جو کہ خصم نہیں تھا لہٰذا وہ حکم جاری نہیں ہوا تھا۔

مسئلہ 293: جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے۔ یہ میرے بائع کا تھا اور اس کے اپنے جانور سے پیدا ہوا تھا جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے۔ یہ میرے بائع کا تھا اور اس کے اپنے جانور سے پیدا ہوا تھا تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ یہ دونوں اپنے اپنے بائعین کی طرف سے خصم بن گئے ہیں۔ تو یہ اس طرح ہوا گویا کہ وہ دونوں خود حاضر ہو اور دونوں نے ملکیت اور نتاج کا دعویٰ کیا ہو تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا اسی طرح کا حکم اِدھر بھی ہے۔

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج 1 ص 108۔

مسئلہ293: برهن كل من الخارج وذي اليد على نتاج في ملك بائعه حكم لذي اليد إذ كل منهما خصم عن بائعه فكان بائعيها حضراً وادعيا ملكاً بنتاج فإنه يحكم لذي اليد كذا هذا[1]۔

ترجمہ: غیر قابض اور قابض میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے بائع کی ملکیت میں نتاج پر گواہ پیش کئے تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ یہ دونوں اپنے اپنے بائعین کی طرف سے خصم بن گئے ہیں۔ تو یہ اس طرح ہوا گویا کہ وہ دونوں خود حاضر ہو اور دونوں نے ملکیت اور نتاج کا دعویٰ کیا ہو تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا اسی طرح کا حکم اِدھر بھی ہے۔

مسئلہ 294: مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے۔ زید نے مجھے فروخت کیا تھا یہ اسی کی ملکیت میں پیدا ہوا تھا۔ تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ زید کی طرف سے وہ خصم ہے۔ اس کو قبضہ بھی زید کی طرف سے حاصل ہے۔ تو گویا کہ زید خود ہی حاضر ہو اور گھریلو پیدائش پر گواہ پیش کئے ہو حال یہ ہو کہ غلام اس کے قبضے میں ہو تو اس صورت میں زید کیلئے فیصلہ کیا جائیگا اسی طرح کا حکم اِدھر بھی ہے [یعنی قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا جو کہ اس نے زید سے ملکیت حاصل کی ہے۔

مسئلہ294: برهن أنه له ولد في ملكه وبرهن ذو اليد أنه له ولد في ملك بائعه حكم به لذي اليد لأنه خصم عمن تلقى الملك منه ويده يد المتلقى منه فكأنه حضر وبرهن على النتاج والمدعي في يده يحكم له به كذا هذا[2]۔

ترجمہ: مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے۔ میرے بائع کی ملکیت میں پیدا ہوا تھا۔ تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا کیونکہ بائع کی طرف سے وہ خصم ہے۔ اس کو قبضہ بھی بائع کی طرف سے حاصل ہے۔ تو گویا کہ بائع خود ہی حاضر ہو اور نتاج پر گواہ پیش کئے ہو حال یہ ہو کہ غلام اس کے قبضے میں ہو تو اس صورت میں بائع کیلئے فیصلہ کیا جائیگا اسی طرح کا حکم اِدھر بھی ہے۔

مسئلہ 295: اگر دو بندوں کا ایک ایسے زمین پر جھگڑا ہو گیا جس پر فصل کھڑی تھی۔ ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین اور فصل میری ہے میں نے بویا ہے۔ تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ295: وإذ أختصم رجلان في الأرض فيها زرع أقام كل واحد منهما البينة أن الأرض والزرع له هو الذي زرعها فأنه يقضى بها للمدعي[3]۔

ترجمہ: اگر دو بندوں کا ایک ایسے زمین پر جھگڑا ہو گیا جس پر فصل کھڑی تھی۔ ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ زمین اور فصل میری ہے میں نے بویا ہے۔ تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1 ص108۔

[2] محولہ بالا۔

[3] فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص63۔

مسئلہ 296: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام پر دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔اس مدعی کے گواہوں نے غلام کی ماں کا کوئی ذکر نہیں کیا جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے میری اس لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ یہ غلام قابض کا ہے۔

مسئلہ 296:ولو أن عبدا في يد رجل أقام رجل البينة أنه عبده ولد في ملكه ولم يذكر الشهود أمه وأقام ذواليد البينة أنه عبده ولد من أمته هذه فأنه يقضي بالعبد للذي في يده[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام پر دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے میری ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔اس مدعی کے گواہوں نے غلام کی ماں کا کوئی ذکر نہیں کیا جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے میری اس لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ یہ غلام قابض کا ہے۔

مسئلہ 297: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام تھا۔دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے اور میری ملکیت میں اس طرح پیدا ہوا ہے کہ یہ اس کی ماں ہے اور یہ اس کا باپ۔جبکہ ایک اور مدعی نے بھی اس طرح گواہ پیش کئے تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ یہ غلام دونوں یعنی غیر قابض کی نصف نصف ہیں۔

مسئلہ 297: عبد في يد رجل أقام رجل البينة أنه عبده ولد في ملكه من أمته هذه ومن عبده هذا وأقام رجل أخر البينة على مثل ذلك فانه يقضي بالعبدبين الخارجين نصفين[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام تھا۔دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے اور میری ملکیت میں اس طرح پیدا ہوا ہے کہ یہ لونڈی اس کی ماں ہے اور یہ غلام اس کا باپ۔جبکہ ایک اور مدعی نے بھی اس طرح گواہ پیش کئے تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ یہ غلام دونوں کی نصف نصف ہیں۔

مسئلہ 298: دو بندوں کا قرآن شریف کے معاملے میں جھگڑا ہوگیا۔ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے میں نے اپنی ملکیت میں لکھا ہے [یعنی لکھائی کا سامان، کاغذ وغیرہ سب کچھ میرا تھا] تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 298: وكذلك في المصحف إذا أقام كل واحد منهم البينة أنه مصحفه كتبه فأنه يقضي به للمدعي[3]۔

ترجمہ: دو بندوں کا قرآن شریف کے معاملے میں جھگڑا ہوگیا۔ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے میں نے اپنی ملکیت میں لکھا ہے تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 299: ایک آدمی کے قبضے میں ایک مرغی پر دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ مرغی میری ہے میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے۔ قابض نے بھی گواہ پیش کئے تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3ص 63۔

[2] محولہ بالا۔

[3] محولہ بالا۔

مسئلہ 299:ولو أدعی دجاجاً في يد رجل أنه له خرج فی ملکه وأقام ذو الید البینة علی مثل ذلك فأنه یقضی به لذي الید[1]۔

ترجمہ: اگر ایک آدمی کے قبضے میں ایک مرغی پر دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ مرغی میری ہے میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے۔ قابض نے بھی گواہ پیش کئے تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 300: دو آدمیوں کا ایک گھر کے معاملے میں اختلاف ہوا۔ دونوں یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ یہ گھر میرا ہے اور میرے قبضے میں ہے۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں قاضی حکم کریگا کہ یہ گھر دونوں کا مشترک ہے۔

مسئلہ 300:رجلان تنازعا في دار کل واحد منهما یدعي أنها له وفي یده فإن القاضي یجعل الدار في یدهما[2]۔

ترجمہ: دو آدمیوں کا ایک گھر کے معاملے میں اختلاف ہوا۔ ان میں ہر ایک یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ یہ گھر میرا ہے اور میرے قبضے میں ہے۔ تو اس صورت میں قاضی حکم کریگا کہ یہ گھر دونوں کا مشترک ہے۔

مسئلہ 301: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر چار آدمیوں نے دعویٰ کیا۔ ان میں سے ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے فلاں سے ہزار درہم کے عوض خریدا ہے اس حال میں کہ وہ فلاں اس کا مالک تھا۔ میں نے ثمن بھی اس کے حوالے کیا ہے صورتحال یہ ہو کہ یہ فلاں قابض کے علاوہ کوئی اور ہو۔ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر کسی دوسرے آدمی نے میرے پاس بطور رہن رکھا ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے۔ تیسرے آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر کسی اور آدمی نے مجھے بطور صدقہ دیا ہے۔ چوتھے آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملا ہے۔ تو اس صورت میں قاضی فیصلہ کریگا کہ گھر کے چار حصے کر دیے جائیں اور ہر ایک مدعی کو ایک ایک حصہ حوالے کیا جائے۔ اور اگر چاروں کسی ایک بندے سے ملکیت کا دعویٰ کر رہے ہو [یعنی ایک نے کہا کہ میں نے زید سے خریدا ہے دوسرے نے کہا کہ زید نے میرے پاس رہن رکھا ہے تیسرے نے کہا کہ مجھے زید نے صدقے میں دیا ہے جبکہ چوتھے نے کہا کہ مجھے زید سے وراثت میں ملا ہے]۔ تو اس صورت میں فیصلہ کیا جائیگا کہ گھر اس مدعی کا ہو جائیگا جس نے خریدنے کا دعویٰ کیا ہے۔ گواہ بھی اس کے معتبر ہونگے۔

مسئلہ 301: دار في ید رجل فأقام رجل البینة أنه اشتراها من فلان غیر ذي الید بألف درهم وهو یملکها ونقده الثمن وأقام آخر البینة ان فلانا رهنها منه وقبضها وأقام آخر البینة علی الصدقة من رجل آخر وأقام آخر البینة أنه ورثها من أبیه فإن القاضي یقضي بینهم أرباعاً وان ادعوا ذلك من رجل واحد یقضی للمشتري وترجح بینة البیع3۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔ ایک آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے قابض کے علاوہ کسی اور سے ہزار درہم کے عوض خریدا ہے اس حال میں کہ وہ فلاں اس کا مالک تھا۔ میں نے ثمن بھی اس کے حوالے کیا ہے۔ دوسرے

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 63۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 65۔

[3] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 72۔

نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں نے میرے پاس بطور رہن رکھا ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے۔ تیسرے آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر کسی اور آدمی نے مجھے بطور صدقہ دیا ہے۔ چوتھے آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملا ہے۔

تو اس صورت میں قاضی فیصلہ کریگا کہ گھر کے چار حصے کر دیے جائیں اور ہر ایک مدعی کو ایک ایک حصہ حوالے کیا جائے۔ اور اگر چاروں نے کسی ایک بندے سے ملکیت کا دعویٰ کیا تو اس صورت میں فیصلہ کیا جائیگا کہ گھر اس مدعی کا ہے جس نے خریدنے کا دعویٰ کیا ہے۔ گواہ بھی اس کے معتبر ہونگے۔

مسئلہ 302: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر دوسرے آدمی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے ایک اور مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا اور فلاں ابن فلاں کا ہے۔ ہم دونوں نے قابض یا کسی اور سے اتنے روپے [مثلاً ہزار روپے] میں خریدا ہے ہم نے ثمن ان کے حوالے کیا ہے اور گھر پر ہم نے قبضہ بھی کیا ہے حال یہ ہو کہ یہ فلاں ابن فلاں حاضر نہیں تھا بلکہ غائب تھا۔

تو مصنفؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق فرمایا ہے کہ اس گھر کے چار حصے کر دیے جائینگے [تین حصے اُس مدعی کے ہو جائینگے جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے اور ایک حصہ اُس مدعی کا ہو جائیگا جس نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ گھر میرا اور میرے شریک کا ہے] کیونکہ جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ گھر میں نے اور میرے شریک نے خریدا ہے وہ اپنے اس شریک کی طرف سے خصم نہیں بن سکتا [کیونکہ اس مدعی نے اس شریک سے نہ تو ملکیت حاصل کی ہے اور نہ اس کا وکیل ہے پس یہ نصف گھر کا مدعی ٹھر گیا جبکہ دوسرا پورے گھر کا [لہٰذا تین حصے اس کے ہو جائینگے اور ایک حصہ اس کا]۔

مسئلہ 302: رجل في يده دار اقام رجل البينة انها له و اقام رجل آخر البينة انها له ولفلان بن فلان اشترياها من ذي اليد او من رجل آخر بثمن معلوم و نقدا الثمن و قبضا الدار و الشريك غائب قال في قياس قول ابي حنيفة رحمه الله يقضي بالدار ارباعا لان الذي يدعي الشراء لنفسه و للشريك الغائب لا يكون خصما عن شريكه فكان هو مدعي النصف والمدعي الآخر يدعي الكل[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر دوسرے آدمی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے ایک اور مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا اور فلاں ابن فلاں کا ہے۔ ہم دونوں نے قابض یا کسی اور سے ثمن معلوم کے ساتھ خریدا ہے ہم نے ثمن ان کے حوالے کیا ہے اور گھر پر ہم نے قبضہ بھی کیا ہے حال یہ ہو کہ یہ فلاں ابن فلاں غائب تھا۔ تو مصنفؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق فرمایا ہے کہ اس گھر کے چار حصے کر دیے جائینگے کیونکہ جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ گھر میں نے اور میرے شریک نے خریدا ہے وہ اپنے اس شریک کی طرف سے خصم نہیں بن سکتا پس یہ نصف گھر کا مدعی ٹھر گیا جبکہ دوسرا پورے گھر کا۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 73۔

مسئلہ 303: مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرے باپ کا تھا وہ فوت ہو چکا ہے اور یہ گھر مجھے اور میرے بھائی [جو کہ غائب ہے] کو وراثت میں ملا ہے جبکہ ایک اور مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے۔ تو اس صورت میں قاضی فیصلہ دیگا کہ نصف گھر اس مدعی کا ہے جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے اور حکم دیگا کہ یہ نصف گھر اس مردے کا ہے لہٰذا اس گھر کا چوتھائی حصہ میت کے اس بیٹے کو ملے گا جو ابھی حاضر ہے اور گھر کا چوتھائی حصہ قابض کے قبضے میں اس وقت تک رہیگا جب تک میت کا غائب بیٹا حاضر ہو جائے۔ اب اگر وہ حاضر ہوا تو گھر کا چوتھائی حصہ وہ لے لیگا۔ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہیں۔

مسئلہ 303: لو كان يدعي الشركة و اقام البينة ان الدار كانت لابيه مات و تركها ميراثاً له و لاخيه الغائب فان القاضي يقضي للذي يدعي الكل لنفسه بنصف الدار و يقضي بالنصف للميت و يدفع الربع الي الابن الحاضر و يدع الربع في يد المدعي عليه حتي يحضر الغائب فاذا حضر الغائب اخذ الربع بغير بينة[1]۔

ترجمہ: اگر مدعی غیر قابض نے شرکت کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرے باپ کا تھا وہ فوت ہو چکا ہے اور یہ گھر مجھے اور میرے غائب بھائی کے لئے وراثت میں چھوڑا ہے۔ تو اس صورت میں قاضی فیصلہ دیگا کہ نصف گھر اس مدعی کا ہے جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا ہے اور حکم کریگا کہ یہ نصف گھر اس مردے کا ہے لہٰذا اس گھر کا چوتھائی حصہ میت کے اس بیٹے کو ملے گا جو ابھی حاضر ہے اور گھر کا چوتھائی حصہ قابض کے قبضے میں اس وقت تک رہیگا جب تک میت کا غائب بیٹا حاضر ہو جائے۔ جب وہ حاضر ہو جائے تو گھر کا چوتھائی حصہ وہ لے لیگا۔ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہیں۔

مسئلہ 304: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر اس کے بھائی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرے باپ کا تھا وہ فوت ہو گئے ہیں۔ یہ گھر اس نے میرے لئے اور میرے اس بھائی [قابض] کیلئے وراثت میں چھوڑا ہے۔ ہمارے باپ کا ہم دونوں کے علاوہ کوئی وارث نہیں ہیں۔ ایک اور بندے نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے۔ حال یہ ہے کہ قابض ان دونوں کے دعوے سے منکر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ گھر میرا اپنا ہے میراث میں نہیں ملا ہے۔ تو اس صورت میں قاضی حکم دیگا کہ اس گھر کے چار حصے کر دیے جائیں۔ تین حصے وہ پرایا مدعی لے لیگا اور گھر کا چوتھائی میت کا مدعی بیٹا لے لیگا۔ گھر قابض کے ہاتھ سے نکل جائیگا۔

مسئلہ 304: دار في يد رجل اقام آخر البينة انها كانت دار ابيه مات و تركها ميراثا له و لاخيه ذي اليد ولا وارث له غيرهما و اقام رجل اجنبي البينة انها داره والذي في يده الدار يجحد دعواهما و يقول الدار داري لم ارثها من ابي فان القاضي يقضي بثلاثة ارباع الدار للاجنبي و بالربع للابن المدعي ولا شئي لذي اليد[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر اس کے بھائی نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرے باپ کا تھا وہ فوت

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 73۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 73۔

ہوگئے ہیں ۔یہ گھر اس نے میرے لئے اور میرے اس بھائی [قابض] کیلئے وراثت میں چھوڑا ہے۔ہمارے باپ کا ہم دونوں کے علاوہ کوئی وارث نہیں ہیں ۔ایک اور بندے نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے۔حال یہ ہے کہ قابض ان دونوں کے دعوے سے منکر ہے۔وہ کہتا ہے کہ یہ گھر میرا اپنا ہے میراث میں نہیں ملا ہے۔تو اس صورت میں قاضی حکم دیگا کہ تین حصے وہ پرایا مدعی لے لیگا اور گھر کا چوتھائی میت کا مدعی بیٹا لے لیگا قابض کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

مسئلہ 305 :ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر دو بندوں نے دعویٰ کیا۔ان میں سے ایک مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں آدمی کا تھا۔دو سال ہوئے ہیں کہ وہ فوت ہو چکا ہے اور یہ گھر مجھے میراث میں ملا ہے جبکہ دوسرے مدعی نے گواہ پیش کئے کہ ایک سال ہوا ہے کہ فلاں آدمی مر گیا ہے اور یہ گھر مجھے وراثت میں ملا ہے۔صورت حال یہ ہے کہ قابض دونوں کے دعوے سے منکر ہے۔وہ کہہ رہا ہے کہ یہ گھر میرا ہے۔

تو اس صورت میں امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ یہ گھر دونوں مدعی کا نصف نصف ہو جائیگا اور موت میں تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اور اگر مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر تین سالوں سے زید کا تھا پھر وہ فوت ہوا اور یہ گھر مجھے وراثت میں ملا ہے تو اس صورت میں پورا گھر اس مدعی کا ہو جائیگا جس نے تین سالوں کا ذکر کیا ہے کیونکہ گواہوں نے ملکیت کی تاریخ ذکر کی ہے نہ کہ موت کی۔

مسئلہ305:رجلان ادعيا دارا في يد رجل اقام احدهما البينة ان هذه الدار كانت دار فلان مات منذ سنتين و تركها ميراثا له و اقام آخر البينة ان فلانا مات منذ سنة واحدة و تركها ميراثا له والذي في يده ينكر دعواهما و يدعي لنفسه قال محمد رحمه الله هي بينهما نصفان ولا يعتبر التاريخ في الموت۔

لو اقام احدهما اليبينة ان هذه الدار كانت لفلان الميت منذ ثلاث سنين ثم مات و تركها ميراثا له و اقام الآخر البينة ان هذه الدار كانت لفلان الميت منذ سنتين مات و تركها ميراثا له، فهي بهذا الوجه للذي اقام البينة علي ثلاث سنين لانهم وقتوا الملك[1]۔

ترجمہ : ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر دو بندوں نے دعویٰ کیا۔ان میں سے ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں آدمی کا تھا۔دو سال ہوئے ہیں کہ وہ فوت ہو چکا ہے اور یہ گھر مجھے میراث میں ملا ہے جبکہ دوسرے مدعی نے گواہ پیش کئے کہ ایک سال ہوا ہے کہ فلاں آدمی مر گیا ہے اور یہ گھر مجھے وراثت میں ملا ہے۔صورت حال یہ ہے کہ قابض دونوں کے دعوے سے منکر ہے۔وہ کہہ رہا ہے کہ یہ گھر میرا ہے۔

تو اس صورت میں امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ یہ گھر دونوں مدعی کا نصف نصف ہو جائیگا اور موت میں تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اور اگر مدعی نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر تین سالوں سے فلاں کا تھا پھر وہ فوت ہوا اور یہ گھر مجھے وراثت میں ملا ہے جبکہ دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر دو سالوں سے فلاں کا تھا پھر وہ فوت ہوا اور یہ گھر مجھے وراثت میں ملا ہے تو اس صورت

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص74۔

میں پورا گھر اس مدعی کا ہو جائیگا جس نے تین سالوں کا ذکر کیا ہے کیونکہ گواہوں نے ملکیت کی تاریخ ذکر کی ہے۔
مسئلہ 306: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر دوسرے آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ فلاں غائب آدمی نے اس گھر پر دعویٰ کیا تھا۔ وہ اس کا مستحق بن کر قاضی نے مجھ سے یہ گھر لے لیا اور اس کے حوالے کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے یہ گھر مجھے اجارے پر دیا ہے۔ تو اس صورت میں قابض کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں۔

مسئلہ 306: رجل ادعي دار في يد رجل انها له و اقام الذي في يده الدار البينة ان فلان الغائب كان ادعي هذه الدار و استحقها من يده و دفعها القاضي الي المستحق ثم انه آجرها الذي هو فيها لا تقبل بينة ذي اليد علي هذا[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر دوسرے آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ فلاں غائب آدمی نے اس گھر پر دعویٰ کیا تھا۔ وہ اس کا مستحق بن کر قاضی نے مجھ سے یہ گھر لے لیا اور اس کے حوالے کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے یہ گھر مجھے اجارے پر دیا ہے۔ تو اس صورت میں قابض کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں۔
مسئلہ 307: اگر کسی نے اپنے باپ کیلئے کسی چیز کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میرے باپ کی تھی جو کہ اب فوت ہو چکے ہے اور یہ چیز اس نے میرے لئے وراثت میں چھوڑی ہے۔ میرے والد فلاں سال کے فلاں مہینے میں فلاں دن کو فوت ہو چکے ہے جبکہ ایک عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس کے والد نے فلاں سال کے فلاں مہینے میں فلاں دن کو میرے ساتھ نکاح کیا تھا۔ اس تاریخ کے ایک دن بعد جو اس کے بیٹے نے ذکر کیا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے جو دن اپنے باپ کے موت کا ثابت کیا ہے اس کے ایک دن بعد اس کے والد نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے۔ تو اس صورت میں قاضی دونوں کے حق میں فیصلہ دیگا یعنی اس عورت اور بیٹے کیلئے۔ عورت کیلئے نکاح، مہر اور میراث کا فیصلہ کریگا جبکہ بیٹے کیلئے میراث کا۔
اسی طرح حکم ہے اگر اس کے بعد ایک اور عورت نے گواہ پیش کئے کہ پہلی مدعی عورت کے نکاح کے ایک دن بعد اس نے میرے ساتھ بھی نکاح کیا ہے تو اس عورت کے بھی نکاح کا حکم کیا جائیگا۔ پس ان دونوں عورتوں اور بیٹے کیلئے میراث کا حکم کیا جائیگا۔
یہ مسئلہ اس جیسا نہیں ہے جس میں بیٹا دعویٰ کریں کہ میرے باپ کو فلاں نے قتل کیا ہے اور گواہ پیش کریں۔ گواہ تاریخ کا بھی ذکر کریں کہ اس کا باپ فلاں سال کے فلاں مہینے میں فلاں تاریخ کو قتل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک عورت گواہ پیش کریں کہ فلاں دن کو [یعنی قتل کے ایک دن بعد] اس کے باپ نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے تو اس صورت میں عورت کے گواہ قبول نہیں ہیں کیونکہ قتل کی تاریخ قاضی کے حکم کے تحت آتا ہے جبکہ موت کی تاریخ قاضی کے حکم کے تحت نہیں آتا۔

---

[1] قاضی خان، فتاویٰ قاضی خان۔ ج3 ص76۔

مسئلہ 307: لو ادعي شيئا لابيه و أقام البينة أن هذا الشيء لأبيه مات وتركه ميراثاً له وأن أباه مات يوم كذا من شهر كذا من سنة كذا وأقامت امرأة البينة أن أباه تزوجها يوم كذا من شهر كذا من سنة كذا وانه مات بعد ذلك بيوم بعد اليوم الذي وقت الابن أراد بذلك أن المرأة أقامت البينة على النكاح بعد ما أثبت الابن موته بيوم فان القاضي يقضي لكل واحد منهما يقضي للمرأة بالنكاح والصداق والميراث وللابن بالميراث وكذا لو أقامت امرأة أخرى بينة أنه كان تزوجها بعد نكاح الأولى بيوم يقضى بنكاحها أيضاً مع نكاح الأولى ويقضى لهما بالميراث مع الابن ولا يشبه هذا ما لو ادعى الابن أن فلاناً قتل أباه وأقام البينة وأرخ للقتل أنه قتله في يوم كذا في شهر كذا من سنة كذا ثم أقامت امرأة البينة أنه تزوجها في يوم كذا بعد ذلك اليوم فانه لايقضى ببينة المرأة هنا لأن وقت القتل يدخل في القضاء و وقت الموت لا يدخل في القضاء[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے گواہ پیش کیئے کہ یہ چیز میرے باپ کی تھی جو کہ اب فوت ہو چکے ہے اور یہ چیز اس نے میرے لئے وراثت میں چھوڑی ہے۔ میرے والد فلاں سال کے فلاں مہینے میں فلاں دن کو فوت ہو چکے ہے جبکہ ایک عورت نے گواہ پیش کیئے کہ اس کے والد نے فلاں سال کے فلاں مہینے میں فلاں دن کو میرے ساتھ نکاح کیا تھااور وہ اس تاریخ کے ایک دن بعد مر چکے ہے جو اس کے بیٹے نے ذکر کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عورت نے گواہ پیش کیئے کہ اس مدعی نے جو دن اپنے باپ کے موت کا ثابت کیا ہے اس کے ایک دن بعد اس کے والد نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے۔ تو اس صورت میں قاضی دونوں کے حق میں فیصلہ دیگا یعنی اس عورت اور بیٹے کیلئے۔ عورت کیلئے نکاح، مہر اور میراث کا فیصلہ کریگا جبکہ بیٹے کیلئے میراث کا۔

اسی طرح حکم ہے اگر اس کے بعد ایک اور عورت نے گواہ پیش کیئے کہ پہلی مدعی عورت کے نکاح کے ایک دن بعد اس نے میرے ساتھ بھی نکاح کیا ہے تو اس عورت کے بھی نکاح کا حکم کیا جائیگا۔ پس ان دونوں عورتوں اور بیٹے کیلئے میراث کا حکم کیا جائیگا۔ یہ مسئلہ اس جیسا نہیں ہے کہ اگر بیٹے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کو فلاں نے قتل کیا ہے اور گواہ پیش کیئے۔ گواہ نے تاریخ بھی ذکر کی کہ اس کا باپ فلاں سال کے فلاں مہینے میں فلاں تاریخ کو قتل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک عورت نے گواہ پیش کیئے کہ فلاں دن کو [یعنی قتل کے ایک دن بعد] اس کے باپ نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے تو اس صورت میں عورت کے گواہ قبول نہیں ہیں کیونکہ قتل کی تاریخ قاضی کے حکم کے تحت آتا ہے جبکہ موت کی تاریخ قاضی کے حکم کے تحت نہیں آتا۔

مسئلہ 308: ایک مدعی غیر قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا ہے جبکہ قابض نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے۔ میں نے اس کو آزاد کیا ہے تو اس صورت میں قابض کے گواہ معتبر ہیں۔ اس مسئلے پر ہمارے تمام ائمہ احناف کا اتفاق ہیں۔

مسئلہ 308: من ادعى قناً وقال ذو اليد هو ملكي وحررته فإنه يقضي ببينة ذي اليد وفاقاً[2]۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3ص77۔

[2] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1ص174۔

ترجمہ: ایک مدعی غیر قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا ہے جبکہ قابض نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے۔ میں نے اس کو آزاد کیا ہے تو اس صورت میں بالاتفاق قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

نسب کے مسائل

مسئلہ 309: اگر ایک بچے کے نسب پر قابض اور غیر قابض دونوں نے گواہ پیش کئے تو قابض کے گواہ معتبر ہیں لیکن دو مسئلوں میں معتبر نہیں ہیں۔

مسئلہ 1: وہ یہ کہ اگر مدعی غیر قابض گواہ پیش کریں کہ یہ بچہ اس عورت سے میرا بیٹا ہے حال یہ ہو کہ مرد اور عورت دونوں آزاد ہو جبکہ قابض گواہ پیش کریں کہ یہ بچہ میرا بیٹا ہے اور ماں کی طرف اس کی کوئی نسبت نہ کریں۔ تو اس صورت میں اس بچے کا نسب مدعی غیر قابض سے ثابت ہوگا۔

مسئلہ 2: وہ یہ کہ اگر قابض ذمی ہو اور مدعی غیر قابض مسلمان ہو۔ قابض [ذمی] گواہ پیش کریں [کہ یہ بچہ میرا بیٹا ہے] جبکہ غیر قابض [مسلمان] گواہ پیش کریں کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ تو اس صورت میں مدعی غیر قابض [مسلمان] کے گواہ معتبر ہیں. برابر ہے کہ وہ گواہ مسلمان ہو یا کافر۔ لیکن اگر ذمی کے گواہ مسلمان ہو تو پھر اس کے گواہ مسلمان کے گواہوں سے ہر حال میں معتبر ہیں خواہ مسلمان کے گواہ مسلمان ہو یا کافر۔

مسئلہ 309: إذَا بَرْهنَ الْخَارِجُ وَذُو الْيَدِ عَلى نَسَبِ صَغِيرٍ قُدِّمَ ذُو الْيَدِ إلاّ فِي مَسْأَلَتَين

الأُولى: لَوْ بَرْهنَ الْخَارِجُ عَلى أَنَّهُ ابْنُهُ مِنْ امْرَأَتِهِ هذِهِ وَهما حُرَّانِ، وَأَقَامَ ذُو الْيَدِ أَنَّهُ ابْنُهُ وَلَمْ يَنْسُبْهُ إلى أُمِّهِ.فَهُوَ لِلْخَارِجِ.الثَّانِيَةُ: لَوْ كانَ ذُو الْيَدِ ذِمِّيًا وَالْخَارِجُ مُسْلِمًا، فَبَرْهنَ الذِّمِيُّ بِشُهُودٍ مِنْ الْكُفَّارِ، وَبَرْهنَ الْخَارِجُ قُدِّمَ الْخَارِجُ سَوَاءٌ بَرْهنَ بِمُسْلِمِينَ أَوْ بِكافِرِينَ وَلَوْ بَرْهنَ الْكافِرُ بِمُسْلِمِينَ قُدِّمَ عَلى الْمُسْلِمِ مُطْلَقًا[1]۔

ترجمہ: اگر ایک بچے کے نسب پر قابض اور غیر قابض دونوں نے گواہ پیش کئے تو قابض کے گواہ معتبر ہیں لیکن دو مسئلوں میں معتبر نہیں ہیں۔

مسئلہ 1: وہ یہ کہ اگر غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ بچہ اس عورت سے میرا بیٹا ہے حال یہ ہو کہ مرد اور عورت دونوں آزاد ہو جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ بچہ میرا بیٹا ہے اور ماں کی طرف اس کی کوئی نسبت نہیں کی۔ تو اس صورت میں اس بچے کا نسب مدعی غیر قابض سے ثابت ہوگا۔

مسئلہ 2: وہ یہ کہ اگر قابض ذمی ہو اور مدعی غیر قابض مسلمان ہو۔ ذمی نے کافر گواہ پیش کئے جبکہ غیر قابض نے بھی گواہ پیش کئے۔ تو اس صورت میں غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں. برابر ہے کہ وہ گواہ مسلمان ہو یا کافر۔ لیکن اگر ذمی کے گواہ مسلمان ہو تو پھر اس کے گواہ مسلمان کے گواہوں سے ہر حال میں معتبر ہیں خواہ مسلمان کے گواہ مسلمان ہو یا کافر۔

مسئلہ 310: اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے قصداً میرے باپ کو تلوار سے قتل کیا ہے۔ بیس سال ہوئے ہیں۔ میں اس کا وارث ہوں میرے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ اس کے بعد ایک عورت ایک بچے کو لے کر آئی۔ اس

---

[1] ابن نجیم، الأشباہ والنظائر۔ ص 209-210۔

نے گواہ پیش کئے کہ پندرہ سال ہوئے ہیں کہ اس مدعی کے باپ نے میرے ساتھ نکاح کیا تھا اور یہ بچہ مجھ سے اس کا بیٹا اور اس کا وارث ہے۔

تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ صاحب فرماتے ہے کہ میں بہتر سمجھتا ہوں کہ میں اس عورت کے گواہوں کو قبول کرو اور اس بچے کا نسب اس مقتول سے ثابت کرو اور مدعی نے جو قتل پر گواہ پیش کئے ہیں ان کو باطل قرار نہ دو۔[بحر الرائق کے حاشیے میں ہے کہ یہاں [نہ] کا لفظ اضافہ ہے۔تاتارخانیہ میں ہے [کہ باطل قرار دیدو]۔اور اگر عورت نے نکاح پر گواہ پیش کئے جبکہ اس کے پاس بچہ نہیں تھا تو پھر بیٹے کے گواہ معتبر ہیں۔میراث صرف بیٹے کو ہی ملے گا نہ کہ عورت کو اور قاتل کو قصاصاً قتل کیا جائیگا۔

مسئلہ 310: ولو ادعى رجل على رجل أنه قتل أباه عمداً بالسيف منذ عشرين سنة وانه وارثه لاوارث له غيره وجاءت امرأة معها ولد وأقامت البينة أن والد هذا تزوجها منذ خمسة عشر سنة وان هذا ولده منها ووارثه مع ابنه هذا قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى أستحسن في هذا أن أجيز بينة المرأة وأثبت نسب الولد ولا أبطل بينة الابن على القتل ولو أقامت المرأة البينة على النكاح ولم تأت بولد فالبينة بينة الابن وله الميراث دون المرأة ويقتل القاتل[1]۔

ترجمہ: اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے قصداً میرے باپ کو تلوار سے قتل کیا ہے۔بیس سال ہوئے ہیں۔میں اس کا وارث ہوں میرے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔اس کے بعد ایک عورت ایک بچے کو لے کر آئی۔اس نے گواہ پیش کئے کہ پندرہ سال ہوئے ہیں کہ اس مدعی کے باپ نے میرے ساتھ نکاح کیا تھا اور یہ بچہ مجھ سے اس کا بیٹا اور اس کا وارث ہے۔

تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ صاحب فرماتے ہے کہ میں بہتر سمجھتا ہوں کہ میں اس عورت کے گواہوں کو قبول کرو اور اس بچے کا نسب اس مقتول سے ثابت کرو اور مدعی نے جو قتل پر گواہ پیش کئے ہیں ان کو باطل قرار نہ دو۔اور اگر عورت نے نکاح پر گواہ پیش کئے جبکہ اس کے پاس بچہ نہیں تھا تو پھر بیٹے کے گواہ معتبر ہیں۔میراث صرف بیٹے کو ہی ملے گا نہ کہ عورت کو۔اور قاتل کو قصاصاً قتل کیا جائیگا۔

مسئلہ 311: اگر تین بندوں نے ایک جانور کے نتاج [گھریلو پیدائش] کا دعویٰ کیا۔ان میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے۔میرے اس جانور سے پیدا ہوا ہے۔اور یہ معلوم بھی ہو کہ یہ جانور اسی کا ہے۔تو اس صورت میں تینوں کیلئے نتاج کا فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 311: لو ادعوا نتاج دابة فأقام كل واحد منهم البينة أنها دابته ولدتها دابتي هذه والدابة معروفة له فأنه يقضي بالبينات وأن كثرت[2]۔

ترجمہ: اگر تین بندوں نے ایک جانور کے نتاج کا دعویٰ کیا۔ان میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3 ص 77۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج 3 ص 81۔

میرے اس جانور سے پیدا ہوا ہے۔اور یہ معلوم بھی ہو کہ یہ جانور اسی کا ہے۔تو اس صورت میں تینوں کیلئے نتاج کا فیصلہ کیا جائیگا اگرچہ وہ زیادہ کیوں نہ ہو۔

مسئلہ 312:ایک آدمی مر گیا۔ورثاء میں دو بیٹے رہ گئے۔ایک بیٹے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے فلاں بندے پر ہزار درہم قرض ہیں۔اس کو کوئی چیز فروخت کی تھی جبکہ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ اس کو قرض دیے تھے۔تو اس صورت میں دونوں کیلئے پانچ پانچ سو کا حکم کیا جائیگا۔اور ایک بھائی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس دوسرے بھائی کے ساتھ ان روپیوں میں شریک ہو جائے جو وہ حاصل کریگا۔

مسئلہ 312:رجل مات وترك أبنين فادعى أحدهما أن لأبيهما على هذا الرجل ألف درهم من ثمن مبيع وأدعى الأخر أنه كان من قرض وأقام كل واحد منهم البينة على ماادعى فأنه يقضي لكل واحد منهما بخمسمائة ليس لأحدهما أن يشارك صاحبه فيما قبض[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی مر گیا۔ورثاء میں دو بیٹے رہ گئے۔ایک بیٹے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے فلاں بندے پر ہزار درہم قرض ہیں اس کو کوئی چیز فروخت کی تھی جبکہ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ اس کو قرض دیے تھے۔تو اس صورت میں دونوں کیلئے پانچ پانچ سو کا حکم کیا جائیگا۔اور ایک بھائی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس دوسرے بھائی کے ساتھ ان روپیوں میں شریک ہو جائے جو وہ حاصل کریگا۔

مسئلہ 313:ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔اس کے اوپر والا گھر کسی دوسرے کے قبضے میں تھا۔اوپر والے گھر کی طرف چڑھنے والا راستہ نیچے والے گھر کے صحن میں تھا۔دونوں یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ یہ صحن میرا ہے۔تو اس صورت میں نیچے والا گھر اور صحن نیچے والے کا ہو جائیگا جبکہ اوپر والا گھر اور اس کی طرف چڑھنے والا راستہ اوپر والے کا ہو جائیگا۔

اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو دونوں کے حق میں اس حصے کا فیصلہ کیا جائیگا جو اس دوسرے کے قبضے میں ہو کیونکہ اس صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہوتے ہیں اس حصے کے بارے میں جو قابض کے ہاتھ میں ہے۔اب یہ دونوں اپنے اپنے حصے میں قابض ہیں لہٰذا جو حصہ ایک کے قبضے میں ہے دوسرے کو وہی دیا جائیگا اور جو دوسرے کے قبضے میں ہے پہلے والے کو وہی حصہ دیا جائیگا۔

مسئلہ 313:دار في يد رجل و علوها في يد آخر و طريق العلو في ساحة الدار ادعي كل واحد منهما ساحة الدارفان الدار مع الساحة تكون لصاحب السفل والعلو و طريقه لصاحب العلو فان اقاما البينة يقضي لكل واحد منهما بما في يد الآخر ترجيحا للخارج علي ذي اليد فيما في يد ذي اليد[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔اس کے اوپر والا گھر کسی دوسرے کے قبضے میں تھا۔اوپر والے گھر کا راستہ نیچے والے گھر کے صحن میں تھا۔دونوں یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ یہ صحن میرا ہے۔تو اس صورت میں نیچے والا گھر اور صحن نیچے والے کا ہو جائیگا جبکہ اوپر والا گھر اور اس کا راستہ اوپر والے کا ہو جائیگا۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص82۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص85۔

اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو دونوں کے حق میں اس حصے کا فیصلہ کیا جائیگا جو اس دوسرے کے قبضے میں ہو کیونکہ اس صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہوتے ہیں اس حصے کے بارے میں جو قابض کے ہاتھ میں ہے۔

مسئلہ 314: پانچ آدمیوں کے گھر تھے۔ پانچوں کے گزرنے کیلئے ایک ہی ڈیوڑھی تھی۔ ان میں ایک نے ڈیوڑھی کی چھت کو اوپر کی طرف لمبا کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ چھت میری ہے۔ تو ہم دیکھیں گے کہ اگر اس ڈیوڑھی/چھت کا راستہ کسی ایک کی ملکیت کی طرف آیا ہو یا اس کا کچھ سامان اس کے اوپر پڑا ہو تو یہ چھت بھی اسی کی ہو جائیگی اور بات بھی اس کی مع الیمین معتبر ہو گی۔ اور اگر نہ کسی کی ملکیت کی طرف اس کا راستہ ہو اور نہ کسی کا سامان اس کے اوپر پڑا ہو تو پھر سب کی ہے اگر گواہ پیش نہیں ہوئے تو ہر ایک دوسرے کو اپنے حصے کیلئے قسم دیگا اور اگر کسی ایک نے گواہ پیش کئے تو پھر اسی کی ہے۔ اور اگر سب نے گواہ پیش کئے تو پھر سب کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ اور ہر ایک دوسرے کے قبضے والا حصہ لے لیگا۔

مسئلہ 314:دور لخمسة مرورهم في الزقيقة فرفع احدهم سقفها فادعي ان السقف له و ادعي كل منهم انه له فان كان طريق السقف الي ملك احدهم او هو مشغول بمتاعه كان له في الحكم و يكون القول قوله مع يمينه و ان لم يكن طريق السقف الي ملك احدهم ولا كان مشغولا بمتاعه فهو لهم جميعا ولكل واحد منهم ان يحلف الآخر علي نصيبه عند عدم البينة و ايهم اقام البينة فهو له و ان اقاموا جميعا يقضي لهم لكل واحد منهم بما في يد غيره[1]۔

ترجمہ: پانچ آدمیوں کے گھر تھے۔ پانچوں کے گزرنے کیلئے ایک ہی ڈیوڑھی تھی۔ ان میں ایک نے ڈیوڑھی کی چھت کو اوپر کی طرف لمبا کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے۔ ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے تو ہم دیکھیں گے کہ اگر اس ڈیوڑھی/چھت کا راستہ کسی ایک کی ملکیت کی طرف آیا ہو یا اس کا کچھ سامان اس کے اوپر پڑا ہو تو یہ چھت بھی اسی کی ہو جائیگی اور بات بھی اس کی مع الیمین معتبر ہو گی۔ اور اگر نہ کسی کی ملکیت کی طرف اس کا راستہ ہو اور نہ کسی کا سامان اس کے اوپر پڑا ہو تو پھر سب کی ہے اگر گواہ پیش نہیں ہوئے تو ہر ایک دوسرے کو اپنے حصے کیلئے قسم دیگا اور اگر کسی ایک نے گواہ پیش کئے تو پھر اسی کی ہے۔ اور اگر سب نے گواہ پیش کئے تو پھر سب کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ اور ہر ایک دوسرے کے قبضے والا حصہ لے لیگا۔

مسئلہ 315: تین آدمیوں کے قبضے میں ایک جبہ تھا۔ تینوں اس کا دعویٰ کر رہے تھے لیکن ان میں سے ایک نے کہا کہ اس جبے کا اَسْتَرْ میرا ہے جبکہ دوسرے نے کہا کہ اس جبے کی روئی میری ہے۔ تیسرے نے کہا کہ یہ پورا جبہ میرا ہے۔ تینوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔ تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ یہ سارا جبہ اس مدعی کا ہے جس نے پورے کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن وہ اَسْتَرْ والے کیلئے اَسْتَرْ کے آدھی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح روئی والے کیلئے آدھی روئی کا ضامن ہوگا۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص85۔

دلیل یہ ہے کہ جس نے پورے جبے کا دعویٰ کیا ہے اس کو اس وجہ سے پورا جبہ ملے گا کہ اس نے پورے کا دعویٰ کیا ہے جبکہ کوئی اور پورے کا مدعی نہیں ہے لہٰذا اس کیلئے حکم کیا جائیگا۔ پھر اس مدعی اور اَستر والے نے اَستر کا دعویٰ کیا۔ ان دونوں کے علاوہ اَستر کا کوئی مدعی نہیں ہے۔ اَستر دونوں کے قبضے میں ہے۔ تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ ہر ایک کا اَستر کا وہی حصہ ہوگا جو کہ دوسرے کے قبضے میں ہے تاکہ اس بات پر عمل ہو جائے کہ مدعی غیر قابض کے گواہ مدعی قابض کے گواہوں سے معتبر ہیں۔ تو اب جس نے اَستر کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے حق میں آدھے اَستر کا فیصلہ ہوا تو یہ اس طرح ہوا گویا کہ جس نے پورے کا دعویٰ کیا ہے اس نے اس اَستر والے سے یہ اَستر غصب کیا ہو اور اپنے جبے کا حصہ بنایا ہے لہٰذا وہ اَستر کے نصف قیمت کا ضامن ہوا۔ اسی طرح کا مسئلہ روئی کا بھی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ روئی کے مثل کا ضامن ہوگا [یعنی روئی کے بدلے میں آدھی روئی دیگا] جبکہ اَستر میں اَستر کے آدھی قیمت دیگا۔

مسئلہ 315:جبة في يد ثلاثة نفر أحدهم يدعى بطانتها والثاني قطنها والثالث كلها وأ قام كل واحد منهم البينة على ما ادعى فانه يقضى بجميعها لمدعى الكل ويضمن هو لمدعى البطانة نصف قيمة البطانة ولمدعى القطن نصف القطن وإنما يقضى لمدعي الكل بالجبة لأنه يدعيها ولا يدعيها غيره فيقضى له ثم مدعي الكل مع مدعى البطانة يدعيان البطانة ولا يدعيها غيرهما والبطانة في أيديهما فيقضى لكل واحد منهما بنصفها الذي في يد صاحبه ترجيحا لبينة الخارج على بينة ذي اليد وإذا قضى لمدعى البطانة بالنصف صار كان مدعي الكل غصب منه نصف البطانة و جعلها بطانة لجبته فيضمن نصف قيمتها وهكذا في القطن الا ان في القطن يضمن المثل وفي البطانة يضمن القيمة[1]۔

ترجمہ: تین آدمیوں کے قبضے میں ایک جبہ تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس جبے کا اَستر میرا ہے جبکہ دوسرے نے کہا کہ اس جبے کی روئی میری ہے۔ تیسرے نے کہا کہ یہ پورا جبہ میرا ہے۔ تینوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔ تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ یہ سارا جبہ اس مدعی کا ہے جس نے پورے کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن وہ اَستر والے کیلئے اَستر کے آدھی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح روئی والے کیلئے آدھی روئی کا ضامن ہوگا۔

دلیل یہ ہے کہ جس نے پورے جبے کا دعویٰ کیا ہے اس کو اس وجہ سے پورا جبہ ملے گا کہ اس نے پورے کا دعویٰ کیا ہے جبکہ کوئی اور پورے کا مدعی نہیں ہے لہٰذا اس کیلئے حکم کیا جائیگا۔ پھر اس مدعی اور اَستر والے نے اَستر کا دعویٰ کیا۔ ان دونوں کے علاوہ اَستر کا کوئی مدعی نہیں ہے۔ اَستر دونوں کے قبضے میں ہے۔ تو اس صورت میں حکم کیا جائیگا کہ ہر ایک کا اَستر کا وہی حصہ ہوگا جو کہ دوسرے کے قبضے میں ہے تاکہ اس بات پر عمل ہو جائے کہ مدعی غیر قابض کے گواہ مدعی قابض کے گواہوں سے معتبر ہیں۔ تو اب جس نے اَستر کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے حق میں آدھے اَستر کا فیصلہ ہوا تو یہ اس طرح ہوا گویا کہ جس نے پورے کا دعویٰ کیا ہے اس نے اس اَستر والے سے یہ اَستر غصب کیا ہو اور اپنے جبے کا حصہ بنایا ہے لہٰذا وہ اَستر کے نصف قیمت کا ضامن ہوا۔ اسی طرح کا مسئلہ روئی کا بھی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ روئی کے مثل کا ضامن ہوگا جبکہ اَستر میں اَستر کے آدھی قیمت دیگا۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 58-59۔

مسئلہ 316: دو بندوں کے قبضے میں ایک ایک بکری تھی۔ ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ اس دوسرے کے قبضے میں جو بکری ہے یہ میری ہے میری اس بکری سے پیدا ہوئی ہے۔ تو اگر دونوں کی عمر معلوم کرنا مشکل ہو تو امام محمدؒ صاحب کتاب الاصل میں فرماتے ہے کہ ہر ایک کیلئے اس بکری کا حکم کیا جائیگا جو کہ دوسرے کے قبضے میں ہے۔ امام ابویوسفؒ صاحب فرماتے ہے کہ ہر ایک کیلئے اس بکری کا حکم کیا جائیگا جو کہ اس کے قبضے میں ہے۔
لہٰذا بات اس طرح کی ہوگی کہ یہ بکری اس کے قبضے میں تھی اور اس کے پاس رہ گئی نہ یہ کہ ابھی اس کا مستحق ہوا۔

مسئلہ 316: رجلان في يد كل واحد منهما شاة أقام كل واحد منهما البينة أن الشاة التى في يد صاحبها شاته ولدت من شاته التى في يده فان كانتا مشكلتين ذكر في الأصل أنه يقضي لكل واحد منهما بالشاة التى في يد الآخر وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يقضى لكل واحد منهما بالشاة التى في يده قضاء ترك لا قضاء استحقاق[1]۔

ترجمہ: دو بندوں کے قبضے میں ایک ایک بکری تھی۔ ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ اس دوسرے کے قبضے میں جو بکری ہے یہ میری ہے میری اس بکری سے پیدا ہوئی ہے۔ تو اگر دونوں کی عمر معلوم کرنا مشکل ہو تو امام محمدؒ صاحب کتاب الاصل میں فرماتے ہے کہ ہر ایک کیلئے اس بکری کا حکم کیا جائیگا جو کہ دوسرے کے قبضے میں ہے۔ امام ابویوسفؒ صاحب فرماتے ہے کہ ہر ایک کیلئے اس بکری کا حکم کیا جائیگا جو کہ اس کے قبضے میں ہے۔
لہٰذا بات اس طرح کی ہوگی کہ یہ بکری اس کے قبضے میں تھی اور اس کے پاس رہ گئی نہ یہ کہ ابھی اس کا مستحق ہوا۔

مسئلہ 317: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر دوسرے نے دعویٰ کیا۔ مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے دعوے سے پہلے یہ کہا تھا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے یا یہ کہ یہ گھر میرا نہیں تھا۔ تو اس صورت میں مدعی کے گواہ باطل قرار دیے جائینگے۔

مسئلہ 317: رجل ادعى دارا في يد رجل فأقام المدعى عليه البينة أن المدعي قال قبل الدعوى هذه الدار ليست لي أو قال ما كانت هذه الدار لي تبطل بينة المدعي[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر دوسرے نے دعویٰ کیا۔ مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے دعوے سے پہلے یہ کہا تھا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے یا یہ کہ یہ گھر میرا نہیں تھا۔ تو اس صورت میں مدعی کے گواہ باطل قرار دیے جائینگے۔

مسئلہ 318: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام پر دو بندوں نے دعویٰ کرکے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے۔ میں نے قابض کو بطور امانت دیا ہے جبکہ مدعا علیہ دونوں کے دعوے سے منکر ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ غلام میرا ہے۔ تو اب قاضی نے دونوں کے شھادتوں کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہیں دیا تھا کہ قابض نے ان دونوں میں سے ایک کی تصدیق کی [یعنی یہ سچ کہہ رہاہے یہ غلام مجھے بطور امانت دیا ہے] تو قابض اس غلام کو اس مدعی کے حوالے کر دیگا جس کی

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص58-59۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص99۔

اس نے تصدیق کی ہے۔ پھر اگر گواہوں کی تعدیل ہوئی [یعنی سارے معتبر نکلے] تو پھر دونوں کے حق میں فیصلہ ہوگا [کہ یہ غلام دونوں کی مشترک ہے]۔

مسئلہ 318: عبد في يد رجل ادعاه رجلان كل واحد منهما أقام البينة أنه له أودعه الذي في يديه والمدعى عليه يجحد دعواهما ويقول هو لي فلم يقض القاضي بشهود المدعيين حتى صدق ذو اليد أحدهما فإنه يدفع العبد إلى المقر له فإن عدلت البينتان قضى به للمدعيين[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام پر دو بندوں نے دعویٰ کرکے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے۔ میں نے قابض کو بطور امانت دیا ہے جبکہ مدعا علیہ دونوں کے دعوے سے منکر ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ غلام میرا ہے۔ تو اب قاضی نے دونوں کے شہادتوں کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہیں دیا تھا کہ قابض نے ان دونوں میں سے ایک کی تصدیق کی تو قابض اس غلام کو اس مدعی کے حوالے کردیگا جس کی اس نے تصدیق کی ہے۔ پھر اگر گواہوں کی تعدیل ہوئی تو پھر دونوں کے حق میں فیصلہ ہوگا۔

مسئلہ 319: ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام تھا۔ غلام نے گواہ پیش کئے کہ میں آزاد ہو جبکہ قابض نے کہا کہ یہ فلاں آدمی کا غلام ہے اس نے مجھے بطور امانت دیا ہے یا بطور اجارہ دیا ہے۔ تو اس صورت میں قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

بخلاف اس صورت کے جس میں غلام اپنے مالک کے خلاف گواہ پیش کریں کہ میں حر الاصل ہوں جبکہ مالک گواہ پیش کریں کہ تم غلام ہو۔ تو اس صورت میں غلام کے گواہ معتبر ہیں۔

دلیل ان دونوں مسئلوں کی یہ ہے کہ غلام کے گواہ جو آزادی کو ثابت کررہے ہیں اس کا خصم مالک بن سکتا ہے [یعنی مالک کو خصومت کا حق حاصل ہے اور یہ کہ کہیں کہ آپ آزاد نہیں ہے لیکن جب گواہوں نے گواہی دی تو وہ معتبر ہیں] لیکن اِدھر موجودہ صورتحال میں [یعنی جس میں قابض یہ کہیں کہ یہ غلام فلاں آدمی کا ہے۔ اس نے میرے پاس بطور امانت رکھا ہے] قابض خصم نہیں بن سکتا [کہ غلام کے گواہ اس کے خلاف پیش ہو بلکہ خصم مالک ہے اور وہ غائب ہے لہٰذا غلام کے گواہ معتبر نہیں ہوئے] لیکن اس صورت میں غلام اور قابض کے درمیان علیحدگی لائی جائیگی۔

اس مسئلے کا اصل یہ ہے [یعنی یہ حکم اس مسئلے سے مستنبط کیا گیا ہے] کہ کسی آدمی کو عورت کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا وکیل بنایا گیا [مثلاً زید نے بکر کو وکیل بنایا کہ آپ میری بیوی کو فلاں گاؤں لے آؤ۔ اب بکر عورت کے منتقل کرنے کا وکیل ہے۔ بکر نے جب عورت کو لے کے جانے کا ارادہ کیا] اب اگر عورت نے تین طلاق پر گواہ پیش کئے [کہ زید نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں] تو عورت کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں لیکن وکیل [بکر] اس کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ حکم استحساناً ہے۔ اسی طرح گزرشدہ غلام کے مسئلے کا بھی یہی حکم ہے۔

اور اگر صورت مسئلہ اس طرح ہو کہ غلام نے کہا کہ مجھے زید نے آزاد کیا ہے جبکہ قابض نے کہا کہ یہ غلام زید نے میرے پاس بطور امانت یا اجارہ رکھا ہے۔ قابض نے گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں قابض اور غلام کے درمیان علیحدگی

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 102۔

نہیں لائی جائیگی ۔ کیونکہ غلام نے اپنے غلام ہونے کا اقرار کیا ہے۔اس کے بعد اس نے آزادی کا دعویٰ کیا۔اور اگر غلام نے یہ کہا کہ میں حر الاصل ہو [یعنی میں اصل سے ہی آزاد ہو] تو اس صورت میں اصل کے حکم کے بسبب غلام کی بات معتبر ہے۔

مسئلہ 319:عبد في يد رجل اقام العبد البينة انه حر و قال ذو اليد انه عبد فلان اودعنيه او آجرنيه فبينة ذي اليد اولي بخلاف ما اذا اقام العبد البينة علي مولاه انه حر الاصل و اقام هو البينة انه عبد فبينة العبد اولي لان المولي يصلح خصما لاثبات بينة العبد في حرية اما هاهنا فالمودع ليس بخصم لكن يحال بين العبد و بين ذي اليد ـ اصل المسئلة:الوكيل بنقل المرأة اذا قامت المرأة البينة علي الطلاق الثلاث لا تقبل لكن يحال بينها و بين الوكيل استحسانا فكذا هنا ـ

لو قال العبد اعتقني فلان و ذو اليد لم يقم البينة علي الايداع و الاجارة لا يحال بينه و بين العبد لانه اقر بالرق ثم ادعي العتق و لو قال انا حر الاصل كان القول قوله بحكم الاصل[1] ـ

ترجمہ : ایک آدمی کے قبضے میں ایک غلام تھا۔غلام نے گواہ پیش کئے کہ میں آزاد ہو جبکہ قابض نے کہا کہ یہ فلاں آدمی کا غلام ہے اس نے مجھے بطور امانت دیا ہے یا بطور اجارہ دیا ہے۔تو اس صورت میں قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

بخلاف اس صورت کے جس میں غلام نے اپنے مالک کے خلاف گواہ پیش کئے کہ میں حر الاصل ہوں جبکہ مالک نے گواہ پیش کئے کہ تم غلام ہو۔تو اس صورت میں غلام کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ غلام کے گواہ جو آزادی کو ثابت کر رہے ہیں اس کا خصم مالک بن سکتا ہے لیکن اِدھر موجودہ صورتحال میں قابض خصم نہیں بن سکتا لیکن اس صورت میں غلام اور قابض کے درمیان علیحدگی لائی جائیگی۔

اس مسئلے کا اصل یہ ہے کہ کسی آدمی کو عورت کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا وکیل بنایا گیا۔اب اگر عورت نے تین طلاق پر گواہ پیش کئے تو عورت کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں لیکن وکیل اس کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔یہ حکم استحساناً ہے۔اسی طرح گزرشدہ غلام کے مسئلے کا بھی یہی حکم ہے۔

اور اگر صورت مسئلہ اس طرح ہو کہ غلام نے کہا کہ مجھے فلاں نے آزاد کیا ہے جبکہ قابض نے کہا کہ یہ غلام فلاں نے میرے پاس بطور امانت یا اجارہ رکھا ہے۔ قابض نے گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں قابض اور غلام کے درمیان علیحدگی نہیں لائی جائیگی کیونکہ غلام نے اپنے غلام ہونے کا اقرار کیا ہے۔اس کے بعد اس نے آزادی کا دعویٰ کیا۔اور اگر غلام نے یہ کہا کہ میں حر الاصل ہو تو اس صورت میں اصل کے حکم کے بسبب غلام کی بات معتبر ہے۔

مسئلہ 320 : اگر غلام نے گواہ پیش کئے کہ میں آزاد ہو جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ فلاں آدمی نے آپ کو مجھے بطور امانت دیا ہے لیکن قابض نے اس بات پر گواہ پیش نہیں کئے کہ آپ فلاں آدمی کے غلام ہے تو اس صورت میں یہ گواہ قبول نہیں ہیں.بخلاف اس صورت کے کہ جس میں غلام گواہ پیش کریں کہ فلاں غائب آدمی نے مجھے آزاد کیا ہے کیونکہ اس صورت میں قابض کے ساتھ غلام کا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے یہ اس لئے کہ غلام نے خود غلام ہونے کا اقرار کیا ہے۔

---

[1] طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری۔خلاصۃ الفتاوی۔ کوئٹہ : مکتبہ رشیدیہ ۔ج 4ص109۔

مسئلہ 320:لو اقام ذو اليد البينة علي الايداع دون الملك للغائب حين اقام العبد البينة علي الحرية لا تقبل بخلاف ما لو اقام العبد البينة ان فلانا اعتقه يعني الذي اودعه فانه تندفع عنه خصومة العبد لانه اقر بالرق علي نفسه1۔

ترجمہ: اگر قابض نے اس وقت امانت پر گواہ پیش کیئے، غائب کے ملکیت پر نہیں جب غلام نے آزادی پر گواہ پیش کیئے تو اس صورت میں قابض کے گواہ قبول نہیں ہیں.بخلاف اس صورت کے کہ اگر غلام نے گواہ پیش کیئے کہ فلاں غائب آدمی نے مجھے آزاد کیا ہے کیونکہ اس صورت میں قابض کے ساتھ غلام کا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے کیونکہ کہ غلام نے خود غلام ہونے کا اقرار کیا ہے۔

مسئلہ 321:ایک آدمی کے قبضے میں ایک بچے نے کہا کہ میں آزاد ہو جبکہ قابض نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے۔اب اگر یہ غلام چھوٹا ہو اپنا حال بیان نہیں کر سکتا ہو تو پھر قابض کی بات معتبر ہے اور یہ بچہ سامان [برتن ،لکڑی وغیرہ] کی طرح ہو گیا۔اور اگر یہ غلام بڑا ہو یا چھوٹا ہو لیکن اپنا حال بیان کر سکتا ہو تو اس صورت میں غلام کی بات معتبر ہے۔اگر دونوں نے گواہ پیش کیئے غلام نے اس بات پر کہ میں آزاد ہو جبکہ قابض نے اس بات پر کہ یہ میرا غلام ہے حال یہ ہو کہ وہ غلام بڑا ہو ، باتیں کر سکتا ہو تو آزادی کے گواہ معتبر ہیں۔جامع الصغیر میں قضاء کے مسئلے میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔یہ بات جائز ہے کہ ایک بندے کی بات اور گواہ دونوں معتبر ہو۔جس طرح کسی کے پاس امانت رکھی گئی ہو وہ کہے کہ میں نے وہ امانت مُودِع /مالک کو واپس کی ہے [جبکہ مودِع کہے کہ آپ نے واپس نہیں کی ہے]تو اس صورت میں مودَع کی بات معتبر ہے۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیئے تو گواہ بھی مودَع کے معتبر ہیں۔

اسی طرح اگر کسی نے دائی کو کہا کہ آپ نے اس بچے کو گائے کا دودھ پلایا ہے [جبکہ میں نے آپ کو کہا تھا کہ آپ نے اپنا دودھ پلانا ہے لہٰذا آپ کیلئے کوئی اُجرت نہیں ہے] جبکہ دائی نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے اپنا دودھ پلایا ہے۔تو اس صورت میں دائی کی بات معتبر ہے۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیئے تو گواہ بھی دائی کے معتبر ہیں۔

اسی طرح جامع الصغیر میں ایک اور مسئلہ بھی مذکور ہے [سلم کے مسائل میں] کہ جس آدمی نے راس المال دیا ہے اس نے کہا کہ میں نے آپ کے ساتھ مہینے کی مدت مقرر کی تھی [کہ یہ رقم لے لو اور فلاں مہینے کے فلاں تاریخ کو آپ مجھے اتنی گندم دو نگے مثلًا]اب وہ مہینہ گزر گیا ہے جبکہ مسلم الیہ نے کہا کہ ابھی تک مہینہ نہیں گزرا ہے۔میں نے ابھی آپ سے رقم سلم پر لی ہے۔تو اس صورت میں مسلم الیہ [رقم لینے والے] کی بات معتبر ہےاور طالب پر لازم ہے کہ گواہ پیش کریں۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیئے تو گواہ بھی مسلم الیہ کے معتبر ہیں۔

مسئلہ 321:غلام في يد رجل قال انا حر و قال الذي هو في يده هو عبدي ان كان لا يعبر فالقول قول ذي اليد وهو كالمتاع وان كان بالغا او صغيرا يعبرفالقول قول الغلام۔

لو اقاما البينة هذا علي الرق و هذا علي الحرية وهو يعبر فبينة الحرية اولي هذا في الاقضية و يجوز ان يكون القول قوله و البينة بينته كالمودَع اذا قال رددت الوديعة فالقول قوله ۔ولو اقاما البينة فالبينة بينته و

1 طاہر بن عبدالرشید، خلاصۃ الفتاوی۔ج4ص109۔

كذا الرجل اذا قال للظئير ارضعت ولدي بلبن بقر و قالت لا بل بلبني فالقول قولها ولو اقاما البينة فالبينة بينتها۔

و مسألة اخري في الجامع الصغير اذا قال رب السلم اجلتك شهرا و قد مضي و قال المسلم اليه لم يمض انما اخذت منك السلم الساعة فالقول قول المطلوب و علي الطالب البينة و لو اقاما البينة فالبينة بينة المطلوب ايضا[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک بچے نے کہا کہ میں آزاد ہو جبکہ قابض نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے۔اب اگر یہ غلام اپنا حال بیان نہیں کر سکتا ہے تو پھر قابض کی بات معتبر ہے اور یہ بچہ سامان کی طرح ہے۔

اور اگر یہ غلام بڑا ہو یا چھوٹا ہو لیکن اپنا حال بیان کر سکتا ہے تو پھر غلام کی بات معتبر ہے۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے غلام نے اس بات پر کہ میں آزاد ہو جبکہ قابض نے اس بات پر کہ یہ میرا غلام ہے حال یہ ہو کہ وہ غلام بڑا ہو، باتیں کر سکتا ہو تو آزادی کے گواہ معتبر ہیں۔جامع الصغیر میں قضاء کے مسئلے میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

یہ بات جائز ہے کہ ایک بندے کی بات اور گواہ دونوں معتبر ہو۔جس طرح مودَع جب کہے کہ میں نے وہ امانت مودِع/مالک کو واپس کی ہے تو اس صورت میں مودَع کی بات معتبر ہے۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو گواہ بھی مودَع کے معتبر ہیں۔

اسی طرح اگر کسی نے دائی کو کہا کہ آپ نے اس بچے کو گائے کا دودھ پلایا ہے جبکہ دائی نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے اپنا دودھ پلایا ہے۔تو اس صورت میں دائی کی بات معتبر ہے۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو گواہ بھی دائی کے معتبر ہیں۔

اسی طرح جامع الصغیر میں ایک اور مسئلہ بھی مذکور ہے کہ اگر رب السلم نے کہا کہ میں نے آپ کے ساتھ مہینے کی مدت مقرر کی تھی اب وہ مہینہ گزر گیا ہے جبکہ مسلم الیہ نے کہا کہ ابھی تک مہینہ نہیں گزرا ہے۔میں نے ابھی آپ سے رقم سلم پر لی ہے۔تو اس صورت میں مسلم الیہ کی بات معتبر ہے اور طالب پر لازم ہے کہ گواہ پیش کریں۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو گواہ بھی مسلم الیہ کے معتبر ہیں۔

مسئلہ 322: کافی کتاب میں مذکور ہے کہ خاوند نے بیوی کو کچھ کپڑا بھیجا۔بیوی نے کہا کہ یہ ھدیۃ ہے جبکہ خاوند نے کہا کہ کسوۃ ہے تو اس صورت میں خاوند کی بات معتبر ہے۔اور اگر عورت نے گواہ پیش کئے تو یہ گواہ قبول ہیں۔اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بھی عورت کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 322: و فی الکافی[2] اذا بعث الزوج اليها ثوبا فقالت هذا هدية و قال الزوج هو من الكسوة فالقول قول الزوج و البينة بينتها و ان اقاما البينة فبينتها اولي[3]۔

---

[1] طاہر بن عبدالرشید، خلاصۃ الفتاوی۔ج4ص109۔

[2] یہ کتاب حاکم الشھید محمد بن محمد الحنفی المتوفی: سنۃ 334ھ کی ہے۔اس میں انہوں نے اکثر مسائل امام محمد رحمہ اللہ کے کتابوں سے نقل کئے ہیں۔امام سرخسی رحمہ اللہ نے مبسوط پر اس کی شرح کی ہے۔الحاج خلیفہ، کشف الظنون۔ج2ص1378۔

[3] طاہر بن عبدالرشید، خلاصۃ الفتاوی۔ج4ص110۔

ترجمہ: اگر خاوند نے بیوی کو کچھ کپڑا بھیجا۔ بیوی نے کہا کہ یہ ھدیۃ ہے جبکہ خاوند نے کہا کہ کسوۃ ہے تو اس صورت میں خاوند کی بات معتبر ہے۔ اور اگر عورت نے گواہ پیش کئے تو یہ گواہ قبول ہیں۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بھی عورت کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 323: ایک آدمی کے قبضے میں ایک لونڈی تھی۔ اس نے کہا کہ میں فلاں آدمی کی ام ولد ہو یا اس کی مدبرہ ہوں یا اس نے میرے ساتھ کتابت کا معاملہ کیا ہے یا اس نے مجھے آزاد کیا ہے جبکہ قابض نے کہا کہ آپ میری لونڈی ہے۔ تو اس صورت میں قابض کی بات معتبر ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ لونڈی کی بات معتبر ہے۔

اگر اس فلاں آدمی نے اس لونڈی کی تصدیق کی [کہ یہ میری لونڈی ہے] لیکن مجھ سے نہ اس کا بچہ پیدا ہوا ہے اور نہ میں نے اس کو آزاد کی ہے تو پھر قابض کی بات معتبر ہے۔

اور اگر قابض نے کہا کہ یہ لونڈی میں نے فلاں سے خریدی ہے جبکہ لونڈی نے کہا کہ فلاں نے مجھے آزاد کیا ہے۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں آزادی کے گواہ معتبر ہیں۔ لیکن اگر قابض کا قبضہ ظاہر ہو لوگوں کو معلوم ہو تو پھر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 323: امة في يد رجل قالت انا ام ولد لفلان او مدبرته او مكاتبته او اعتقني فقال ذو اليد انها ملكي فالقول قول ذي اليد و قال ابو يوسف رحمه الله القول قول الامة ،ولو صدقها المقَرِ له في انها امة له و كذبها في الاستيلاد او العتق فالقول قول ذي اليد و لو قال ذو اليد اشتريتها من فلان و قالت الامة اعتقني فلان و اقاما البينة فبينة العتق اولي الا اذا كان في يد المشتري قبض معاين[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک لونڈی تھی۔ اس نے کہا کہ میں فلاں آدمی کی ام ولد ہوں یا اس کی مدبرہ ہوں یا اس نے مجھے آزاد کیا ہے جبکہ قابض نے کہا کہ آپ میری لونڈی ہے۔ تو اس صورت میں قابض کی بات معتبر ہے۔ امام ابو یوسفؒ صاحب نے فرمایا ہے کہ لونڈی کی بات معتبر ہے۔ اگر اس فلاں آدمی نے اس لونڈی کی تصدیق کی [کہ یہ میری لونڈی ہے] لیکن ام ولد ہونے یا آزادی میں اس کی تکذیب کی تو پھر قابض کی بات معتبر ہے۔

اور اگر قابض نے کہا کہ یہ لونڈی میں نے فلاں سے خریدی ہے جبکہ لونڈی نے کہا کہ فلاں نے مجھے آزاد کیا ہے۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں آزادی کے گواہ معتبر ہیں لیکن اگر قابض کا قبضہ ظاہر ہو لوگوں کو معلوم ہو تو پھر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 324: [ایک آدمی نے کسی کے میراث کا دعویٰ کرکے] گواہ پیش کئے کہ میں اس میت کا چچازاد ہو۔ دادا تک سارے نام ذکر کئے۔ اس کے خصم نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے اقرار کیا ہے کہ میں فلاں ابن فلاں ہو اور یہ فلاں کوئی غیر تھا [یعنی میت کا چچا نہیں تھا] تو اس صورت میں مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔

---

[1] طاہر بن عبد الرشید، خلاصۃ الفتاوی۔ ج4ص109۔

اسی طرح اس کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے اگر اس نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے کسی اور بندے پر دعویٰ کیا تھا کہ میں اس کا چچازاد ہو۔ باپ، دادا کے نام بھی ذکر کئے تھے۔ پھر قاضی نے اسی نسب کا فیصلہ بھی کیا تھا[کہ آپ اس آدمی کے بیٹے ہو]۔
اور اگر اس نے گواہ پیش کئے کہ میت کا بیٹا فلاں تھا مدعی جس کا دعویٰ کر رہا ہے وہ اس کا غیر تھا تو پھر مدعی کے دعوے کا رد نہیں آتا کیونکہ گواہ ثبوت کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ عدم کیلئے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ مدعاعلیہ دادا کے نام ثابت کرنے میں خصم نہیں بن سکتا۔ پس اس کے گواہ نہ ثبوت کیلئے قبول ہیں اور نہ عدم کیلئے۔
[مطلب یہ کہ مدعاعلیہ نے دو باتیں کیں پہلی بات یہ کہ میت کا باپ فلاں تھا دوسری بات یہ کہ وہ وہی آدمی نہیں تھا جس کا مدعی دعویٰ کر رہا تھا۔ تو اب پہلی والی بات میں اثبات تو ہے لیکن اس کے بابت میں مدعاعلیہ خصم نہیں بن سکتا۔ پس اس اثبات پر گواہ قبول نہیں ہوئے۔ دوسری بات عدم کی ہے اور عدم کے گواہ بھی قبول نہیں ہوتے ہیں۔

مسئلہ 324:أثبت بنوّة العم بذكر الأسامي إلى الجد فبرهن خصمه أنه أقر أنه فلان بن فلان آخر يندفع المدعي وكذا يندفع لو برهن أنه ادعى على آخر أنه ابن عمه وذكر اسم أبيه وجده وحكم بنسبه من ذلك الرجل ولو برهن أن أبا الميت فلان غير ما أثبته المدعي لا يندفع المدعي إذ البينات للإثبات لا للنفي ولأنه ليس بخصم في إثبات اسم الجد فلا يقبل على الإثبات ولا على النفي1.

ترجمہ: ایک آدمی نے گواہ پیش کئے کہ میں اس میت کا چچازاد ہو۔ دادا تک سارے نام ذکر کئے۔ اس کے خصم نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے اقرار کیا ہے کہ میں فلاں ابن فلاں ہو اور یہ فلاں کوئی غیر تھا تو اس صورت میں مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔
اسی طرح اس کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے اگر اس نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے کسی اور بندے پر دعویٰ کیا تھا کہ میں اس کا چچازاد ہو۔ باپ، دادا کے نام بھی ذکر کئے تھے۔ پھر قاضی نے اسی نسب کا فیصلہ بھی کیا تھا۔
اور اگر اس نے گواہ پیش کئے کہ میت کا باپ فلاں تھا مدعی جس کا دعویٰ کر رہا ہے وہ اس کا غیر تھا تو پھر مدعی کے دعوے کا رد نہیں آتا کیونکہ گواہ ثبوت کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ عدم کیلئے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ مدعاعلیہ دادا کے نام ثابت کرنے میں خصم نہیں بن سکتا۔ پس اس کے گواہ نہ ثبوت کیلئے قبول ہیں اور نہ عدم کیلئے۔
مسئلہ 325: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے جبکہ مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں غائب آدمی کا ہے اس نے اس مدعی سے خریدا ہے اور مجھے اس کا وکیل بنایا ہے تو یہ گواہ قبول ہیں اور مدعی کے خصومت سے نکل جائیگا لیکن اس گواہی کی وجہ سے یہ حکم نہیں کیا جائیگا کہ فلاں غائب آدمی نے یہ گھر خریدا ہے۔

1ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج1ص151۔

مسئلہ325: رجل ادعى دار في يد رجل أنها له وأقام البينة وأقام المدعى عليه البينة أنها لفلان الغائب اشتراها من المدعي ووكلني بها تقبل بينه ويجعل وكيلا وتندفع عنه الخصومة ولا يقضي بالشراء على الغائب1۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر پر دوسرے نے دعویٰ کرکے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میرا ہے جبکہ مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر فلاں غائب آدمی کا ہے اس نے اس مدعی سے خریدا ہے اور مجھے اس کا وکیل بنایا ہے تو یہ گواہ قبول ہیں اور مدعی کے خصومت سے نکل جائیگا لیکن یہ حکم نہیں کیا جائیگا کہ غائب آدمی نے یہ گھر خریدا ہے۔

مسئلہ 326: کسی نے ایک آدمی کے میراث کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں فلاں میت کا چچازاد ہو ایسے چچا کا جو کہ میت کے باپ کے ساتھ باپ شریک تھا۔اس نسب پر اس نے گواہ بھی پیش کئے اور گواہوں نے باپ ،داداکے نام بھی ذکر کئے۔میت کے باپ ،داداکے نام بھی ذکر کئے جس طرح کہ قاعدہ ہے۔مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس میت کا دادافلاں تھا جو کہ اس آدمی سے غیر تھا جس کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے۔تو مدعاعلیہ کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں کیونکہ گواہی ثبوت کیلئے ہے نہ کہ عدم کیلئے۔اور یہ مدعی کے داداکے نام کو ثابت کرنے میں خصم نہیں ہے [کہ فلاں تھافلاں نہیں تھا]۔

اسی طرح کا حکم ہے اگر مدعی اپنے باپ کے میراث کا دعویٰ کر رہا تھا جبکہ مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس کا باپ کوئی اور تھاوہ نہیں تھا جس کا یہ مدعی دعویٰ کر رہاہے۔تو اس صورت میں بھی مدعاعلیہ کے گواہ قبول نہیں ہیں۔

مسئلہ326: رجل ادعى إرثا عن ميت وزعم أنه ابن عم الميت لأبيه وأقام البينة على النسب وذكر الشهود اسم أبيه وجده واسم أبي الميت وجده كما هو الرسم والمدعى عليه أقام البينة أن جد الميت كان فلانا غير ما أثبته المدعي لا تقبل بينة المدعى عليه لأن البينات للإثبات لا للنفي وبينة المدعى عليه قامت على النفي وهو ليس بخصم في إثبات اسم جد المدعي وهو كما لو ادعى ميراثا عن أبيه وأقام المدعى عليه البينة أن أبا المدعي رجل آخر غير الذي يدعيه المدعي وثمة لا تقبل بينة المدعى عليه 2.

ترجمہ: کسی نے ایک آدمی کے میراث کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں فلاں میت کا چچازاد ہو ایسے چچا کا جو کہ میت کے باپ کے ساتھ باپ شریک تھا۔اس نسب پر اس نے گواہ بھی پیش کئے اور گواہوں نے باپ ،داداکے نام بھی ذکر کئے۔میت کے باپ ،داداکے نام بھی ذکر کئے جس طرح کہ قاعدہ ہے۔مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس میت کا دادافلاں تھا جو کہ اس آدمی سے غیر تھا جس کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے۔تو مدعاعلیہ کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں کیونکہ گواہی ثبوت کیلئے ہے نہ کہ عدم کیلئے۔اور یہ مدعی کے داداکے نام کو ثابت کرنے میں خصم نہیں ہے۔

اسی طرح کا حکم ہے اگر مدعی نے اپنے باپ کے میراث کا دعویٰ کیا جبکہ مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس کا باپ کوئی اور تھاوہ نہیں تھا جس کا یہ مدعی دعویٰ کر رہاہے۔تو اس صورت میں بھی مدعاعلیہ کے گواہ قبول نہیں ہیں۔

---

1 قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص66۔

2 قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص107۔

مسئلہ 327: ایک آدمی نے کسی کے میراث کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں فلاں میت کا چچازاد ہوا یسے چچا کا جو اس میت کے باپ کے ساتھ باپ شریک تھا اور جداعلیٰ تک سارے نام ذکر کئے جبکہ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی کے باپ نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ میں اس فلاں [میت کے باپ] کا ماں شریک بھائی ہو نہ کہ باپ شریک۔ تو اس صورت میں مدعا علیہ کے گواہ قبول نہیں ہیں۔ ہاں اگر مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ فلاں قاضی نے فیصلہ کیا ہے اور اس مدعی کے باپ کا نسب ایسے آدمی سے ثابت کیا ہے جو کہ اس آدمی کے علاوہ کوئی اور ہے جس کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے۔ تو اس صورت میں مدعا علیہ کے گواہ قبول ہیں۔

ملا خسرو نے درر غرر کے اس فصل میں فرمایا ہے جس میں بیع کے مسائل ہیں کہ ایک آدمی نے کسی کے عصبۃ کا دعویٰ کر کے نسب بیان کیا [مثلاً اس نے کہا کہ میں باپ کی طرف سے اس کا چچا ہو] اس کے خصم نے گواہ پیش کئے کہ اس میت کا نسب اُس نسب کے مخالف ہے جو اس مدعی نے بیان کیا ہے۔ تو اب دو باتیں ہیں۔

1۔ یا تو میراث کا حکم ہو گیا ہو گا　　　　2۔ یا نہیں۔

اگر میراث کا حکم کیا گیا ہے تو مدعا علیہ کے گواہوں کو نہیں لیا جائیگا اور اگر میراث کا حکم نہیں ہوا ہو تو دونوں جانب کی گواہی رد ہو جائینگی کیونکہ دونوں کا آپس میں ٹکراؤ ہوا اور کسی ایک کے معتبر ہونے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

اور اگر مدعی نے گواہ پیش کئے کہ میں اُس میت کے ایسے چچا کا بیٹا ہو جو کہ باپ اور ماں شریک تھا جبکہ مدعی علیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ مدعی میت کا چچازاد ہے لیکن ایسے چچا کا جو کہ میت کے باپ کے ساتھ صرف ماں شریک تھا۔ یا اس نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے اقرار کیا تھا کہ میں اس [مدعی] کا چچازاد ہو لیکن ایسے چچا کا جو کہ صرف ماں شریک تھا تو ان دونوں صورتوں میں مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے اگر قاضی نے پہلے مدعی کے گواہوں کی وجہ سے کوئی حکم صادر نہ کیا ہو۔ اور اگر قاضی نے پہلے کوئی حکم صادر کیا ہو تو پھر مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوگا کیونکہ قاضی کے حکم کی وجہ سے مدعی کی شھادۃ میں قوت/مضبوط ہونا آیا ہے۔ بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں قاضی نے پہلے کوئی حکم صادر نہیں فرمایا تھا۔

یہ بات چھپی نہیں ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں حق سے اختلاف کیا گیا ہے کیونکہ اس میں اس حکم کی مخالفت کی ہے جس کو قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں صاف صاف اور واضح طور پر بیان کیا ہے [جس طرح پہلے گزر چکا]۔

فصول العمادی میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کے قبضے میں آنگور کے ایک باغ کا دعویٰ کیا کہ یہ باغ مجھے اپنے نانا سے میراث میں ملا ہے۔ میرا نام محمد ہے میری ماں کا نام حیرہ تھا۔ اس کے باپ کا نام محمد بن حارث تھا۔ مدعی علیہ نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے پہلے یہ کہ میں عائشہ کا بیٹا ہو وہ علی بن حسین کی بیٹی تھی۔ شیخ عطاء بن حمزہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہوئی جس طرح کہ کوئی دعویٰ کریں کسی ایسی چیز کا جو کہ دوسرے کے قبضے میں ہو کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملی ہے۔ پھر دعویٰ کریں کہ یہ مجھے اپنی ماں سے وراثت میں ملی ہے۔ شمس الاسلام اوزجندی صاحب اس قسم کے مسائل میں یہ فتویٰ دیتے تھے کہ اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا اور مدعا علیہ کے گواہ بھی قبول نہیں ہوتے۔ اس حکم میں اس زمانے کی بعض علماء نے بھی اوزجندی

صاحب کی تابعداری کی ہیں۔ ظہیر الدین مرغینانی صاحب بھی اسی کے اوپر فتویٰ دیا کرتے تھے اور یہ حکم ہمارے ہاں بھی حق ہے۔ ذخیرہ والے نے فرمایا ہے [اس حکم کے دلیل کے بارے میں] کہ اگر مدعا علیہ گواہ قبول کر لئے جائیں تو پھر یا تو مدعی کے نانا کے نام ثابت کرنے میں قبول کرنے ہونگے جبکہ مدعا علیہ اس حوالے سے خصم نہیں ہے یا اس [مدعی]کے میراث کے عدم کے اوپر قبول کرنے ہونگے جبکہ گواہ عدم کیلئے نہیں ہوتے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ملا خسرو نے جو بات ذکر کی ہے وہ اس نے عطاء بن حمزہ سے نقل کی ہے لیکن ملا خسرو نے کوتاہی کی ہے کیونکہ اس نے اس میں کسی کا اختلاف ذکر نہیں کیا ہے باوجود اس کے کہ وہ اکثر علماء کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔

جامع الفصولین میں جامع الفتاویٰ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر کسی نے اس بات کے اوپر گواہ پیش کئے کہ میں فلاں میت کا چچا زاد ہو اور نسب بھی بیان کیا۔ اب جس کے ساتھ اس کا جھگڑا ہے اس نے گواہ پیش کئے کہ اس میت کا دادا فلاں تھا جو کہ غیر تھا اس آدمی سے جس کا ذکر اس مدعی نے کیا ہے۔ تو اگر قاضی نے مدعی کے گواہون کی وجہ سے کوئی حکم نہیں کیا ہو تو اب قاضی کوئی حکم نہیں کریگا کیونکہ دونوں شھادتوں کا آپس میں ٹکراو ہو گیا۔ لیکن اگر پہلے شھادۃ کی وجہ سے قاضی نے کوئی حکم صادر کیا ہو تو اب مدعا علیہ کے گواہوں کی وجہ سے کوئی اور حکم صادر نہیں کریگا۔

اگر مدعی نے گواہ پیش کئے کہ میں اس میت کے سگے چچا کا بیٹا ہو جبکہ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ مدعی میت کے ماں شریک چچا کا بیٹا ہے۔ تو اگر پہلے والے شھادۃ کی وجہ سے قاضی نے کوئی حکم صادر نہ کیا ہو تو پھر مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔ اسی طرح کا حکم ہے اگر مدعا علیہ نے اس بات کے اوپر گواہ پیش کئے کہ اس میت نے اقرار کیا تھا کہ یہ مدعی میرا ماں شریک چچا کا بیٹا ہے۔

جامع الفصولین میں مجموع النوازل سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ اگر ایک آدمی نے اپنے نانا سے میراث کا دعویٰ کر کے کہہ رہا تھا کہ میرا نام محمد ہے میری ماں کا نام مُرۃ ہے۔ اس کے باپ کا نام زید تھا۔ زید بکر کا بیٹا تھا اور وہ سعد کا بیٹا تھا۔ اب جس کے ساتھ اس کا جھگڑا تھا اس نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے یہ کہا تھا کہ میں عائشہ کا بیٹا ہو اور وہ علی کی بیٹی ہے اور علی حسین کا بیٹا تھا۔ تو بعض نے فرمایا ہیں کہ اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے۔ عطاء بن حمزہ السعدی نے اس بات کو اختیار کیا ہے جبکہ بعض نے فرمایا ہیں کہ مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا اور اسی کے اوپر فتویٰ دیا ہے۔ اوزجندی صاحب، ظہیر الدین مرغینانی صاحب اور ذخیرہ والے نے فرمایا ہیں کہ یہ حکم ہمارے ہاں حق ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو حکم ملا خسرو نے ذکر کیا ہے وہ اس بیان کے موافق ہے جو جامع الفتاویٰ میں مذکور ہے [لیکن اس حکم میں ایک زبردست قسم کا اختلاف ہے] میں نہیں جانتا کہ ملا خسرو صاحب نے اس حکم کو حق مان کر اس کی پیروی کی ہے [اگرچہ اس میں اختلاف موجود ہے] یا اس نے اس حال میں پیروی کی ہے کہ اس کو اختلاف معلوم نہیں ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ327: ولو ادعى ميراثا عن رجل وذكر أنه ابن عم الميت لأبيه وذكر الأسامي إلى الجد الأعلى فأقام المدعى عليه بينة أن أبا المدعي هذا كان يقول في حياته أنه أخ فلان لأمه لا لأبيه لا تقبل بينة المدعى عليه إلا إذا أقام المدعى عليه البينة أن قاضيا قضى بإثبات نسب أبيه من فلان آخر غير الذي ادعاه المدعي[1] .

و قال المولي خسرو[2] في الدرر و الغرر: (ادَّعَى الْعُصُوبَةَ) وَبَيَّنَ النَّسَبَ (وَبَرْهَنَ الْخَصْمُ أَنَّ النَّسَبَ بِخِلَافِهِ إنْ قَضَى بِالْأَوَّلِ لَمْ يَقْضِ بِهِ وَإِلَّا تَسَاقَطَا) لِلتَّعَارُضِ وَعَدَمِ الْأَوْلَوِيَّةِ (بَرْهَنَ أَنَّهُ ابْنُ عَمِّهِ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ وَبَرْهَنَ الدَّافِعُ أَنَّهُ ابْنُ عَمِّهِ لِأُمِّهِ فَقَطْ أَوْ عَلَى إقْرَارِ الْمَيِّتِ بِهِ) أَيْ بِأَنَّهُ ابْنُ عَمِّهِ لِأُمِّهِ فَقَطْ (كَانَ دَفْعًا قَبْلَ الْقَضَاءِ بِالْأَوَّلِ لَا بَعْدَهُ) لِتَأَكُّدِهِ بِالْقَضَاءِ بِخِلَافِ الْأَوَّلِ[3]۔ولا يخفي انه عدل في المسألتين عن الصواب ،كما لا يخفي علي اولي الالباب،حيث خالفه ما قرره قاضي خان في الفتاوي۔

و فصول العمادي[4] ادَّعَى كَرْمًا فِي يَدِ رَجُلٍ مِيرَاثًا عَنْ جَدِّهِ أَبِي أُمِّهِ وَقَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَاسْمُ أُمِّي حُرَّةٌ وَأَبُوهَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ سَادِعٍ فَأَقَامَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بَيِّنَةً أَنَّ الْمُدَّعِيَ كَانَ زَعَمَ قَبْلَ هَذَا أَنَّهُ ابْنُ عَائِشَةَ بِنْتِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، فاجاب شيخ الاسلام عطاء بن حمزة[5] انه دفعٌ لدعواه،كمن ادعي قينافي يد انسانٍ ميراثا عن ابيه،ثم ادعاها ميراثا عن امه۔ وكَانَ شَمْسُ الْإِسْلَامِ الْأُوزْجَنْدِيِّ - رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى - يُفْتِي فِي جِنْسِ هَذِهِ بِأَنَّهُ لَا تَنْدَفِعُ دَعْوَى الْمُدَّعِي وَلَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَلَى مَا ادَّعَاهُ وَتَابَعَهُ فِي ذَلِكَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ فِي زَمَانِهِ وَبِهِ كَانَ يُفْتِي ظَهِيرُ الدِّينِ الْمَرْغِينَانِيُّ - رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى - وَهوَ الصَّوَابُ عِنْدَنَا[6]۔قال صاحب الذخيرة[7]:((لانها لو قبلت ،اما ان تقبل علي اثبات اسم جد المدعي و انه ليس بخصمٍ فيه،او لنفي ما ادعاه من الميراث،وهي علي النفي غير مقبولة))۔اقول لعل المولي خسرو اخذ ما ذهب اليه من جواب عطاء بن حمزة،لكنه قصّر،حيث لم يتعرض للخلاف ،مع انه المرضي عند الاكثر۔و في الفصولين عن جامع الفتاوي((برهن على أنه ابن عم الميت وذكر النسب فبرهن خصمه أن جد الميت فلان غير ما بينه المدعي لو لم يقض بالأول لا يقضي بشيء للتعارض ولو قضى بالأول لا يقضي بالثاني۔ ولو برهن أنه ابن عمه لأبيه وأمه برهن الدافع أنه ابن عمه لأمه لا لأبيه قبل الحكم بالأول يندفع وكذا لو برهن أن الميت أقر أنه ابن عمي لأمي لا لأبي۔و فيه عن مجموع النوازل[8]((ادعاه إرثاً عن جده أبي أمه فقال أنا محمد واسم أمي حرة وأبوها زيد بن

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص107

[2] یہ محمد بن فراموز بن علی ہے۔ملا خسرو کے نام سے مشہور ہے۔بڑے عاجز اور اخلاق حمیدہ کے مالک تھے۔قضاء اور تدریس میں مشغول رہتے تھے۔"درر الحکام شرح غرر الاحکام"، التلویح پر حواشی، ان کی تصانیف ہیں۔885ھ میں فوت ہوئے۔الزرکلی، الاعلام۔ج6ص328۔

[3] ملا خسرو، درر الحکام شرح غرر الأحکام ج2ص355۔

[4] یہ کتاب شیخ جمال الدین بن عماد الدین الحنفی کی ہے۔معاملات کے چالیس فصلیں مرتب کی ہے۔الحاج الخلیفہ، کشف الظنون۔ج2ص1270۔

[5] یہ عطاء بن حمزہ السغدی ہے۔علم کے سمندر تھے۔اصول اور فروغ میں امام تھے۔ایک بڑی جماعت نے ان سے علم حاصل کیا ان میں سے نجم الدین النسفی بھی ہے۔عبد القادر بن محمد، الجواہر المضیۃ۔ج1ص348۔

[6] نظام الدین البلخی، الفتاوی الہندیۃ۔ج4ص53۔

[7] یہ محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ، برہان الدین المرغینانی ہے۔کبار فقہاء میں تھے۔متقی امام تھے۔"المحیط البرہانی"، "الذخیرہ"، "التجرید" وغیرہ ان کے تصانیف ہیں۔616ھ کو فوت ہوئے۔دیکھئے: الفوائد البہیۃ لابی الحسنات اللکنوی۔ص205۔

[8] اس سے مراد مجموع النوازل والحوادث والواقعات ہے۔یہ شیخ احمد بن موسی بن عیسی بن مامون المتوفی فی حدود 550ھ، کی ہے۔اس میں 15 فصلیں ہیں۔دیکھئے: کشف الظنون ج ۲ ص ۱۶۰۶۔

بكر بن سعد فبرهن الدافع أنه زعم قيل هذا أنه ابن عائشة بنت علي بن الحسن قيل يندفع كما ادعى عيناً إرثاً عن أبيه ثم ادعاه إرثاً عن أمه واختاره السغدي وقيل لا يندفع وبه أفتى ظهير الدين وقال صاحب الذخيرة هو الصواب عندنا[1]۔اقول[2] لا شك ان ما ذكره مولانا خسرو مطابق لما في جامع الفتاوي،فما ادري انه قلده مع علمه بالخلاف ظناًمنه بانه الحق،ام قلده غافلا عن ذالك؟ واللہ اعلم۔

ترجمہ: ایک آدمی نے کسی کے میراث کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں فلاں میت کا چچازاد ہو ایسے چچا کا جو اس میت کے باپ کے ساتھ باپ شریک تھا اور جد اعلیٰ تک سارے نام ذکر کئے جبکہ مدعاعلیہ نے اس بات کے اوپر گواہ پیش کئے کہ اس مدعی کے باپ نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ میں اس فلاں [میت کے باپ] کا ماں شریک بھائی ہو نہ کہ باپ شریک۔ تو اس صورت میں مدعاعلیہ کے گواہ قبول نہیں ہیں۔ ہاں اگر مدعاعلیہ نے اس بات کے اوپر گواہ پیش کئے کہ فلاں قاضی نے فیصلہ کیا ہے اور اس مدعی کے باپ کا نسب ایسے آدمی سے ثابت کیا ہے جو کہ اس آدمی کے علاوہ کوئی اور ہے جس کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے۔ تو اس صورت میں مدعاعلیہ کے گواہ قبول ہیں۔

ملا خسرو نے درر غرر کے اس فصل میں فرمایا ہے جس میں بیع کے مسائل ہیں کہ ایک آدمی نے کسی کے عصوبت کا دعویٰ کرکے نسب بیان کیا اس کے خصم نے گواہ پیش کئے کہ اس میت کا نسب اُس نسب کے مخالف ہے جو اس مدعی ن بیان کیا ہے۔ تو اب اگر میراث کا حکم کیا گیا ہے تو مدعاعلیہ کے گواہوں کو نہیں لیا جائیگا اور اگر میراث کا حکم نہیں ہوا ہو تو دونوں جانب کی گواہی رد ہو جائینگی کیونکہ دونوں کا آپس میں ٹکراؤ ہوا اور کسی ایک کے معتبر ہونے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔ اور اگر مدعی نے گواہ پیش کئے کہ میں اُس میت کے ایسے چچا کا بیٹا ہو جو کہ باپ اور ماں شریک تھا جبکہ مدعی علیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ مدعی میت کا چچازاد ہے لیکن ایسے چچا کا جو کہ میت کے باپ کے ساتھ صرف ماں شریک تھا۔ یا اس نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے اقرار کیا تھا کہ میں اس [مدعی] کا چچازاد ہو لیکن ایسے چچا کا جو کہ صرف ماں شریک تھا تو ان دونوں صورتوں میں مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے اگر قاضی نے پہلے مدعی کے گواہوں کی وجہ سے کوئی حکم صادر نہ کیا ہو۔ اور اگر قاضی نے پہلے کوئی حکم صادر کیا ہو تو پھر مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوگا کیونکہ قاضی کے حکم کی وجہ سے مدعی کی شہادۃ میں قوت/مضبوط ہونا آیا ہے۔ بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں قاضی نے پہلے کوئی حکم صادر نہیں فرمایا تھا۔

یہ بات چھپی نہیں ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں حق سے اختلاف کیا گیا ہے کیونکہ اس میں اس حکم کی مخالفت کی ہے جس کو قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں صاف صاف اور واضح طور کے اوپر بیان کیا ہے [جس طرح پہلے گزر چکا]

فصول العمادی میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کے قبضے میں آنگور کے ایک باغ کا دعویٰ کیا کہ یہ باغ مجھے اپنے نانا سے میراث میں ملا ہے۔ میرا نام محمد ہے میری ماں کا نام حیرہ تھا۔ اس کے باپ کا نام محمد بن حارث تھا۔ مدعی علیہ نے

---

[1] ابن قاضی سماونتہ۔ جامع الفصولین۔ ج 1 ص 152۔

[2] غانم بغدادی رحمہ اللہ۔

گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے پہلے یہ کہا تھا کہ میں عائشہ کا بیٹا ہو وہ علی بن حسین کی بیٹی تھی۔ شیخ عطاء بن حمزہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے۔اس کی مثال ایسی ہوئی جس طرح کہ کوئی دعویٰ کریں کسی ایسی چیز کا جو کہ دوسرے کے قبضے میں ہو کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملی ہے۔ پھر دعویٰ کریں کہ یہ مجھے اپنی ماں سے وراثت میں ملی ہے۔ شمس الاسلام اوزجندی صاحب اس قسم کے مسائل میں یہ فتویٰ دیتے تھے کہ اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتااور مدعاعلیہ کے گواہ بھی قبول نہیں ہوتے۔اس حکم میں اس زمانے کی بعض علماء نے بھی اوزجندی صاحب کی تابعداری کی ہیں۔ ظہیرالدین مرغینانی صاحب بھی اسی کے اوپر فتویٰ دیا کرتے تھے اور یہ حکم ہمارے ہاں بھی حق ہے۔ذخیرہ والے نے فرمایا ہے [اس حکم کے دلیل کے بارے میں] کہ اگر مدعا علیہ کے گواہ قبول کر لئے جائیں تو پھر یا تو مدعی کے نانا کے نام ثابت کرنے میں قبول کرنے ہونگے جبکہ مدعاعلیہ اس حوالے سے خصم نہیں ہے یا اس [مدعی] کے میراث کے عدم کے اوپر قبول کرنے ہونگے جبکہ گواہ عدم کیلئے نہیں ہوتے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ملا خسرو نے جو بات ذکر کی ہے وہ اس نے عطاء بن حمزہ سے نقل کی ہے لیکن ملا خسرو نے کوتاہی کی ہے کیونکہ اس نے اس میں کسی کا اختلاف ذکر نہیں کیا ہے باوجود اس کے کہ وہ اکثر علماء کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔

جامع الفصولین میں جامع الفتاویٰ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر کسی نے اس بات کے اوپر گواہ پیش کئے کہ میں فلاں میت کا چچا زاد ہو اور نسب بھی بیان کیا۔اب جس کے ساتھ اس کا جھگڑا ہے اس نے گواہ پیش کئے کہ اس میت کا دادا فلاں تھا جو کہ غیر تھا اس آدمی سے جس کا ذکر اس مدعی نے کیا ہے۔ تو اگر قاضی نے مدعی کے گواہوں کی وجہ سے کوئی حکم نہیں کیا ہو تو اب قاضی کوئی حکم نہیں کریگا کیونکہ دونوں شھادتوں کا آپس میں ٹکراؤ ہو گیا۔ لیکن اگر پہلے شھادۃ کی وجہ سے قاضی نے کوئی حکم صادر کیا ہو تو اب مدعاعلیہ کے گواہوں کی وجہ سے کوئی اور حکم صادر نہیں کریگا۔

اگر مدعی نے گواہ پیش کئے کہ میں اس میت کے سگے چچا کا بیٹا ہو جبکہ مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ مدعی میت کے ماں شریک چچا کا بیٹا ہے ۔تو اگر پہلے والے شھادۃ کی وجہ سے قاضی نے کوئی حکم صادر نہ کیا ہو تو پھر مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا۔اسی طرح کا حکم ہے اگر مدعاعلیہ نے اس بات کے اوپر گواہ پیش کئے کہ اس میت نے اقرار کیا تھا کہ یہ مدعی میرا ماں شریک چچا کا بیٹا ہے۔

جامع الفصولین میں مجموع النوازل سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ اگر ایک آدمی نے اپنے نانا سے میراث کا دعویٰ کر کے کہہ رہا تھا کہ میرا نام محمد ہے میری ماں کا نام مُرۃ ہے۔اس کے باپ کا نام زید تھا۔زید بکر کا بیٹا تھا اور وہ سعد کا بیٹا تھا۔اب جس کے ساتھ اس کا جھگڑا تھا اس نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی نے یہ کہا تھا کہ میں عائشہ کا بیٹا ہو اور وہ علی کی بیٹی ہے اور علی حسین کا بیٹا تھا۔تو بعض نے فرمایا ہیں کہ اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے۔ عطاء بن حمزہ السعدی نے اس بات کو اختیار کیا ہے جبکہ بعض نے فرمایا ہیں کہ مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا اور اسی کے اوپر اوزجندی صاحب اور ظہیر الدین مرغینانی صاحب نے فتویٰ دیا ہے۔ ذخیرہ والے نے فرمایا ہیں کہ یہ حکم ہمارے ہاں حق ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو حکم ملا خسرو نے ذکر کیا ہے وہ اس بیان کے موافق ہے جو جامع الفتاویٰ میں مذکور ہے [لیکن اس حکم میں ایک زبردست قسم کا اختلاف ہے] میں نہیں جانتا کہ ملا خسرو صاحب نے اس حکم

کو حق مان کر اس کی پیروی کی ہے [اگرچہ اس میں اختلاف موجود ہے] یا اس نے اس حال میں پیروی کی ہے کہ اس کو اختلاف معلوم نہیں ہے۔

مسئلہ 328: ایک آدمی نے دوسرے پر قرض کا دعویٰ کیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ اس کا میرے ذمے کچھ بھی نہیں ہے یا کچھ بھی نہیں تھا تو اب جب مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو اس وقت مدعا علیہ نے بھی گواہ پیش کئے کہ وہ رقم میں نے پوری ادا کی ہے یا اس نے گواہ پیش کئے کہ آپ نے مجھے بری کیا ہے۔ تو یہ گواہ قبول ہیں۔ لیکن اگر مدعا علیہ نے پہلے جواب میں یہ کہا ہو کہ میرے اور آپ کے درمیان کسی چیز کا کوئی معاملہ نہیں ہوا ہے [تو اب جب مدعی نے گواہ پیش کئے تو مدعا علیہ نے بھی گواہ پیش کئے کہ وہ رقم یا تو میں نے آپ کو دی ہیں یا آپ نے مجھے بری کیا تھا] تو یہ گواہ قبول نہیں ہیں۔

امام ابویوسفؒ فرماتے ہے کہ یہ گواہ قبول ہیں لیکن اس وقت کہ جب مدعی بات اس طرح کریں کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی معاملہ ہوا نہیں تھا لیکن میرے گواہوں نے سنا ہیں کہ اس نے ابراء کیا ہے [یعنی ان رقم سے مجھے آزاد کیا ہے]۔

مسئلہ 328: لو قال ليس أو لم يكن له علي شيء قط فلما برهن عليه برهن هو على قضائه أو إبرائه تقبل ولو قال لم يكن بيني وبينك معاملة في شيء لا يقبل وقال ابويوسف رحمه الله يقبل لو وفق بأن قال لم يكن بيننا معاملة إلا أن شهودي سمعوا منه أنه أبرأني[1]۔

ترجمہ: اگر مقروض نے کہا کہ اس کا میرے ذمے کچھ بھی نہیں ہے یا کچھ بھی نہیں تھا تو اب جب مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو اس وقت مدعا علیہ نے بھی قضاء یا ابراء پر گواہ پیش کئے تو یہ گواہ قبول ہیں۔ لیکن اگر مدعا علیہ نے پہلے جواب میں یہ کہا ہو کہ میرے اور آپ کے درمیان کسی چیز کا کوئی معاملہ نہیں ہوا ہے تو پھر یہ گواہ قبول نہیں ہیں۔

امام ابویوسفؒ فرماتے ہے کہ یہ گواہ قبول ہیں لیکن اس وقت کہ جب مدعی بات اس طرح کریں کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی معاملہ ہوا نہیں تھا لیکن میرے گواہوں نے سنا ہیں کہ اس نے ابراء کیا ہے۔

مسئلہ 329: ایک نصرانی مر گیا۔ ایک مسلمان اور ایک نصرانی میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ اس نصرانی پر میرا اتنا قرضہ ہے۔ تو طرفین کے نزدیک مسلمان کا قرضہ پہلے ادا کر دیا جائیگا [یعنی مسلمان کا قرضہ جب ادا ہو جائے اس کے بعد اگر کچھ بچتا ہے تو وہ نصرانی کو دیا جائیگا]۔ امام ابویوسفؒ فرماتے ہے کہ دونوں تقسیم کرینگے [اگر دونوں کا قرضہ پورا پورا ادا ہو گیا تو اچھی بات ہے ورنہ دونوں اپنے اپنے حصے کی بنسبت حصہ لے لیگا]۔

اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے ایک ایسے غلام پر گواہ پیش کئے جو کہ ایک زندہ نصرانی کے قبضے میں تھا تو یہ غلام مسلمان کا ہو جائیگا۔ امام ابویوسفؒ سے روایت ہے کہ اس غلام میں دونوں برابر حصہ دار ہو جائینگے [نصف غلام ایک کا جبکہ نصف دوسرے کا ہو جائیگا]۔

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج 1 ص 141۔

مسئلہ 329:نصراني مات فاقام مسلم و نصراني بينة نصرانية علي دين له علي الميت يبدأ بدين المسلم عندهما و قال ابو يوسف رحمه الله يتقاسمان و لو اقام كل واحد بينة نصرانية علي عبد في يد نصراني حي فهو للمسلم و عن ابي يوسف رحمه الله بينهما نصفان[1]۔

ترجمہ: ایک نصرانی مر گیا۔ایک مسلمان اور ایک نصرانی میں سے ہر ایک نے نصرانی گواہ پیش کئے کہ اس نصرانی پر میرا اتنا قرضہ ہے۔توطرفین کے نزدیک مسلمان کاقرضہ پہلے ادا کر دیا جائیگا۔امام ابویوسفؒ فرماتے ہے کہ دونوں تقسیم کرینگے۔ اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے ایک ایسے غلام پر نصرانی گواہ پیش کئے جو کہ ایک زندہ نصرانی کے قبضے میں تھا تو یہ غلام مسلمان کا ہو جائیگا۔امام ابویوسفؒ سے روایت ہے کہ اس غلام میں دونوں برابر حصہ دار ہو جائینگے۔

مسئلہ 330: ایک کافر مر گیا۔اس کے دو بیٹے رہ گئے۔ایک مسلمان دوسرا کافر۔ مسلمان نے گواہ [مسلمان یا کافر] پیش کئے کہ ہمارا باپ مسلمان ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے جبکہ کافر نے گواہ پیش کئے کہ کفر کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی ہے۔تو اس صورت میں میراث کا حکم مسلمان کیلئے کیا جائیگا اور اس کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائیگی۔جس طرح ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے والدین میں ایک مسلمان ہوتا ہے تو شریعت کا یہ بیان ہے کہ وہ بچہ مسلمان ہے۔

مسئلہ 330:كافر مات و له ابنان مسلم و كافر فاقام المسلم بينة مسلمة او كافرة علي انه مات مسلما و اقام الكافربينة علي موته كافرا يقضي بالارث للمسلم و يصلي عليه كالمولود بين مسلم و كافر يحكم باسلامه[2] ۔

ترجمہ: ایک کافر مر گیا۔اس کے دو بیٹے رہ گئے۔ایک مسلمان دوسرا کافر۔ مسلمان نے گواہ [مسلمان یا کافر] پیش کئے کہ ہمارا باپ مسلمان ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے جبکہ کافر نے گواہ پیش کئے کہ کفر کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی ہے۔تو اس صورت میں میراث کا حکم مسلمان کیلئے کیا جائیگا اور اس کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائیگی۔جس طرح ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے والدین میں ایک مسلمان ہوتا ہے تو شریعت کا یہ بیان ہے کہ وہ بچہ مسلمان ہے۔

مسئلہ 331: ایک آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میری ہے۔مدعاعلیہ نے گواہ پیش کئے کہ مدعی کے گواہوں نے اس چیز کا [اپنے لئے] دعویٰ کیا تھا۔پس مدعی کے گواہ باطل ہو جائینگے۔

مسئلہ 331:برهن أنه له فبرهن خصمه أن شهوده ادعوه تبطل بينة المدعي[3]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز میری ہے۔اس کے خصم نے گواہ پیش کئے کہ مدعی کے گواہوں نے اس چیز کا دعویٰ کیا تھا۔پس مدعی کے گواہ باطل ہو جائینگے۔

مسئلہ 332: ایک آدمی نے گواہ پیش کئے کہ زید کے قبضے میں جو بچہ ہے یہ فلاں عورت سے میرا بیٹا ہے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ماں کی طرف کوئی نسبت نہیں کی۔تو اس صورت میں غیر قابض کیلئے اس بچے کا حکم کیا جائیگا۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ص186۔

[2] محولہ بالا

[3] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج1ص150۔

مسئلہ 332:مجهول النسب اقام آخر البينة انه ابنه من هذه المرأة و اقام ذو اليد بينة انه ابنه و لم ينسبه الي ام قضي للخارج[1]۔

ترجمہ: ایک مجہول النسب بچے کے بارے میں کسی نے گواہ پیش کئے کہ یہ بچہ فلاں عورت سے میرا بیٹا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا بیٹا ہے ماں کی طرف کوئی نسبت نہیں کی۔تو اس صورت میں غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

مسئلہ 333:ایک بچہ بالغ ہوا۔اس نے ایک مرد اور ایک عورت پر گواہ پیش کئے کہ میں ان دونوں کا بیٹا ہوں جبکہ ایک اور مرد اور عورت نے گواہ پیش کئے کہ یہ لڑکا ہمارا بیٹا ہے تو لڑکے کے گواہ معتبر ہیں اور اس مرد اور عورت سے اس کا نسب ثابت ہو جائیگا جن کا اس لڑکے نے دعویٰ کیا ہے۔

مسئلہ 333:غلام اختلم فاقام بينة علي رجل و امرأة انه ابنهما و اقام رجل آخر و امرأة البينة ان الغلام ابنهما فبينة الغلام اولي و يثبت نسبه من الذين ادعاهما[2]۔

ترجمہ: ایک بچہ بالغ ہوا۔اس نے ایک مرد اور ایک عورت پر گواہ پیش کئے کہ میں ان دونوں کا بیٹا ہوں جبکہ ایک اور مرد اور عورت نے گواہ پیش کئے کہ یہ لڑکا ہمارا بیٹا ہے تو لڑکے کے گواہ معتبر ہیں اور اس مرد اور عورت سے اس کا نسب ثابت ہو جائیگا جن کا اس لڑکے نے دعویٰ کیا ہے۔

مسئلہ 334:اگر دو بندوں نے ایک بچے کے نسب پر گواہ پیش کئے [ہر ایک نے اس بات پر کہ یہ میرا بیٹا ہے] تو پھر یہ بچہ دونوں کا مشترک ہو جائیگا [دونوں کی طرف بیٹا ہونے کی نسبت کی جائے گی]۔اگر ایک نے پہلے گواہ پیش کئے اور قاضی نے فیصلہ دیا تو پھر دوسرے مدعی کے گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔

مسئلہ 334:لَوْ بَرْهنَا عَلى نَسَبِ وَلَدٍ كانَ بَيْنهمَاوَأَيُّ بَيِّنَةٍ سبقت وَقُضِيَ بها لَمْ تُقْبَلْ الْأُخْرَى[3]۔

ترجمہ: اگر دو بندوں نے ایک بچے کے نسب پر گواہ پیش کئے تو یہ بچہ دونوں کا مشترک ہو جائیگا۔اگر ایک نے پہلے گواہ پیش کئے اور قاضی نے فیصلہ دیا تو پھر دوسرے مدعی کے گواہ قبول نہیں کئے جائینگے۔

مسئلہ 335:ایک آدمی نے گواہ پیش کئے کہ زید فوت ہو گیا اور اس نے یہ سامان میری ماں کیلئے میراث میں چھوڑا ہے۔پھر وہ مر گئی اور اس نے میرے لئے میراث میں چھوڑا ہے۔پھر قاضی نے فیصلہ سنایا۔اس کے بعد مدعی نے گواہ پیش کئے کہ آپ جس ماں کی وجہ سے میراث کا دعویٰ کر رہے ہو وہ تو زید سے پہلے فوت ہوئی ہے۔تو اس صورت میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا جبکہ بعض فرماتے ہیں کہ موت کا وقت قاضی کے حکم کے تحت نہیں آتا۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند تعارض البینات۔ص187۔

[2] محولہ بالا۔

[3] ابن نجیم، الأشباہ والنظائر۔ج1ص203۔

مسئلہ 335:برهن أنه مات وترك هذا ميراثاً لأمي وماتت أمي وتركته لي وحكم له وبرهن خصمه أن أمك التي تدعي إرثها ماتت قبل فلان الذي تدعي أنه مات أولاً قيل تندفع وقيل لا ، لأن زمان الموت لا يدخل تحت الحكم[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے گواہ پیش کئے کہ فلاں فوت ہو گیا اور اس نے یہ سامان میری ماں کیلئے میراث میں چھوڑا ہے۔ پھر وہ مر گئی اور اس نے میرے لئے میراث میں چھوڑا ہے۔ پھر قاضی نے فیصلہ سنایا۔ اس کے خصم نے گواہ پیش کئے کہ آپ جس ماں کی وجہ سے میراث کا دعویٰ کر رہے ہو وہ تو فلاں سے پہلے فوت ہوئی ہے۔ تو اس صورت میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا جبکہ بعض فرماتے ہیں کہ موت کا وقت قاضی کے حکم کے تحت نہیں آتا۔

مسئلہ 336: زید کے قبضے میں ایک جانور پر ایک مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے زید کو میں نے اجارے پر دیا ہے یا عاریۃً دیا ہے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے میرے گھر میں پیدا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں اس جانور کا حکم زید کیلئے کیا جائیگا کیونکہ اس نے نتاج کا دعویٰ کیا ہے جبکہ مدعی غیر قابض نے اجارے یا عاریت کا دعویٰ کیا ہے اور نتاج اجارے اور عاریت سے مقدم ہے۔

اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے میرے اپنے جانور سے ہی پیدا ہوا ہے پھر قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے بعد زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے میرے گھر میں پیدا ہوا ہے تو اس صورت میں زید کے حق میں فیصلہ دیا جائیگا بخلاف ملک مطلق کے[2]۔

مسئلہ 336:دابة في يد رجل فبرهن الخارج انها له آجرها من ذي اليد او اعارها منه و برهن ذو اليد انها نتجت عنده يقضي بها لذي اليد لانه يدعي ملك النتاج والآخر يدعي نحو اجارة و اعارة و النتاج اسبق من نحو اجارة و اعارة ولو برهن الخارج علي نتاج دابة فحكم له بها ثم برهن ذو اليد علي نتاج عنده يحكم له بخلاف الملك المطلق[3]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک جانور پر ایک مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے قابض کو میں نے اجارے پر دیا ہے یا عاریۃً دیا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے میرے گھر میں پیدا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں اس جانور کا فیصلہ قابض کیلئے کیا جائیگا کیونکہ اس نے نتاج کا دعویٰ کیا ہے جبکہ مدعی غیر قابض نے اجارے یا عاریت کا دعویٰ کیا ہے اور نتاج اجارے اور عاریت سے مقدم ہے۔

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1 ص155۔

[2] اس جملے کی اصل میں دو صورتیں بن سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے۔ قاضی اس کے حق میں فیصلہ دیں۔ اس کے بعد قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے تو اس صورت میں قابض کے گواہ قبول نہیں ہے۔ دوسری صورت یہ کہ غیر قابض نے نتاج پر گواہ پیش کر کے قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے بعد قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا ہے تو اس صورت میں بھی قابض کے گواہ قبول نہیں ہے۔ ابراہیم بونیری۔

[3] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص188۔

اگر غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے میرے اپنے جانور سے ہی پیدا ہوا ہے پھر قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔اس کے بعد قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے میرے گھر میں پیدا ہوا ہے تو اس صورت میں قابض کے حق میں فیصلہ دیا جائیگا بخلاف ملک مطلق کے۔

مسئلہ 337 : فتاویٰ کے بعض کتب میں مذکور ہے کہ اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ جانور میرا ہے میرے گھر میں پیدا ہوا ہے جبکہ قابض نے بھی اس طرح کے گواہ پیش کئے۔اب قاضی نے قابض کے حق میں فیصلہ دیا یا اس نے ابھی تک فیصلہ نہیں دیا تھا کہ مدعی غیر قابض نے کہا کہ آپ نتاج کے دعوے میں جھوٹے میں ہو کیونکہ آپ نے یہ اقرار کرکے کہا تھا کہ میں نے یہ جانور فروخت کیا تھا پھر میں نے فلاں سے خریدا۔تو اس صورت میں قاضی یہ دفعیہ سنے گا اور مدعی غیر قابض کے گواہ قبول ہیں کیونکہ قابض نے جب اس جانور کو فروخت کرکے پھر خریدا۔تو یہ ایک نئی ملکیت ہے۔اس کی وجہ سے گھریلو پیدائش کا اور اس جیسے اور چیزوں کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے[جیسا کہ ملکیت کا وہ سبب جو بار بار نہ ہو جیسے دودھ کا دہونا،اون الگ کرنا وغیرہ]۔

فتاویٰ کے بعض اور کتب میں مذکور ہے کہ مدعی غیر قابض نے کسی جانور کے گھر میں پیدا ہونے کا دعویٰ کیا۔پھر قابض نے کہا کہ آپ اس دعوے میں جھوٹے ہو کیونکہ آپ نے اقرار کرکے کہا تھا کہ یہ جانور میں نے فلاں سے خریدا ہے۔تو اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے۔

مسئلہ 337:لو اقام الخارج و صاحب اليد البينة بالنتاج فقضي القاضي لذي اليد او لم يقض حتي قال الخارج انك مبطل في دعوي النتاج لانك اقررت انك بعت هذه الدابة ثم اشتريتها من فلان يسمع هذا الدفع و بينته لانه اذا باع ثم اشتري فهذا ملك حادث يبطل دعوي النتاج و نحوه و ذكر في بعض آخر ادعي الخارج فقال ذو اليد انك مبطل في هذه الدعوي لانك اقررت انك اشتريتها من فلان فهذا دفع لدعوي المدعي[1]۔

ترجمہ : اگر غیر قابض اور قابض نے نتاج پر گواہ پیش کئے۔اب قاضی نے قابض کے حق میں فیصلہ دیا یا اس نے ابھی تک فیصلہ نہیں دیا تھا کہ مدعی غیر قابض نے کہا کہ آپ نتاج کے دعوے میں جھوٹے میں ہو کیونکہ آپ نے یہ اقرار کرکے کہا تھا کہ میں نے یہ جانور فروخت کیا تھا پھر میں نے فلاں سے خریدا۔تو اس صورت میں قاضی یہ دفعیہ سنے گا اور مدعی غیر قابض کے گواہ قبول ہیں کیونکہ قابض نے جب اس جانور کو فروخت کرکے پھر خریدا تو یہ ایک نئی ملکیت ہے۔اس کی وجہ سے گھریلو پیدائش کا اور اس جیسے اور چیزوں کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے۔

فتاویٰ کے بعض اور کتب میں مذکور ہے کہ مدعی غیر قابض نے کسی جانور کے گھر میں پیدا ہونے کا دعویٰ کیا۔پھر قابض نے کہا کہ آپ اس دعوے میں جھوٹے ہو کیونکہ آپ نے اقرار کرکے کہا تھا کہ یہ جانور میں نے فلاں سے خریدا ہے۔تو اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص188۔

مسئلہ 338: اگر کسی نے ایسی زمین کا دعویٰ کیا جس کے اوپر آبادی ہوئی ہو کہ یہ زمین میری ہے اور اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کیئے پھر قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ بھی دیا۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ اس زمین کے اوپر آبادی میں نے کی ہے حال یہ ہو کہ مدعی کے گواہوں نے مدعی کیلئے صرف زمین کی گواہی دی ہو آبادی کی نہیں تو قاضی مدعا علیہ کا دعویٰ سنے گا۔ اور اگر مدعی کے گواہوں نے مدعی کیلئے زمین اور آبادی دونوں پر گواہی دی ہو تو پھر قاضی مدعا علیہ کا یہ دعویٰ نہیں سنے گا۔

مسئلہ 338: لو ادعي ارضا فيها بناء و اقام البينة فقضي له ثم ان المقضي عليه ادعي انه احدث البناء و قد كانوا شهدوا بالارض لا غير تسمع دعواه و لو شهدوا بالارض و البناء ايضا لا[1]۔

ترجمہ: اگر کسی نے ایسی زمین کا دعویٰ کیا جس پر آبادی ہوئی ہو کہ یہ زمین میری ہے اور گواہ بھی پیش کیئے پھر قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ بھی دیا۔ اس کے بعد مقضی علیہ نے دعویٰ کیا کہ اس زمین کے اوپر آبادی میں نے کی ہے حال یہ ہو کہ مدعی کے گواہوں نے مدعی کیلئے صرف زمین کی گواہی دی ہو آبادی کی نہیں تو قاضی مدعا علیہ کا دعویٰ سنے گا۔ اور اگر مدعی کے گواہوں نے مدعی کیلئے زمین اور آبادی دونوں پر گواہی دی ہو تو پھر قاضی مدعا علیہ کا یہ دعویٰ نہیں سنے گا۔

مسئلہ 339: ایک آدمی نے دعویٰ کر کے گواہ پیش کیئے کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملی ہے۔ مدعا علیہ [زید مثلاً] نے گواہ پیش کیئے کہ آپ کے باپ نے اقرار کیا تھا کہ یہ چیز [زید] کی ملکیت ہے۔ تو قاضی یہ دفعیہ سنے گا [مدعی کا دعویٰ رد ہو جائیگا]۔ لیکن اگر مدعی نے پھر گواہ پیش کیئے کہ آپ نے میرے باپ کیلئے اقرار کیا تھا "کہ یہ چیز اسی کی ہے" تو قاضی یہ دفعیہ بھی سنے گا۔ دونوں دفعیے ٹکرا گئے۔ لہٰذا میراث کے گواہ بغیر کسی معارضے کے قبول ہیں۔ پس اگر زید [مدعا علیہ] نے بیان کیا کہ اس مدعی کے باپ نے فلاں تاریخ کو اقرار کیا تھا جبکہ مدعی نے مدعا علیہ [زید] کے اقرار کی تاریخ نہیں بتائی تو اس صورت میں مدعی کے گواہ قبول ہیں۔

مسئلہ 339: ادعاه إرثاً عن أبيه وبرهن فبرهن خصمه أن أباك أقر أنه ملكي يسمع الدفع فلو برهن المدعي أنك أقررت أنه ملك أبي يسمع أيضاً وقد تعارض الدفعان فتقبل بينة الإرث بلا تعارض فلو أرخ المدعي عليه إقرار المورث ولم يؤرخ المدعي إقرار المدعى عليه تقبل بينة المدعي[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دعویٰ کر کے گواہ پیش کیئے کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ سے وراثت میں ملی ہے۔ اس کے خصم نے گواہ پیش کیئے کہ آپ کے باپ نے اقرار کیا تھا کہ یہ چیز میری ملکیت ہے۔ تو قاضی یہ دفعیہ سنے گا۔

لیکن اگر مدعی نے پھر گواہ پیش کیئے کہ آپ نے میرے باپ کیلئے اقرار کیا تھا "کہ یہ چیز اسی کی ہے" تو قاضی یہ دفعیہ بھی سنے گا۔ دونوں دفعیے ٹکرا گئے۔ لہٰذا میراث کے گواہ بغیر کسی معارضے کے قبول ہیں۔ پس اگر مدعا علیہ نے مُورِث کے اقرار کی تاریخ بتائی جبکہ مدعی نے مدعا علیہ کے اقرار کی تاریخ نہیں بتائی تو اس صورت میں مدعی کے گواہ قبول ہیں۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص189۔

[2] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1ص155۔

مسئلہ 340: ایک آدمی نے کسی میت کے ورثاء پر گواہ پیش کئے کہ میں اس میت کا بیٹا ہوں اور میری عمر بائیس سال ہے جبکہ ورثاء نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی کی عمر اٹھارہ سال ہے تو یہ صحیح دفعیہ ہے اس کی وجہ سے مدعی کے گواہ رد ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ 340: رجل ادعي علي ورثة رجل انه ابن الميت وهو ابن اثنين و عشرين سنة و اقام عليه بينة فاقامت الورثة بينة ان سن المدعي ثمانية عشر فهذا دفع صحيح[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے کسی میت کے ورثاء پر گواہ پیش کئے کہ میں اس میت کا بیٹا ہوں اور میری عمر بائیس سال ہے جبکہ ورثاء نے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی کی عمر اٹھارہ سال ہے تو یہ صحیح دفعیہ ہے۔

مسئلہ 341: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے ایک لڑکے کو حکم دیا تھا کہ اس گدھے کو میرے انگور کے باغ سے باہر نکال کر اس کو مارو۔ پس لڑکے نے ایسی مار دیدی کہ وہ گدھا مر گیا۔ مدعی نے گواہ بھی پیش کئے۔ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ وہ گدھا تو زندہ ہے۔ تو یہ گواہ قبول نہیں ہیں کیونکہ یہ عدم پر گواہی ہے [یعنی موت کے نہ ہونے پر] جبکہ گواہ اثبات کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ عدم کیلئے۔

مسئلہ 341: ادَّعَى عَلى رَجُلٍ أَنَّهُ أَمَرَ صَبِيًّا لِيَضرِبَ حِمَارَهُ وَيخرِجَهُ عَنْ كَرْمِهِ فَضربَهُ الصَّبِيُّ حَتىَّ مَاتَ وَأَقَامَ عَلَيْهِ بَيِّنَةً وَأَقَامَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بَيِّنَةً أَنَّ ذَلِكَ الْحِمَارَ حَيٌّ لا تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ؛ لأَنها قَامَتْ عَلى النَّفْيِ مَقْصُودًا[2].

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے ایک لڑکے کو حکم دیا تھا کہ اس گدھے کو میرے انگور کے باغ سے باہر نکال کر اس کو مارو۔ پس لڑکے نے ایسی مار دیدی کہ وہ گدھا مر گیا۔ مدعی نے گواہ بھی پیش کئے۔ مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ وہ گدھا تو زندہ ہے۔ تو یہ گواہ قبول نہیں ہیں کیونکہ یہ عدم پر گواہی ہے۔

مسئلہ 342: ایک آدمی مر گیا۔ اس کی ایک بیوی رہ گئی۔ ایک اور بیوی سے کچھ اولاد رہ گئی۔ اس کے اولاد نے دعویٰ کیا کہ یہ عورت ہمارے باپ کے مرنے سے چھ مہینے پہلے اس پر حرام ہوئی تھی۔ انہوں نے گواہ پیش کئے۔ عورت نے گواہ پیش کئے کہ میں موت کے وقت اس کیلئے حلال تھی۔ تو اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 342: مات عن زوجة و اولاد من زوجة اخري فادعي الاولاد انها كانت حراما قبل موته بستة اشهر و اقاموا البينة و اقامت المرأةبينة انها كانت حلالا وقت الموت فشهود المرأة اولي[3]۔

ترجمہ: ایک آدمی مر گیا۔ اس کی ایک بیوی رہ گئی۔ ایک اور بیوی سے کچھ اولاد رہ گئی۔ اس کے اولاد نے دعویٰ کیا کہ یہ عورت ہمارے باپ کے مرنے سے چھ مہینے پہلے اس پر حرام ہوئی تھی۔ انہوں نے گواہ پیش کئے۔ عورت نے گواہ پیش کئے

---

[1] الزاہدی۔ القنیۃ المنیۃ۔ ص 314۔

[2] محولہ بالا۔

[3] الزاہدی۔ القنیۃ المنیۃ۔ ص 315۔

کہ میں موت کے وقت اس کیلئے حلال تھی۔ تو اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 343: ایک آدمی کی رائے عامہ میں کنیف تھا۔ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ پہلے نہیں تھا ابھی بنایا گیا ہے جبکہ صاحب کنیف نے کہا کہ یہ قدیم ہے۔ دونوں نے گواہ پیش کئے تو اب جو حدوث کا دعویٰ کر رہا ہے اس کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 343: له كنيف في طريق العامة فزعم غيره انه محدث و زعم صاحبه انه قديم و اقاما البينة فالبينة بينة من يدعي انه محدث[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کی رائے عامہ میں کنیف تھا۔ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ پہلے نہیں تھا ابھی بنایا گیا ہے جبکہ صاحب کنیف نے کہا کہ یہ قدیم ہے۔ دونوں نے گواہ پیش کئے تو اب جو حدوث کا دعویٰ کر رہا ہے اس کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 344: زید نے بکر سے ایک بیل خریدا۔ پھر خالد نے زید پر دعویٰ کیا کہ یہ بیل میرا ہے۔ میری اپنی گائے سے پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد قاضی نے خالد کیلئے حکم کیا اور بیل خالد کے حوالے کیا۔ پھر زید نے ارادہ کیا کہ بکر سے ثمن واپس لے لو۔ تو بکر نے زید اور خالد کی موجودگی میں گواہ پیش کئے کہ یہ بیل میرے گھر میں میری اپنی ہی گائے سے پیدا ہوا ہے۔ تو بکر کے گواہ معتبر ہیں۔ سائلی صاحب نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

دلیل میں یہ کہا ہے کہ قابض [زید] نے اس بیل کی ملکیت بکر سے حاصل کی ہے۔ تو یہ اس طرح ہوا جیسا کہ قابض نے گواہ پیش کئے ہو۔ [اور جب کبھی گھریلو پیدائش کی وجہ سے مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ ہو جائے اس کے بعد اگر قابض نے گھریلو پیدائش پر گواہ پیش کئے تو قابض کے گواہ معتبر ہوتے ہیں] اسی وجہ سے اس مسئلے میں بھی بکر کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 344: ادعي ثورا انه نتج من بقرته المملوكة له فحكم و سلم اليه و اراد ذو اليد الرجوع علي بائعه باالثمن فاقام بائعه بينة علي ان هذا الثور نتج عندي من بقرتي المملوكة بمحضر منه و من المستحق فبينة البائع اولي و به افتي السائلي رحمه الله و قال لان ذا اليد تلقي الملك من جهة البائع فكان ذا اليد اقامها فكان اولي[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے بیل کا دعویٰ کیا کہ یہ میرے گھر میں میری گائے سے پیدا ہوا ہے۔ قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا اور بیل اس کے حوالے کیا۔ قابض نے ارادہ کیا کہ اپنے بائع سے ثمن واپس لے لو تو بائع نے قابض اور مستحق کی موجودگی میں گواہ پیش کئے کہ یہ بیل میرے گھر میں میری گائے سے پیدا ہوا ہے تو اس صورت میں بائع کے گواہ اولیٰ ہے اسی پر سائلی صاحب نے بھی فتویٰ دیا ہے وہ فرماتے ہے کہ قابض بائع کی وجہ سے مالک بنا ہے تو جب قابض گواہ پیش کرتا ہے تو وہ اولیٰ ہوتے ہیں۔

---

[1] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص 315۔

[2] الزاہدی۔ القنیۃ المنیۃ۔ ص 316۔

مسئلہ 345: اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا ہے ایک مہینہ ہوا ہے کہ مجھ سے غائب ہے جبکہ قابض نے کہا کہ یہ ایک سال سے میرا ہے۔ تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا قاضی مدعاعلیہ کے گواہوں کو نہیں دیکھے گا۔

دلیل یہ ہے کہ مدعی نے جو تاریخ ذکر کی ہے وہ اس غلام کے غائب ہونے کی ہے کہ اس تاریخ کو میرے قبضے سے نکلا ہے ملکیت کی تاریخ نہیں ہے [کہ میں اس تاریخ سے اس غلام کا مالک بن گیا تھا] تو مدعی غیر قابض کا یہ دعویٰ ملک مطلق کا دعویٰ ہے جس میں تاریخ کا کوئی ذکر نہیں ہے جبکہ قابض نے اپنی ملکیت کی تاریخ ذکر کی ہے۔ لیکن تاریخ ایسی حالت میں ذکر کرنا کہ دوسرے نے تاریخ ذکر نہ کی ہو امام صاحب کے ہاں معتبر نہیں ہے۔ تو گویا کہ قابض نے بھی مدعی کی طرح ملک مطلق کا دعویٰ کیا ہے تو گویا کہ دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی ہے لیکن ملک مطلق کا دعویٰ کیا ہے۔ اور ایسی صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہوتے ہیں۔ اِدھر بھی مدعی غیر قابض کے گواہوں کو لیا گیا۔

مسئلہ 345: ادَّعَى أَنَّ هذَا الْعَبْدَ لِي غَابَ عَنِي مُنْذُ شَهْرٍ وَقَالَ ذُو الْيَدِ لِي مُنْذُ سَنَةٍ يُقْضى لِلْمُدَّعِي وَلا يُلْتَفَتُ إلى بَيِّنَةِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لأَنَّ مَا ذَكَرَ الْمُدَّعِي تَارِيخُ غَيْبَةِ الْعَبْدِ عَنْ يَدِهِ لا تَارِيخُ مِلْكِهِ فَكَانَ دَعْوَاهُ فِي الْمِلْكِ مُطْلَقًا خَالِيًا عَنْ التَّارِيخِ وَصَاحِبُ الْيَدِ ذَكَرَ التَّارِيخَ لَكِنَّ التَّارِيخَ حَالَةَ الانْفِرَادِ لا يُعْتَبَرُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَكَانَ دَعْوَى صَاحِبِ الْيَدِ دَعْوَى مُطْلَقِ الْمِلْكِ كَدَعْوَى الْخَارِجِ فَيُقْضى بِبَيِّنَةِ الْخَارِجِ[1]۔

ترجمہ: اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا ہے ایک مہینہ ہوا ہے کہ مجھ سے غائب ہے جبکہ قابض نے کہا کہ یہ ایک سال سے میرا ہے۔ تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا قاضی مدعاعلیہ کے گواہوں کو نہیں دیکھے گا کیونکہ مدعی نے جو تاریخ ذکر کی ہے وہ اس غلام کے غائب ہونے کی ہے کہ اس تاریخ کو میرے قبضے سے نکلا ہے ملکیت کی تاریخ نہیں ہے تو مدعی غیر قابض کا یہ دعویٰ ملک مطلق کا دعویٰ ہے جس میں تاریخ کا کوئی ذکر نہیں ہے جبکہ قابض نے اپنی ملکیت کی تاریخ ذکر کی ہے۔ لیکن تاریخ ایسی حالت میں ذکر کرنا کہ دوسرے نے تاریخ ذکر نہ کی ہو ابوحنیفہؒ صاحب کے ہاں معتبر نہیں ہے۔ تو گویا کہ قابض نے بھی مدعی کی طرح ملک مطلق کا دعویٰ کیا ہے۔ تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہوں کو لیا جائیگا۔

مسئلہ 346: ایک آدمی نے ایک گدھے کا دعویٰ کیا کہ یہ میری ملکیت ہے اور آٹھ مہینوں سے مجھ سے غائب ہے جبکہ قابض نے کہا کہ سترہ مہینے ہوئے ہیں کہ یہ گدھا میں نے خریدا ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 346: ادعي حمارا انه ملكي غاب عني منذ ثمانية اشهر و قال ذو اليد اشتريته منذ سبعة اشهر و اقاما البينة فبينة المدعي اولي[2]۔

---

[1] ملا خسرو، درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ ج2 ص345۔

[2] الزاہدی۔ القنیۃ المنیۃ۔ ص316۔

ترجمہ: ایک آدمی نے ایک گدھے کا دعویٰ کیا کہ یہ میری ملکیت ہے اور آٹھ مہینوں سے مجھ سے غائب ہے جبکہ قابض نے کہا کہ سترہ مہینے ہوئے ہیں کہ یہ گدھا میں نے خریدا ہے۔ دونوں نے گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 347: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز جو زید کے قبضے میں ہے میں نے زید سے خریدی ہے اور ثمن بھی اس کے حوالے کیا ہے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز تو میرے پاس فلاں آدمی کی امانت ہے تو اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ دفع نہیں ہوتا کیونکہ وہ زید پر ایک فعل کا دعویٰ کر رہا ہے اور وہ ہے حوالے کرنا۔

یہ حکم اس وقت ہے جب مدعی نے دعویٰ کیا ہو کہ میں نے یہ چیز خریدی ہے لیکن ابھی تک قبض نہیں کی ہے۔ اور اگر یہ دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے خرید کر اس پر قبضہ بھی کیا ہے۔ گواہوں نے بھی اس طرح کی گواہی دی۔ باقی مسئلہ اسی طرح تھا تو کیا زید نے اس کے جواب میں جو بات کہی ہے اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

تو ابو الہیثم صاحب نے تین قاضیوں ابو خازم، ابو سعید بردغی اور ابو طاہر دباس سے یہ بات نقل کی ہے کہ زید مدعی کی خصومت سے نکل جائیگا کیونکہ کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ مع القبض یہ گویا ملک مطلق کا دعویٰ ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اس میں گواہوں کے صحیح ہونے کیلئے ان کا نام لینا یا ان کو خاص کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ میں نے آپ سے اتنی قیمت میں ایک غلام خریدا تھا اور آپ نے حوالے بھی کیا تھا۔ اور گواہ پیش کئے۔ تو یہ گواہ قبول ہیں اگرچہ غلام مجہول ہو۔

ہمارے دوسرے علماء کرام نے فرمایا ہیں کہ زید کے اس جواب [کہ یہ میرے پاس فلاں کی امانت ہے] کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا ہے [یعنی زید اس کی خصومت سے نہیں نکلے گا] قاضی خان فی دعوی الدور میں ہے کہ رد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جس فعل کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے وہ خریدنا ہے اور وہ معتبر ہے۔ پس یہ ملک مطلق کا دعویٰ نہیں ہوا بلکہ اس میں سبب [خریدنا] مذکور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدعی کیلئے ان اضافی چیزوں کا حکم نہیں کیا جاتا جو اس مدعا فیہ چیز سے جدا ہو۔ اور بعض بائعین بعض سے ثمن واپس نہیں لے سکتے۔

اگر خریدنے کا دعویٰ ملک مطلق کے دعوے کی طرح ہوتا تو پھر یہ اوپر والی دونوں باتیں موجود ہوتیں [مطلب یہ ہے کہ کسی نے ایک گائے کا دعویٰ کیا مثلاً۔ کہ یہ میری ہے۔ ملکیت کا سبب ذکر نہیں کیا۔ گواہ پیش کئے۔ تو اب اگر وہ اس گائے کا مالک بن جائے تو گائے کے ساتھ اگر بچہ ہو وہ بھی اس کا ہو جائیگا۔

اگر یہ گائے ایک نے دوسرے کو دوسرے نے تیسرے کو فروخت کی ہو تو گائے تو مدعی کی ہو جائیگی باقی جس نے جس سے خریدی ہے سارے اپنے اپنے بائع سے رقم واپس وصول کرینگے۔ یہ دونوں باتیں اس وقت ہے جب مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا ہو اور اگر اس نے خریدنے کا دعویٰ کیا ہو تو پھر یہ دونوں باتیں نہیں ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خریدنے کا دعویٰ ملک مطلق کے دعوے کی طرح نہیں ہے۔

اگر مدعی ملک مطلق کا دعویٰ کریں جبکہ مدعا علیہ امانت کا تو پھر مدعا علیہ خصومت سے بچ سکتا ہے۔ لیکن اگر مدعی نے بیع کا دعویٰ کیا جبکہ مدعا علیہ نے امانت کا دعویٰ کیا تو پھر مدعا علیہ خصومت سے نہیں بچ سکتا۔

اسی طرح کا حکم ہے اگر مدعی نے گواہ پیش کئے کہ زید کے قبضے میں جو چیز ہے یہ زید نے میرے پاس بطور رہن رکھی ہے یا اُجرت پر دی ہے یا مجھے ہبہ کی ہے یا صدقے میں دی ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ تو فلاں آدمی نے میرے پاس بطور امانت رکھی ہے۔ تو زید اس بات کی وجہ سے خصومت سے نہیں بچ سکتا ہے [یعنی مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا]۔ یہ حکم صحیح ہے۔ یہ قول دو مذاہب میں سے ظاہر قول ہے [یعنی اس میں دو قول ہیں لیکن یہ قول ظاہر ہے]۔

مسئلہ 347: ادعى أنه شراه من ذي اليد ونقده ثمنه فبرهن ذو اليد أنه وديعة فلان لا تندفع لأنه ادعى على ذي اليد فعلاً وهو وجوب تسليم المبيع. هذا لو ادعى الشراء بلا قبض فلو ادعى الشراء مع قبض وشهدا كذلك والمسألة بحالها هل تندفع؟ ذكر أبو الهيثم[1] عن القضاة الثلاثة أبي حازم[2] وأبي سعيد البردعي[3] وأبي طاهر الدباس[4] أن الخصومة تندفع لأن دعوى الشراء مع قبضه دعوى مطلق الملك ألا يرى أن إعلامه لم يكن شرطاً لصحة البينة حتى لو قال لغيره بعت منك قناً بكذا وسلمته تقبل بينته ولو كان القن مجهولاً وقال غيرهم من مشايخنا لا تندفع إذ الفعل المذكور وهو الشراء بقي معتبراً فلم تصير دعوى مطلق الملك ولذا لا يحكم للمدعي بالزوائد المنفصلة ولا يرجع الباعة بعضهم على بعض ولو جعل بمنزلة دعوى مطلق الملك كان الأمر بخلافه وكذا لو برهن المدعي أن ذااليد رهنه منه أو آجره أو وهبه له أو تصدق به عليه وأنه قبضه وبرهن ذو اليد أن فلاناً أودعه لا تندفع عنه الخصومة وهو الصحيح والظاهر من المذهبين.[5]

ترجمہ: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے قابض سے خریدی ہے اور ثمن بھی اس کے حوالے کیا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز تو میرے پاس فلاں آدمی کی امانت ہے تو اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ دفع نہیں ہوتا کیونکہ مدعی نے قابض پر ایک فعل کا دعویٰ کیا اور وہ ہے مبیع حوالے کرنا۔

یہ حکم اس وقت ہے جب مدعی نے دعویٰ کیا ہو کہ میں نے یہ چیز خریدی ہے لیکن ابھی تک قبض نہیں کی ہے۔ اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے خرید کر اس پر قبضہ بھی کیا ہے۔ گواہوں نے بھی اس طرح کی گواہی دی باقی مسئلہ اسی طرح ہو تو کیا مدعی کا دعویٰ رد ہو جاتا ہے؟

---

[1] یہ ابو الہیثم، عتبۃ بن خیثمۃ بن محمد بن حاتم القاضی النیسابوری ہے۔ قاضی الحرمین ابو الحسن سے فقہ پڑھی۔ فقہ میں بہت ماہر ہو گئے۔ آپ کے زمانے میں خراسان میں آپ ہی اکیلے حنفی قاضی تھے۔ آپ 406ھ کو جمادی الاآخرہ میں فوت ہوئے۔ الذھبی، تاریخ الاسلام۔ ج ۲۸ ص ۱۴۸۔

[2] یہ عبد الحمید بن عبد العزیز، ابو خازم السکونی ہے۔ بصرۃ سے ان کا تعلق تھا۔ شام، کوفہ اور کرخ میں قاضی رہے۔ جید عالم تھے۔ بہت متقی تھے۔ عاقل ہونے میں ان کی مثال دی جاتی تھی۔ آپ 292ھ کو وفات ہوئے۔ عبد القادر بن محمد، الجواہر المضیۃ۔ ج ا ص ۲۹۶۔

[3] یہ ابو سعید، احمد بن الحسین البردعی ہے۔ بردغ کی نسبت ہے اور یہ ازربائجان کے قریب ایک گاؤں ہے۔ بہت اچھے مناظر تھے۔ حجاج کے ساتھ حج کو چلے گئے اور وہاں پر قرامطۃ کے واقعہ میں 317ھ کو مارے گئے۔ الزرکلی، الاعلام۔ ج ا ص ۱۱۴۔

[4] یہ ابو طاہر، محمد بن محمد بن سفیان الدباس ہے۔ عراق میں اہل الرائے لوگوں میں سے تھے۔ قاضی ابو خازم سے فقہ پڑھی۔ آخری عمر میں تدریس چھوڑ کر مکہ چلے گئے اور مکہ کے مجاور ہو گئے۔ وہاں پر وفات ہو گئے۔ عبد القادر بن محمد، الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۱۱۶۔

[5] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج 1 ص 132۔

توابوالہیثمؒ صاحب نے تین قاضیوں ابوخازمؒ، ابوسعید بردعیؒ اور ابوطاہر دباسؒ سے یہ بات نقل کی ہے کہ قابض مدعی کی خصومت سے نکل جائیگا کیونکہ کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ مع القبض یہ گویا ملک مطلق کا دعویٰ ہے۔ کیاآپ نہیں دیکھتے کہ اس میں گواہوں کے صحیح ہونے کیلئے ان کا نام لینایا ان کو خاص کرنا ضروری نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے دوسرے کو کہاکہ میں نے آپ سے اتنی قیمت میں ایک غلام خریدا تھااور آپ نے حوالے بھی کیا تھا۔اور گواہ پیش کئے۔تو یہ گواہ قبول ہیں اگرچہ غلام مجہول ہو۔

ہمارے دوسرے علماء کرام نے فرمایا ہیں کہ مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا ہے کیونکہ جس فعل کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے وہ خریدنا ہےاور وہ معتبر ہے۔پس یہ ملک مطلق کا دعویٰ نہیں ہوا۔یہی وجہ ہے کہ مدعی کیلئے ان اضافی چیزوں کا حکم نہیں کیا جاتا جو اس مدعافیہ چیز سے جدا ہو اور بعض بائعین بعض سے ثمن واپس نہیں لے سکتے۔

اگر خریدنے کا دعویٰ ملک مطلق کے دعوے کی طرح ہوتا تو پھر معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔

اسی طرح اگر مدعی نے گواہ پیش کئے کہ قابض نے یہ چیز میرے پاس بطور رہن رکھی ہے یا اس نے مجھے ہبہ کی ہے یا اس نے مجھے صدقے میں دی ہےاور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ میرے پاس فلاں کی امانت ہے تو اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوگا۔یہ قول دو مذاہب میں سے ظاہر قول ہے۔

مسئلہ 348: تصرف کرنے والے نے اقرار کیاکہ یہ زمین زید کی ہے جو کہ غائب ہے۔اس کے بعد ایک اور آدمی نے آکر اس زمین کو کاشت کیااور کہاکہ یہ زمین میری ہے۔اس کے بعد زید حاضر ہوااور اس زمین کا دعویٰ کیا۔اب کاشت کرنے والا ہی قابض شمار ہوگالیکن اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو زید کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 348:اقر المتصرف ان هذه الارض لفلان الغائب فجاء رجل فزرعها و قال الارض ارضي ثم جاء المقر له يدعيها فالزارع ذو اليدولو اقاما البينة فالمقر له اولي1۔

ترجمہ: تصرف کرنے والے نے اقرار کیاکہ یہ زمین فلاں غائب آدمی کی ہے۔اس کے بعد ایک اور آدمی نے آکر اس زمین کو کاشت کیااور کہاکہ یہ زمین میری ہے۔اس کے بعد فلاں حاضر ہوااور اس نے زمین کا دعویٰ کیا۔اب کاشت کرنے والا ہی قابض شمار ہوگالیکن اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو فلاں کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 349: زید کے پڑوسی نے زید کے گھر پر دعویٰ کیاکہ یہ گھر میرے باپ نے بنایا ہے ساٹھ سال ہوئے ہیں۔زید نے بھی اسی طرح کا دعویٰ کیاکہ یہ میرے باپ نے بنایا ہے ساٹھ سال ہوئے ہیں۔دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے۔تو ان دونوں کا یہ دعویٰ اس وقت تک کافی نہیں ہے جب تک وہ یہ نہ کہے کہ میرا باپ فوت ہوا ہے اور یہ گھر اس نے میرے لئے میراث میں چھوڑا ہے۔اگر دونوں نے اسی طرح کے الفاظ کہہ دیے اور گواہ پیش کئے تو قابض [زید] کے گواہ معتبر ہیں۔

---

[1] الزاہدی۔القنیۃالمنیۃ۔ص 320۔

مسئلہ 349:ادعي جاره دارا ان اباه بناها منذ ستين سنة و ادعاها ذو اليد كذالك و اقاماالبينة فهذا القدر لا يكفي في الدعوي حتي يقول مات ابي و تركها ميراثا لي ولو قالا ذالك فاقاما البينة فبينة ذي اليد اولي[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے پڑوسی نے اس کے گھر پر دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرے باپ نے بنایا ہے ساٹھ سال ہوئے ہیں۔ قابض نے بھی اسی طرح کا دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ نے بنایا ہے ساٹھ سال ہوئے ہیں۔ دونوں نے گواہ پیش کئے۔ توان دونوں کا یہ دعویٰ اس وقت تک کافی نہیں ہے جب تک وہ یہ نہ کہے کہ میرا باپ فوت ہوا ہے اور یہ گھر اس نے میرے لئے میراث میں چھوڑا ہے۔ اگر دونوں نے اسی طرح کے الفاظ کہہ دیے اور گواہ پیش کئے تو قابض کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 350: ایک آدمی نے دوسرے پر ایک کھیتی کا دعویٰ کیا کہ یہ کھیتی جو اس کے قبضے میں ہے مجھے اپنی دادی سے وراثت میں ملی ہے اور گواہ بھی پیش کئے جبکہ قابض نے کہا کہ اس مدعی کے دادی کا ایک غائب بیٹا ہے جس کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ زندہ ہے یا نہیں اور اتنی مدت بھی نہیں گزری ہے کہ اس پر موت کا حکم لگایا جائے۔ اس بات پر قابض نے گواہ بھی پیش کئے۔ تو قاضی اس کا یہ دعویٰ نہیں سنے گا کیونکہ وہ کسی غیر کی ملکیت ثابت کرنے میں اجنبی [اور فضولی] ہے [یعنی اس کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ کہے کہ یہ غائب بیٹے کی ہے]۔

مسئلہ 350:ادعي عليه ضيعة ارثا من جدته و اقام بينة فقال ذو اليد كان لجدته ابن غائب و لم تعلم حياته ولا موته ولم تمض مدة يحكم لاجلها بموته و اقام بينة لا تسمع وهو فضولي في اثبات ملك الغير[2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر ایک کھیتی کا دعویٰ کیا کہ یہ کھیتی مجھے اپنی دادی سے وراثت میں ملی ہے اور گواہ بھی پیش کئے جبکہ قابض نے کہا کہ اس مدعی کے دادی کا ایک غائب بیٹا ہے جس کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ زندہ ہے یا نہیں اور اتنی مدت بھی نہیں گزری ہے کہ اس پر موت کا حکم لگایا جائے۔ قابض نے گواہ بھی پیش کئے۔ تو قاضی اس کا یہ دعویٰ نہیں سنے گا کیونکہ وہ کسی غیر کی ملکیت ثابت کرنے میں اجنبی [اور فضولی] ہے۔

مسئلہ 351: اگر ورثاء کا اپنے اقارب کے موت کے تاریخ میں اختلاف ہوا [کہ کون پہلے فوت ہوا ہے اور کون بعد میں] ہر ایک نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں اس کے گواہ معتبر ہونگے جو کہ میراث میں زیادتی کا دعویٰ کریں۔

مسئلہ 351:اختلف الورثة في تاريخ موت الاقارب و اقامو البينة فبينة من يدعي زيادة الارث اولي[3]۔

ترجمہ: ورثاء کا اپنے اقارب کے موت کے تاریخ میں اختلاف ہوا۔ ہر ایک نے گواہ بھی پیش کئے۔ تو اس صورت میں اس کے گواہ معتبر ہونگے جو کہ میراث میں زیادتی کا دعویٰ کریں۔

---

[1] الزاہدی۔ القنیۃ المنیۃ۔ 329۔

[2] الزاہدی۔ القنیۃ المنیۃ۔ 332۔

[3] الزاہدی۔ القنیۃ المنیۃ۔ ص 336۔

مسئلہ 352: اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں فلاں میت کا چچازاد ہو۔ میں اس کا وارث ہو میرے علاوہ اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ کسی اور نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا بھائی اور وارث ہو میرے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ تیسرے نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا بیٹا ہو میرے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ تینوں نے اپنے اپنے دعوے پر فیصلے کے وقت اکھٹے ہی گواہ پیش کئے۔ تو ان تینوں کیلئے نسب ثابت ہو جائیگا اگرچہ میراث صرف اس کے بیٹے کو ملے گا کسی اور کو نہیں۔

مسئلہ 352: ادعي انه ابن عم الميت و وارثه لا وارث له غيره و ادعي آخر انه اخوه لا وارث له غيره و ادعي ثالث انه ابنه لا وارث له غيره و اقامو ا البينة عند الحكم جميعا يقضي بنسب الكل و ان كان الميراث للابن لا غير[1]۔

ترجمہ: اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں فلاں میت کا چچازاد ہو۔ میں اس کا وارث ہو میرے علاوہ اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ کسی اور نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا بھائی اور وارث ہو میرے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ تیسرے نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا بیٹا ہو میرے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ تینوں نے اپنے اپنے دعوے پر فیصلے کے وقت اکھٹے ہی گواہ پیش کئے۔ تو ان تینوں کیلئے نسب ثابت ہو جائیگا اگرچہ میراث صرف اور صرف اس کے بیٹے کو ملے گا کسی اور کو نہیں۔

مسئلہ 353: زید نے بکر سے ایک لونڈی خریدی۔ زید کے پاس اس کا بچہ پیدا ہوا۔ [زید اور بکر کا بچے کے بارے میں اختلاف ہوا] بکر نے کہا کہ یہ بچہ میرا ہے۔ اس لونڈی کے فروخت کرنے کے بعد آپ کے پاس اس کے چھ مہینے پورے نہیں ہوئے ہیں کہ اس کا بچہ پیدا ہوا جبکہ زید نے کہا کہ آپ کا یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ بیع کے بعد چھ مہینے سے زیادہ عرصہ گزرا ہے اس کے بعد لونڈی کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں زید کی بات معتبر ہے۔

اگر زید نے کہا کہ یہ لونڈی جب آپ کے پاس تھی اس کو حمل نہیں تھا جبکہ بکر نے کہا کہ اس کو حمل تھا۔ تو اس صورت میں بکر کی بات معتبر ہے۔

اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو اس کی بات معتبر ہے۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک زید کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ وہ بیع کے صحت کو ثابت کر رہے ہیں [کیونکہ جس لونڈی سے مالک کا بچہ پیدا ہو جائے مالک اس کو نہیں بیچ سکتا] جبکہ امام محمدؒ صاحب کے نزدیک بکر کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ وہ اس بچے کی آزادی کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 353: امة ولدت عند المشتري فقال البائع هو ولدي ولدته لاقل من ستة اشهر من وقت البيع و قال المشتري دعواك باطلة لانها ولدت لاكثر من ستة اشهر فالقول للمشتري، اما اذا قال المشتري لم يكن العلوق عندك و البائع يقول كان عندي فالقول له فان اقام احدهما بينة يقضي له و ان اقاما البينة فعند ابي يوسف رحمه الله بينة المشتري اولي لاثباتها صحة البيع و عند محمد رحمه الله بينة البائع اولي لاثبات الحرية[2]۔

---

[1] الزاہدی۔ القنیۃ المنیۃ۔ ص 338۔

[2] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص 338۔

ترجمہ: ایک لونڈی کا مشتری کے پاس بچہ پیدا ہوا۔ بائع نے کہا کہ یہ بچہ میرا ہے۔ بیع کے بعد اس کے چھ مہینے پورے نہیں ہوئے ہیں کہ اس کا بچہ پیدا ہوا جبکہ مشتری نے کہا کہ آپ کا یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ بیع کے بعد چھ مہینے سے زیادہ عرصہ گزرا ہے اس کے بعد لونڈی کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں مشتری کی بات معتبر ہے۔ اگر مشتری نے کہا کہ یہ لونڈی جب آپ کے پاس تھی اس کو حمل نہیں تھا جبکہ بائع نے کہا کہ اس کو حمل تھا۔ تو اس صورت میں بائع کی بات معتبر ہے۔

اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کئے تو اس کی بات معتبر ہے۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو امام ابو یوسفؒ صاحب کے نزدیک مشتری کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ وہ بیع کے صحت کو ثابت کر رہے ہیں جبکہ امام محمدؒ صاحب کے نزدیک بائع کے گواہ معتبر ہیں کیونکہ وہ اس بچے کی آزادی کو ثابت کر رہے ہیں۔

مسئلہ 354: [کسی نے قابض پر ایک زمین کا دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ہے اور گواہ پیش کئے] جبکہ قابض نے رہن یا اجارے وغیرہ پر گواہ پیش کئے [کہ فلاں نے میرے پاس رہن رکھی ہے یا اجارے پر دی ہے]۔ پھر مدعی نے گواہ پیش کئے کہ آپ نے قاضی کے مجلس میں تو نہیں لیکن کسی اور جگہ کہا تھا کہ یہ زمین میری ملکیت ہے۔ تو اس صورت میں مدعا علیہ رہن یا اجارے کا دعویٰ کر کے خصومت سے نہیں بچ سکتا کیونکہ اس نے پہلے ایک ایسی بات کہی ہے کہ وہ رہن یا اجارے کے دعوے کا صحیح ہونے کو منع کرتی ہے [یعنی ملکیت کا اقرار کیا ہے]۔

مسئلہ 354: برهن ذو اليد على نحو الرهن فبرهن المدعي أنه قال في غير مجلس القاضي أنه ملكي يصير خصماً لأنه سبق منه ما يمنع صحة دعوى الرهن[1]۔

ترجمہ: قابض نے رہن پر گواہ پیش کئے۔ مدعی نے گواہ پیش کئے کہ آپ نے قاضی کے مجلس میں تو نہیں لیکن کسی اور جگہ کہا تھا کہ یہ زمین میری ملکیت ہے۔ تو اس صورت میں مدعا علیہ مدعی کیلئے خصم بن جائیگا کیونکہ اس نے پہلے ایک ایسی بات کہی ہے کہ وہ رہن کے دعوے کا صحیح ہونے کو منع کرتی ہے۔

مسئلہ 355: ایک آدمی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا [کہ یہ چیز میری ہے] قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز آپ نے مجھ سے خریدی تھی پھر ہم نے اقالہ کیا تھا [یعنی بیع کو فسخ کیا تھا] تو اس بات کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہو سکتا کیونکہ دونوں نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا ہے۔ لہٰذا مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہوئے [کیونکہ ایسی صورت میں مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہوتے ہیں]۔ بعض نے فرمایا ہیں کہ مناسب بات یہی ہے کہ قابض کے گواہ معتبر ہو۔ اس مسئلے کا پورا بیان ذخیرہ میں موجود ہے۔

مسئلہ 355: ادعى ملكاً مطلقاً وبرهن فرهن ذو اليد إنك شريته مني ثم أقلناه لا يندفع إذ كل منهما ادعى ملكاً مطلقاً فبينة الخارج أولى، وقيل: ينبغي أن تقبل بينة ذي اليد[2].

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1ص134۔

[2] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ ج1ص138۔

ترجمہ: ایک آدمی نے ملک مطلق کا دعویٰ کرکے گواہ پیش کیئے قابض نے گواہ پیش کیئے کہ یہ چیز آپ نے مجھ سے خریدی تھی پھر ہم نے اقالہ کیا تھا تو اس بات کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہو سکتا کیونکہ دونوں نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا ہے۔لہٰذا مدعی غیر قابض کے گواہ معتبر ہوئے بعض نے فرمایا ہیں کہ مناسب بات یہی ہے کہ قابض کے گواہ معتبر ہو۔

مسئلہ 356: مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کیئے کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کیئے کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے۔دونوں نے بیع کی تاریخ ذکر کی لیکن مدعی غیر قابض کی تاریخ مقدم تھی۔ قابض نے گواہ پیش کیئے کہ جو تاریخ غیر قابض نے بتلائی ہے اس وقت یہ چیز بکر کے پاس رہن تھی اور میں نے اس وقت خریدی۔اس وقت اس کی بیع جائز تھی کیونکہ اس وقت زید نے اس چیز کو رہن سے آزاد کی تھی۔تو حکم یہ ہے کہ یہ صحیح دفعیۃ نہیں ہے [اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا] کیونکہ قابض کا اس رہن میں کوئی حق نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ بکر نے رہن کا دعویٰ ہی نہیں کیا ہے تو کس طرح رہن کا دعویٰ صحیح ہو جائیگا۔

مسئلہ 356: برهنا على الشراء من واحد وتاريخ الخارج أقدم فبرهن ذو اليد أن المبيع كان رهناً في تاريخك عند فلان ولم يرض بشرائك فجاز شرائي لكونه بعد فك الرهن لا يصح هذا الدفع إذ لا حق لذي اليد في ذلك الرهن إذ المرتهن لم يدع الرهن فكيف تصح دعوى الرهن[1]۔

ترجمہ: دو بندوں نے ایک ہی آدمی سے شراء پر گواہ پیش کیئے۔غیر قابض کی تاریخ قابض کی تاریخ سے مقدم تھی پس قابض نے گواہ پیش کیئے کہ جو تاریخ غیر قابض نے بتلائی ہے اس وقت یہ چیز فلاں کے پاس رہن تھی اور وہ آپ کے شراء پر راضی نہیں تھا جبکہ میری بیع جائز تھی کیونکہ اس وقت یہ چیز رہن سے آزاد تھی۔تو حکم یہ ہے کہ یہ صحیح دفعیہ نہیں ہے کیونکہ قابض کا اس رہن میں کوئی حق نہیں ہے اس لئے کہ مرتہن نے رہن کا دعویٰ ہی نہیں کیا ہے تو کس طرح رہن کا دعویٰ صحیح ہو جائیگا۔

مسئلہ 357: اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے آپ کے باپ سے خریدی ہے اور گواہ پیش کیئے جبکہ قابض نے گواہ پیش کیئے کہ مرتے دم تک یہ چیز میرے باپ کی تھی۔تو اس صورت میں خریدنے والے کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 357: لو ادعى أني شريته من أبيك وبرهن ذو اليد أنه ملك أبيه إلى موته فبينة الشراء أولى[2]۔

ترجمہ: اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے آپ کے باپ سے خریدی ہے اور گواہ پیش کیئے جبکہ قابض نے گواہ پیش کیئے کہ مرتے دم تک یہ چیز میرے باپ کی تھی۔تو اس صورت میں شراء کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 358: کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر مجھے اپنے باپ سے میراث میں ملا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کیئے کہ یہ گھر کسی اور آدمی کا تھا [جس کا نام زید تھا] اس نے مجھے فروخت کیا ہے۔تو قاضی اس کی یہ دفعیہ نہیں سنے گا [اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا کیونکہ یہ گھر اگر بائع [زید] کے قبضے میں ہوتا اور مدعی اس پر میراث کا دعویٰ کرتا] اور قابض

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج1ص138۔

[2] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج1ص143۔

گواہ پیش کرتا کہ یہ میری ملکیت ہے تب بھی مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا تو اِدھر بھی اس طرح کا حکم ہے جیسا کہ اس نے بائع [زید] سے ملکیت حاصل کی ہے۔

مسئلہ 358: ادعاه ميراثاً عن أبيه فقال ذو اليد كان ملكاً لفلان الآخر وباعه مني لا يسمع لأن الدار لو كان بيد بائعه وبرهن أنه ملكي لا تندفع دعوى المدعي فكذا من يتلقى الملك منه1۔

ترجمہ: کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر مجھے اپنے باپ سے میراث میں ملا ہے۔ قابض نے کہا کہ یہ گھر کسی اور آدمی کا تھا اس نے مجھے فروخت کیا ہے۔تو قاضی اس کی یہ دفعیہ نہیں سنے گا کیونکہ یہ گھر اگر بائع کے قبضے میں ہوتا اور قابض گواہ پیش کرتا کہ یہ میری ملکیت ہے تب بھی مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا تو اِدھر بھی اس طرح کا حکم ہے جیسا کہ اس نے بائع سے ملکیت حاصل کی ہے۔

مسئلہ 359: اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے زید کو فلاں دن اور فلاں جگہ میں ہزار درہم قرض دیے تھے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ میں اس دن کو کسی اور جگہ پر تھا تو زید کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں۔اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا۔

مسئلہ 359:لو ادعى أنه أقرضه ألف درهم في يوم كذا في مكان كذا فبرهن خصمه أنه كان ذلك اليوم في مكان آخر غير ذلك المكان فإنه لا يقبل2.

ترجمہ: اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے فلاں کو فلاں دن اور فلاں جگہ میں ہزار درہم قرض دیے تھے جبکہ خصم نے گواہ پیش کئے کہ میں اس دن کو کسی اور جگہ پر تھا۔تو خصم کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں۔

---

[1] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج1ص150۔

[2] ابن قاضی سماونۃ، جامع الفصولین۔ج1ص152۔

باب ششم

گواہی، مأذون، مجور، چوری اور وکالت کے مسائل

گواہی کے مسائل

مسئلہ 360 : دو بندوں نے زید کے خلاف کسی بات یا فعل کی گواہی دی [لیکن ایسے فعل یا بات کی] جس کی وجہ سے زید پر اجارہ ،کتابت ، بیع ، قصاص ، مال ، طلاق ، غلام یا لونڈی کا آزاد ہونا لازم ہو رہا تھا۔ دونوں نے اس کام یا بات کی جگہ اور تاریخ بھی بتادی۔ اس کے بعد زید نے گواہ پیش کئے کہ میں اس تاریخ کو اس جگہ پر نہیں تھا۔ تو حکم یہ ہے کہ زید کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں۔ اسی طرح ہر ان گواہوں کا حکم یہ ہے جو اس بات پر گواہی دیں کہ فلاں نے یہ بات نہیں کی ہے یا اس نے یہ کام نہیں کیا ہے یا اس نے یہ اقرار نہیں کیا ہے۔ تو اس قسم کی گواہی منظور نہیں ہے۔

مسئلہ 360:شَاهِدَانِ شَهِدَا عَلى رَجُلٍ بِقَوْلٍ، أَوْ بِفِعْلٍ يَلْزَمُهُ بِذَلِكَ إِجَارَةٌ، أَوْ كِتَابَةٌ، أَوْ بَيْعٌ، أَوْ قِصَاصٌ، أَوْ مَالٌ، أَوْ طَلَاقٌ، أَوْ عَتَاقٌ فِي مَوْضِعٍ وَصَفَاهُ، أَوْ فِي يَوْمٍ سمّيَاهُ فَأَقَامَ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ بَيِّنَةً أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ الْمَوْضِعِ، ولا فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الْبَيِّنَةُ عَلى ذَلِكَ،وَكَذَلِكَ كل بَيِّنَةٍ قَامَتْ عَلى أَنَّ فُلانًا لَمْ يَقُلْ لَمْ يَفْعَلْ لَمْ يُقِرَّ،و هذا كله في التهاتر[1].

ترجمہ: دوبندوں نے ایک آدمی کے خلاف کسی بات یا فعل کی گواہی دی جس کی وجہ سے اس آدمی پر اجارہ، کتابت، بیع، قصاص ،مال ،طلاق ،غلام یا لونڈی کا آزاد ہونا لازم ہو رہا تھا۔ دونوں نے اس کام یا بات کی جگہ اور تاریخ بھی بتادی۔ مشہود علیہ نے گواہ پیش کئے کہ میں اس تاریخ کو اس جگہ پر نہیں تھا۔ تو حکم یہ ہے کہ مشہود علیہ کے یہ گواہ قبول نہیں ہیں۔ اسی طرح ہر ان گواہوں کا حکم یہ ہے جو اس بات پر گواہی دیں کہ فلاں نے یہ بات نہیں کی ہے یا اس نے یہ کام نہیں کیا ہے یا اس نے یہ اقرار نہیں کیا ہے۔ تو اس قسم کی گواہی منظور نہیں ہے۔

مسئلہ 361 : دو گواہ کسی عورت کے شوہر کے بارے میں گواہی دے رہے تھے کہ اس کو قتل کیا گیا ہے یا وہ مر گیا ہے جبکہ دو اور گواہ گواہی دے رہے تھے کہ وہ زندہ ہے تو قتل اور موت کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 361 :إذا شهد رجلان أن زوج فلانة قتل أو مات وشهد آخران أنه حي كانت شهادة الموت والقتل أولى[2] -

ترجمہ : اگر دو بندوں نے گواہی دی کہ فلاں عورت کے شوہر کو قتل کیا گیا ہے یا مر گیا ہے جبکہ دو اور نے گواہی دی کہ وہ زندہ ہے تو قتل اور موت کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 362 : اگر کسی ثقہ آدمی نے ایک عورت کو خبر دی کہ آپ کا غائب شوہر فوت ہو چکا ہے جبکہ دو اور بندوں نے اس کو خبر دی کہ وہ زندہ ہے۔ تو اب جس نے موت کی خبر دی ہے اگر اس نے یہ کہا ہو کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ مر گیا ہے یا یہ کہا ہو کہ میں اس کے جنازے میں حاضر ہوا تھا تو اس عورت کیلئے کسی اور سے نکاح کرنا جائز ہے اگرچہ

---

[1] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص 333-334۔

[2] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج 3 ص 140۔

جس نے زندہ ہونے کی خبر دی ہے اس نے ایسی تاریخ بتلائی ہو کہ وہ ثقہ آدمی کے تاریخ سے مؤخر ہو۔ شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل نے فرمایا ہے کہ ان دو بندوں کی گواہی معتبر ہیں۔

مسئلہ 362: وإذا أخبر المرأة عدل بموت زوجها الغائب وأخبرها اثنان بحياته إن كان الذي أخبر بالموت أخبر بمعاينة الموت أو أخبر أنه شهد جنازته حل لها أن تتزوج آخر وإن كان اللذان أخبرا بحياته أرخا بتاريخ لاحق قال الشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى شهادتها أولى1۔

ترجمہ: اگر کسی ثقہ آدمی نے ایک عورت کو خبر دی کہ آپ کا غائب شوہر فوت ہو چکا ہے جبکہ دو اور بندوں نے اس کو خبر دی کہ وہ زندہ ہے۔ تو اب جس نے موت کی خبر دی ہے اگر اس نے یہ خبر دی کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ مر گیا ہے یا یہ خبر دی ہو کہ میں اس کے جنازے میں حاضر ہوا تھا تو اس عورت کیلئے کسی اور سے نکاح کرنا جائز ہے اگرچہ جس نے زندہ ہونے کی خبر دی ہے اس نے ایسی تاریخ بتلائی ہو کہ وہ ثقہ آدمی کے تاریخ سے مؤخر ہو۔ شیخ امام ابو بکر محمد بن فضلؒ نے فرمایا ہے کہ ان دو بندوں کی گواہی معتبر ہیں۔

مسئلہ 363: ایک آدمی نے ایک گواہ کی تعدیل[2] کی جبکہ ایک اور آدمی نے اس پر جرح کی [یعنی ایک نے کہا کہ وہ ثقہ ہے گواہی کے لائق ہے جبکہ دوسرے نے طعن کیا اور بُرا بھلا کہا] تو شیخین کے نزدیک جرح معتبر ہے جبکہ امام محمدؒ کے نزدیک قاضی اس گواہ کے بارے میں پھر کسی سے تحقیق کریگا۔

اور اگر ایک نے جرح کی دو بندوں نے تعدیل کی تو پھر تعدیل معتبر ہیں۔

مسئلہ 363: اذا عدل الشاهد واحد و جرحه آخر فالجرح اولي و عند محمد اعاد المسئلة فان جرحه واحد و عدله اثنان فالتعديل اولي3 ۔

ترجمہ: ایک آدمی نے ایک گواہ کی تعدیل کی جبکہ ایک اور آدمی نے اس پر جرح کی تو جرح معتبر ہے جبکہ امام محمدؒ کے نزدیک قاضی پھر کسی سے تحقیق کریگا۔ اور اگر ایک نے جرح کی دو بندوں نے تعدیل کی تو پھر تعدیل معتبر ہیں۔

مسئلہ 364: اگر مدعی نے عدالت پر گواہ پیش کئے [کہ میرے گواہ ثقہ ہیں گواہی کے لائق ہیں] جبکہ مدعا علیہ نے جرح پر گواہ پیش کئے مثلاً اس نے گواہ پیش کئے کہ مدعی نے پہلے والے گواہ اُجرت پر لئے ہیں۔ تو اس صورت میں عدالت کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 364: اذا اقام المدعي البينة علي العدالة و اقام المدعي عليه علي جرح مجرد كما لو اقام البينة علي المدعي انه استأجرهم فبينة العدالة اولي4۔

---

1 قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص140۔

2 گواہوں کے بارے میں صاحبین کا قول یہ ہے کہ قاضی گواہوں کی ظاہری حالت پر اطمینان نہیں کریگا بلکہ خفیہ طور پر پہلے سے ہی ان کے بارے میں تحقیق کریگا جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے حدود اور قصاص کے علاوہ میں جب تک خصم نے طعن نہ کیا ہو اس وقت تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

3 غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص198۔

4 محولہ بالا۔

ترجمہ: اگر مدعی نے عدالت پر گواہ پیش کئے جبکہ مدعاعلیہ نے جرح پر گواہ پیش کئے مثلاًاس نے گواہ پیش کئے کہ مدعی نے پہلے والے گواہ اُجرت پر لئے ہیں۔ تواس صورت میں عدالت کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 365: اگر ایک جانب بیع کے گواہ ہو جبکہ دوسری جانب رہن کے تو بیع کے گواہ معتبر ہیں۔ مُلا خسرو نے درر غرر کے دعویٰ کے مسائل میں ذکر کیا ہے کہ بیع کے گواہ اگرچہ کسی وجہ سے بھی ہو، رہن کے گواہوں سے معتبر ہیں۔

مسئلہ 365: اذا اجتمعت بينة البيع و بينة الرهن فبينة البيع اولي قال الملاخسرو في دعوي الغرر بينة البيع ولو بوجه اولي من الرهن[1]۔

ترجمہ: اگر ایک جانب بیع کے گواہ ہو جبکہ دوسری جانب رہن کے تو بیع کے گواہ معتبر ہیں۔ مُلا خسرو نے درر غرر کے دعویٰ کے مسائل میں ذکر کیا ہے کہ بیع کے گواہ اگرچہ کسی وجہ سے بھی ہو، رہن کے گواہوں سے معتبر ہیں۔

مسئلہ 366: اگر دو مدعی میں سے ایک نے اپنے دعوے پر دو گواہ پیش کئے جبکہ دوسرے نے چار گواہ پیش کئے تو یہ دونوں شھادتیں برابر ہیں [یعنی کثرت کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا] کیونکہ دو بندوں کی گواہی کامل حجت ہے۔ دلیلوں کا معتبر ہونا کثرت کی وجہ سے نہیں آتا بلکہ قوت کے حوالے سے آتا ہے جس طرح اُصول فقہ میں آتا ہے۔

مسئلہ 366: وإن أقام أحد المدعيين شاهدين والآخر أربعة فهما سواء" لأن شهادة كل الشاهدين علة تامة كما في حالة الانفراد، والترجيح لا يقع بكثرة العلل بل بقوة فيها على ما عرف[2].

ترجمہ: اگر دو مدعی میں سے ایک نے اپنے دعوے پر دو گواہ پیش کئے جبکہ دوسرے نے چار گواہ پیش کئے تو یہ دونوں شھادتیں برابر ہیں کیونکہ دو بندوں کی گواہی کامل حجت ہے۔ دلیلوں کا معتبر ہونا کثرت کی وجہ سے نہیں آتا بلکہ قوت کے حوالے سے آتا ہے جس طرح اُصول فقہ میں آتا ہے۔

مسئلہ 367: اگر ایک طرف نکاح کے گواہ ہو جبکہ دوسری طرف طلاق کے، یا ایک طرف کسی غلام کے ملکیت کے گواہ ہو جبکہ دوسری طرف اس کے آزادی کے گواہ ہو تو طلاق اور آزادی کے گواہ معتبر ہیں [مثلاً ایک آدمی نے گواہ پیش کئے کہ اس عورت کے ساتھ میں نے نکاح کیا ہے جبکہ اس عورت نے گواہ پیش کئے کہ اس نے مجھے طلاق دی ہے تو اس صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہیں۔ یا ایک بندے نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا غلام ہے جبکہ غلام نے گواہ پیش کئے کہ آپ نے مجھے آزاد کیا ہے تو اس صورت میں آزادی کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 367: لو اجتمعت بينة النكاح و بينة الطلاق او بينة الملك و بينة العتق فبينة الطلاق و العتاق اولي[3]۔

ترجمہ: اگر نکاح اور طلاق کے گواہ جمع ہو جائے یا ملکیت اور آزادی کے گواہ تو طلاق اور آزادی کے گواہ معتبر ہیں۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص 198۔

[2] المرغینانی، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ ج 3 ص 171۔

[3] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص 199۔

مسئلہ 368 :اگر غلامی اور آزادی کے گواہ جمع ہوئے [مثلاً کسی نے گواہ پیش کئے کہ یہ زید میرا غلام ہے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ میں غلام نہیں ہو] تو اس صورت میں آزادی کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 368 :اذا اجتمعت بينة الرق و بينة الحرية فبينة الحرية اولي[1]۔

ترجمہ : اگر غلامی اور آزادی کے گواہ جمع ہوئے تو اس صورت میں آزادی کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 369 :اگر قابض نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اپنا یہ گھر زید کو ربیع الاول کے مہینے میں ہزار درہم کے عوض فروخت کیا ہے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے اس قابض سے پانچ سو درہم کے عوض رہن میں لیا ہے تو اس صورت میں شیخین کے نزدیک بیع کے گواہ معتبر ہیں جبکہ امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ رہن کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 369 :لو اقام ذو اليد بينة علي بيع داره من فلان بالف في ربيع و اقام فلان البينة انه ارتهنها منه بخمسمائة في جمادي فبينة البيع اولي عندهما و قال محمد رحمه الله بينة الرهن اولي2۔

ترجمہ : اگر قابض نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اپنا یہ گھر فلاں کو ربیع الاول کے مہینے میں ہزار درہم کے عوض فروخت کیا ہے جبکہ فلاں نے گواہ پیش کئے کہ یہ گھر میں نے اس قابض سے پانچ سو درہم کے عوض رہن میں لیا ہے تو اس صورت میں شیخین کے نزدیک بیع کے گواہ معتبر ہیں جبکہ امام محمدؒ صاحب فرماتے ہے کہ رہن کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 370 : دو بندوں نے گواہی دی کہ زید کو بکر نے فلاں جگہ میں فلاں دن کو اتنی رقم قرض دی ہے یا یہ کہ زید نے یہ کام کیا ہے۔زید نے گواہ پیش کئے کہ میں فلاں دن کو فلاں جگہ پر نہیں تھا بلکہ کسی اور جگہ پر تھا تو زید کے یہ گواہ قبول نہیں کئے جائینگے کیونکہ وہ عدم پر گواہی دے رہے ہیں۔وہ گواہ جو یہ بات کر رہے ہیں کہ زید فلاں جگہ پر تھا اگرچہ بظاہر یہ ثبوت پر گواہی دے رہے ہیں لیکن حقیقت میں یہ بھی عدم ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زید اس جگہ میں موجود نہیں تھا جو مدعی کے گواہ بتا رہے ہیں۔

مسئلہ 370 : شهدا أنه أقرضه يوم كذا أو صنع شيئاً في مكان كذا فبرهن المدعى عليه أنه لم يكن في ذلك اليوم في مكان ذكره الاولان وكان في مكان كذا لا تقبل لأنه قامت على النفي لأن قولهما كان في مكان كذا نفي معنى ولو كان إثباتاً صورة إذ الغرض نفي ما قامت عليه البينة الأولى3۔

ترجمہ : دو بندوں نے گواہی دی کہ فلاں نے ایک آدمی کو فلاں جگہ میں فلاں دن کو اتنی رقم قرض دی ہے یا یہ کہ فلاں نے یہ کام کیا ہے۔مدعی علیہ نے گواہ پیش کئے کہ میں فلاں دن کو فلاں جگہ پر نہیں تھا بلکہ کسی اور جگہ پر تھا تو یہ گواہ قبول نہیں کئے جائینگے کیونکہ وہ عدم پر گواہی دے رہے ہیں۔وہ گواہ جو یہ بات کر رہے ہیں کہ مدعی علیہ فلاں جگہ پر تھا اگرچہ بظاہر یہ ثبوت پر گواہی دے رہے ہیں لیکن حقیقت میں یہ بھی عدم ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مدعی علیہ اس جگہ

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاة عند ترجیح البینات۔ص 199۔

[2] ابن ساعاتی مظفر الدین، مجمع البحرین وملتقی النیرین۔ص 775۔

[3] ابن قاضی سماونة، جامع الفصولین۔ج 1 ص 172۔

میں موجود نہیں تھا جو مدعی کے گواہ بتا رہے ہیں۔

مسئلہ 371: قاضی کے سامنے کسی نے گواہ پیش کئے کہ زید پر میرا ہزار درہم قرضہ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ پھر گواہ پیش کئے کہ ہزار دینار قرضہ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو امام ابویوسفؒ صاحب فرماتے ہے کہ دونوں رقم اس پر واجب ہیں جبکہ ہشام ابن رستمؒ امام محمدؒ صاحب سے نقل فرماتے ہیں کہ اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہیں۔

مسئلہ 371:اقام بينة عند القاضي انه له علي هذا الف درهم ولا شئي له عليه غيرها ثم اقام ايضا بينة ان عليه مائة دينار ليس عليه غيرها قال ابويوسف رحمه الله يلزمه الحالان و ذكر هشام ابن رستم[1] عن محمد رحمه الله انه لا يلزمه شئي[2]۔

ترجمہ: قاضی کے سامنے کسی نے گواہ پیش کئے کہ اس آدمی پر میرا ہزار درہم قرضہ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ پھر گواہ پیش کئے کہ ہزار دینار قرضہ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو امام ابویوسفؒ صاحب فرماتے ہے کہ دونوں رقم اس پر واجب ہیں جبکہ ہشام ابن رستمؒ امام محمدؒ صاحب سے نقل فرماتے ہیں کہ اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہیں۔

---

[1] یہ ہشام بن رستم نہیں ہے بلکہ ابوبکر ابراہیم بن رستم المروزی ہے۔ابن معین رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔مامون بادشاہ نے اس کو اپنے قریب کیا اور منصب قضاء کی پیش کش کی آپ نے انکار کر دیا۔امام محمد بن الحسن سے فقہ پڑھی اور ان سے "النوادر" مدون کی۔ نیسابور میں 211ھ کو فوت ہوئے۔ نماز جنازہ امیر محمد بن محمد حُمید الطاہری نے پڑھائی۔ باب معمر کے پاس دفن کیا۔ عبد القادر بن محمد، الجواہر المضیہ۔ ج1 ص38۔

[2] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص200۔

ماذون کے مسائل

مسئلہ 372: اگر ماذون نے اقرار کر لیا کہ زید کا میرے ذمے اس وقت کا قرضہ ہے کہ مجھے اس وقت بیع وغیرہ کا اذن نہیں ہوا تھا یا اس نے ایسی چیز کا اقرار کر لیا جو اس نے زید سے غصب کی تھی یا زید نے بطور امانت اس کے پاس رکھی تھی یا اس نے زید سے عاریۃً لے کر پھر اس سے ضائع کر دی یا اس نے اقرار کیا کہ زید نے مجھے بطور مضاربت کچھ رقم دی تھی۔ تو اب اگر زید نے کہا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہو یہ سب کچھ اس وقت ہوا تھا جب آپ کو تجارت کی اجازت مل چکی تھی۔ تو اس صورت میں غلام کسی بھی معاملے میں سچا تصور نہیں کیا جائیگا اور یہ تمام اوپر والے معاملات اس پر لازم ہو جائینگے۔ لیکن اگر زید نے اس کی تصدیق کر لی تو پھر اس پر صرف غصب لازم ہوگا اس کے علاوہ معاملات غلام کے آزاد ہونے تک باقی رہینگے۔ امام ابو یوسفؒ کے ہاں تمام معاملات اس پر فی الحال لازم ہو جائینگے برابر ہے کہ زید نے اس کی تصدیق کی ہو یا تکذیب۔

اسی طرح اس نابالغ بچے اور مجنون کا بھی یہی حکم ہے جس کو تجارت کی اذن ملی ہوئی ہو [مثلاً اگر زید کیلئے اوپر گزرے ہوئے تمام معاملات میں سے کسی کا بھی اقرار کر لیا] تو اب اگر زید نے تصدیق کر لی کہ ہاں یہ اس وقت کی بات ہے جب یہ تصرف سے منع کئے گئے تھے تو پھر صرف غصب لازم ہو جائیگا۔ اگر زید نے تکذیب کی تو پھر تمام معاملات فورا لازم ہو جائینگے۔ اگر بچے اور غلام نے گواہ پیش کئے کہ یہ معاملات ہماری اذن سے پہلے ہوئے تھے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ یہ معاملات تم نے اذن کے بعد کئے تھے تو پھر زید کے گواہ معتبر ہیں۔

مسئلہ 372: لو اقر المأذون بدين كان عليه وهو محجور او غصب او وديعة او عارية استهلكها او مضاربة فان كذبه رب المال و قال هذا كله في حال اذنك لم يصدق العبد في شئي منه و لزمه كله للحال، و ان صدقه لزمه الغصب خاصة و يتأخر ما سواه الي عتقه و عند ابي يوسف رحمه الله يؤخذ به للحال صدقه ام كذبه، و كذالك الصبي المأذون والمعتوه يلزمه الغصب في التصديق و كله في التكذيب و ان اقام العبد و الصبي البينة انها فعلا قبل الاذن و اقام المقر له البينة انها فعلا بعد الاذن فبينة المقر له اولي[1]۔

ترجمہ: اگر مأذون نے اپنے ذمے قرضے کا اقرار کر لیا ایسی حالت میں کہ وہ مجور تھا یا اس نے غصب، امانت، ہلاک کردہ عاریت کا یا مضاربت کا اقرار کر لیا۔ تو اب اگر رب المال نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ سب کچھ اس وقت ہوا تھا جب آپ کو تجارت کی اجازت مل چکی تھی۔ تو اس صورت میں غلام کسی بھی معاملے میں سچا تصور نہیں کیا جائیگا اور یہ تمام اوپر والے معاملات اس پر لازم ہو جائینگے۔ لیکن اگر رب المال نے اس کی تصدیق کر لی تو پھر اس پر صرف غصب لازم ہوگا اس کے علاوہ معاملات غلام کے آزاد ہونے تک باقی رہینگے۔

---

[1] غانم بغدادی، ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات۔ ص201۔

امام ابو یوسفؒ کے ہاں تمام معاملات اس پر فی الحال لازم ہو جائینگے برابر ہے کہ رب المال نے اس کی تصدیق کی ہو یا تکذیب۔

اسی طرح اس نابالغ بچے اور مجنون کا بھی یہی حکم ہے جس کو تجارت کی اذن ملی ہوئی ہو کہ تصدیق کی صورت میں صرف غصب لازم ہو جائیگا اور تکذیب کی صورت میں تمام معاملات فی الحال لازم ہو جائینگے۔ اگر بچے اور غلام نے گواہ پیش کئے کہ یہ معاملات ہماری اذن سے پہلے ہوئے تھے جبکہ مُقِرلہ نے گواہ پیش کئے کہ یہ معاملات تم نے اذن کے بعد کئے تھے تو پھر مُقِرلہ کے گواہ معتبر ہیں۔

مجور کے مسائل

مسئلہ 373 :ایک شخص پہلے صحیح عقل مند اور توانا تھا۔پھر بیع سے منع کیا گیا [مثلاًاس کے عقل میں خرابی آگئی یا اس نے فضول خرچی شروع کی یا بد چلنی شروع کی پھر قاضی نے تصرف کرنے سے منع کیا] پھر اس کے اور مشتری کے درمیان اختلاف ہوا۔اس مجور نے کہا کہ آپ نے یہ چیز مجھ سے اُس وقت خریدی تھی کہ میں مجور تھا لہٰذا بیع نہیں ہوئی جبکہ مشتری نے کہا کہ نہیں ، بیع اس وقت ہوئی جب آپ بالکل ٹھیک تھے۔تو اس صورت میں مجور کی بات معتبر ہے کیونکہ خریدنا ایک نیا فعل ہے لہٰذا اس کی نسبت ہم قریب والے وقت کی طرف کرینگے [اور وہ ممانعت کا وقت ہے]۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

مسئلہ373:لو حجر عليه بعد صلاحه فاختلف هو مع المشتري فقال هو اشتريته مني حال الحجر و قال المشتري لا بل حال صلاحك فالقول للمحجور لان الشراء حادث فيحال الي اقرب الاوقات و ان اقاما البينة فبينة المشتري اولي[1]۔

ترجمہ :اگر ایک شخص پر اس کی صحت کے بعد پابندی لگادی گئی پھر اس کے اور مشتری کے درمیان اختلاف ہوا۔اس مجور نے کہا کہ آپ نے یہ چیز مجھ سے اُس وقت خریدی تھی کہ میں مجور تھا جبکہ مشتری نے کہا کہ نہیں، بیع اس وقت ہوئی جب آپ بالکل ٹھیک تھے۔تو اس صورت میں مجور کی بات معتبر ہے کیونکہ خریدنا ایک نیا فعل ہے لہٰذا اس کی نسبت ہم قریب والے وقت کی طرف کرینگے۔اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

---

[1] الزاہدی، القنیۃالمنیۃ۔ ص 337-338۔

چوری کے مسائل

مسئلہ 374: اگر مدعی غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ ڈیڑھ مہینہ ہوا ہے کہ یہ سامان میرے سے چوری ہو گیا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ سامان فلاں آدمی کی ملکیت تھی۔ایک سال پہلے اس کو والد سے میراث میں ملا تھا پھر میں نے اس سے خریدا۔تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے ہاں یہ صحیح دفعیۃ ہے [یعنی اس کی وجہ سے مدعی غیر قابض کا دعویٰ رد ہو جائیگا]۔

مسئلہ 374: لو اقام الخارج بينة علي ان هذا المتاع سرق مني منذ شهر و نصف و اقام ذو اليد بينة انه ملك فلان ورثه من ابيه قبل هذا بسنة ثم اشتريته منه فهذا دفع عند ابي حنيفة و ابي يوسف رحمها الله[1] ۔

ترجمہ: اگر غیر قابض نے گواہ پیش کئے کہ ڈیڑھ مہینہ ہوا ہے کہ یہ سامان میرے سے چوری ہو گیا ہے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ سامان فلاں آدمی کی ملکیت تھی۔ایک سال پہلے اس کو والد سے میراث میں ملا تھا پھر میں نے اس سے خریدا۔تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے ہاں یہ صحیح دفعیۃ ہے۔

مسئلہ 375: ایک آدمی نے دوسرے پر گدھے کا دعویٰ کیا کہ یہ گدھا میرا ہے۔ایک مہینہ ہوا ہے کہ میرے سے چوری ہو گیا ہے۔اس نے گواہ بھی پیش کئے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گدھا میرا ہے ایک سال سے میرے قبضے میں ہے۔جو وقت یہ مدعی یہ بتا رہا ہے کہ اس سے چوری ہو گیا ہے اس وقت یہ گدھا میرے قبضے میں تھا۔تو اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا۔

مسئلہ 375: ادعي عليه حمارا انه ملكه سرق منه منذ شهر و اقام بينة فاقام ذو اليد بينة ان الحمار ملكه و في يده منذ سنة و حين يزعم انه سرق منه كان في يده لا تندفع بها بينة المدعي [2]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے پر گدھے کا دعویٰ کیا کہ یہ گدھا میرا ہے۔ایک مہینہ ہوا ہے کہ میرے سے چوری ہو گیا ہے۔اس نے گواہ بھی پیش کئے جبکہ قابض نے گواہ پیش کئے کہ یہ گدھا میرا ہے ایک سال سے میرے قبضے میں ہے۔جو وقت یہ مدعی یہ بتا رہا ہے کہ اس سے چوری ہو گیا ہے اس وقت یہ گدھا میرے قبضے میں تھا۔تو اس کی وجہ سے مدعی کا دعویٰ رد نہیں ہوتا۔

---

[1] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص316۔

[2] الزاہدی، القنیۃ المنیۃ۔ ص334۔

وکالت کے مسائل

مسئلہ 376: ایک آدمی نے دوسرے کے پاس امانت رکھی تھی۔ایک اور آدمی نے دعویٰ کیا کہ مُودِع نے اس امانت کا مجھے وکیل بنایا ہے۔ایک سال سے میں اس کا وکیل ہوں۔اس نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ سے یہ امانت لے لو۔اس بندے نے گواہ بھی پیش کئے۔مُودَع نے گواہ پیش کئے کہ مُودِع نے اس آدمی کو وکیل بنایا تھا پھر اس کو وکالت سے فارغ کیا۔تو یہ گواہ قبول ہیں۔اسی طرح اگر اس نے گواہ پیش کئے کہ اس وکیل کے گواہ غلام ہیں [ان کی گواہی صحیح نہیں ہے] تو یہ گواہ بھی قبول ہیں۔

مسئلہ 376: رجل في يديه وديعة لرجل فجاء رجل وادعى أنه وكيل المودع في قبض الوديعة وكله في ذلك منذ سنة وأقام البينة فأقام الذي في يديه الوديعة أن الموكل أخرجه من هذه الوكالة قبلت بينته .وكذا لو أقام البينة أن شهود الوكيل عبيد قبل ذلك منه[1]۔

ترجمہ: ایک آدمی کے پاس کسی دوسرے کی امانت تھی۔ایک اور آدمی نے دعویٰ کیا کہ مُودِع نے اس امانت کا مجھے وکیل بنایا ہے۔ایک سال سے میں اس کا وکیل ہوں۔اس نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ سے یہ امانت لے لو۔اس بندے نے گواہ بھی پیش کئے۔مُودَع نے گواہ پیش کئے کہ مُوکِل نے اس کو وکالت سے فارغ کیا ہے تو یہ گواہ قبول ہیں۔اسی طرح اگر اس نے گواہ پیش کئے کہ اس وکیل کے گواہ غلام ہیں تو یہ گواہ بھی قبول ہیں۔

مسئلہ 377: زید کے قبضے میں ایک گھر پر بکر نے ایک وکیل کے ذریعے اس گھر کا دعویٰ کیا۔زید نے بکر کی ملکیت اور اس وکالت سے انکار کیا [زید نے کہا کہ بکر نے آپ کو وکیل نہیں بنایا ہے۔آپ کو یہ نہیں کہا ہے کہ میری طرف سے اس گھر کے ملکیت کا دعویٰ کریں]۔اس کے بعد مدعی نے اپنی وکالت پر گواہ پیش کئے جبکہ زید نے گواہ پیش کئے کہ بکر نے اقرار کیا ہے کہ اس وکیل کے گواہ جھوٹے ہیں اس نے اُجرت پر لئے ہیں۔تو اس صورت میں مدعی کے گواہوں کی گواہی باطل اور بے کار ہو جائیگی۔

اور اگر زید کے گواہوں نے گواہی دی کہ ان گواہوں نے اقرار کیا ہیں [کہ ہم جھوٹے ہیں اور اُجرت پر لئے ہیں] تو اس صورت میں وکیل کے گواہوں کی گواہی باطل نہیں ہو گی۔

ہاں اگر زید کے گواہوں نے گواہی دی کہ وکیل کے گواہوں نے اقرار کیا ہیں کہ ہم محدود فی القذف ہیں یا یہ اقرار کیا ہیں کہ ہم مدعی کے ساتھ اس گھر میں شریک ہیں جس گھر کی ہم زید کے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔تو پھر ان دونوں صورتوں میں مدعی [وکیل]کے گواہوں کی گواہی باطل ہو جائیگی۔

مسئلہ 377:رجل في يديه دار ادعاها رجل بوكالة رجل فأنكر المدعى عليه دعواه الملك والوكالة فأقام الوكيل بينته على الوكالة فأقام المدعى عليه البينة على إقرار الموكل أن شهود الوكيل شهود زور أو

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ج3ص101۔

استأجرهم بطلت شهادة شهود المدعي فإن شهدوا بذلك على إقرار الشاهدين لا تبطل شهادتهم إلا إذا شهدوا على إقرار الشاهدين أنهما محدودان في قذف أو أنهما شريكان فيما شهدا على المدعى عليه فحينئذ تبطل شهادتهما [1].

ترجمہ: ایک آدمی کے قبضے میں ایک گھر تھا۔ دوسرے آدمی نے ایک وکیل کے ذریعے اس گھر کا دعویٰ کیا۔ مدعیٰ علیہ نے اس کی ملکیت اور اس وکالت سے انکار کیا۔ اس کے بعد مدعی نے اپنی وکالت پر گواہ پیش کئے جبکہ مدعیٰ علیہ نے گواہ پیش کئے کہ مؤکِل نے اقرار کیا ہے کہ اس وکیل کے گواہ جھوٹے ہیں یا اس نے اُجرت پر لئے ہیں۔ تو اس صورت میں مدعی کے گواہوں کی گواہی باطل ہو جائیگی۔

اگر مدعیٰ علیہ کے گواہوں نے گواہی دی کہ ان گواہوں نے اقرار کیا ہیں تو اس صورت میں وکیل کے گواہوں کی گواہی باطل نہیں ہوگی۔ ہاں اگر مدعیٰ علیہ کے گواہوں نے گواہی دی کہ وکیل کے گواہوں نے اقرار کیا ہیں کہ ہم محدود فی القذف ہیں یا یہ اقرار کیا ہیں کہ ہم مدعی کے ساتھ اس گھر میں شریک ہیں جس گھر کی ہم مدعیٰ علیہ کے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ تو پھر ان دونوں صورتوں میں مدعی کے گواہوں کی گواہی باطل ہو جائیگی۔

---

[1] قاضی خان، فتاوی قاضی خان۔ ج3 ص101۔

آخری بات عالم کی شان میں

اس زمانے میں اگر کسی مفتی سے فتویٰ کے بارے میں پوچھ لیا جائے تو [وہ دیکھ لیں] اگر اس مسئلے کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام سے ظاہر الروایۃ موجود ہو اور اس میں کوئی اختلاف بھی نہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ اس قول کی طرف رجوع کریں اور اسی پر فتویٰ دیں۔اس کے خلاف کوئی رائے قائم نہ کریں اگرچہ یہ مفتی کوئی بڑا عالم اور مجتھد کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ظاہر بات ہے کہ جو حکم ہمارے ائمہ کرام نے دیا ہے وہ حق ہے اور حق کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کوئی بھی مفتی جتنا بھی بڑا مجتھد ہو جائے ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

مفتی صاحب ان لوگوں کے باتوں کو نہ دیکھیں جنھوں نے ہمارے ائمہ کرام سے اختلاف کیا ہے اور نہ ان کی دلیل کو قبول کریں کیونکہ ہمارے ائمہ کرام کو دلائل صحیح معلوم تھے ۔اُنھوں نے صحیح اور غلط دلیلوں کے درمیان اچھی تمیز کی ہیں۔ ہمارے ائمہ کرام تین ہیں، امام ابوحنیفہؒ صاحب، امام ابو یوسفؒ صاحب اور امام محمدؒ صاحب رحمھم اللہ تعالیٰ۔

اگر یہ مسئلہ اتفاقی نہ ہو بلکہ ہمارے ائمہ کا ان میں اختلاف ہو تو پھر مفتی صاحب پہلے امام ابو حنیفہؒ صاحب کے قول کو ترجیح دیں اس کے بعد امام ابو یوسفؒ صاحب کے قول کو اس کے بعد امام محمدؒ صاحب کے قول کو اس کے بعد امام صاحب کے اور ساتھیوں کے۔ اگر ایک جانب امام ابو حنیفہؒ ہو اور دوسری جانب صاحبین ہو تو اگر ان کے اختلاف کا سبب زمانے کا اختلاف ہو جس طرح کہ امام صاحب نے گواہوں کے ظاہری حالت پر اکتفاء کیا ہے کہ وہ نیک عادل ہو تو امام صاحب نے فرمایا ہے کہ قاضی ان کی گواہی سنے گا اور اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ قاضی ان کے بارے میں ظاہری یا باطنی تحقیق کریں جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ قاضی پہلے تحقیق کریگا اس کے بعد ان کی گواہی کو سنے گا کیونکہ لوگوں کے حالات بدل چکے ہیں۔اسی طرح مزارعت کے معاملے میں اور اس جیسے اور مسائل میں تو ان تمام مسائل میں صاحبین کا قول معتبر ہیں۔ کیونکہ تمام متاخرین نے اس پر اجماع اور اتفاق کیا ہیں۔

اس کے علاوہ مسائل میں بعض نے کہا ہیں کہ مجتھد کو اختیار ہے کہ جو بات اس کے دل کو لگے اسی پر عمل کریں۔

عبد اللہ ابن مبارک نے فرمایا ہے کہ صرف اور صرف امام ابو حنیفہ کا قول معتبر ہے کسی اور کا نہیں۔

طحطاوی کے شرح میں مذکور ہے کہ فقہ کا عالم اگر مجتھد نہ ہو تو صرف اور صرف امام صاحب کے قول کو لے گا اس کیلئے صاحبین کے قول کو ترجیح دینا جائز نہیں ہے مگر مزارعت اور معاملات کے مسائل میں۔

علماء کا مجتھد کے بارے میں اختلاف ہوا ہے کہ مجتھد کسے کہتے ہیں؟

تو بعض فرماتے ہیں کہ اگر کسی سے دس مسائل کے بارے میں پوچھ لیا جائے اور وہ آٹھ مسائل کا جواب صحیح دیں تو یہ مجتھد ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ مجتھد ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اس کو مبسوط زبانی یاد ہو اور ناسخ منسوخ، محکم مؤول کو جانتا ہو۔ لوگوں کے عادات، عُرف اور رواج سے واقف ہو۔

اور اگر مسئلے کا حکم ظاہر الروایۃ میں موجود نہ ہو تو اگر وہ مسئلہ ہمارے ائمہ کرام کے اُصول اور قواعد کے مطابق ہو تو اسی پر عمل کریں۔ لیکن اگر ہمارے ائمہ کرام کا اس میں کسی قسم کا روایت منقول نہ ہو تو متاخرین نے جس بات پر اتفاق کیا ہیں اس پر عمل کریں۔اور اگر علماء کا اختلاف ہوا ہو تو پھر وہ اجتھاد کرکے جو بات اس کے دل کو لگے اس پر عمل کریں۔

نتائج البحث

1۔ فتاویٰ ودودیہ کی دوسری جلد میں موجود کتاب القضاء اول (ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات) کا مکمل تحقیقی مطالعہ کیا گیا۔

2۔ جہاں ضرورت محسوس کی وہاں مفید حواشی قائم کئے گئے۔

3۔ فتاویٰ ودودیہ کے مروجہ متن کے اصل نسخہ سے موازنہ کیا گیا اور جہاں کمی بیشی پائی گئی، اس کی تصحیح کردی گئی۔

4۔ تخریج میں ان مصادر سے استفادہ کیا گیا جن کو مؤلفؒ نے کتاب کے مقدمہ میں اجمالا اور پھر ہر مسئلہ کے نیچے حواشی میں بطور نام ذکر کیا ہے مثلا ھندیہ، جامع الفصولین، فتاوی قاضی خان، کنز وغیرہ تاہم بوقت ضرورت مسئلہ کی زیادہ وضاحت کے لئے بعض جگہ دوسرے مصادر سے بھی استفادہ کیا گیا۔

5۔ اکثر مسائل میں مولفؒ نے ایک یا دو مصادر سے حوالہ دیا ہے، انتہائی کوشش سے متعلقہ مصادر تک پہنچ کر ان سے تخریج کرکے لکھی گئی۔

6۔ بعض مسائل ایسے ہیں کہ مؤلفؒ نے ان کا حوالہ دیا ہے لیکن باوجود کوشش کے وہ مسائل ان مصادر میں نہیں پائے گئے جیسا کہ مسئلہ 2,3,14,15,22 وغیرہ، لیکن وہ مسائل ''ملجاء القضاۃ عند ترجیح البینات'' میں پائے گئے اس لئے اس کے حوالہ سے نقل کئے گئے۔

بعض مقام پر مؤلف نے عبارت میں تساہل سے کام لیا ہے جس سے مسئلہ صحیح نہیں ہوتا۔ اس کی تصحیح کی گئی جیسا کہ مسئلہ 208.238.270 وغیرہ۔

تجاویز اور سفارشات

1. مرتبہ مقالوں سے حوالہ جاتی کتب کا ایک اشاریہ مرتب کیا جائے۔تاکہ ایک ہی نوعیت کا تحقیقی کام سامنے آجائے۔
2. جن مقالہ نگاروں نے اس پراجیکٹ پر اچھا کام کیا ہے، ان کو اس کتاب کی تدوین وترتیب اور تہذیب و تصویب کے منصوبہ میں شامل کرنا چاہیے تاکہ اردو خواں طبقہ تک نہایت عمدہ اور اچھا کام پہنچے۔
3. اس پراجیکٹ کے مقالہ نگاروں سے ہارڈ اور سافٹ کاپی لی جائے تاکہ طباعت کا کام جلد مکمل ہو سکے۔
4. آخر میں، میں اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ اس سعی کو شرف قبولیت عطا فرمایئے اور اس کو میرے لئے، میرے والدین اور اساتذہ کے لیے توشہ آخرت بنائے اور اس سے ہر تشنہ علم کو فیضیاب فرمائے۔آمین

مر اد ما نصیحت بود گفتیم
باحوالہ خدا کردیم ورفتیم

و صلی اللہ علی النبی الکریم و علی الہ واصحابہ وذریتہ و عترتہ اجمعین و علی من تبعہم الی یوم الدین

فہارس

فہرس الاعلام

فہرس الاماکن

فہرس المصادر والمراجع

نمبر شمار	مصادر و مراجع
.1	ابن الشِّحْنَة، اِحمد بن محمد بن محمد، لسان الدین الثقفی۔ لسان الحکام فی معرفۃ الأحکام۔ القاہرۃ: البابی الحلبی، الطبعۃ: الثانیۃ، 1393–
.2	ابن ساعاتی، مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب۔ مجمع البحرین وملتقی النیرین۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولی، 2005م
.3	ابن عابدین، محمد اِمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین۔ رد المحتار علی الدر المختار۔ بیروت: دار الفکر۔ الطبعۃ: الثانیۃ، 1412ھ
.4	ابن قاضی سماونۃ، بدرالدین محمود بن اسرائیل۔ جامع الفصولین۔ کراچی۔ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن ۱۴۰۲
.5	ابن نُجیم، زین الدین بن إبراہیم بن محمد۔ الأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولی 1419ھ-1999م
.6	ابن نُجیم، زین الدین بن إبراہیم بن محمد۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق۔ بیروت: دار المعرفۃ۔
.7	اِبو سعد، عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی المروزی۔ المنتخب من معجم شیوخ السمعانی۔ الریاض: دار عالم الکتب۔ الطبعۃ: الأولی،
.8	اِبو محمد، عبد القادر بن محمد بن نصر اللہ القرشی، محیی الدین الحنفی۔ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ۔ کراچی: میر محمد کتب خانہ۔
.9	البزازی، محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الخوارزمی۔ الفتاوی البزازیۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ-2009م
.10	الحاج خلیفۃ، مصطفیٰ بن عبد اللہ کاتب جلبی القسطنطینی۔ کشف الظنون عن اِسامی الکتب والفنون۔ بغداد: مکتبۃ المثنی –
.11	الذہبی، شمس الدین اِبو عبد اللہ محمد بن اِحمد بن عثمان۔ تاریخ الاِسلام ووفیات المشاہیر والأعلام۔ بیروت: دار الکتاب العربی
.12	الزاھدی، مختار بن محمود بن محمد الغزمینی۔ القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیہ (مخطوطہ)۔ اسلام آباد: الندوۃ لائبریری چھتر۔ الرقم۔ k3.786
.13	الزرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد بن علی بن فارس، الدمشقی۔ الأعلام۔ دار العلم للملایین۔ الطبعۃ: الخامسۃ عشر - اِیار / مایو 2002
.14	الزیلعی، فخر الدین عثمان بن علی بن محجن البارعی (المتوفی: 743ھ)۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق۔ بولاق: المطبعۃ الأمیریۃ- الطبعۃ: الأولی، 1313ھ
.15	السرخسی، محمد بن اِحمد بن اِبی سہل (المتوفی: 483ھ)۔ المبسوط۔ بیروت: دار المعرفۃ
.16	غانم بن محمد۔ ملجأ القضاۃ عند تعارض البینات۔ ریاض: دار الأداوۃ، 1437ھ۔2016م
.17	قاضی خان، حسن بن منصور بن محمود اوزجندی۔ فتاوی قاضی خان۔ کوئٹہ: بلوچستان بک ڈپو
.18	المرغینانی، اِبو الحسن. برہان الدین علی بن اِبی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی۔ الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ بیروت۔ دار احیاء التراث العربی
.19	المرغینانی، اِبو المعالی. برہان الدین محمود بن اِحمد بن عبد العزیز البخاری الحنفی۔ المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولی، 1424ھ-
.20	ملا خسرو، محمد بن فراموز بن علی۔ درر الحکام شرح غرر الأحکام۔ دار إحیاء الکتب العربیۃ،
.21	نظام الدین البلخی، وجماعۃ من العلماء۔ الفتاوی الہندیۃ، بیروت: دار الفکر، الطبعۃ: الثانیۃ، 1310ھ